بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ دائمہ مستمرہ کے خلاف تحریر کردہ رسوائے زمانہ کتاب

”تحقیقات“ کا علمی، تحقیقی، متین، مسکت مسقط اور ترکی بہ ترکی جواب

المعروف بہ

تنبیہات

بجواب

تحقیقات

جلد اول

از قلم

پاسبان عظمت حبیب رحمان

مفتی عبد المجید خان سعیدی رضوی

بارک اللہ لہ وعلیہ وفیہ وکل مالہ

صدر شعبہ تدریس افتاء ومہتمم جامعہ غوث اعظم وجامعہ سعیدیہ وخطیب جامع مسجد نوری

رحیم یار خان سٹی (پنجاب، پاکستان)

قادریہ پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّدِ عالم ﷺ کی نبوۃ دائمہ مستمرہ کے خلاف تحریر کردہ رسوائے زمانہ کتاب "تحقیقات" کا علمی، تحقیقی، متین، مسکت، مسقط اور ترکی بہ ترکی جواب

تنبیہات

الاخبار علی التوھمات باسم التحقیقات فی نبوۃ سیّد الابرار

(صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہ وعلی آلہ الاطائب واصحابہ الاطہار)

فی عالمی الحقائق والارواح والذروسائر الادوار

المعروف بہ

تنبیہات ــ بجواب ــ تحقیقات

جلد اوّل

(تفصیل مسئلہ واثبات مدّعا)

از قلم

پاسبان عظمتِ حبیب رحمان **مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی** بارک اللہ لہ وفیہ علیہ وکل مالہٗ

صدر شعبہ تدریس وافتاء ومہتمم جامعہ غوثِ اعظم وجامعہ سعیدیہ وخطیب جامع مسجد نوری

رحیم یار خاں سٹی (پنجاب، پاکستان)

قادریہ پبلشرز O کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: تنبیہات ــــ بجواب ــــ تحقیقات (جلد اوّل)

مصنف: حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی

پروف ریڈنگ: مولانا محمد احمد قادری مدرس۔محمد عمران غوری متعلم جامعہ غوثِ اعظم رحیم یار خان

اشاعت نمبر مع تاریخ: حصہ اوّل اشاعت دوم، حصہ دوم اشاعت اوّل۔شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ جون ۲۰۱۴ء

صفحات: ۱۰۹۶

ناشر: قادریہ پبلشرز، کراچی

باہتمام: فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا سیّد مظفر حسین شاہ صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ (کراچی)

کتاب ملنے کے پتے

O کاظمی کتب خانہ (عقب جامعہ غوثِ اعظم، متصل جامع مسجد نوری، شاہی روڈ رحیم یار خان)
O مکتبہ برکات المدینہ (بہادر آباد کراچی)　O مکتبہ غوثیہ ہول سیل (سبزی منڈی کراچی)
O اویسی بک سٹال (جامع مسجد رضائے مجتبےٰ (پیپلز کالونی، گوجرانوالہ) O ضیاء الدین پبلشرز، کھارادر، کراچی
O ادارہ صراطِ مستقیم پبلی کیشنز (۶-۵ مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور) O مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
O مکتبہ نوریہ رضویہ (گلبرک-A فیصل آباد) O مسلم کتابوی (داتا دربار مارکیٹ لاہور) O مکتبہ زاویہ، لاہور
O شبیر برادرز (اردو بازار لاہور) O مکتبہ مہریہ کاظمیہ نزد جامعہ انوار العلوم، قذافی چوک (ملتان)
O مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور O مکتبہ اہل سنت نزد جامعہ عنائتیہ (خانیوال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی فہرست عنواناتِ کتاب ہٰذا

(حصہ اوّل)

باب دوم

باب سوم

باب چهارم

باب پنجم

اقوال و تصریحات ائمۂ شان و علماء اسلام

باب ششم

باب هفتم

فہرست عنوانات کتاب ہٰذا (حصہ دوم)

باب نہم مغالطات

باب دھم

باب یازدھم

باب دوازدھم

خاتمۃ الکتاب

۳۲۲ خلاصۃ المبحث

(حصہ اوّل و دوم تمام شدند)



تقریظ جلیل

ذوالمجد ہوالکرم جانشین امام اہل سنت مظہر غزالی زماں پیر طریقت، عالی مرتبت
حضرت علامہ پروفیسر سید **مظہر سعید شاہ** صاحب کاظمی دامت برکاتہم
مرکزی امیر جماعت اہل سنت پاکستان و
مہتمم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

دین متین اور مسلکِ حق اہل سنت کے خلاف ہر دور میں فتنے جنم لیتے رہے اور اہلِ حق ان فتنوں کی بیخ کنی اور سرکوبی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ فتنہ گروں نے دینِ متین کو زک پہنچانے کے لیۓ ہمیشہ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ پر حملہ کیا اور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کو متنازعہ بنانے کی سعیٔ مذموم کی۔ ادھر اہلِ ایمان نے عظمتِ مصطفیٰ کو اجاگر کیا اور ذاتِ مصطفیٰ کی رفعتوں کو نکھار کر پیش کیا۔

ماضیِ قریب میں علمِ غیبِ نبیٔ اختیارات مصطفیٰ اور نورانیت محمدی علیہ التحیۃ والثنا جیسے مسلمہ کمالات کا انکار کیا گیا بلکہ عصر حاضر میں ایک صاحب نے حضورِ اقدس ﷺ کے نورِ حسّی کا واضح انکار کیا اور اکابر اور جمہور کے علمی اور روحانی موقف کو اپنی نام نہاد تحقیق کی بنیاد پر غلط قرار دے دیا۔

الحمدللہ علمائے حق نے دلائل کی روشنی میں ان فتنوں کا سدِّ باب کیا اور حقیقت کے چہرے پر ڈالی گئی اعتراضات کی گرد کو صاف کر کے اسے پوری آب و تاب کے ساتھ پیش کیا اور معترضین کے اعتراضات اور فتنہ پردازوں کے دلائل تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ بے وقعت ثابت ہوئے۔

ابھی حال ہی میں ایک اور مسلمہ نظریہ کے خلاف ایک فتنے نے سر اٹھایا محقق علمائے اہل سنت اور اکابر

عرفاء کا یہ مسلّمہ نظریہ ہے کہ حیات مصطفیٰ ﷺ کا کوئی لمحہ بھی خالی از نبوت نہیں۔ عالمِ ارواح ہو یا عالم اجسام، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر آن وصفِ نبوت سے متصف رکھا اور نبوت کی سرفرازیاں عطا فرمائیں۔ اس مسلمہ نظریّہ کو بے بنیاد اور باطل دلائل کی بنیاد پر چیلنج کر کے غلط ثابت کرنے کی سعیِ مذموم کی گئی ہے۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مبادیاتِ دین میں عقیدۂ رسالت جتنا اہم ہے اس سے زیادہ نازک بھی ہے کیونکہ جو شخص اُن امور سے بے خبر ہو جو نبی کے لیئے واجب ہیں یا ممکن یا محال ہیں تو اندیشہ ہے کہ وہ بعض باتوں میں خلافِ واقعہ عقیدہ رکھے اور یہ چیز اس کے ایمان کے لیئے سمِّ قاتل ہو سکتی ہے۔

اس مسئلہ میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیئے اللہ تعالیٰ نے علامہ مفتی عبدالمجید خان سعیدی کی منتخب فرمالیا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف اپنے معاصرین میں علم و تحقیق کے حوالے سے ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کا ذہن نہایت زرخیز، ان کی نظر نہایت بالغ اور ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ وہ نفسِ مسئلہ کی تہہ تک پہنچ کر مختلف جہات سے اس کا جائزہ لے کر کلام کرتے ہیں۔ کسی بھی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیئے قرآن و سنت سے ایک نص بھی کافی ہوتی ہے۔ لیکن مفتی صاحب نے متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے دلائل و براہین پیش کر کے اکابر کی تفسیرات اور تشریحات کی روشنی میں سید دو عالم ﷺ کے ہر آن نبی ہونے کے مسئلہ کو نہایت دلآویز انداز میں پیش کر کے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ کتاب کی ضخامت میں اضافے کی خاطر غیر ضروری مباحث میں پڑنے یا مضامین کے تکرار کو اختیار کرنے کی بجائے مفتی صاحب نے اہل سنت کے موقف کو دلائل قاہرہ کے ساتھ نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ اور اپنی اس کتاب ''تنبیہات'' کے ذریعے نہ صرف مسلکِ حق کی ترجمانی کی ہے بلکہ مسلک حق کی پاسبانی بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور دین متین اور مسلک اہل سنت کی خدمت اور ترجمانی کے لیئے آپ کو تا دیر زندہ و سلامت با کرامت رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

فقیر سید مظہر سعید کاظمی غفرلہٗ

۱۱/ جون ۲۰۱۴ء

تقریظ جلیل

جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول یادگار اسلاف مناظر اعظم وارثِ علوم ومعارف فیضیہ کاظمیہ رضویہ
استاذ العلماء حضرت استاذ نا العلام قبلہ مولانا مفتی **محمد اقبال** صاحب سعیدی رضوی چشتی صابری قادری
دامت برکاتہم العالیہ
(خلیفہ مجاز حضرت غزالی زماں علیہ الرحمۃ والرضوان ویکے از شیوخ حدیث جامعہ انوار العلوم ملتان)

الحمدللہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالانبیاء والمرسلین
وعلی آلہ وصحبہ واتباعہ اجمعین

عزیز محترم مولانا مفتی عبدالمجید خان صاحب سعیدی بارك اللہ فی علمہ ونشر ذکرہ فی الآفاق بنشر الخیر واحقاق الحق بالعماق کی کتاب ''**تنبیہات الاخیار علی التوھمات باسم التحقیقات فی نبوۃ سید الابرار** المعروف ''تنبیہات'' بجواب تحقیقات (جلد اوّل) کو بعض مقامات سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ الحمدللہ مولانا مفتی عبدالمجید صاحب نے اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب تحریر فرمائی ہے۔ ''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ''۔

حیرت کی بات ہے کہ جو صاحب ایک مستند سنی عالم کے حوالہ کا چیلنج کرتے اور حوالہ ملنے پر رجوع کا عہد کرتے تھے' اب اس قدر حوالوں کے باوجود کیوں رجوع نہیں کرتے؟

بہر حال رسول کریم ﷺ کا عالم ارواح میں انبیاء ورُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ ملائکہ کرام کے لیے نبی اور رسول ہونا ہمارا عقیدہ ہے۔ اور اسی وقت آپ ﷺ کو وقت آخر کی نبوت کا تاج پہنا کر اللہ جل شانہٗ نے خاتم النبین بھی قرار دیا۔ اگر چہ اس نبوت وخاتمیت کا ظہور اس وقت ہوا جب ان لوگوں کا پہلا طبقہ وجود میں آ گیا جنہیں پیغام پہنچانا تھا۔ اور یہی معنٰی ہیں آپ ﷺ کی چالیس سال کی عمر میں بعثت کے۔ ورنہ آپ ﷺ کی خداداد نبوت ورسالت اور ختم نبوت کا عہد عالم ارواح سے چل کر آدم علیہ السلام کی نسلوں کے زمانہ میں اور سرکار

علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت طیبہ کے وقت سے چالیس سال تک بھی جاری رہا۔اور پھراس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ جبرائیل امین جب پہلی وحی قرآنی عطا فرمائی تو یہ آپ ﷺ کی بعثت ثانیہ ہے۔

اور یہ بعثت بالقرآن ہے یعنی پہلی بعثت بغیر القرآن کی نبوت ورسالت تھی۔قرآن آنے کے بعد پہلی نبوت ورسالت زائل نہیں ہوئی پہلے بھی روح نبی تھی اگر چہ غیر متعلّق بالبدن تھی اوراب بھی روح ہی نبی رہی۔اگر چہ متعلق بالبدن ہوگئی۔جس طرح ایک سورت کے نزول کے بعد دوسری سورت کا پیغام آنے سے پہلی رسالت منقطع نہیں ہوتی اسی طرح انبیاء کرام کی ارواح کو پیغام پہنچانے کے بعد عام انسانوں کو پیغام پہنچانے سے پہلی رسالت ونبوت منقطع نہیں ہوتی۔علماء نے جوتیئس سال زمانۂ نبوت لکھا ہے وہ بھی ہمارے اس قول کی تائید ہے کہ یہ صرف بعثت ثانیہ میں نزول قرآن کی مدت کا بیان ہے۔ ورنہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت تو بعد وفات بھی حقیقۃً جاری وثابت ہے جوتقریباً ڈیڑھ ہزار سال کو پہنچنے کے قریب ہے۔کیا ''صاحب تحقیقات'' اب آپ ﷺ کی نبوت کے منکر ہیں اگر جواب نہیں میں ہے تو پھر تیئس برس کی مدت کے قول پر ان کے زور دینے کا مطلب کیا ہے؟

پس جو شخص آپ ﷺ کو عالم ارواح میں نبی مان کر پھر عالَم کے بدلنے پر اس چالیس سال سے پہلے کسی بھی وقت مذکورہ بالفعل نبوت کے زوال وانقطاع اورسلب ونزع کا قائل ہوتا ہے تو اُس کا یہ قول لامحالہ کفر قرار پائے گا۔ ہمارے علماء ماتریدیہ اوراشعریہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین دونوں نے انقطاع وزوال نبوت کے قول کو بالاتفاق کفر قرار دیا ہے۔

التمہید لابی الشکور السالمی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: ''قال اهل السنة والجماعة ان النبوة لاتزول بالذنب ولا يجوز بالعزل عن النبوة وقالت المتقشفة ان النبى يصير معزولا بالذنب''

اہل سنت وجماعت فرماتے ہیں کہ بے شک نبوت گناہ سے زائل نہیں ہوتی۔اور ممکن نہیں نبوت سے کوئی نبی معزول ہوجائے اور بد مذہب فرقہ نے کہا کہ نبی معزول ہوجاتا ہے بوجہ گناہ کے اوراسی طرح بوجہ موت کے اوران کا یہ قول کفر ہے۔(التمہید: لابی الشکور السالمی رحمۃ اللہ علیہ' صفحہ ۷۶' مطبوعہ ادارہ حزب الاحناف' لاہور)

المعتقد المنتقد للعلامہ الشاہ فضل الرسول القادری رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: ''من جوز زوال النبوة من نبى فانه يصير كافرا كذا فى التمهيد'' ,جس شخص نے کسی نبی سے نبوت کے زائل ہونے کوممکن قرار دیا وہ کافر ہے۔(المعتقد المنتقد: صفحہ ۱۱۵' ۱۱۷' مطبوعہ مکتبہ حامدیہ' لاہور)

عالَم کے بدلنے سے نبوت کا حکم تبدیل ہوجانے کا مغالطہ کوئی نیا نہیں۔ پہلے بھی یہ قول بعض علماء کی

طرف سے منسوب کر کے مغالطہ دیا گیا یہاں تک کہ جھوٹ اور افتراء کے طور پر یہ قول امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے آقا خاتم النبیین ﷺ اپنی وفات کے بعد حکماً نبی ہیں حقیقۃً نہیں رہے۔ یہیں سے موجودہ زمانہ کے دعویٰ تحقیقات رکھنے والوں نے یہ قول چرایا۔ لیکن مسلمانوں کے خوف سے صرف اتنا کہتے ہیں عالَم کے بدلنے سے احکام تبدیل ہو جاتے ہیں اور کھل کر یہ نہیں کہتے کہ نعوذ باللہ بعد از وفات آپ ﷺ بالفعل نبی نہیں رہے۔ ورنہ عام مسلمان ان سے خود نمٹ لیں اور کسی کو ان کے جواب میں کتابیں لکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔

بہر حال امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ سے یہ قول منسوب کیئے جانے کے بعد اشعری علماء کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کیا کہ تغیّر عالَم سے تغیّر نبوت کا قول امام ابوالحسن اشعری کا قول نہیں یہ جھوٹ ہے افتراء ہے۔ امام اشعری علیہ الرحمۃ اس سے بَرِی ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں ''طبقات الشافعية الكبرى '' امام تاج الدین ابی نصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی المتوفی ۷۷۱ھ لکھتے ہیں: ''فاما ما حكى عنه وعن اصحابه انهم يقولون ان محمدا صلى الله عليه وسلم ليس بنبى فى قبره ولا رسول بعد موته فبهتان عظيم وكذب محض لم ينطق منهم احد ولا سمع فى مجلس مناظرة ذلك عنهم ولا وجد ذلك فى كتاب لهم وكيف يصح ذلك وعندهم محمد صلى الله عليه وسلم حى فى قبره''۔

''وہ جو حکایت کیا جاتا ہے کہ امام ابوالحسن اشعری اور آپ کے اصحاب کے بارے میں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ (سیدنا) محمد ﷺ اپنی قبر پاک میں نبی نہیں ہیں اور اپنی وفات کے بعد رسول نہیں ہیں۔ یہ حکایت اور نسبت بہتان عظیم اور جھوٹ ہے۔ اشعریوں میں نہ کوئی اسے اپنی زبان پر لایا نہ کسی مجلس مناظرہ میں ان سے سنا گیا اور نہ ان کی کسی کتاب میں پایا گیا اور یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے حالانکہ ان کے عقیدہ میں نبی کریم ﷺ مزار شریف میں زندہ ہیں''۔ (طبقات الشافعية الكبرى: جز۳ صفحہ ۴۰۶ مطبوعہ احیاء الکتب العربیہ سن طبع ۱۹۱۸ء)

عالَم ارواح سے آپ ﷺ کی نبوت کے اثبات میں علماء کے دلائل و الفاظ مختلف ہیں، لیکن معنیٰ ایک ہے کہ سرکار ﷺ کو جب سے اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا تب سے اب تک کسی وقت بھی نبوت آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوئی۔

علامہ امام احمد قسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ پھر امام محمد عبدالباقی الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ علامہ قشیری سے نقل کرتے ہیں: ''(كلام الله تعالى) النفسى الازلى لا الا لفاظ الدالة عليه (لمن اصطفاه ارسلتك اوبلغ عنى وكلامه تعالى قديم فهو عليه الصلوة والسلام قبل ان يوجد كان رسولا) بقوله

ارسلتك او بلغ عنی (وفی حال کونه) ای وجوده خارجا بعد تکوینه وایجاده رسولا وان تاخر الامر بالتبلیغ الی بعدالوحی ''۔''(قشیری نے فرمایا اللہ کا کلام) یعنی نفسی ازلی نہ کہ اس پر دلالت کرنے والے الفاظ (جب کسی ایسے شخص کے لیئے وارد ہوا جسے اس نے چن لیا اپنے اس ارشاد کے ساتھ کہ ''میں نے تمہیں رسول بنایا'' یا ''میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ'' وہ کلام قدیم ہے تو نبی کریم ﷺ اپنے وجود میں لائے جانے سے پہلے بھی رسول تھے) یعنی اس وجودِ دنیوی سے پہلے بھی رسول تھے اور اس وقت بھی جو آپ ﷺ کی تکوین اور ایجاد کے بعد (دنیوی وجود) کا ہے اگرچہ تبلیغ کا امروحی کے نزول کے بعد تک پیچھے ہٹ گیا''۔

مزید فرماتے ہیں:

''لبقاء الکلام وقدمه واستحالة البطلان علی الارسال الذی هو کلام اللہ تعالیٰ ''۔

''اس لیئے کہ کلام الٰہی قدیم ہونے کے ساتھ باقی بھی ہے اور محال ہے کہ وہ ارسال (کا ارشاد) جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، باطل اور معدوم ہو سکے۔(زرقانی علی المواہب، جلد۶، صفحہ۱۶۹، مطبوعہ مصر، سن طبع ۱۳۲۸ھ۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

''وهذا ظاهر علی ماهو الراجع من ان کلامه تعالیٰ الازلی یتنوع حقیقة الی امر ونهی وخبر واستخبار وغیر ذلك'' علامہ قشیری کی یہ بات واضح اور ظاہر ہے اس بناء پر راجح مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی حقیقۃً امر، نہی، خبر اور استخبار وغیرہ سے متنوع ہوتا ہے۔

(زرقانی علی المواہب، جلد۶، مطبوعہ مصر، سن طبع ۱۳۲۸ھ)۔

علامہ ابو بکر محمد بن الحسن بن فورک الانصاری الاصبہانی پر یہ بہتان باندھا گیا تھا کہ وہ سرکار ﷺ کو بعد وفات حقیقۃً نبی نہیں مانتے۔ علامہ قسطلانی نے واضح طور پر اس کا ردّ فرمایا اور لکھا کہ:

''نقل السبکی فی طبقاته عن ابن فورك انه علیه السلام حی فی قبره رسول ابد الآباد علی الحقیقة لا المجاز ''۔(تاج الدین سبکی نے) اپنی کتاب طبقات میں علامہ ابن فورک سے نقل کیا کہ نبی ﷺ اپنی مزار مبارک میں زندہ ہیں اور اللہ کے حقیقۃً رسول ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے کہ نہ مجازاً۔

(متن زرقانی علی المواہب، جلد۶، صفحہ۱۶۹، مطبوعہ مصر، سن ۱۳۲۸ھ)

بات پوری نہ ہوگی جب تک کہ ہم علامہ تاج الدین سبکی کی اپنی نقل نہ دیکھ لیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''علامہ ابن فورک نے سلطان محمد کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اوپر لگائے گئے جھوٹے الزام کا جواب دیا:

''وقال ما هو معتقد الاشاعرة على الاطلاق ان نبينا صلى الله عليه وسلم حي فى قبره رسول الله ابدا لآباد على الحقيقة لاالمجاز وانه كان نبيا وآدم بين الماء والطين ولم تبرح نبوته باقية ولا تزال''۔ ''علامہ ابن فورک شافع اشعری نے جواب میں وہ بات کہی جو علی الاطلاق تمام اہل سنت جنہیں اشاعرہ کہتے ہیں (ماتریدی' اشعری' محدثین وغیرہ) کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی مزار شریف میں حقیقۃً زندہ اور حقیقۃً رسول اللہ ہیں' ہمیشہ ہمیشہ تک اس میں مجاز کا کوئی دخل نہیں اور آپ ﷺ اس حالت میں نبی ہوئے جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے اور آپ ﷺ کی نبوت ہمیشہ ہمیشہ باقی رہی اور کبھی بھی زائل نہ ہوگی''۔

(طبقات الشافعية الكبرى: جزء۴' صفحہ۱۳۱' مطبوعہ احیاء الکتب العربیہ' سن طبع ۱۹۱۸ء)۔

علامہ ابن فورک شافعی کے اس بیان سے صاف طور پر واضح ہوا کہ وہ خلق آدم سے قبل آپ ﷺ کی نبوت کا شروع مان کا ہمیشہ جاری وساری مانتے ہیں۔یعنی بعد آدم ولادت شریفہ سے قبل بھی اور بعد ولادت بعثت بالقرآن سے قبل بھی''۔

''ولم تبرح نبوته باقية ولاتزال'' ہمارے دعویٰ کی چمکتی دلیل ہے۔

علامہ سبکی ایک دفعہ پھر فرماتے ہیں''انقطاع الرسالة بعدالموت '' کا قول''مكذوبة قديماً على الامام ابى الحسن الاشعرى نفسه وقد مضى الكلام عليها فى ترجمته ''۔''یہ بہت پرانا چھوٹا سا قول ہے جو امام ابوالحسن اشعری کی ذات سے منسوب کیا گیا ہے اس پر تفصیلی کلام آپ کے ترجمہ میں گزر چکا ہے''۔ (طبقات الشافعية الكبرى: جزء۴' صفحہ۱۳۱' مطبوعہ احیاء الکتب العربیہ' سن طبع ۱۹۱۸ء)۔

الغرض ہمارے ان علماء کے اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت آفرینش آدم سے پہلے شروع ہو کر تا قیامت بلا انقطاع اور بغیر انفصال آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ قائم اور دائم ہے۔

اس مختصر تفصیل کے بعد میں عرض کروں گا کہ جس طرح امام جلیل ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر یہ افتراء کیا گیا اسی طرح ''صاحب تحقیقات'' نے ہمارے نبی ﷺ کے بعد نزول ابتداء العلق نبی ورسول نہ ہونے کا قول گھڑ کر حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بھی افتراء کرتے ہوئے ان کو ناقل قرار دیا۔نہ صرف ناقل بلکہ اس افترائی قول کا قائل بھی قرار دیا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت سیدنا ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے بارے میں ''صاحب تحقیقات'' نے''اشعة اللمعات'' سے ایک عبارت نقل کی اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔

''تم جان لو کہ نبی کریم ﷺ پر حضرت ورقہ کے ایمان لانے میں کوئی اختلاف نہیں لیکن ان کے صحابی ہونے میں قدرے اختلاف ہے اگر یہ واقعہ نبوت کے ثبوت کے بعد ہے تو صحابی ہے اور اگر نبوت کے ثبوت سے پہلے ابتدائی احوال کا واقعہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے صحابی نہیں واللہ اعلم''۔

(اشعۃ اللمعات: جلد۴' صفحہ۵۰۹' مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ومکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

''صاحب تحقیقات'' لکھتے ہیں:

''لیکن (حضرت شیخ محقق نے) اُن کے صحابی ہونے میں اختلاف ذکر کیا بعض صحابیت کے قائل ہیں اور اُن کی دلیل یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ اس وقت بالفعل نبی بن چکے تھے اور کلام مجید کی چند آیات بھی آپ پر نازل ہو چکی تھیں تو جسے نبی کی ذات کو نبی بننے کے بعد حالت ایمان میں زیارت کا شرف حاصل ہو جائے تو وہ یقیناً صحابی ہوتا ہے۔ مگر بعض دوسرے حضرت کہتے ہیں کہ یہ واقعہ نبوت کے ابتدائی دور کا ہے اور مبادیات نبوت میں سے ہے۔ ابھی آپ کی نبوت بالفعل ثابت اور محقق نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا وہ صحابی نہیں ہوئے''۔

شیخ قدس سرہ' نے بھی اس واقعہ کو مبادیات نبوت ہونے سے ظاہر و واضح قرار دیا ہے۔ جس سے اُن کا ذہنی رجحان بھی دوسرے قول کی طرف معلوم ہو رہا ہے۔ چہ جائیکہ دوسرا قول آپ کے نزدیک باطل و مردود اور نا قابل قبول ہو بلکہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا مختار یہی ہے'۔ جیسا کہ ان کی اس عبارت میں تصریح پائی گئی ہے (یہاں شیخ محقق کی فارسی عبارت مدارج النبوۃ جلد۲' صفحہ۳۲ سے دی ہے۔ ترجمہ مصنف کے الفاظ میں آگے آ رہا ہے) بہت وقت گزر گیا کہ حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور نبی مکرم ﷺ کی دعوت کا زمانہ ظہور نہ پایا وہ نبی مکرم ﷺ پر ایمان لانے والوں میں اور آپ کی تصدیق کرنے والوں میں شامل ہیں اور انہوں نے آپ کی نبوت کا زمانہ نہیں پایا''۔ (تحقیقات: صفحہ۱۶۳' ۱۶۴' مطبوعہ سرگودھا' طبع اوّل)

تبصرہ:

''صاحب تحقیقات'' نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے جو عبارت دی ہے ''لیکن در صحبت خلاف نیست گر ایں واقعہ بعد از ثبوت نبوت است صحابی است و اگر در مبادیٔ احوال است چونکہ ظاہر ست صحابی نیست''۔

''لیکن (ورقہ رضی اللہ عنہ کے) صحابی ہونے میں اختلاف ہے اگر یہ واقعہ نبوت کے ثبوت کے بعد ہے تو وہ

صحابی ہیں اور اگر نبوت سے پہلے کے احوال میں ہوا ہے تو جیسا کہ ظاہر ہے صحابی نہیں واللہ اعلم''۔

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اشعة اللمعات میں یہ جملہ ''نبوت سے پہلے کے احوال میں ہوا ہے جیسا کہ ظاہر ہے صحابی نہیں'' یہ جملہ کسی اور نے ملا دیا ہے۔ یہ شیخ قدس سرہٗ کی کتاب میں تحریف ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی عبارت کے فوراً بعد حدیث شریف کے لفظ ہیں ''وفتر الوحی'' شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''وبعد ازاں کہ وحی بر آنحضرت ﷺ آمد و نبوت ثابت شد فتور پذیرفت وحی'' بعد اس کے کہ نبی کریم ﷺ پر وحی آ چکی اور نبوت ثابت ہوئی پھر وحی میں وقفہ ہو گیا''۔

شیخ محقق کی عبارت سے یہ واضح طور پر ثابت ہے کہ سورۃ اقرأ کی آیات کے نزول ہونے کے ساتھ ہی آپ ﷺ کی نبوت ثابت ہو گئی اور یہ انہوں نے حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔ اِس سے پہلے یہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ ''اقرأ کے نزول کے بعد ثبوت نہیں تھا بلکہ نبوت سے پہلے کے حالات تھے اور حدیث کے خلاف یہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ یہی ظاہر ہے''۔

اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اسی جگہ اسی صفحہ پر دو سطر کے بعد شیخ محقق لکھتے ہیں :

''شیخ ابن حجر گفت مراد بفترۃ وحی میان نزول اقرأ باسم ربك ویاایها المدثر عدم مجی جبریل نیست بلکہ تاخیر نزول قرآن جبرئیل مے آمد اما قرآن نمی آورد''۔

''وحی کا وقفہ جو اقرأ باسم ربك کے نزول اور یا ایها المدثر کے نزول کے درمیان ہوا اس کا مطلب یہ نہیں کہ جبریل آیا ہی نہیں کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن کے نازل ہونے میں تاخیر ہوئی جبریل تو آتے تھے لیکن قرآن نہیں لاتے تھے''۔ (اشعۃ اللمعات: جلد۴، صفحہ ۵۰۹، مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان و مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)۔

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ محقق جس وحی سے نبوت ثابت کر رہے تھے وہ اقرأ باسم ربك کی وحی ہی ہے۔

اس کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اس سے آگے بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ ''تبدی له جبرئیل فقال یا محمد انك رسول الله حقا'' بار بار حضرت جبریل ظاہر ہو کر اس وقفہ میں جو اقرأ باسم ربك کے نزول کے بعد پیش آیا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور یہ کہتے تھے (شیخ کے الفاظ میں) ''بدرستی کہ تو فرستادہ خدائے براستی'' یہ بات صحیح ہے کہ اے محمد ﷺ آپ خدا کے برحق رسول ہیں۔ یہاں بھی شیخ آپ ﷺ کے برحق رسول ہونے کو مان رہے ہیں پس یہ کیسے ممکن ہے کہ اسی صفحہ پر تین جگہ شیخ محقق جس رسالت کا اقرار کر رہے ہیں اور احادیث شریفہ (مذکورہ در بخاری و مسلم) سے حوالہ دے رہے ہیں۔ اسی صفحہ

میں اس سے پہلے اس کا انکار کریں۔(اشعۃ اللمعات: جلد۴ صفحہ ۵۰۹، ۵۱۰ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان، ومکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

شیخ محقق کے بارے میں ''صاحب تحقیقات'' کے دوسرے حوالہ پر تبصرہ

دوسرے حوالہ میں ''صاحب تحقیقات'' نے ترجمہ بھی ساتھ کر دیا ہے۔مگر اس کے باوجود شیخ کی عبارت خود اس کا جواب دے رہی ہے۔''صاحب تحقیقات'' کا زور تو اس بات پر ہے کہ ورقہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہیں پایا لیکن اسی سطر پہلے وہ خود لکھ آئے ہیں کہ شیخ محقق نے فرمایا کہ ''ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور نبی مکرم ﷺ کی دعوت کا زمانہ ظہور نہ پایا''۔

میں عرض کروں گا دعوت کا معنی ہے اسلام کی طرف بلانا ظاہراً اقرأ کے بعد آپ نے بلانا شروع نہیں فرمایا پھر دعوت دو قسم ہوتی ہے۔خفیہ اور ظاہر۔اس عبارت میں شیخ زمانہ ظہور دعوت کی بات کر رہے ہیں نہ کہ آپ کے نبوت کے زمانہ کی۔تو پھر وہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہیں پایا۔لہٰذا اس عبارت میں بھی غلط واقع ہوا ہے۔اصل میں یہ عبارت یوں تھی کہ انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کے ظہور کا زمانہ نہیں پایا۔ ہماری اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اسی عبارت میں ایک اور غلطی بھی ہوئی ہے۔عبارت یہاں سے شروع کی گئی کہ ''بہت دیر ہوگئی کہ ورقہ وفات پا گئے'' جب کہ اشعۃ اللمعات(مدارج النبوۃ کے بعد کی تصنیف ہے) جلد۴ صفحہ ۵۰۹ پر اسی عبارت سے ایک سطر پہلے جو عبارت ''صاحب تحقیقات'' نے اقرأ کے بعد نبی کریم ﷺ کی نبوت کے معاذ اللہ ابطال کے لیے پیش کی۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کا یہ جملہ شیخ نے نقل فرمایا ''ثم لم ینشب ورقۃ ان توفی پستر درنگ نہ کرد ورقہ کہ میرانیدہ'' ورقہ رضی اللہ عنہ نے جب سرکار ﷺ کی تائید کی تو اس کے بعد کچھ دیر نہ گزری کہ (جلد ہی) ورقہ کی وفات ہوگئی۔ہمارا مقصد یہ ہے کہ حدیث کا جملہ تھا کہ ''دیر نہ ہوئی'' اور یہ بخاری ومسلم سے ثابت تھا۔شیخ اِس کے خلاف کیسے لکھ سکتے تھے۔لیکن یہاں مدارج کے جو الفاظ ''صاحب تحقیقات'' نے نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں کہ ''دیر شد کہ ورقہ وفات یافت'' بہت وقت گزر گیا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔(تحقیقات: صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ سرگودھا)

ظاہر ہے کہ یہ عبارت غلط ہے اور یہ غلطی کسی کاتب کی عمداً تحریر سے ہے یا سہو کتابت ہے جو کاتب یا شیخ محقق قدس سرہٗ سے ظہور میں آیا۔جو بھی ہو بخاری ومسلم کی متفقہ حدیث کے جملے کے مقابل غلط ہے۔جب یہاں غلطی ثابت ہوگئی تو ''زمانہ نبوت درنیافت'' میں غلطی بطریق اولیٰ ثابت ہوئی چاہے اسے تحریف سمجھا جائے یا اسے سہو کاتب پر محمول کیا جائے۔لیکن شیخ کی دوسری عبارات دونوں کتابوں میں پے در پے اس تحریف

کورد کررہی ہیں۔اس لیے شیخ قدس سرہٗ کے عالی مرتبہ میں کچھ فرق نہیں آیا۔البتہ ''صاحب تحقیقات'' جنہوں نے شیخ محقق کی تصریحات کو ہر صفحہ میں تھیں رڈ کر کے اپنے غلط مطلب کے لیۓ تحریفی کلمات کو اپنالیا اُن کے علم وفضل پر حیرت ضرور ہوتی ہے۔آخر مشکلات کتب کو حل کرنا بھی تو ایک فن ہے۔حالانکہ ''مدارج النبوۃ '' کی مذکورہ بالا عبارت میں زمانۂ ظہور دعوت کا لفظ بتا رہا تھا کہ آخر میں بھی زمانہ ظہور دعوت ہونا چاہئے۔

شاید کسی کو یہ خیال آئے کہ ہماری اپنی کتابوں میں تحریف کس طرح راہ پاسکتی ہے۔تو اس بارے میں عرض کروں گا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیاء سے گزر کر اکابر علماء معتمدین ابن حجر مکی و ملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں''۔(فتاویٰ رضویہ 'جلد ششم' صفحہ ۳۱۰' مطبوعہ امجدیہ کراچی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال میں ملا علی قاری کے دو قول پیش کیۓ ہیں جو ایک ہی کتاب سے ہیں۔ایک میں ہے کہ ''مخلوق کو قیوم کہنا کفر ہے'' اور دوسری عبارت میں یہ ہے ''مخلوق کا نام قیوم رکھنا جائز ہے'' اعلیٰ حضرت نے اس دوسری عبارت کو تحریف قرار دیا ہے یعنی اس لیۓ کہ یہ اہل سنت کے مسلّمہ عقیدے اور خود شارح کے عقیدے کے خلاف ہے جب کہ خود ملا علی قاری علیہ الرحمہ کے عقیدے کے مطابق اسے ایک جگہ کفر کہا گیا ہے۔

اب آیۓ مدارج النبوّۃ اور اشعۃ اللمعات کی جانب!

شاید کوئی یہ سوچے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ انہیں شیخ محقق قرار دیتے ہیں تو ان کی کتاب میں غلطی کیسے ہوسکتی ہے۔تو اِس سلسلہ میں پیش خدمت ہے فتاویٰ رضویہ جلد دہم کا نصف اوّل مطبع اخوان المؤمنین لاہور صفحہ ۲۴۹ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''(بیماریوں کے متعدی ہونے کے بارے میں) چھٹا قول یہ ہے کہ جذام لاعدویٰ کے جملہ سے مستثنٰی ہے۔عزاہ فی اشعة اللمعات الی الکرمانی الشافعی فی کواکب الدراری شرح صحیح البخاری اقول لم یقله بل نقله وما رضی له بل مرضه فانما حکاه بقیل کما نقل عنه فی مجمع البحار بل والشیخ نفسه فی ماثبت بالسنة فما ھھنا سبق قلم ''اشعة اللمعات ''میں شیخ نے اس قول کو علامہ کرمانی شافعی کی طرف منسوب کیا کہ ان کا قول ہے(اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں میں کہتا ہوں) انہوں نے یہ قول اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ کسی دوسرے کا قول نقل کیا اور اس پر راضی بھی نہیں ہوئے بلکہ اس قول کو بیمار قرار

دیا اس لیے کہ کرمانی نے فقط قیل سے نقل کیا جیسا کہ مجمع البحار میں ان سے نقل کیا گیا ہے اور خود شیخ نے ماثبت بالسنة میں بھی اس طرح نقل کیا۔ لہٰذا یہاں اشعة اللمعات میں ہے یہ سبقت قلم (سہو) ہے"۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ومن العجب ماوقع من الاشعة تحت حديث جابر بن سمرة ﷺ عنه صليت مع رسول الله العيدين غير مرة ولا مرتين بغير اذان ولا اقامة انه زاد في رواية ولا صلوة جامعة اه فلا اثر له في صحيح مسلم"

عجیب باتوں میں سے ہے جو "اشعة اللمعات" میں واقع ہوا کہ جابر بن سمرۃ ﷺ کی اس حدیث کے نیچے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ عیدین کی نمازیں ایک نہیں دو نہیں کئی بار پڑھیں۔ نہ اذان ہوتی تھی نہ اقامت، شیخ نے لکھا کہ مسلم نے ایک روایت میں لفظ بڑھائے ہیں کہ نہ ہی "الصلوة جامعة" کا جملہ ہوتا تھا اھ (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) اس جملہ کا صحیح مسلم میں کہیں نشان بھی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد دوم، صفحہ ۳۷۳، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، فیصل آباد)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ شیخ محقق قدس سرہٗ کی کتابوں میں بھی کہیں غیر تحقیقی باتیں آ جاتی ہیں۔

یاد رہے کہ امام فخر الدین رازی اور دیگر اجلہ علماء نے کتاب اور معجزہ کے جامع کو رسول و نبی قرار دیا ہے جب کہ اقرأ کتاب کا حصہ ہے اور قرآن خود معجزہ ہے۔ علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں: "ذکروا في الفرق بين الرسول والنبي اموراً احدها ان الرسول من الانبياء من جمع الى المعجزة الكتاب المنزل عليه "رسول وہ نبی ہوتا ہے جو معجزہ مع کتاب لے کر آتا ہے۔

رازی نے دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ: "اس کے ساتھ ساتھ اس کی شریعت ناسخ بھی ہو"۔

اور تیسرا قول یہ لائے ہیں کہ: "اس کے ساتھ ساتھ فرشتہ بھی اس کے سامنے ظاہر ہو کر آئے"۔

تو ایسا نبی، رسول بھی ہوگا۔ (تفسیر کبیر للرازی: جزء ۲۲، صفحہ ۴۹، مطبوعہ بیروت)

علاوہ ازیں تفسیر بغوی علیٰ ہامش تفسیر الخازن جلد ۵، صفحہ ۱۹۔ تفسیر مظہری: جلد ۶، صفحہ ۳۳۸۔ تفسیر قرطبی: جلد ۶، صفحہ ۸۰۔ تفسیر بیضاوی: جلد ۲، صفحہ ۹۶۔ تفسیر مدارک: جلد ۳، صفحہ ۲۸۳، اور تفسیر الصاوی: جزء ۴، صفحہ ۱۴۲ پر بھی ملخصاً انہی اقوال کو بیان کیا گیا ہے۔

اِن بیان کردہ حوالوں سے یہ بات روشن ہو چکی ہے کہ جس کے پاس کتاب کی وحی آ جائے تو وہ رسول اور

نبی دونوں کا منصب رکھتا ہے تو ''صاحب تحقیقات'' کا شیخ محقق قدس سرہٗ کی چار، پانچ صحیح عبارات کو ردّ کر کے محرفہ عبارات کی آڑ میں تمام علماء امت کے مسلّمہ عقیدے کو ردّ کرنا اور پھر یہ کہنا کہ یہ شیخ محقق کا مختار ہے۔اور یہ بھی کہ شیخ کے نزدیک اور دیگر علماء اسلام کے نزدیک نزول آیات کے بعد آپ ﷺ کا نبی ہونا مسلّم نہیں۔ (تحقیقات: صفحہ ۱۶۵، مطبوعہ سرگودھا) بلکہ اس دوران آپ ﷺ کے نبی ہونے میں اختلاف ہے۔ یہ بات تمام امت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ بلکہ خود قرآن عظیم کے بھی خلاف ہے اور اس لیۓ بھی کہ آپ ﷺ کی طرف نبوت کا اعلان اور حق کی جانب دعوت دینا بالاتفاق نزول سورۃ المدثر کے بعد ہوا جب کہ تفسیر الجمل میں دی گئی ترتیب نزول کے مطابق سورۃ المدثر سے پہلے سورۃ المزمل نازل ہوئی ہے۔اور اس میں صریحاً ارشاد باری تعالیٰ موجود ہے۔

''انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ''(سورۃ المزمل: الآیۃ ۱۵)''بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے''۔(کنزالایمان)

تو نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نزول اقراٗ کے بعد ظہور دعوت سے پہلے بھی رسول تھے۔

خود شیخ محقق کی پیش کردہ بخاری کی حدیث سے بھی ہم ثابت کر آئے ہیں کہ نزول اقراٗ کے بعد جب وحی میں وقفہ پیدا ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے غم کو ہلکا کرنے کے لیۓ جبریل علیہ السلام بار بار آتے تھے۔اور عرض کرتے تھے:

''انك رسول اللہ حقًا'' (اشعة اللمعات: جلد ۴، صفحہ ۵۰۹، مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان، ومکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)۔

تو ثابت ہوا کہ خود شیخ کے نزدیک بھی آپ ﷺ کا اقراٗ کے بعد رسول اور نبی ہونا ثابت ہے، شاید بلکہ یقیناً یہ سید المرسلین ﷺ کے بارے میں زوال نبوت کا قول ہے۔ جس کی شامت سے ''صاحب تحقیقات'' قرآن و احادیث اور رسالت و نبوت کے بارے میں تعریفات علماء کو رد کر کے آپ ﷺ کی اِنس و جن کے لیۓ ظاہر ہونے والی قطعی رسالت کے بھی منکر ہو گئے اس لیۓ انہیں چاہیۓ کہ دوبارہ ایمان لانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرمائے اور اس کفریہ قول سے باہر نکلنے کی توفیق دے۔ وما ذلك علی اللہ بعزیز۔

خلاصہ یہ کہ نزول اقراٗ کے بعد نبوت اور رسالت ثابت تھی اگرچہ فوراً اعلان نہیں ہوا تھا بلکہ زمانہ عدم اعلان یعنی زمانہ خفاء تھا۔

شاید اس سے کوئی یہ سمجھے کہ حضرت ورقہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا معاملہ ہم نے واضح نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ''صاحب تحقیقات'' مان رہے ہیں کہ حضرت ورقہ رضی اللہ عنہ کا سرکار ﷺ پر ایمان لانا بالاتفاق ثابت ہے

اور وہ بھی نزول قرآن کے بعد لیکن میں عرض کروں گا کہ صحابی کی تعریف میں کئی اقوال ہیں

الحافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہر زوری المعروف بابن الصلاح المتوفی ۶۴۲ھ اپنے ''مقدمہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''امام ابوالمظفر سمعانی مروزی سے منقول ہے کہ محدثین کے ہاں جو شخص نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث روایت کرے یا سرکار ﷺ سے ایک کلمہ روایت کرے (یعنی حضور ﷺ کی ملاقات کے بعد) تو وہ صحابی ہے۔

''وذكر ان اسم الصحابى من حيث اللغة والظاهر يقع على من طالت صحبته للنبى ﷺ وكثرت مجالسته له على طريق التبع له والاخذ عنه قال وهذا طريق الاصوليين''۔

لغت اور ظاہر کے مطابق اور علماء اصولیین کے نزدیک صحابی کا لفظ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی لمبی صحبت پائی ہو اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں بکثرت حاضری کی سعادت سے شرف یاب ہوا ہو۔ درانحالیکہ آپ ﷺ کی اتباع کے ساتھ آپ ﷺ سے علم دین حاصل کرتا رہا ہو۔ (مقدمہ ابن الصلاح: صفحہ ۱۴۶، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)۔

علمائے اصول کی بیان کردہ اس تعریف کی روشنی میں حضرت وائل بن حجر اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما جیسے لوگ بھی صحابی نہیں رہتے۔ چنانچہ حافظ ابن الصلاح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کسی وقت پوچھا گیا کہ آپ کے علاوہ اصحاب رسول ﷺ میں کوئی باقی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بقى ناس من الاعراب قد رأوه فاما من صحبه فلا'' صحابی تو اب کوئی باقی نہیں البتہ کچھ دیہاتی باقی ہیں جنہوں نے سرکار ﷺ کی زیارت کی ہوئی ہے۔ حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں اس حدیث کی سند جید ہے۔ اور امام مسلم نے حافظ ابوزرعہ کی موجودگی میں یہ حدیث بیان فرمائی۔ (مقدمہ ابن الصلاح: صفحہ ۱۴۶، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

ہماری اس نقل سے معلوم ہوا کہ صحابی کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے نے آپ کی لمبی صحبت پائی ہو حتی کہ بعض نے سال دو سال کی مدت کے ساتھ جنگوں میں شریک ہونے کی بھی شرط لگائی تھی۔ تاہم جمہور محدثین کے نزدیک یہ تعریف ہے کہ جس مسلمان نے نبی کریم ﷺ سے حالت اسلام میں ملاقات کی ہو اور اسلام ہی میں وفات پائی ہو۔ چنانچہ امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

''اختلف فى حدالصحابى فالمعروف عندالمحدثين انه كل مسلم راى رسول الله ﷺ''

صحابی کی تعریف میں اختلاف ہوا (قول اوّل) محدثین کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ ہر مسلمان

جس نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی وہ صحابی ہے۔(التقریب النواوی مع التدریب :جزء۲'صفحہ۱۸۶'مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت امام سیوطی اس کے شرح میں لکھتے ہیں:''کذا قال ابن الصلاح و نقله عن البخاری و غیرہ''
حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح فرمایا ہے اور اسی تعریف کو امام بخاری اور دوسروں سے نقل کیا گیا ہے۔

امام سیوطی مزید فرماتے ہیں:''فالاولی ان یقال من لقی النبی ﷺ مسلما و مات علی اسلامه''
اس لیئے یہ کہنا اولیٰ ہے کہ صحابی وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کو مسلمان ہونے کی حالت میں ملا ہو اور اسی اسلام کی حالت پر وفات پائی ہو۔ (تدریب الراوی: جزء۲'صفحہ۱۸۶'مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بہر حال محدثین کی تعریف کی روشنی میں جناب حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کو صحابی کہا جائے گا۔خود جناب شیخ محقق قدس سرہٗ بھی یہ لکھ رہے ہیں''آنکہ ورقہ را صحابی تواں گفت ظاہر تعریف صحابی کہ کردہ ای النبی ﷺ مؤمنا بہ صادق است بروے وظہور دعوت دراں شرط نکردند''۔

اور یہ بات ہے کہ ورقہ کو صحابی کہا جا سکتا ہے(محدثین نے) صحابی کی جو تعریف کی ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو آپ پر ایمان لانے کی حالت میں دیکھا ہو یہ تعریف اپنے ظاہر کے اعتبار سے حضرت ورقہ پر سچی آتی ہے اور محدثین نے دعوت الی الاسلام کے ظاہر ہونے کی شرط اس تعریف میں نہیں لگائی۔(مدارج النبوۃ: جزء۲'صفحہ۳۲'مطبوعہ نوریہ رضویہ'لاہور)

شیخ کی اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ ورقہ رضی اللہ عنہ محدثین کی تعریف پر بالاتفاق صحابی ہیں۔اس پر ایک شبہ حدیث سے پیش کر کے شیخ قدس سرہٗ نے اس کا جواب دیا کہ سرکار ﷺ کا وہ فرمان تاکیدِ مزید کے لیئے ہو سکتا ہے۔لیکن شیخ علیہ الرحمہ نے کوئی ایسی بات پیش نہیں کی جو محدثین کی طرف سے اس کے خلاف کوئی قول ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ ورقہ رضی اللہ عنہ یقیناً صحابی ہیں۔کیونکہ انہوں نے ظہور نبوت کے بعد آپ ﷺ کی تصدیق کی ہے اگرچہ ظہور دعوت کا زمانہ نہیں پایا۔اس جملہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ کی عبارات میں یہ اقوال کہ نبوت ثابت نہیں ہوئی تھی۔اور ابھی نبوت کے پہلے نشانات تھے۔یہ سب حضرت شیخ قدس سرہٗ پر افتراء ہے اور اسی افتراء کو بغیر سوچے سمجھے''صاحب تحقیقات'' سے اپنے باطل مسلک کی تائید میں نقل کر دیا۔واللہ المستعان۔

اللہ تعالیٰ مصنف علّام مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب کو سرکار رسالت مآب ﷺ کے دفاع کی بہترین جزاء عطا فرمائے انہیں بیش از بیش دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔اور دربارِ رسالت صلی اللہ علیٰ صاحبہا

وسلم کی جسمانی وروحانی حاضری ان کے لیئے ہمیشہ جاری رکھے۔ نیز اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ''مصنف تحقیقات'' کو بھی ہدایت عطا فرمائے۔

''ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد''

احقر خلائق فقیر محمد اقبال قادری چشتی صابری حنفی رضوی
یکے از شیوخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

رائے عالی

دنیا عرب کے عظیم وجلیل عالم دین محقق، مدقق مقتداء اہل سنت

علامہ الشیخ السید **احمد محمد عوف صادق**

احد خطباء جامع بنی امية (دمشق، شام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اللھم صل وسلم وبارك علی سیدنامحمد النور الذاتی الساری سرہ فی جمیع الاسماء والصفات وعلی اله واصحابه ومن اهتدی بهدية وسار علی نهجه وسلم تسليماً كثيراً الی يوم الدين ـ وبعد:

فقد اطلعنی اخی الفاضل الشيخ : عامر صديقی والذی تتلمذ علی ايدی علماء بلاد الشام ونهل من المعين الصافی والنهل العذب فی احكام الشريعة الغراء علی رسالة تتعلق بمسألة مهمة فی عقيدةً اهل السنة والجماعة ذكرفيها المؤلف (هداه **اللہ**) اسماها التحقيقات ان النبی ﷺ اصبح نبياً فی سن الاربعين حيث كان التبليغ ونزول الوحی عليه فی هذه الآوان وبذلك جعل النبی ﷺ قبل سن الاربعين رجلاً كباقی الرجال ولعل الكاتب غفل عن كون القرآن ازلياً ومعناه انكلام **اللہ** قديم والحق سبحانه قال فی كلامه :(محمد رسول **اللہ**)

وقال: (**وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ**)

وقال: (**وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّنَ .... ثُمَّ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّه**)۔

ومعلوم عند اهل العلم ان الالفاظ العامة لا تخصص الابدليل فكلمة رسول بينت نبوته ﷺ من الازل و هكذا شان انبياء **اللہ** جمعياً لا سيما والنبی ﷺ جزم بهذا لامر وبين وكلامه يرد كل كلام و حكمه يدحض كل حكم وهو قوله ﷺ(كنت نبيا وآدم مجبول فی طينته) وهو حديث

صحیح وقوله ﷺ (فضلت على الانبياء بست) فقوله ﷺفضلت جاءت مبنية للمجهول دلالة منهﷺ على ان التفضيل قد حصل فيما مضى وهو مستمر الى قيام الساعة والمعلوم ان التفضيل على الخلق انما يكون للانبياء دليل على نبوته منذ خلقه وتفضيل **الله** له قبل ولادته ولا سيما عقيدة اهل السنة والجماعة وعلماء اهل الشام۔ ان العصمة واجبة للأنبياء قبل النبوة وبعدها فلولم يكن ﷺ نبياً منذ خلقه لما جازت له العصمة قبل بعثته لأن الانسان مناط بالتكليف حين التبليغ وهناك ادلة كثيرة تدل على هذا المعنى لاسيما والرسالة التى بين ايدينا التى كتبها فضيلة العلامة سيدى الشيخ المفتى عبدالمجيد السعيدى حفظه **الله** والتى اسماها (التنبيهات) رداً على رسالة (التحقيقات) التى اجاد فيها و بين فيها بطلان ما ذهب اليه صاحب رسالة التحقيقات وامثاله (كما (بين لى الاخ الثقة الشيخ عامر صديقى)

وانى لا يسعنى الا ان اسال **الله** العلى القدير ان يوفق المؤلف حفظه **الله** وامثاله للذب والدفاع عن سيدالوجود سيدنا ومولانا وقائدنا محمد ﷺ

واننى اوجه نداءً الى علماء الامة الاسلامية عن اختلاف مشاربهم وافكارهم فاقول:

ان مايجمعنا اكثر مما يفرقنا وان المسلم الحق هوالذى يقدم للامة ما يجمعها ويقوى او اصرالا خوة والمحبة والتعاون فيما بينها۔

والمسلم الحق: من يهتم بايجاد الحلول للمسائل المستجدة ويقدم النصيحة والخير ساعياً الى لم الشمل وجمع الكلمة حيث يكون بعيداً اشدا لبعد عن المسائل التى ليس من ورائها الا التفرق والاختلاف وحب الظهور ورحم **الله** من قال:

داء التفرق داء لا دواء له ۔۔۔ يمحى شعوبا وتشقى منه اجيال

فخذار يا علماء من ان تكونوا سبباً فى بث الخلاف والشقاق بين صفوف الامة ولقد تعلمنا منكم ان درء المفاسد مقدم على جلب المصالح وانه من شذ شذ فى النار وان امة محمد ﷺ لا تجتمع على ضلالة فعليكم بكتاب **الله** وسنة رسولهﷺ والاخذ بالحكمة قال تعالى:(**وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ وَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَاب**)

ولقد تعلمنا فى كتب العقيدة الصحيحة ان منكر الاسراء كافر لانكار الآية ومنكر المعراج فاسق لانكار الحديث وعلى هذا فان منكر نبوته ﷺ بالكلية كافر ومنكر هاقبل بعثته

فاسق لأن الحقيقة انه ﷺ نبی منذ خلقه الله الا انه بعث فی سن الاربعين ولا يخفى على عاقل ما جاء من ارهاصات عند ولادته وعبر مسيرة حياته الى ان بلغ الرسالة من حادثة النور الذى رأته امه وشق صدره ﷺ وقصته مع الراهب بحيره وعصمته عليها الصلوة والسلام من سماع الغناء وغير ذلك الا اننى لا اميل الى تفسيق مسلم او تكفيره الا باجتماع الادلة على ذلك ومذهبى ان من شهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله واقام الصلاة واتى الزكاة وحج البيت فهو مسلم بشهادة رسول الله ﷺ۔

وختاماً ادعو كل مولف غيور على دين الاسلام نبيه ﷺان يجرد قلمه وفكره عن الخوض فى المسائل الخلافية التى تبث فى الامة الضياع والاشتتات والفرقة والبغضاء وان نهتم بقضايا الامة من جمع الكلمة وتوحيد الصف ولم الشمل حيث قال لنا الحق: (**وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا**)

وقال نبى الاسلام (لا ترجعوا بعدى كفارًا يضرب بعضكم رقاب بعض)

والحقيقة: اقول:ما الفائدة من انكار صفة النبوة عن اشرف الخلق قبل البعثة والخوض فى هذه المسألة لا سيما والنبى ﷺ قال: (انا سيد ولد ادم) والسيادة جاء ته باعتباره نبيا ولم يفصل ﷺ السيادة بانها قبل البعثة ا وبعدها ومن كان سيداً عاماً كان نبياً عاماً لا سيما والأمة الاسلامية مجمعة على نبوته وعدم التفريق فيما لو كانت قبل البعثة اوبعدها۔

اسأل الله ان يلهمنا الصواب والرشد فيما نقول انه خير مسؤول واعظم مأمول وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله واصحابه والحمد لله رب العالمين۔

كتبه العبد الفقير الى مولاه الشيخ

احمد محمد عوف صادق الاشعرى

عقيدة الشافعى مذهباً الدمشقى ولادة

خطيب جامع سيدنا انس بن مالك حىّ المالكى

واحد خطباء جامع بنى امية الكبير بدمشق وصاحب دار صادق

للطباعة والنشر ومدير عام مكتب صادق للحج والعمرة

نزيل مكة المكرمة۔ ۲۱/ ذوالحجه ۱۴۳۱ھ

اردو خلاصہ

تقریظ جلیل مقتداء اہل سنت علامہ الشیخ احمد محمد عوف صادق اشعری شافعی دمشقی دامت برکاتہم العالیۃ

از فاضل جلیل مجاہد کبیر علامہ قاری عامر اخلاق صدیقی سلمہ ربہ
خریج معہد الفتح و جامعہ ابوالنور و متوطن (دمشق شام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی
اللھم صل و سلم و بارك علی سیدنا محمدالنورالذاتی الساری سرّہ فی جمیع الاسماء و الصفات
و علی آلہ و اصحابہ و من اھتدیٰ بھدیہ و سار علیٰ نھجہ و سلم تسلیما کثیرا الی یوم الدین

علماء شام کے تلمیذ اور فیض یافتہ برادرم شیخ فاضل عامر صدیقی نے ایک اہم مسئلہ کی جانب توجہ دلاتے ہوئے بتایا کہ پاکستان کے ایک شخص نے ''تحقیقات'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر یہ تأثر دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ چالیس سال کی عمر شریف سے پہلے نبوت سے خالی (نبی نہیں) تھے۔

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ دلائل شرعیہ کے مطابق صحیح نظریہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پیدائشی نبی ہیں اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کی یہی شان ہے۔ چالیس سال کی عمر شریف میں اس کا محض اظہار کیا گیا۔

اہل سنت و جماعت کا یہی متفقہ عقیدہ ہے اور خصوصیت کے ساتھ علماء شام اسی کے قائل ہیں جس کا منکر فاسق ہے۔ مؤلف تحقیقات نے ان سے شدید غفلت کا مظاہرہ کیا ہے۔

چنانچہ ○ قرآن مجید ازلی کتاب ہے جب کہ اس میں ''محمد رسول اللہ'' اور ''و ما محمد الا رسول'' نیز ''ثم جاء کم رسول'' موجود ہے جو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے ازل سے ہونے کی دلیل ہے۔

○ نیز عصمت خاصۂ نبوت ہے جب کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک قبل از اعلان نبوت بھی عصمت انبیاء علیہم السلام کے لیئے لازم ہے یہ بھی قبل از اعلان نبوت آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

○ نیز ولادت باسعادت کے وقت معجزات کا ظہور، والدۂ ماجدہ کا مشاہدۂ نور نیز شق صدر مبارک، بحیرا راہب کا واقعہ اور گانے باجے سننے سے آپ ﷺ کا معصوم ہونا سب اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہیں۔

○ نیز حدیث ''انا سید ولد آدم'' سے بھی آپ کے نبی ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ آپ کی یہ سیادت آپ کی نبوت کی بنیاد پر ہے۔

○ نیز حدیث صحیح ''کنت نبیا و آدم مجبول فی طینة'' اس میں نص صریح ہے جس سے ہر ایسا قول اور ہر ایسا فیصلہ جو اس کے مضمون کے برخلاف ہو واجب الرد قرار دیا جاتا ہے۔

اس کے مزید دلائل خصوصیت کے ساتھ ''تحقیقات'' کے جواب ''تنبیہات'' میں ہیں جسے فضیلة العلامة سیدی الشیخ المفتی عبدالمجید السعیدی حفظہ اللہ نے تحریر کر کے صاحب تحقیقات اور اس کے ماننے والوں کے نظریہ کا خوب ابطال کیا ہے۔ جس کے تناظر میں لازم ہوگیا ہے کہ میں اللہ علی قدیر سے یہ دعا کروں کہ وہ مؤلف تنبیہات اور ان کے ہمنواؤں کو حضور سید الوجود سیدنا و مولانا و قائدنا محمد ﷺ کی عظمت کے تحفظ و دفاع کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

نیز علماء امت مسلمہ تک اپنی یہ آواز پہنچانا بھی لازم سمجھتا ہوں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی عظمت کے مسائل کو تختۂ مشق بنا کر انتشار پھیلانے کی بجائے ایسا انداز اختیار کریں جس سے امت کی شیرازہ بندی ہو اور افتراق پیدا نہ ہو اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں رشد و ہدایت پر چلائے۔ اسی کی ذات خیر مسؤل ہے اور سب سے بڑا مقصود۔ وصلی اللہ علی سید نا محمد وعلی اله واصحابه والحمد لله رب العلمین

کتبہ العبد الفقیر الی مولاہ الشیخ احمد محمد عوف صادق الاشعری الشافعی الدمشقی
خطیب جامع مسجد سیدنا انس بن مالک،
یکے از خطباء کبیر جامع بنی امیہ مالک دار صادق للطباعة والنشر
مدیر عام مکتب صادق للحج والعمرة
نزیل مکہ المکرّمة۔ ۲۱/ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ
از فقیر عامر اخلاق صدیقی حال ساکن دمشق (شام)

رائے گرامی

عمدۃ الافاضل فخر الاماثل حضرت مولانا علامہ

محمد یوسف صاحب سعیدی دام ظلہ

ساکن مدینہ طیبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ صلی اللہ علیك وعلی الك واصحابك یا سیدی یا سندی یامولائی یا ملجائی یا غوثی یا غیاثی یا ناصری یا رسول اللہ وعلی الك اصحابك یا نوراللہ

مٹ گئے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

زبدۃ العلماء الفضلاء منبع علوم روحانی مجمع فیوض سبحانی قبلہ ورع وحلم کعبہ تقویٰ وعلم

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید سعیدی رضوی

ادام اللہ ظلکم علینا وعلی جمیع المسلمین

بعد دعا کثیر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس عاجز نے یہ چند حروف بہت جلدی میں حرم حبیب ﷺ میں آقا کی بارگاہ اقدس میں بیٹھ کر تحریر کیے' جن میں اختصار کے ساتھ آپ کی کتاب ''تنبیہات'' اور مولوی اشرف کی کتاب ''تحقیقات'' میں موازنہ کے بعد اپنے تاثرات کو قلم بند کیا ہے۔

فقیر نے آپ کی تحریرات پڑھیں اور مدینہ طیبہ پاکستان میں بھی آپ کے بعض بیانات سنے تو بے دریغ کہا کہ آپ پر غزالیٔ زماں' رازیٔ دوراں' ضیغم اسلام' حجۃ الاسلام والمسلمین ﷺ کی خاص نظر عنایت ہے کہ لکھنے کے وقت یا خطاب کے وقت حضرت خود لکھواتے یا بلواتے ہیں۔

واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ کا مؤقف برحق اور مولوی اشرف کا نظریہ باطل پر ہے۔ بلکہ اس میں جو بھی آپ کے اس مؤقف کے خلاف کہے' لکھے وہ باطل ہے۔ آپ نے حق ادا کر دیا ہے اور ''تنبیہات'' لکھ کر

امت رسول اللہ ﷺ پر احسان عظیم فرمایا تا کہ آئندہ نسلیں اسے پڑھ کر اپنے ایمان کو محفوظ رکھیں۔

صحابہ کرام سے لے کر اولیاء کبار صدیقین و اہل کشف رضی اللہ عنہم سب کا یہی عقیدہ ہے کہ محبوب خدا ﷺ سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے اور بعد میں اپنی ولادت مبارکہ سے پہلے اور بعد میں اعلان نبوت سے پہلے اور بعد نیز وفات مبارکہ کے بعد برزخ میں پھر عقبیٰ میں اور جنت میں ہر جگہ، ہر مکان، ہر زمان میں بمعنی حقیقی نبوت سے سرفراز تھے اور ہیں اور رہیں گے۔ وَلَلاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی کی رُو سے آپ کے درجات میں ہر لحہ، ہر آن بے حد اضافے ہو رہے ہیں عند اللہ اور عند الرسول ﷺ بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیکون للعٰلمین نذیرا حبیب کریم ﷺ کا اٹل فرمان ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام جسم و روح کے درمیان تھے جو صحیح ثابت ہے کوئی منکر جس کے حقیقی معنی میں نہ ہونے کو ہرگز ثابت نہیں کر سکتا نہ ہی علیحدہ کوئی دلیل ان کے پاس ہے۔ الغرض حق و صحیح موقف وہی ہے جو آپ نے ''تنبیہات'' میں اختیار کیا ہے۔ جس سے انکار مودودی صاحب جیسے لوگوں کا نظریہ ہے جو اس کی کتاب سیرت سرور عالم، جلد دوم، صفحہ ۱۳۶ وغیرہ میں ہے۔ پس مولوی اشرف نے ''تحقیقات'' لکھ کر مودودی وغیرہ بدعقیدوں کی ترجمانی اور تائید کی اور ان کی موافقت کا پورا حق ادا کیا ہے۔

اگر مولوی اشرف نے اپنے اس عقیدہ جدیدہ سے رجوع نہ کیا تو اگر اس کی موت .... بدتر نہ ہو تو پھر کہنا کہ اس گدائے مدینہ نے غلط کہا تھا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے تمام حاجات پوری فرمائے۔ پاکستان میں خصوصاً اور عالم اسلام میں عموماً ذکر مصطفیٰ ﷺ کے ڈنکے بجتے رہیں اور حرمین شریفین میں کھلم کھلا مجالس میلاد النبی ﷺ منعقد ہوں۔ سنیت و رضویت کا بول بالا ہو۔ علماء اہل سنت کی خیر ہو اور مشائخ عظام کا سایہ ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ آپ کو عمر خضری عطا فرمائے، تمام دشمنوں سے محفوظ رکھے اور کاظمی کریم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت زندہ و سلامت رہے۔ آپ کے فیوض و برکات سے عاشقین حبیب خدا ﷺ کو قیامت تک مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وصحبہٖ اجمعین برحمتك یاارحم الراحمین۔

املاءہ الفقیر محمد یوسف المدنی السعیدی

ساکن مدینہ طیبہ حفظہا اللہ

۱۴/ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ، مطابق ۲۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بیوم الاثنین فی الحرم النبوی ﷺ

الحمد للہ تقریباً اٹھائیس برس سے مدینہ منورہ میں مقیم و حاضر ہوں۔

تاثرات شریفہ

مناظر اسلام پیر طریقت استاذ العلماء حضرت

خواجہ محمد اکرم صاحب شاہجمالی

مرکزی نائب امیر جماعت اہل سنت پاکستان

بانی وسرپرست شاہ جمالی ٹرسٹ تعلیم الاسلام مانہ احمدانی ڈیرہ غازی خان

الحبر النحریر افصح فی البیان و التقریر و الدرالفرید

حضرت مولانا عبدالمجید سعیدی صاحب ادام اللہ تعالیٰ فیوضاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاد نامہ موصول ہوکر کاشف حالات ہوا۔ یاد آوری پہ دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضری عطا فرماویں' اور آپ کا علمی فیض تادیر جاری وساری فرماویں۔ آمین۔

آپ کی علمی فقط گرفت نہیں بلکہ فائز تحقیق سے متأثر ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی تمام مساعی اور کاوشیں دین متین کے لیئے مقبول فرماویں اور آپ کے علم میں برکات اور درجات عطا فرماویں۔ آمین ثم آمین۔

تمام خدام اور خوشہ چینان کی خدمت توجہ تسلیمات والسلام

افقر الی اللہ الولی فقیر محمد اکرم شاہ جمالی بقلم خود

غفر اللہ ذنوبہ الخفی والجلی بحق سیدنا العربی والمدنی

رائے گرامی

خلیفہ مفتی اعظم ہند بقیۃ السلف حضرت مولانا

محمد قمر الزمان خان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سید عالم سرور کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت مطلقہ اور سیادت عامہ کے بارے میں میرا بھی وہی موقف ہے جو جمہور علماء اہل سنت بالخصوص مجدد مائتہ حاضرۃ و ماضیہ امام اہل سنت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں کسی کی رائے مختلف ہو مگر جمہور سے اختلاف کرنا یہ کسی حال میں مناسب نہیں ہے۔ میری علامہ اشرف سیالوی صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے موقف سے رجوع فرمالیں تاکہ امت میں انتشار کا ایک اور دروازہ نہ کھل جائے۔ اللہ رب العزت امت مسلمہ پر رحم فرمائے اور اہل سنت و جماعت کو ہر طرح کے انتشار سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین ﷺ

خیر اندیش

محمد قمر الزمان اعظمی

سیکرٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ

نزیل مدینہ منورہ

۹/ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

رائے گرامی

خلیفہ مفتی اعظم ہند رئیس القلم حضرت مولانا نسیم احمد صدیقی دامت برکاتہم العالیہ (کراچی)

اللہ رب سیدنا محمد صلی علیہ وسلما

نحن عباد سیدنا محمد صلی علیہ وسلما

فقیر بے توقیر پر تقصیر نسیم احمد صدیقی نوری سگ درگاہ مفتی اعظم (نور اللہ مرقدہ) مناظر اہل سنت شیخ الحدیث حضرت العلامہ مفتی عبدالمجید سعیدی مدفیوضہم النورانیہ کے مؤقف بابت رسول اکرم نبی محتشم ﷺ کی نبوت ورسالت کہ آپ ﷺ پیدائشی نبی ورسول ہیں سے بالکلیہ متفق ومؤید ہے۔ بلاشبہ یہی عقیدہ اکابرین امت اور جمہور علماء نیز مجدد برحق قرن چہاردہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس السرہ القوی اور آپ کے جملہ خلفاء وغیرہ رکھتے تھے۔ متعدد احادیث مبارکہ مثلاً ''کنت نبیا و ادم بین الماء والطین'' (روی ثانیاً) ''بین الروح والجسد'' (روی ثالثاً) ''انا خاتم النبیین عنداللہ مکتوب وان آدم لمنجدل فی طینتہ'' کی صراحتوں کے بعد بلاشبہ یہی عقیدہ حق وصواب ہے کہ آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام عدم سے مشاہدہ قدم تک تمام مراحل میں نبی ورسول ہیں۔

فقیر نسیم احمد صدیقی غفرلہ

نزیل مکۃ المکرّمۃ

برموقع حج مبارک ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء

رائے عالی

استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ محمد شریف رضوی حفظہ اللہ
بانی و مہتمم جامعہ سراجیہ رضویہ حسن آباد جھنگ روڈ بھکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ، اما بعد

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب کی تالیف ''تنبیہات'' کا بعض مقامات وصفحات سے مطالعہ کیا ہے' حضرت مولانا کی کوشش اور کاوش پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں' اور ان کے موقف کی تائید اور توثیق کرتا ہوں۔ فقیر کا عقیدہ نبوت مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں یہ ہے کہ آپ تخلیق آدم سے قبل عالم ارواح میں بھی متصف بالنبوت تھے۔ آپ پہلے نبیوں کے اور ان کی امتوں کے بھی نبی ہیں اور اوّلین و آخرین کے بھی نبی ہیں اور آپ کی نبوت بالفعل تھی اور ہے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب نے ''تحقیقات'' نامی کتاب کا مدلل جواب دے کر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اس پر دلائل اور بھی دیئے جا سکتے ہیں مگر منصف کے لیے اتنا کافی ہے جو مولانا نے تحریر فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

فقیر محمد شریف رضوی عفی عنہ
جامعہ سراجیہ رضویہ جھنگ روڈ بھکر

رائے عالی

محسن دعوت اسلامی، تلمیذ حضرت محدث اعظم، حضرت مولانا

علامہ مفتی محمد اشفاق رضوی صاحب حفظہ اللہ

(خانیوال، انگلینڈ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ، اما بعد

آج مورخہ ۳۰-۱۱-۲۰۱۰ء کو رسالہ موسومہ باسم دعوت رجوع مؤلفہ محقق العصر عمدۃ المحققین مفتی عبدالمجید خان سعیدی صاحب زید فضلہ از علامہ نسیم احمد صدیقی صاحب مدظلہ موصول ہوااور اظہار رائے کا حکم ملا۔ مختصراً عرض ہے کہ فقیر کواس کے مندرجات سے مکمل اتفاق ہے بلکہ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے حامل ہر پہلو سے جو کہ اظہار عظمت میں نمایاں ہو دیگر تمام موجود توجیہات کے ہوتے ہوئے بھی ارجح اتفاق ہے۔

فقیر محمد اشفاق احمد غفرلہ

رائے گرامی

مفتی محمود حسین شائق ہاشمی صاحب

امیر جماعت اہل سنت ضلع جہلم، صدر جماعت اہل سنت تحصیل میرپور

حضرت مولانا مفتی شیخ الحدیث عبدالمجید خان سعیدی زیدہ مجدہ الکریم

السلام علیکم

آپ نے علامہ محمد اشرف سابقہ سیالوی حال سلوی (Silvi) کو راہِ راست پر لانے کے لیئے ماشاءاللہ خوب محنت کی۔ مگر پتھر پر اثر رکھتا ہے سلوی پر کلام نرم نازک بے اثر۔

دعا گو و دعا جو

مفتی محمود غفرلہ الودود

رائے گرامی

جانشین مفتی اعظم سندھ وبلوچستان

مفتی احمد میاں برکاتی صاحب حفظہ اللہ

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد (سندھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ

اما بعد! حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی زید مجدہ کی کتاب لاجواب ''تنبیہات'' بجواب ''تحقیقات'' کے ابتدائی ۸۰ صفحات بغور پڑھے' نہایت مفید پایا۔ پوری کتاب کو سرسری طور پر دیکھا مضمون سمجھ میں خوب آیا تنبیہہ کے ضمن میں خوب تحقیق فرمائی ہے۔ دل خوش ہوگیا۔ مولوی اشرف سابقہ سیالوی شاید بزعم خود عقل کل ہیں اس سے قبل بھی ان کی زہرافشانیاں سامنے آتی رہی ہیں۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کیا کم کارنامہ تھا کہ مزید کریلا اور نیم چڑھا کے مصداق اپنے اندر کا سارا ملغوبہ نکال باہر پھینکا اور آقائے دوجہاں ﷺ کی شان اقدس واطہر میں اور ان کی بارگاہ عالی پُرمعالی میں اپنے نامناسب کلمات کو پھینک مارا آخر صفائی تو کرنی ہی تھی۔ برادرم مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب نے یہ کام سنبھالا اور خوب صفائی کی اس سے قبل بھی اشرف سرگودھوی سابقہ سیالوی (ش بغیر نقطہ کے زیادہ موزوں ہے) ہمارے شہر حیدرآباد کے ایک فاضل نوجوان کی بے اعتدالی سے قلم گما چکے ہیں جس میں علماء کے بورڈ سے مکمل انحراف کرتے ہوئے اپنا فتویٰ عوام پر تھوپا ہے جو سراسر بددیانتی اور ظلم پر مشتمل ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ مولوی اشرف سرگودھوی کی فائل مکدّر ہو چکی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ جو شخص بارگاہ رسالت ﷺ اور ارشاد غوث کا پاس دار نہ ہو وہ راندۂ درگاہ ہی ہوگا کتاب پڑھیں اور غور سے پڑھیں حضرت موصوف مصنف کا حکم اور اصرار ہے کہ چند کلمے ضرور لکھوں

فقیر کو لکھنا کہاں آتا ہے یہ تو امام رضا رحمۃ اللہ علیہ اساتذہ کرام اور والدی خلیل ملت کا فیضان ہے کہ

''ہوں بزم سخن میں نغمہ سرا اللہ رے قسمت کیا کہئے''

مجموعی تأثر یہ ہے کہ دل کو سرور ہوا' کلیجہ ٹھنڈا ہوا' اللہ تعالیٰ فاضل موصوف کو دارین میں اس کا اعلیٰ صلہ عطا فرمائے اور سرگودھوی کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

حررہ العبد

القاری احمد میاں برکاتی غفروالحمید

۱۵/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ/۱۶/اگست ۲۰۱۱ء یوم سہ شنبہ

خادم الحدیث والفقہ احسن البرکات حیدرآباد

رائے گرامی

بقیۃ السلف عمدۃ الفضلاء حضرت مولانا علامہ

ابوامجد صوفی رضا محمد صاحب عباسی قادری

سابق شیخ الفقہ احسن البرکات حیدرآباد خطیب جامع مسجد مصری شاہ تلاؤ نمبر۳ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! ہمارے آقا و مولا سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدائشی نبی ہیں۔ اس مسئلہ میں مناظر اسلام جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مفتی عبدالمجید سعیدی رضوی صاحب نے جو کتاب تنبیہات بجواب تحقیقات لکھ کر اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کا تحفظ کیا ہے۔

اس کتاب کو پڑھ کر مناظر اہل سنت قبلہ علامہ سعیدی صاحب کے متعلق کہنا پڑے گا کہ آپ اہل سنت کے عظیم محقق و ترجمان ہیں۔ مولا تعالیٰ موصوف کے علم و عمل میں مزید برکت دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقط رضا محمد عباسی قادری

سابق شیخ الفقہ دارالعلوم احسن البرکات و سابق ڈسٹرکٹ خطیب حیدرآباد

۱۹/ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

رائے گرامی

مجاہدِ کبیر' مصنف تصانیف کثیرہ حضرت علامہ
صاحبزادہ محمد مظہر الحق صاحب بندیالوی مدّ ظلہ العالی
مہتمم دار العلوم امدادیہ بندیال شریف

ذوالمجد والکرم وحید العصر فرید الدہر حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد عبدالمجید خان صاحب سعیدی زیدت مکارہم جلیل القدر محدث اعظم فقیہ اس دور کے صاحبِ طرز مصنف' نامور محقق بے مثال' مدرس لاجواب' خطیب اور ایک متبحر عالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فکر کی بلندی نظر کی دقت مطالعہ کی وسعت اور اظہار مافی الضمیر کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ علامہ عبدالمجید خان صاحب مجتہدانہ بصیرت کے حامل ہیں۔ فکر کی جمود کا شکار نہیں ایسے ہی اہل علم نے تفقہ اور تحقیق کی روش کے تسلسل کو نہ صرف یہ کہ برقرار رکھا بلکہ اس کو آگے بڑھاتے رہے۔ لیکن اس شان حزم احتیاط کے ساتھ کہ شریعت کے جادہ مستقیم سے ذرہ بھر بھی نہ ڈگمگائے اور افراط وتفریط کا شکار بھی نہیں ہوئے۔

مصنف تنبیہات علامہ سعیدی نے بھی اپنی کتاب میں کتاب وسنت اجماع امت' آثار صحابہ' اقوال ائمۂ مجتہدین اور سلف صالحین سے استمساک کو نہایت ضبط اور احتیاط کے ساتھ قائم رکھا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کی تحریر میں کمال توازن ہے۔

حضرت علامہ سعیدی نے کمال احتیاط سے کام لیا۔ آپ نے اپنی تحقیق کے شہکار کتاب میں نبوت کے مخالفین اور منکرین کے تمام ناقص بوگس اور لایعنی اعتراضات کے مسکت جوابات تحریر فرما کر تحفظ ناموس رسالت کا حق ادا کر دیا ہے۔ نبوت کے مسئلہ پر اتنا جامع مواد قاری پڑھنے والے کو انشاء اللہ پہلی مرتبہ مرتب اور منضبط شکل میں ملے گا۔

تنبیہات میں طرز استدلال کثرت دلائل انداز تفہیم معاصرین کا تعاقب سلاست وروانی اور ندرت فکر کا ایک عظیم شہکار ہے۔

الحمدللہ اس مسئلہ پر ہم بجا طور پر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حجت شرعیہ کو اس طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ تمام شبہات دم توڑ جاتے ہیں۔ اور اگر کسی کی ضد، ہٹ دھرمی اور انا قبول حق میں مانع نہ ہو تو سر تسلیم خم کیے بغیر چارہ نہیں۔ گویا کہ احقاق حق اور ابطال باطل کا علامہ سعیدی نے حق ادا کر دیا۔ علامہ صاحب کی تحریر ایک عظیم محقق و محدث اور عظیم مجتہد عصر کی رائے ہے۔ ضروری نہیں کہ سب اہل علم اس سے اتفاق کریں لیکن ہر ذی شعور یہ ضرور تسلیم کرے گا کہ صحرا و بیاباں میں ایک اذان حق ہے۔ اور خانقاہ سے نکل کر رسم شبیری کی ادائیگی ہے۔ اہل علم کو چاہئے کہ نہایت وسعت ظرف کے ساتھ دلائل حقہ کی بنیاد پر اس تحریر و تحقیق سے اتفاق کریں اور اگر اختلاف رائے رکھتے ہیں تو علامہ سعیدی صاحب کے دلائل قاہرہ کا جواب دیں اور گریز کی بجائے مسئلہ کو حل کریں۔ بعض مقتدر اہل علم کے خالی دعوے تو سننے میں آئے ہیں لیکن افسوس کہ کوئی علمی اور تحقیقی تردید سامنے نہیں آئی۔ یہ بات اس رائے کو تقویت پہنچاتی ہے کہ اختلاف کی بنیاد دلائل پر مبنی نہیں بلکہ ذہنی جمود، غیر محققانہ فکر اور عصبیت سے عاری ہونا اس کا باعث اور سبب ہے۔

تحقیق کے عظیم شہکار تحفظ ناموس رسالت کی تلوار (تنبیہات) میں مخالفین نبوت اور منکرین رسالت کے رڈ اور اہل سنت کی ترجمانی کا حق ادا کر کے ۔خود کو مصنف نے شفاعت مصطفیٰ ﷺ کا حق دار بنالیا ہے۔

کتاب ہذا تنبیہات ایک رسوائے زمانہ کتاب تحقیقات جو حقیقت میں غلاف کعبہ میں لپٹا ہوا صنم خانہ وہابیت ونجدیت وغلام خانیت اور مودودیت انداز گستاخانہ اور آمرانہ کا عکس جمیل کتاب تحقیقات کے لفظون کے عموم گھٹیا پن اور نہایت گستاخانہ اور خبیثانہ انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ راقم اپنے سینے میں پوشیدہ بغض رسالت اور عناد نبوت کا اظہار کرنے میں نہایت بے قرار اور مجبور ہے۔

کتاب ہذا رسوائے زمانہ کتاب تحقیقات کا وافی وشافی وکافی محققانہ مدللانہ وعالمانہ اور مسکت اور مثبت جواب لاجواب ہے۔ لیکن ایسی بدنام تحریرات کا جواب دینے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے غلاموں کو چن لیا ہے جن کے سینے میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے سمندر موجود ہوتے ہیں۔ جن میں شاید علامہ شیخ الحدیث عبدالمجید خان سعیدی سرفہرست ہیں۔

علامہ کی کتاب تنبیہات کے ایک ایک لفظ سے محبت رسول ﷺ اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو آ رہی ہے اور ہر غلام مصطفیٰ ﷺ کو عشق رسول ﷺ کا درس دے رہی ہے اور ہدایت کا راستہ دکھا رہی ہے۔ یہ اپنے اپنے

مقدر اور نصیب کی بات ہے کہ کسی کو عاشق رسول سے گستاخ رسول بنادے اور کسی کو تحفظ ناموسِ رسالت کا سپاہی بنادے۔ ؏

یہ مزاج عشق رسول ہے جسے چاہے نواز دے

عزیز دوست محمد رمضان صاحب کے اصرار صد بار کے بعد نہایت سرعت و تیزی اور جلدی میں الٹے سیدھے ٹوٹے پھوٹے بے ربط سے چند جملے لکھ پایا' شاید یہی چند جملے میری نجاۃ کا سامان بن جائیں۔ مجھے اپنی کم علمی' کم ظرفی' کم نظری اور کم ہمتی کا پورا پورا احساس ہے لیکن صرف اس امید پر کہ تیرا نام بھی غلامان مصطفیٰ ﷺ میں شامل ہو جائے۔

منجانب: **محمد مظہر الحق بندیالوی**

رائے عالی

بقیۃ السلف، امام الخطباء الاعلام علامہ محمد محفوظ الحق شاہ صاحب

خطیب جامع مسجد جامع غلہ منڈی بورے والا ضلع وہاڑی

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

قرآن کریم میں رب العزت نے حضور نبی کریم کو بے شمار اسماء صفاتیہ کے ساتھ یاد فرمایا، جن میں سے ایک اسم مبارک ''شاہد'' ہے۔ قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ: یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا (الاحزاب: ۴۵) اور حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شاہد کے تین معانی ہیں: ۱۔ گواہ　۲۔ حاضر وناظر　۳۔ محبوب۔ اور اس معنی کی تائید وتاکید حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد عالی سے ہوتی ہے۔ ''الا وانا حبیب اللہ'' (کتاب فضائل سید المرسلین ﷺ مشکوۃ شریف) فعیل بمعنی مفعول، حبیب بمعنی محبوب یعنی آپ نے ''آلا'' کی وارننگ سے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور محبت کے کچھ تقاضے ہیں، محبت حسن کے ساتھ ہوتی ہے اور عیب کے ساتھ نہیں۔ اور حدیث پاک میں ہے: ''حبك الشی یعمی ویصم'' ''کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے''۔ اور یہ محبت کا عمومی دستور ہے۔ لیکن نبی کریم نورِ مجسّم ﷺ جو کہ رب العالمین جل جلالہ کے محبوب ہیں تو اس دستور کے مطابق جو کہ خود حبیب رب العالمین ﷺ نے بیان فرمایا ہے واضح ہوتا ہے کہ نگاہ قدرت کو حسن حبیب علیہ الصلوۃ والسلام میں کوئی نقص کوئی عیب نظر نہیں آتا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ میں عیب ہے ہی نہیں کیونکہ رب العزت صرف محبت ہی نہیں بلکہ اپنے محبوب ﷺ کا خالق بھی ہے۔ اس کا آپ سے محبت فرمانا ہی اس امر کی دلیل قاطع ہے کہ آپ ہر عیب سے پاک ہیں کہ آپ کا بنانے والا آپ کا محبّ ہے جس نے عیب رکھا ہی نہیں اسی لیۓ حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

خلقت مبرءً من کل عیب　　کانك قد خلقت کما تشاءُ

اس سے واضح ہوا کہ کسی توجیہ کے ساتھ بھی آپ میں کوئی عیب ثابت نہیں کیا جاسکتا۔اسی کو امام اہل سنت حضرت مولانا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے یوں بیان فرمایا:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

حب سید عالم ﷺ جب کسی خوش نصیب کو عطا ہو تو اس کی سوچوں میں بھی آپ کے حسن وکمال کے متعلق کوئی جھول نہیں آتی نہ وہ برداشت کرتا ہے جو بھی لڑکھڑایا اسی معیار محبت سے فروتر ہونے کی وجہ سے لڑکھڑایا۔

مناظر اسلام فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید خان سعیدی اسعدہ اللہ تعالیٰ کو قدرت نے علم وفضیلت کی وسعتوں سے نوازا ہے جو کہ دراصل حضور نبی کریم ﷺ کی محبت اور عقیدت کی برکت ہے جس سے آپ کا قلب سعید معمور ومنور ہے۔ یہ محض توفیق الٰہی ہے جو کہ آپ کو اپنے مرشد کریم امام اہل سنت غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ''نوراللہ مرقدہ'' کے دامان کرم سے وابستگی کی بدولت حاصل ہے۔اغیار واجانب تو اس قابل نہیں کہ ان کا ذکر کریں یہاں تو اگر بعض علمائے اہل سنت سے تسامح ہوتا ہے تو آپ عظمت سید عالم ﷺ کی دربانی کی خاطر محض لوجہ اللہی طور پر ان کی اصلاح وفلاح کی خاطر اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔ایسا محتاط انداز اختیار کرتے ہیں کہ قاری محسوس کرتا ہے کہ یہ جدال نہیں محض احقاق حق کے لیئے ایک پرخلوص کوشش ہے۔

چنانچہ ''تنبیہات'' کے مطالعہ کے دوران آپ بجا طور پر محسوس کریں گے اور دیکھیں گے کہ آپ نے صاحب تحقیقات کے مندرجات کا ایسے مثبت انداز میں تجزیہ فرمایا ہے کہ حقیقت مسئلہ بھی نکھر کر سامنے آجائے اور جس نقطہ پر فریق ثانی سے زلت ہوئی اس کا اظہار بھی ہوجائے۔اور ''ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن'' کی تعمیل بھی۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت مفتی صاحب ''زید مجدہم'' کو بہمہ وجوہ استقامت علی الحق کا شرف بخشے اور اہل سنت وجماعت کو ان کی مساعی جمیلہ سے مستنیر ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

وانا المفتقر الی الحق
محمد محفوظ الحق غفرلہ
جامع مسجد غلہ منڈی بورے والا ضلع وہاڑی

رائے عالی

فاضل جلیل مفتی نصیر الدین نصیر الحسنی حفظہ اللہ تعالیٰ

جامعہ سلطانیہ شور کوٹ شہر

الحمد لولیہ والصلوۃ علی نبیہ

حضرت مولانا محمد صفدر علی صابر آف کبیر والا نے ایک کتاب بنام ''تنبیہات'' مصنفہ محقق اہل سنت صاحب القاب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد عبد المجید خان سعیدی آف رحیم یار خان عطا فرمائی جو کہ شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف علی سیالوی آف سرگودھا کی کتاب ''تحقیقات'' کے جواب میں ہے۔ صابر صاحب نے کتاب پڑھنے اور اس پر تبصرہ بصورت تقریظ کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا گو کہ کتاب پر تقریظات لکھنا یا ان پر تبصرہ کرنا فحول علماء کا کام ہے مجھ جیسا بضاعۃ مزجات رکھنے والا سوائے چند ٹوٹے پھوٹے جملے لکھنے کے اور کیا کر سکتا ہے۔ لیکن چونکہ معاملہ عظمت رسالت کا ہے اس لیئے صاحب تنبیہات کو داد نہ دینا اور ان کی عملی شہکار تصنیف کی تائید نہ کرنا کوئے وفا سے دور ہے۔ خصوصاً ہم جیسے خاکپائے سگان مدینہ (زادہم اللہ شرفا) کے لیئے تو یہ ایک اعزاز ہے کہ ہم بھی آقائے کریم ﷺ کے ان جانثار غلاموں کی صف میں شامل ہوں جو ہر لمحہ ہر آن ہر زمان حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کے قائل ہیں۔

مجھے بھی اس لحاظ سے ایک گونہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس مسئلہ پر شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب کے شبہات کے رد میں سب سے پہلے قلم میں نے اٹھایا تھا۔ اس وقت تک یہ مسئلہ صرف تقریروں تک محدود تھا کہ میں مجلّہ آئینہ کرم آستانہ عالیہ منگانی شریف میں درس حدیث کے عنوان سے اس مسئلہ کی وضاحت اور منکرین نبوت کا علمی انداز میں رد کیا۔ جسے متعدد ملکوں خصوصاً یورپ میں بہت پسند کیا گیا۔ جب موصوف کی مصنفہ کتاب ''تحقیقات'' سامنے آئی تو میں نے دانستہ اس کا مطالعہ نہ کیا کہ عظمت محبوب گھٹانے کی کوئی بھی تحریر

ہمارے دل پر ایک نشتر سے کم نہیں۔ البتہ اس پر یادگار اسلاف فخر عرب وعجم استاذی المحترم حضرت شیخ العلماء والمحدثین حضرت علامہ عبدالرشید رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ دیکھ کر ضرور چونک گیا اور پھر شاگرد ہونے کے ناطے آپ کی خدمت میں بمعیت حضرت مولانا فاروق سلطان قادری آف جھنگ حاضر ہوا

آپ نے ارشاد فرمایا میں ازل سے ابد تک ہر لحہ نبوت ورسالت مصطفیٰ ﷺ کا قائل ہوں۔تقریظ سیالوی صاحب کے بار بار اصرار پر کسی طالب علم کو کہا لکھ دے اس نے لکھ دی۔کتاب تحقیقات کے مندرجات کو آپ نے قطعاً نہیں پڑھا۔ یہ بات میں خدا اور رسول کو حاضر وناظر جان کر لکھ رہا ہوں اور بانگِ دہل اعلان کرتا ہوں لعنت اللہ علی الکاذبین پھر اس کے بعد پیر طریقت حضور پیر فضل رسول صاحب سجادہ نشین محدث اعظم فیصل آباد نے حضرت شیخ الحدیث محمد شریف رضوی آف بھکر کے ہاتھ مشکوۃ شریف بھیجی جس کے حاشیہ میں خود حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا کہ تحقیق یہی ہے کہ حضور ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی اور رسول تھے۔ جب استاذ محترم نے یہ تحریر دیکھی اسے چوم کر آنکھوں سے لگایا اور سیالوی صاحب کی تائید وتقریظ سے مکمل رجوع فرمایا ساتھ یہ بھی فرمایا میرا مذہب وہی ہے جو میرے شیخ کریم محدث اعظم کا ہے۔اس بات کے عینی گواہان یہ ہیں:

۱____ شیخ الحدیث علامہ محمد شریف رضوی صاحب آف بھکر

۲____ علامہ مفتی غلام سرور نقشبندی صاحب آف بھکر

۳____ پروفیسر علامہ ڈاکٹر عطاء المصطفیٰ صاحب آپ کے صاحبزادہ گرامی

ان کے علاوہ جو واقعاتی گواہ ہیں وہ یہ ہیں:

۱____ فقیر (خود راقم الحروف)

۲____ حضرت مولانا مفتی محمد عجیب القادری صاحب آف جھنگ

۳____ حضرت مولانا فاروق سلطان قادری صاحب آف جھنگ

۴____ شیخ الحدیث محمد سعید قمر صاحب جامعہ رضویہ فیصل آباد

۵____ مفتی اعظم محمد بخش رضوی صاحب جامعہ محدث اعظم چنیوٹ

۶____ علماء کی ایک کثیر تعداد

آپ کی یہ تقریظ رجوع نامہ آپ کی زندگی میں ہی چھپ چکی تھی۔

آپ کا وصال چودہ شعبان ۱۴۳۲ھ کو ہوا جب کہ کتاب تقریباً یکم شعبان ۱۴۳۲ھ سے بھی پہلے چھپ

چکی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کی قل خوانی پہ ہزاروں کے اجتماع میں آپ کے صاحبزادہ گرامی پروفیسر ڈاکٹر عطاء المصطفیٰ صاحب کے ایماء پر اس بات کا باضابطہ علان کر دیا گیا۔ جس کے بعد کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جاتی ہے۔ حضرت استاذ العلماء کے رجوع کے بعد حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب کی اس بات میں بڑا وزن بن جاتا ہے کہ حضرت سیالوی صاحب کی تائید کرنے والے محض نوعمر، نوخیز نوجوان چھوکرے ہیں جب کہ اکثریت ان کے اپنے ہی حلقہ احباب کی ہے۔

حضرت استاذ محترم کے وصال کے بعد سیالوی صاحب شدید علیل ہو گئے اس لیے عشرہ اوّل رمضان المبارک میں جھنگ سے ہم تین علماء ان کی عیادت کے لیئے گئے:

۱۔ فقیر راقم الحروف۔
۲۔ مفتی الٰہی بخش صاحب باروی پرنسپل پرانی عیدگاہ جھنگ
۳۔ حضرت مولانا فاروق سلطان قادری صاحب آف جھنگ

دورانِ عیادت انہوں نے خود یہ بات چھیڑ دی اور فرمایا کہ رضوی، سیالوی سب میرے پیچھے پڑ گئے ہیں اور پوری جماعت میں کوئی بھی ایسا نہیں جو میرے مؤقف کو سمجھے کسی نے بھی میرے مؤقف کو سمجھا نہیں ہے۔ میں زوال کا قائل نہیں ہوں بلکہ استتار نبوت کا قائل ہوں کہ چالیس سال تک آپ کی نبوت بشریت کے پردے میں مستور رہی

لیکن اس بارے میں جو مولانا فاروق سلطانی صاحب نے بات کی تو سیالوی صاحب نے جو دلائل دیئے وہ سراسر انکار نبوت کے تھے اور بات بات پر ان کے صاحبزادے گرامی حضرت مولانا نصیرالدین صاحب بھی بار باران کو یاد ہانی کراتے رہے۔ اور ان کی نقاہت سے خوب فائدہ اٹھاتے رہے جس سے یہ احساس ہوا کہ اس تحریک کے اصل محرک ہی صاحبزادہ ہیں جو عام تاثر تھا اس کی صداقت سامنے دیکھ لی۔

آمدم برسر مطلب: جامع المعقول والمنقول حضرت مفتی عبدالمجید خان سعیدی کی یہ تصنیف حوالہ جات سے مزین، دلائل سے مملوٗ جمہور وجماعت اہل سنت کے مذہب وعقیدہ کی ترجمان، حضور ﷺ کی بے مثال اور لازوال نبوت ورسالت کے ثبوت کے لیئے ایک عظیم تحفہ اور منکرین شان رسالت کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ جب کہ شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی اور ان کے مؤیدین کے لیئے دعوت حق کا ایک کھلا اور واضح پیغام ہے

گو کہ اتنے کثیر حوالہ جات کے سامنے علامہ سیالوی صاحب کے شبہات کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی مگر پھر بھی اتمام حجت کے لیے علامہ سعیدی صاحب کی کتاب تنبیہات کی دوسری جلد کا شدت سے انتظار ہے تاکہ معاملہ اور بھی واضح ہو جائے۔

حضرت سعیدی صاحب نے جو مؤقف پیش کیا ہے چودہ سو سال سے مسلمانانِ امت کا یہی عقیدہ ونظریہ ہے اس بارے میں سرِ دست دو حوالے بطور تائید کے پیش خدمت ہیں۔ عظیم مفسر حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۷ھ) اپنی عظیم شاہکار تصنیف روح البیان میں تحریر فرماتے ہیں:

لما تجلی اللہ وجد جمیع الارواح فوجدا ولاً روح نبیا ﷺ ثم سائر الارواح فلقن التوحید لا الہ الا اللہ فقال: فکرمہ اللہ بقولہ: محمدرسول اللہ فاعطی الرسالۃ فی ذالک الوقت ولذا قال علیہ السلام: کنت نبیا آدم بین الماء والطین انتھی ومضی الحدیث انہ کان نبیا بالفعل عالماً بنبوتہ وغیرہ من الانبیاء ماکان نبیاً بالفعل ولا عالماً بنبوتہ الا حین بعث بعد وجودہ ببدنہ العنصری واستکمال شرائط النبوۃ فکل من بدا بعد وجود المصطفی علیہ السلام فھم نوابہ و خلفاء و مقدمین کالأنبیاء والرسل أو مؤخرین کأولیاء اللہ الکمل قال علیہ السلام: (أنا من نور اللہ والمؤمنون من فیض نوری)۔ (روح البیان، جلد۹، صفحہ ۶۷)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کی طرف توجہ فرمائی تو سب سے پہلی توجہ خداوندی روح محمد پر پڑی جس کو اللہ نے خود توحید کی تلقین کی تو روح محمد ﷺ نے پڑھا لا الــــہ الا اللہ جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا محــمــد رسول اللہ بس اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو رسالت عطا فرمائی۔ اسی لیۓ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت نبی تھا جب کہ حضرت آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ اسی وقت سے بالفعل نبی ہیں۔ برخلاف دوسرے انبیاء کرام کے وہ بعثت کے بعد ہی بالفعل نبی بنتے ہیں۔ لہٰذا تمام انبیاء کرام حضور کے نائب اور خلیفہ ہیں۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ولادت مبارکہ کے وقت ختم نبوت خدمتِ ملائکہ سے نوازا جب کہ نبوت تو ولادت سے بھی قبل عطا فرمائی گئی تھی۔ اس لیۓ حضور ﷺ نے وقت ولادت سجدہ کرتے ہوۓ اپنی رسالت کا اعلان فرمایا۔

ان کے علاوہ عظیم مجدد اور محدث حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) اپنی عظیم تفسیر قرآن ''تفسیر مظہری'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مثل نورہ کمشکوۃ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور نبی کریم کی مثال بیان فرمائی ہے۔ مشکوۃ آپ کا سینہ مبارک ہے۔ زجاجہ آپ کا قلب اقدس ہے اور مصباح نبوت ہے اور یکاد حضور ﷺ کا معاملہ نبوت ہے کہ آپ اگر اظہار نبوت نہ بھی فرمائیں تو پھر بھی آپ کی نبوت ظاہر و باہر ہے پھر

حضرت مفسر نے ایک طویل فصل تحریر فرمائی جس س میں وہ معجزات ذکر فرمائے جن کا تعلق بعثت سے قبل کا ہے اور مفسر نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ قبل بعثت بھی حضور ﷺ کی نبوت ظاہر اور واضح ہے یہاں ایک بات خاص قابل توجہ ہے حضرت مفسر نے جو فصل کا عنوان بنایا:

فی معجزاته التی ظهرت قبل بعثته صلی الله علیه و آله وسلم (جلد ٦، صفحہ ٥٣٦)

ترجمہ: یہ وہ معجزات ہیں جو بعثت سے پہلے ظاہر ہوئے

اور یہ بات فریقین میں مسلم ہے کہ معجزہ صرف نبی کا ہوتا ہے لہٰذا ان ہر دو عظیم مفسرین جو کہ حضرت سیالوی صاحب کے ممدوحین ہیں کے مقابلے میں امید ہے کہ حضرت علامہ سیالوی صاحب اپنے مؤقف پر ڈٹے نہیں رہیں گے بلکہ اہل سنت پر عموماً اور اپنی آخرت پر خصوصاً رحم کرتے ہوئے رجوع فرمائیں گے۔

والسلام

مفتی نصیر الدین نصیر الحسنی

جامعہ سلطانیہ شورکوٹ

رائے عالی

مناظر اہل سنت عالم یلمعی فاضل لوذعی

حضرت علامہ مفتی محمد شوکت علی سیالوی صاحب

سلمہ ربہ القوی (خانیوال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ

واصحابہ اجمعین اما بعد

دور حاضر میں سرزمین پاکستان پر جمہور اہل اسلام اہل سنت وجماعت کی علمی، فکری تدریسی وتربیتی خدمات سرانجام دینے والی سربرآوردہ شخصیات میں استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی صاحب حفظہ اللہ کا اپنا ایک امتیازی مقام ہے۔

ماضی قریب میں برصغیر میں رسوخ فی العلم رکھنے والی ہستیوں میں حضور غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ رحمۃ اللہ علیہ وارث علوم اہل بیت اطہار ہونے میں ایک یکتا ہستی تھے۔ آپ کے علم میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نور اور برکت رکھی تھی جس کی بنا پر آپ نے اپنے دست مبارک میں اہل سنت و جماعت کو خوب فیض یاب فرمایا ـــــــ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبدالمجید سعیدی رضوی صاحب حفظہ اللہ کو اسی منبع فیض وبرکت سے بالواسطہ وبلاواسطہ فیض یاب ہونے کا عظیم موقع میسر آیا اور جس طرح ہم حضور غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر شاگردان وفیض یافتگان میں بھرپور طریقے سے نور علم، تقویٰ وطہارت اور عظمت اسلام وترویج حق کا جذبہ فراواں پاتے ہیں۔ یہ تمام امور حضرت ممدوح مفتی اسلام علامہ محمد عبدالمجید سعیدی رضوی صاحب میں بدرجہ اتم نظر آتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے (اہل سنّت و جماعت پر کرم فرماتے ہوئے) یہ نعمت بھی عطا فرمائی ہے کہ دنیا بھر میں کہیں کوئی آواز اہل سنّت کے معتقدات و معمولات کے خلاف اٹھے' حضرت مفتی صاحب قبلہ بروقت اس کی خبر لیتے ہیں اور پر زور علمی استدلالات کے ساتھ' اہل سنّت کا بھر پور دفاع اور مخالفین کے جملہ اعتراضات کا قلع قمع فرما کر حق کو ظاہر و غالب اور باطل کو مغلوب فرما دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ مخالفین اہل سنّت و جماعت کی تقریرات و تحریرات کا مکمل تجزیہ و پوسٹ مارٹم فرما کر رکھ دیتے ہیں اور اٹھائے گئے ایک ایک نکتے کا ایسا ردّ بلیغ فرماتے ہیں اور حق موٴقف کو اتنا مدلل پیش فرماتے ہیں کہ مجھ جیسے طلباء اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ قرب قیامت کے' امت مسلمہ کے اس دور زوال میں اس ذات کریم جل جلالہ' نے ہمیں حضرت مفتی صاحب جیسی علمی شخصیت سے نوازا ہوا ہے۔ اس وقت مجھ طالب علم کو حضرت مفتی صاحب قبلہ کی ایک نئی تصنیف ''تنبیہات بجواب تحقیقات'' کے حوالے سے کچھ عرض کرنا ہے۔

''تنبیہات'' اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کے ساتھ اپنے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ لاجواب بھی رہے گی۔ یہ جواب ہے ''تحقیقات'' نامی ایک کتاب کا۔ جسے شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب حفظہ اللہ کی تصنیف کے طور پر شہرت دی گئی ہے۔

علامہ موصوف کی خدمات جلیلہ کا ایک زمانہ معترف ہے مگر اب ایک نئی صورت حال سیالوی صاحب کی زندگی میں آ گئی ہے کہ انہوں نے اپنے اس عقیدہ کا اظہار فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ ولادت باسعادت سے لے کر چالیس کی حیاتِ مبارکہ میں اعلان نبوت تک نبی نہیں ہیں۔ علامہ سیالوی صاحب کا یہ موٴقف بالکل نیا ہے۔ ان کا پہلا موقف ان کی متعدد کتب میں موجود ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے اس چالیس سالہ دور مبارک میں نبی ہی ہیں۔ اپنے موٴقف کے ثبوت کے لیے آپ نے ''تحقیقات'' نامی کتاب تحریر فرمائی۔

ا۔۔۔ آپ عالم ارواح میں نبی علیہ السلام کی نبوت کے موجود ہونے کے قائل ہیں۔ لہٰذا چاہئے تھا کہ تسلیم نبوت کے بعد انقطاع نبوت پر کوئی قطعی دلیل پیش فرماتے۔ مگر از اوّل تا آخر پوری کتاب میں کوئی ایک دلیل ایسی انقطاع نبوت پر قائم نہیں فرما سکے۔ دلیل کی عدم دستیابی سبب بن گئی ہے کہ اب آپ کے سرگرم شاگردوں نے آپ کے موٴقف کے برخلاف حدیث صحیح ''کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد'' کو موٴول قرار دینا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کہ آپ کے شاگرد رشید حافظ فریاد علی قادری آف گوجرہ نے اپنے رسالہ ''الزلزلة الشدھیش'' صفحہ ۱۸ پر فرمایا ہے: ایھا المفتی الغشیش! آپ نے جو حدیث بیان فرمائی ہے میں نے اس کا

جواب دے دیا ہے وہ حدیث مؤول ہے۔اپنے ظاہر پر نہیں الخ۔

علامہ کے شاگردوں کے نزدیک جب یہ حدیث مؤول ہے اپنے ظاہر پر نہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے شاگرد عالم ارواح میں بھی نبوت کے منکر ہوگئے۔یہ حضرت صاحب کی تحقیق کا نتیجہ ہے کہ اب عالم ارواح والی نبوت بھی ختم ____ انا للہ وانا الیه راجعون۔

عالم اجسام کے اس چالیس سالہ دور مبارک میں انکار نبوت کے فلسفہ کی تقریر ''تحقیقات'' میں اس طرز پر ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی بشریت مبارکہ تمام لوگوں کی بشریت کی طرح نظر آنے لگتی ہے۔حتیٰ کہ خود تحقیقات کے صفحہ ۴۸ (اوّل ایڈیشن) میں فرمادیا گیا ہے کہ ''ضروری تھا کہ ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے لیے نبی اور رسول بنایا جاتا کیوں کہ نبی اور امت میں مناسبت ضروری ہوتی ہے''۔

جب کہ مذہب محقق یہ ہے کہ (اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ) بالرسالة والخصائص الروحانية والجسمانية ولذلك قوواعلى مالم يقول عليه غيرهم'' یعنی قرآن پاک سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ) کے تحت تفسیر بیضاوی جلد اوّل صفحہ ۱۵۶ (مصطفیٰ البابی مصر) پر علامہ امام ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ ابن عمر بیضاوی (المتوفی ۷۹۱ھ) فرماتے ہیں کہ آیت بینہ میں مذکور انبیائے کرام علیہم السلام کو چن لیا اور اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لیۓ اور روحانی وجسمانی خصائص کے لیۓ اسی لیۓ وہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام ان باتوں پر قدرت رکھتے تھے جن پر غیر انبیاء قادر نہیں ہوسکتے''۔

اسی طرح امام فخر الدین رازی (المتوفی ۶۰۶ھ) کی تفسیر کبیر جلد ۵ جز الثالث مطبوعہ لاہور پر سورۃ انعام آیت ۱۲۴ ''اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ'' اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ لاہور زیر آیت سورہ آل عمران آیت ۳۳ ''اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا'' الآیة۔ملاحظہ فرمالیں ''وذکر الحلیمی فی کتاب المنهاج'' ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لا بدان يكونوا مخالفين لغير هم فى القوىٰ الجسمانية والقوىٰ الروحانية الخ'' یعنی امام حلیمی نے اپنی کتاب ''منہاج'' میں ذکر فرمایا ہے کہ انتہائی ضروری ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنے غیروں سے قوائے جسمانی اور قوائے روحانی دونوں میں ممتاز والگ ہوں۔

اہل سنت وجماعت محبوب کریم ﷺ میں بے مثل و بے مثال شان بشریت مانتے ہیں۔ایسی بشریت مبارکہ کہ جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے بالکلیہ باقی تمام بشروں سے الگ ہے۔

حیرت تو اس بات پر ہے کہ شیخ الحدیث صاحب نبی علیہ السلام کے اس دور میں اعلیٰ ترین مقام ولایت

کے بھی قائل ہیں۔ جب ولائت کے قائل ہیں تو ولی کا مقام ہے۔ کنت سمعه الذی یسمع به (الحدیث القدسی رواہ البخاری) بشریت بھی نبی علیہ السلام کی بے مثال پھر شروع سے تمام اعضائے جسمانی مبارک میں نور الٰہی بھی جلوہ گر اور پھر بار نبوت سے بنائے بشریت کے انہدام کا قول بھی۔ یہ تعارض کیوں ہے؟

شیخ الحدیث قبلہ ابریز شریف کے حوالے خود پیش فرماتے ہیں۔ حضرت عبدالعزیز دبّاغ رضی اللہ عنہ کو ولی کبیر غوث کبیر کے القابات سے یاد فرماتے ہیں اور پھر ہم حوالہ دیں انہیں کا تو اس پر پھبتی کس دیتے ہیں۔ حضور والا! بتایئے کیا حضرت دباغ نے نہیں فرمایا کہ ''حضور علیہ السلام کو فتح بچپن مبارک میں ہی عطا ہوگئی تھی؟ کیا حضرت غوث کبیر دباغ کا فرمان نہیں ہے۔ ابریز شریف میں ہے کہ ''جب روح کے شایان شان عطا ہوتا ہے تو جو کمالات روح کو حاصل ہوتے ہیں بوقت ولادت وہ تمام کمالات جسم کو بھی عطا ہو جاتے ہیں؟

تحقیقات کے صفحہ ۱۰۴ پر عجب صورت حال پیدا کر دی گئی ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لباس بشری میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے مادہ تولید کے ساتھ نفخ سیدنا جبرائیل علیہ السلام جمع ہوگیا تو ان کی ذات میں بشری حجاب ان کی نوری حقیقت پر بہت خفیف تھا اور نبی علیہ السلام کے لباس بشری میں والدہ ماجدہ کے مادہ تولید کے ساتھ ساتھ والد گرامی رضی اللہ عنہ کا مادہ تولید بھی جمع ہوگیا تھا۔ لہٰذا بشری حجاب حقیقت نوری پر نسبتاً دبیز و کثیف تھا (مفہوماً)۔

جناب والا نے خود جلاء الصدور میں فرمایا تھا کہ ایک آیت کی متعدد تفاسیر ہوسکتی ہیں۔ ''القرآن حجة من کل وجه'' ''وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت مبارکہ میں جب نبی علیہ السلام جلوہ گر تھے تو انوار پیشانی اقدس پر تو چمکتے تھے اور وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ کے مطابق سیدنا عبداللہ بھی الطاف ربانی کا یقیناً مورد تھے۔ انوار مصطفیٰ ان کی پیشانی میں چمکتے تھے مگر ان کے مادہ تولید سے کثافت ختم نہ کر سکے؟ اور وہ کثافت اسی طرح اتنی مؤثر رہی کہ روح مصطفیٰ سے نبوت کو ہی منتزع و الگ کر دیا (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت مقدسہ میں کبھی کوئی کثافت نہیں رہی شق صدر اور دیگر ایسے امور سے ہمیشہ بشریت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عظمت وجلاء کا اضافہ کیا گیا ہے۔

تحقیقات کا صفحہ ۱۰۳ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام سے نبی علیہ السلام افضل ہیں اس لیئے بچپن میں نبوت ہونی چاہئے اور جناب والا بالکل ''المہند'' میں اختیار کیے گئے طرز کلام کے طریق پر دیوبندیوں کی طرح یہ جواب دیتے ہیں کہ پھر بالاتفاق حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہم السلام بھی عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں ان میں

بھی بچپن سے نبوت جانئے؟

جناب جیسی حکیم و مدبر ہستی سے یہ بات کیسے پوشیدہ رہ گئی کہ اہل سنت نبی علیہ السلام کو جہاں عیسیٰ علیہ السلام سے افضل مانتے ہیں وہاں نبی علیہ السلام کو تمام کمالات کی اصل مانتے ہیں۔ اگر اہل سنت والی بات سیدنا ابراہیم وموسیٰ علیہم السلام میں ہے تو آپ کی بات ٹھیک ورنہ اصل ہر کمال کا تقاضا کیا ہے۔

تحقیقات کے منظر عام پر آنے کے بعد جس طرح اعلان نبوت سے قبل کے چالیس سالہ دور مبارک میں انکار ہونے لگ گیا ہے اسی طرح اہل سنت میں حضرت والا کے شاگرداب عالم ارواح میں بھی نبوت کا انکار کرنے لگ گئے ہیں۔ پھر جو اسلوب تحقیقات میں اپنایا گیا ہے خوانخواستہ برقرار رہا تو کوئی اور اس قبیل کے مسائل کا انکار بھی ہونے لگ جائے گا۔ مثلاً نبی علیہ السلام کا اول الخلق ہونا۔ نور مصطفیٰ ﷺ وغیرہ ایسے کئی بابِ فضائل کے مسائل خود اہل سنت میں متنازعہ ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے۔

الحمدللہ تعالیٰ حضرت علامہ مفتی عبدالمجید صاحب سعیدی رضوی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بار پھر یہ سعادت عطا فرمائی ہے کہ مذہب اہل سنت کو بکھرنے سے بچانے اور حضور سید عالم ﷺ کی ثابت ایک فضیلت کے دفاع میں آپ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

مجھ طالب علم کی کوئی حیثیت نہیں مگر میں نے آپ کی تصنیف لطیف ''تنبیہات'' کا حرف بحرف مطالعہ کیا ہے اور بندہ آپ کی اس کتاب سے مکمل متفق ہے اور حضرت مفتی صاحب قبلہ نے بڑی احسن ترتیب قائم فرما کر پہلے متعلقہ تمام امور کی وضاحت فرمائی ہے۔ پھر ابواب کی نہایت اعلیٰ ترتیب بندی فرمائی ہے۔ ہمیں بڑی شدت سے انتظار ہے کہ ''تنبیہات'' کی دوسری جلد جلد از جلد آئے تاکہ علامہ سیالوی صاحب کے اٹھائے گئے تمام اعتراضات کا مدلل ومحقق جواب قوم تک پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی کے ظل ہمایوں میں برکات عطا فرمائے اور آپ کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں مشکور فرمائے۔ آمین۔

راقم السطور

محمد شوکت علی سیالوی

۲۷/شوال المکرم ۱۴۳۲ھ

پیر ۲۶/ستمبر ۲۰۱۱ء

رائے عالی

حضرت علامہ مفتی ابوالفائز محمد وسیم رضا حفظہ اللہ
خطیب مرکزی جامع مسجد چکسواری میرپور آزاد کشمیر
مفتی وزیر اعظم سیکرٹریٹ مظفر آباد (AK)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔

بندہ ناچیز کے پاس ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد اشفاق احمد مہروی صاحب آف کبیروالا تشریف لائے۔ مختصر ملاقات ہوئی اور کئی یادیں چھوڑ گئے۔ بعدازاں انہوں نے کتاب ''تنبیہات'' بھجوائی اور ساتھ کچھ لکھنے کا بھی حکم فرمایا۔

میری گزارش اہل علم اور قارئین سے یہی ہوگی کہ موجودہ دور میں عقیدہ کے تحفظ کی ضرورت ہے۔ اسلاف کے عقائد کے مطابق اخلاف کو چلنا چاہئے اور اسی میں ہماری نجات و کامیابی ہے۔

جہاں تک نبوت کا مسئلہ ہے اس بارے میں صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد جمہور علماء و متکلمین کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دوام نبوت اور استمرار نبوت کی صفت کے ساتھ متصف کیا ہے اور ایک آن کے لیئے نبوت کے انتزاع اور جدا ہونے کے عقیدہ کو گمراہی کہا ہے۔ (کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین) یہ حدیث مبارکہ اس عقیدہ پر دال ہے کہ وجود نبوت کے اعتبار سے اوّل الانبیاء نبی ﷺ کی ذات مبارکہ ہے اور ظہور نبوت کے اعتبار سے آپ آخرالانبیاء ہیں۔ چالیس سال بعد کی نبوت وجود کے اعتبار سے نہیں بلکہ ظہور کے اعتبار سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ ﷺ سے استفسار کرنا کہ (متی وجبت لك النبوۃ) یارسول اللہ ﷺ آپ کے لیئے نبوت کب واجب ہوگئی؟ خود اس پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام کو یہ پتہ تھا کہ چالیس سال کے بعد اعلان نبوت درحقیقت اظہار نبوت اور ظہور نبوت ہے۔ اگر آپ ﷺ پہلے سے نبی نہ تھے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سوال کی ضرورت کیوں پڑی اور وہ بھی اس چیز کی جو اظہر من الشمس ہے۔

کتاب ''تنبیہات''عظیم فاضل قبلہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب کی اس لحاظ سے داد کے لائق ہے کہ اس کتاب میں عقیدہ اہل سنت کو نہایت لطیف اور مدلل انداز سے بیان کیا گیا ہے۔اس لحاظ سے مفتی صاحب بھی قابل داداور صدستائش ہیں کہ انہوں نے علمی انداز کی کتاب اہل سنت کو میسر فرمائی۔دعا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور عقیدہ اہل سنت کی حفاظت فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

مفتی محمد وسیم رضا
مفتی وزیراعظم سیکرٹریٹ،مظفرآباد(AK)

رائے عالی

صاحب تصانیف کثیرہ رئیس القلم فاضل محتشم

علامہ محمد کاشف اقبال مدنی صاحب حفظہ اللہ

مفتی دارالافتاء جامعہ غوثیہ رضویہ سمندری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

نبی کریم رؤف الرحیم نور مجسم امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ اعلان نبوت سے قبل بھی نبوت سے سرفراز فرمائے جا چکے تھے۔ حضرت آدم کی تخلیق سے قبل بھی آپ ﷺ کا نبی ہونا کتب احادیث میں صحیح احادیث سے ثابت ہے کسی شخص کا عالم ارواح میں نبی کریم ﷺ کو بالفعل نبی ماننا اور پھر عالم اجساد میں چالیس سالہ دور میں نبی بالفعل ہونے کی نفی کرنا آپ ﷺ سے نبوت کا انفکاک وانقطاع ثابت کرنا ہے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ سے ایک لمحہ کے لیئے بھی نبوت کا انقطاع ناممکن ہے۔ بدقسمتی سے جمہور اہل سنت کے مقابل اپنی رائے کو مقدم کرنے کے لیئے کتنی محنت کی جارہی ہے جس سے عامۃ الناس میں افتراق واضطراب بڑھتا ہی جارہا ہے۔ پھر اس پر چیلنج بازی کر کے فضا کو مزید مکدر کیا جارہا ہے حالانکہ اس قدر تشدد وتعصب کا مظاہرہ دین کی کوئی خدمت نہیں بلکہ اس سے خود ان کی شخصیت مجروح سے مجروح ہوتی چلی جارہی ہے۔ ہم اب بھی دست بستہ نہایت دلسوزی سے عرض کرتے ہیں کہ خدارا اہل سنت جمہور کے عقیدہ کے مطابق وابستگی کر کے اس انتشار وافتراق کو ختم کر کے اہل سنت عوام وخواص کی دلی تسکین اور خدا اور سول کی رضا کا سامان پیدا کردیں۔

''تحقیقات'' نامی کتاب کے جواب میں ہمارے فاضل محقق عالم نبیل حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب نے ''تنبیہات'' کے عنوان سے کتاب لکھ کر اہل سنت کی تسکین اور اپنے آقا کریم ﷺ کی

عظمت وشان کے دفاع کی سعی محمود کی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ حبیب کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت مصنف کی اس سعی محمود کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

کتبہٗ محمد کاشف اقبال مدنی رضوی
خادم دار الافتاء جامعہ غوثیہ رضویہ
مظہر الاسلام، سمندری، ضلع فیصل آباد
۲۵/ شوال المکرم ۱۴۳۲ھ

رائے گرامی

درد مند مسلک حضرت پروفیسر حافظ محمد عطاء الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ قادری لاہور

محترم ومکرم محقق العصر مولانا عبد المجید خان سعیدی صاحب حفظہ اللہ

سلام مسنون' مزاج گرامی۔ آپ کی عالمانہ' محققانہ' ایمان افروز و باطل سوز کتاب ''دعوت رجوع'' استاذ العلماء مولانا خادم حسین رضوی حفظہ اللہ کے ذریعے ملی۔ اس کتاب لاجواب کا از اوّل تا آخر مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ کتاب لاجواب ہے اور لاجواب رہے گی۔ ماشاء اللہ

سرورِ دو عالم ﷺ کی اعلان نبوت سے قبل غار حرا میں عبادت' مہر نبوت' شق صدر' بوقت ولادت ظاہر ہونے والے عجائب کو امام سیوطی و دیگر محدثین کی جانب سے معجزات قرار دیا جانا' بوقت ولادت رب ھب لی امتی فرمانا اور اعلان نبوت سے قبل سلام کرنے والے پتھر جیسے مستند احادیث میں بیان کیے گئے واقعات سے نہایت خوب صورت انداز میں استدلال کیا گیا ہے مزید خوبی یہ ہے کہ کتاب میں دلیل گرم اور زبان نرم کے فارمولے پر بڑی خوبی کے ساتھ عمل کیا گیا ہے۔

عرصہ دراز سے مولانا سیالوی کی جانب سے سرکار دو عالم ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل بالقوۃ نبی ہونے کی خبریں مل رہی تھیں جو جگر کو زخمی اور دل کو گھائل کر رہی تھیں۔ بہت عرصہ سے افاضل کی جانب سے رد کرنے' مناظرہ کرنے اور تحریری جواب لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا جا رہا تھا۔ لیکن میدان عمل میں کوئی نہیں آیا۔ یہ سعادت میرے علم کے مطابق فقط آپ کے حصے میں آئی کہ میدان میں اتر کر عظمت وشان رسالت کے دفاع کے لیئے محنت فرمائی۔ مولائے کریم آپ کو اور ناشر کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام مع الاکرام

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی عفی عنہ

رائے عالی

خلیفہ حضرت تاج الشریعۃ

مولانا علامہ محمد یونس شاکر صاحب کراچی

نحمد و نصلی علی رسوله الکریم۔ اما بعد

سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت مبارکہ کے حوالے سے قبلہ مفتی محمد عبد المجید سعیدی صاحب کے دلائل اور آپ کا مؤقف بعینہٖ وہی مؤقف ہے جو سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اکابرین اہل سنت کا رہا ہے اور میں بھی حضرت کے اس مؤقف سے متفق ہوں کہ سرکار کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف ہی اس حالت میں لائے کہ منصب نبوت و رسالت سے متصف تھے اور آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ''کنت نبیا و ادم بین الماء و الطین'' اس پر صریح دلیل ہے۔

یکے از خاکپائے حضور تاج الشریعہ

فقیر محمد یونس شاکر (کراچی)

نزیل مکۃ المکرّمۃ

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ۔ ۴/دسمبر ۲۰۱۰ء

نوٹ: یہاں ''تاج الشریعۃ'' سے مراد نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ اختر رضا خان دامت برکاتہم ہیں۔

رائے عالی

سرمایہ مسلک حضرت علامہ ڈاکٹر الطاف حسین صاحب سعیدی حفظہ اللہ

(جہانیاں)

سلام مسنون

آپ کی کتاب مستطاب تنبیہات کا مطالعہ کیا۔اس کے دلائل میں حضور غزالی زماں کا فیض ہے۔قبلہ علامہ منظور احمد فیضی کی سی کثرت حوالہ جات ہے۔سرکار علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی کی ندرت استنباط واستدلال ہے۔مخالف کے لیئے دعوت رجوع بھی ہے اور اتمام حجت بھی ہے۔میں سرکار ﷺ کی نبوت دائمی کا قائل ہوں اور جو اس کا مخالف ہے اس کے لیئے میرے کان بند ہیں اور مجھے آپ آپ کی کتاب کے دوسرے حصے کا انتظار ہے۔

دعا گو

الطاف حسین سعیدی

رائے عالی

فاضل اجل حضرت علامہ سید محمد عبدالوہاب اکرم قادری
(کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلام مسنون

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب قبلہ کی تحریر حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کے حوالے سے نہایت مدلل اور قوی دلائل پر مبنی تفصیلی طور پر پڑھی وہی مؤقف جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابرین رحمۃ اللہ علیہم کا ہے نہایت شرح وبسط سے واضح کیا گیا ہے۔ الحمدللہ فقیر اسی عقیدے کا حامل اور اس تحریر سے کامل متفق اور مؤید ہے اللہ تعالیٰ حضرت سعیدی صاحب کے علم وعمل اور عزت ووقار میں مزید اضافہ فرمائے۔

آمین بجاہ سیدالمرسلین والہٖ وصحبہ اجمعین

فقیر سید محمد عبدالوہاب اکرم قادری
خطیب جامع مسجد قادریہ سی ایریا ملیر کراچی
نزیل مکہ مکرمہ

رائے عالی

مخدوم اہل سنت حضرت مولانا سید اللہ رکھا قادری ضیائی

(کراچی)

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبدالمجید سعیدی مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف ''تنبیہات'' بجواب ''تحقیقات'' کے اس مؤقف سے کہ رسول اللہ ﷺ پیدائشی نبی ہیں متفق اور مؤید ہوں۔ الحمدللہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا اس معاملے میں جو عقیدہ اور جو مؤقف ہے وہی میرا اور جملہ اہل سنت کا موقف ہے۔

خادم غوث ورضا

سید اللہ رکھا قادری ضیائی

۴/دسمبر ۲۰۱۰ء مطابق ۲/ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

رائے عالی

پاسبان مسلک صاحبزادہ مولانا فیاض احمد صاحب اویسی

وعقیدۂ علامہ فیض ملت اویسی صاحب علیہ الرحمۃ

مہتمم جامعہ اویسیہ رضویہ بہاول پور

بسم الله الرحمن الرحيم والصلوة والسلام عليك سيدنا يا رسول الله وعلى آلك واصحابك اجمعين اما بعد

چالیس سال قبل نبوت کا مسئلہ امت مسلمہ کا مسلّمہ ہے کہ ہمارے پیارے رسول کریم رؤف ورحیم ﷺ پیدائشی نبی ہیں' اس پر علماء حق کے دلائل موجود ہیں صحابہ کرام' تابعین تبع تابعین سلف صالحین' علماء متقدمین میں اس بات پر اتفاق ہے ہاں البتہ وہابیہ دیوبندیہ اس حقیقت کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ سینکڑوں صفحات کی کتابیں لکھ کر کاغذ کالے کیئے مناظرے بھی ہوتے رہے۔

میرے حضور قبلہ وکعبہ والد گرامی حضرت مفسر اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲ فروری ۱۹۷۸ء کو دیوبندیوں کے مولوی یوسف رحمانی کے ساتھ ملتان کے قریب جھوک وینس میں اس موضوع پر مناظرہ بھی کیا۔ اس میں فقیر بھی موجود تھا جھوک وینس کے لوگ آج بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ مولوی سیف رحمانی نماز عصر کے بہانے مسجد میں گھس گیا اور مسجد کی کھڑکی سے نکل کر راہ فرار اختیار کر گیا۔ اہل سنت کو عظیم فتح نصیب ہوئی۔ (مزید تفصیل کتاب ''مناظرے ہی مناظرے'' میں دیکھی جاسکتی ہے)۔

ہمارے علماء کرام نے اس موضوع پر اٹھائے گئے اعتراضات کے مدلل ومحقق جوابات بھی دیئے منکرین کے ساتھ بحث ومباحثہ مناظرے ومقابلے ہورہے ہیں۔

حضور فیض ملت سے سوال ہوا؟

میرے حضور قبلہ والد گرامی مفسر اعظم پاکستان فیض ملت نوراللہ مرقدہٗ نے ۷/ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ ۷/ جنوری ۱۹۶۰ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر برمکان حاجی احمد دین نزد بستی سالار لاڑ پکالاڑاں ضلع رحیم یار خان میں تقریر بعنوان نور مصطفیٰ ﷺ خطاب فرمایا۔ اس مجمع میں اکثریت دیوبندی مسلک کے لوگوں کی تھی۔ تقریر کے اختتام پر مجمع سے ایک سوالیہ پرچی آئی کہ مولانا یہ بتائیں کہ حضور ﷺ چالیس سال قبل از نبوت کسی نبی کی پیروی میں رہے؟ یا خود نبی کی حیثیت سے تھے؟ جواب دیں۔

آپ نے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ قبل از اعلان نبوت محققین علماء امت کے نزدیک کسی نبی کی پیروی میں نہیں تھے بلکہ تمام انبیاء کرام آپ کے امتی ہیں۔ فرمایا حضرت علامہ امام فخر الدین رازی نے تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ آپ پیدائشی طور نبوت کے وصف سے موصوف تھے۔

• ___ قبل از اعلان نبوت آپ کو وحی خفی اور کشوف صادقہ کے ذریعے احکامات پر عمل فرماتے اس کی وجہ تو وہی ہے کہ آپ نے چالیس سال بعد صرف نبوت کا اظہار فرمایا ورنہ آپ اس سے قبل وصف نبوت سے موصوف تھے۔ منکرین کی یہ بات بالکل غلط ہے کہ آپ چالیس سال بعد نبی بنے۔

• ___ احناف کے معروف مستند محدث امام ملا علی القاری علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) شرح عمدۃ النسفی کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ کی عبادت قبل اعلان نبوت اور کس شریعت کے تابع تھے لکھتے ہیں:

کان فی مقام النبوۃ قبل الرسالۃ و کان یعمل بما ھوالحق الذی ظھر علیہ فی مقام نبوتہ بالوحی والکشوف الصادقۃ من شریعۃ ابراھیم وغیرھا ۔یعنی آپ (اعلان نبوت) سے قبل مقام نبوت پر فائز تھے اور آپ اپنے اس مقام کی بناء پر وحی اور سچے کشوف کے ذریعے واضح ہونے والے طریقہ ہائے کے مطابق عمل فرماتے جو جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کی غیر تحریف شدہ شریعتوں کے موافق ہوتا تھا۔ (شرح فقہ اکبر، مطبوعہ کراچی)

• ___ شومیٔ قسمت اہل سنت کے ایک مولانا کو پتہ نہیں کیا مصیبت پڑگئی کہ چالیس سال قبل نبوت پر ''تحقیقات'' کے نام سے ایک نیا فتنہ شروع کر دیا گذشتہ دنوں فقیر سرگودھا ایک جلسہ میں حاضر ہوا فقیر کو ''معراج النبی ﷺ'' کے موضوع پر گفتگو کرنے کو کہا گیا فقیر نے دوران تقریر ضمناً کہا کہ چالیس سال قبل نبوت کا انکار جہالت ہے۔ فراغت کے بعد ایک مولانا نے کہا کہ آپ نے تقریر میں ہمارے مولانا کے متعلق نازیبا

زبان استعمال کی ہے۔فقیر کو حیرت ہوئی کہ رسول کریم رؤف رحیم ﷺ کی ذات کے سامنے کسی مولانا کی کیا حیثیت ہے۔ایک آدمی بالقوہ اور بالفعل کا منطقی چکر چلا کر امت میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہمارے بھولے بھالے احباب واللہ اعلم کیوں نہیں سمجھتے۔فقیر نے گذشتہ سال اس موضوع پر ایک مختصر مقالہ ''کیا چالیس سال بعد نبوت ملی؟'' تحریر کیا تھا جو فیض عالم میں شائع ہوا۔اب اس مقالہ میں دلائل کا اضافہ کر کے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔اللہ کرے یہ چند حروف امت مسلمہ کی رہبری کا باعث بنیں اور فقیر کے لیئے ذریعہ نجات۔ویسے اس فتنہ کے سدّ باب کے لیے بہت سارے مردان حق میدان میں اترے ہیں۔جامعہ اویسیہ رضویہ بہاول پور کے فاضل حضرت مولانا محمد صفدر صابر (کبیر والا) نے فقیر کو نوید سنائی کہ مناظر اہل سنت محقق عالم حضرت علامہ مولانا عبدالمجید سعیدی رضوی مدظلہٗ (رحیم یار خان) نے اس اہم مسئلہ پر بہت ہی تحقیقی کتاب لکھی اس میں بہت سنجیدہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔فقیر کو حکم فرمایا ہے اس پر کچھ لکھوں۔ .... حضرت مولانا سعیدی رضوی کے دلائل کے سامنے فقیر کیا عرض کرے۔اس موضوع پر حضرت علامہ مولانا عبدالمجید سعیدی رضوی نے کافی وشافی دلائل لکھے ہیں امید کی جاتی ہے کہ اہل سنت میں اس نئے فتنے سے نجات کے لیئے یہ کتاب اہم کردار ادا کرے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت مسلمہ کو ہر طرح کے فتنے وفساد سے محفوظ و مامون رکھے۔
آمین بحرمت سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

مدینے کا بھکاری
الفقیر القادری محمد فیاض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ
جامعہ اویسیہ رضویہ بہاول پور
۷/ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۶/اکتوبر ۲۰۱۱ء جمعرات صبح ۱۰ بجے

رائے عالی

فاضل نوجوان مناظر اہل سنّت حضرت مولانا محمد جاوید اکرم رضوی (جمال پور)

مدرس مدرسہ انوار القرآن

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

جب بھی کوئی فتنہ بارگاہِ رسالت کے خلاف اٹھا ہے تو اس کی سرکوبی اور اس کا قلع قمع ایسے علماء نے ہی کیا ہے جو راسخ فی العلوم العقلیہ النقلیہ ہوں انہی علماء میں سے میرے ممدوح فخر المناظرین علامہ مفتی عبد المجید خان صاحب دام ظلہ ہیں جنہوں نے اس مسئلہ میں مقام نبوت و رسالت کے تحفظ کے لیے سعی جمیل فرمائی۔ مسئلہ کچھ اس طرح ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ایک مسئلہ اٹھایا گیا کہ حضور پرنور ﷺ چالیس سال اور اس سے پہلے نبی بالقوۃ تھے نبی بالفعل نہ تھے معاذ اللہ۔ اس مسئلہ کو اچھالا گیا یہاں تک کہ ''تحقیقات'' نامی کتاب بھی معرض وجود میں آئی۔ حالانکہ اگر اس کتاب کے دلائل کو سامنے رکھا جائے تو پھر قرآن پاک کی آیات کثیرہ جو کہ اللہ پاک کے رازق ہونے پر دال ہیں۔ جیسا کہ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین کا کیا کیا جائے۔ اگر اسی فلسفہ کو سامنے رکھا جائے تو پھر جب مخلوق نہ تھی پھر اللہ پاک بھی رازق بالقوۃ تھا رازق بالفعل نہ تھا۔ علیٰ ہذا القیاس حالانکہ اس کے نافی خود مصنف تحقیقات بھی ہیں اور اس کا بطلان بھی ضروری ہے تو اس کے جواب میں تنبیہات منصہ شہود پر آئی جس کے مصنف محقق اہل سنت علامہ مفتی عبد المجید صاحب سعیدی رضوی مدظلہ العالی ہیں۔ یہ کتاب تشنگی اذہان کو ختم کر کے ایسے سیراب کرتی ہے کہ چمن رسالت کے گلوں کی خوشبو سے معطر و معنبر کر کے اکابرین اہل سنت کے عقائد کو اظہر من الشّمس کر دیتی ہے۔ محققین اور مدققین کے لیے بحر بے کراں ہے۔ اللہ پیارے محبوب مکرم ﷺ کے تقدس کے توسل سے حضرت مفتی صاحب دام برکاتہم العالیہ کی اس کاوش کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں درجہ قبولیت عطا فرمائے

بندہ کے پاس استاذ محترم حضرت قبلہ مولانا علامہ ارشاد احمد صاحب مدظلہ تشریف لائے ''تنبیہات''

ملاحظہ فرمائی، جسے مطالعہ کے اپنے ساتھ لے گئے، کچھ ایام کے بعد واپس فرما کر فرمایا کہ تم اسے بالاستیعاب پڑھ کر اس کا خلاصہ مجھے بتاؤ، میں نے تعمیل کی تو فرمایا: بہت اچھی کتاب لکھی ہے میں اس کے موقف سے بالکل متفق ہوں۔ مولانا اشرف صاحب کا موقف غلط ہے۔ انہوں نے نبی پاک پاک ﷺ کی نبوت دائمہ کی نفی میں کتاب (تحقیقات) لکھ کر بہت برا کیا ہے۔

میں نے عرض کیا آپ کی رائے گرامی لکھ کر مصنف تنبہات کو دے دوں؟ تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے ایسا کرلو۔

احقر الناس

محمد جاوید اکرم رضوی غفرلہ

مدرس مدرسہ انوار القرآن جمال پور (حاصل پور)

رائے گرامی

مولانا مجددی (لندن)

نحمد و نصلی علی رسوله الکریم۔ اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش نظر کتاب تنبیہات بجواب تحقیقات (حصہ اوّل) (مناظر اسلام ترجمان اہل سنت مصنف بے باک فاضل جلیل عالم نبیل مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی زید مجدہٗ مہتمم جامعہ غوثِ اعظم رحیم یار خان کی عظیم کاوش ہے جو سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوّت دائمہ مستمرہ کے اثبات میں لکھی گئی ہے۔ حضرت علامہ نے کسی جگہ بھی متانت و سنجیدگی کا دامن نہیں چھوڑا' اپنے علمی و تحقیقی وقار کو قائم رکھتے ہوئے دلائل و براہین کے انبار لگا دیئے ہیں۔ آج کل عجیب رواج چل پڑا ہے کہ ہر کس و ناکس اسلام کے موضوع پر بے دھڑک اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے اس کے لیے دین اسلام کا علم ہونا ضروری نہیں خیال کیا جاتا۔

ہمارے محترم مفتی عبدالمجید سعیدی جن کو جملہ سلاسل عالیہ کا فیضان حاصل ہے' ان سوالات کے جو تحقیقات میں کیئے گئے ہیں' قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل جواب دیئے۔ چونکہ یہ سوالات آج کل گلی محلوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں اور کم علم اہل سنت و جماعت کو گمراہ کرنے اور اپنے عقیدے و عمل میں مشکوک بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس لیے ان تمام سوالوں کا جواب دے کر مفتی صاحب نے عقیدۂ اہل سنت کی بے حد خدمت کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں مزید ترقی عطا فرمائے اور ان کو اسی طرح ہمیشہ عقیدہ اہل سنت کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

احقر العباد

مجددی

امیر اعلیٰ عالمی ادارہ دعوتِ حق (لندن)　۱۱/دسمبر ۲۰۱۱ء

رائے عالی

فاضل اجل مناظر اسلام مصنف ومؤلف کتب کثیرہ
حضرت مولانا علامہ غلام مرتضیٰ ساقی صاحب (گوجرانوالہ)

الحمد للہ و کفی و الصلوۃ السلام علی سیدالانبیاء وعلی آلہ واصحابہ جمیعا

پیش نظر کتاب تنبیہات بجواب تحقیقات (حصہ اوّل) مناظر اسلام، فاضل جلیل، حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی زید مجدہم مہتمم جامعہ غوثِ اعظم رحیم یار خان کی عظیم کاوش ہے، جو سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوتِ دائمہ مستمرہ کے اثبات میں لکھی گئی ہے۔ حضرت علامہ نے کسی جگہ بھی متانت وسنجیدگی کا دامن نہیں چھوڑا۔ اپنے علمی وتحقیقی وقار کو قائم رکھتے ہوئے دلائل و براہین کے انبار لگا دیئے ہیں جو ان کی وسعتِ مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ واقعی انہوں نے حقِ تحقیق ادا کر دیا ہے۔ اہل سنت وجماعت (حنفی بریلوی) کے نزدیک راجح اور مختار موقف یہی ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت اس وقت بھی متحقق تھی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔ آپ بالفعل اور خارج میں نبی تھے۔ قرآن وحدیث اکابرین اہل سنت حتیٰ کہ منکرین عظمتِ رسالت کی متعدد عبارتیں بھی اس کی تائید وحمایت میں موجود ہیں۔ اس کی ایک روح پرور اور ایمان افروز طویل فہرست اس کتاب میں جمع کر دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ سرگودھا کے منطق وفلسفہ کی بنیاد پر اپنے علم وشہرت سے ناجائز فائدہ اٹھانے والے چشم بددور، عمدۃ الاذکیا واشرف العلماء کے منصب سے بے وفائی کرنے والے سیالوی صاحب کی عبارات سے بھی اپنا موقف ثابت کیا گیا ہے اور ان کی عبارات و اصولیات سے ثابت کیا ہے کہ ان کا موقف ونظریہ گستاخانہ انداز اختیار کر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ سب کچھ اپنے علم پر گھمنڈ کرنے کا نتیجہ ہے 'ہمچو ما دیگرے نیست' کے نعرے کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ بھلا جو شخص اپنے استاذ مکرم کی بھی بے جا گرفت کرنے میں سرگرداں (جیسا کہ حضرت العلامہ قبلہ شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالخیر غلام نبی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ سابق شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل

آبادنے راقم کو بتایا تھا) اور اپنے شیخ کریم پر بھی اعتراضات کرنے اور حد یہ کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو آخری جہنم سے نکلنے والے سے تشبیہہ دے اس کا انجام نہایت بھیانک ہی ہوسکتا ہے حتیٰ کہ وہ نبوت کے مسئلہ پر بھی ہاتھ صاف کرنے کے لیے راہِ حق وصواب سے اعراض کرنے لگا ہے۔ معاذ اللہ۔

حضرت علامہ سعیدی رضوی صاحب نے اعتبار سے سرگودھوی صاحب کا محاسبہ کیا اور ان کے تمام اعتراضات کے علمی، تحقیقی، مسکت اور مسقط جوابات سپردِ قلم فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہمیں حق وصداقت کی ترجمانی اور مسلکِ اہل سنت پر استقامت عطا فرمائے اور مخالفین کو بھی ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

ابو اسحاق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی
خطیب مرکزی جامع مسجد شہیدیہ و مہتمم جامعہ مجددیہ سعیدیہ
قلعہ دیدار مصطفیٰ ﷺ ضلع گوجرانوالہ

۱۴/ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ، ۱۰ دسمبر ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ

رائے گرام

مصنف تصانیفِ کثیرہ عمدۃ المدرسین فاضل جلیل استاذ العلماء یادگارِ اسلاف
حضرت مولانا علامہ حافظ عبد الستار صاحب سعیدی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

مسئلۂ نبوتِ مصطفیٰ ﷺ میں اہل سنت و جماعت کا محقق موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ کو زمانۂ قبل تخلیق آدم علیہ السلام میں نبوت سے متصف کیا گیا اور آپ اسی نبوت کے ساتھ ہمیشہ ہر دور میں متصف رہے، جس میں کسی قسم کا تعطل یا انقطاع وغیرہ کبھی کسی دور میں نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس دنیا میں اپنی چالیس سال کی عمر شریف میں اپنے نبی ہونے کا اعلان و اظہار فرمایا۔ جس کے بے شمار دلائل و براہین قرآن و سنت کے بے شمار نصوص اور ائمہ شان کے متعدد ارشادات سے ملتے ہیں۔ جب کہ مصنف تحقیقات نے اس کے برعکس یہ مؤقف اختیار کیا کہ عالم ارواح میں تو آپ ﷺ بالفعل خارج میں اور حقیقی معنی میں نبی تھے لیکن بعد کے ادوار میں دنیوی عمر شریف کے چالیس سال تک آپ نبی نہ رہے، معاذ اللہ اس کے بعد آپ کو نئے سرے سے بنایا گیا جو ایک بالکل نیا موقف ہے، جس میں ان کا کوئی سلف نہیں ہے اور نہ ہی قرآن و سنت سے اس کی کوئی دلیل ملتی ہے۔ بناءً علیہ ان کا یہ موقف قرآن و سنت کے معتبر فی الباب دلائل اور عقیدہ اہل سنت و جماعت کے بالکل خلاف ہے۔

پیش نظر کتاب میں فاضل جلیل محقق شہیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد المجید خان سعیدی زید مجدہٗ نے اسی مذکورہ بالا عقیدۂ اہل سنت و جماعت کو معیاری شرعی ٹھوس دلائل سے ثابت کیا۔ فقیر مسئلہ ہذا میں مصنف تحقیقات کے موقف سے شدید اختلاف اور مصنف تنبیہات دامت برکاتہم العالیہ کے مذکورہ صحیح موقف کی پر زور تائید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف مدظلہ العالی کے علم و عمل میں مزید برکات عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین۔

حافظ عبد الستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رائے گرامی

فاضل شہیر، مجاہدِ کبیر، حضرت مولانا حافظ خادم حسین صاحب رضوی
فاضل مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
سرپرست اعلیٰ فدایانِ ختم نبوت پاکستان

میں قبلہ استادِ محترم (شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم) کے موقف کی مکمل تائید کرتا ہوں۔

خادم حسین رضوی

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ المصطفی الذی کان نبیا وادم بین الطین والماء وعلیٰ آلہ الاتقیاء واصحابہ اولی الصدق والصفاء وتبعہ الاصفیاء وعلینا معھم الیٰ یوم الجزاء

تعارف کتاب ہذا:

یہ سطور ''تحقیقات'' نامی کتاب کا بالاستیعاب جواب ہیں جس میں بر سبیلِ غلط' یہ گمراہ کن اور باطل نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ عالم ارواح کے بعد خصوصاً اپنی ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک بمعنٰی حقیقی نبی معاذ اللہ نہیں تھے بلکہ صرف ولی تھے۔(والعیاذ باللہ)

مختصر اًپس منظر مسئلہ:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب مذکور کا جواب پیش کرنے سے پہلے مسئلہ کا مختصراً پس منظر بھی عرض کر دیا جائے تا کہ اس کے کماحقّہ سمجھنے میں قارئین کرام کو کسی دِقّت کا سامنا نہ ہو جو حسبِ ذیل ہے:

○ ۲۰۰۶ء کے اواخر اور ۲۰۰۷ء کے اوائل میں مختلف ذرائع سے فقیر کو جب یہ خبریں پہنچیں کہ مصنف تحقیقات مسئلۂ نبوت کے متعلق مذکورہ عقیدہ رکھتے ہیں تو تحقیق کرنے کی غرض سے میں نے مؤرخہ ۱۵ جنوری ۲۰۰۷ء کو جامعہ کے ایک طالب علم کے ذریعے موصوف سے تحریراً یہ استفسار کیا کہ:

> ''ایک شخص نے آپ کی نسبت سے بیان کیا ہے کہ آپ سیّدِ عالم سلام اللہ علیہ کے حق میں بعثت بمعنٰی جعل (حضور ﷺ کے ۴۰ سال تک نبی ورسول نہ ہونے) کے قائل ہیں۔صحیح صورت حال سے آگاہ فرما کر عوام کے قلق کو دور فرمائیں بصورت اثبات دلیل ایک بھی کافی رہے گی۔نیز اس صورت میں وہابیہ' مودودیہ اور پرویزیہ اور جناب کے موقف میں کیا

فرق ہوگا؟''

جس کا جواب دیتے ہوئے موصوف نے لکھا کہ:

''جناب نے اچھا کیا استفسار فرمالیا ورنہ آج کل تو اتنی تکلیف کرنا ہمارے حضرات کے لیے بہت گراں بار ہے''۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے تحریر کیا کہ وہ واقعی اسی نظریہ کے حامل ہیں نیز یہ کہ صحیح نظریہ بھی یہی ہے۔ پھر اپنے مرکزی دلائل دے کر کہا کہ ''مزید تفصیل بندہ کی کتاب تنویر الابصار اور ہدایت المتذبذب الحیران میں ملاحظہ فرماویں''۔

فقیر نے پہلی فرصت میں مورخہ ۲۳/ محرم ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۲/ فروری ۲۰۰۷ء کو پچیس صفحات (فل سکیپ) پر مشتمل اس کا مکمل جواب لکھ کر انہیں رجسٹری سے بھیجا جو انہیں موصول ہوا جس کے آخر میں ان کے جملہ آداب کا خیال رکھ کر انہیں دعوت رجوع پیش کرتے ہوئے ان سے گزارش کی گئی تھی کہ:

''جب آپ خود لکھ چکے ہیں کہ اسلاف میں ایسے حضرات بھی ہیں جو چالیس سال کی عمر شریف تک آپ ﷺ کے نبی ہونے کے قائل ہیں جب کہ جناب خود بھی اسی کے قائل رہے ہیں اور یہ بے دلیل بھی نہیں مسئلہ بھی عظمت رسول کا ہے ﷺ۔ نیز عامہ اذہان میں یہ ثبت ہے کہ اس میں نفی کا پہلو وہابیہ پرویزیہ نیز مودودیہ کے خواص مذہب سے ہے تو اس پر اصرار دوگنا نقصان کا باعث ہوگا۔ ایک یہ کہ حضرت کے بارے میں بدگمانی پھیلے گی۔ دوسرا وہابیت کو خواہ مخواہ تقویت ملے گی تو حضرت اپنی اس رائے کو بدل لیں تو مسلک پر بہت بڑا احسان ہوگا اور بدنامی سے تحفظ بھی''۔

تقریباً چار ماہ بعد مؤرخہ ۲۹/ جون ۲۰۰۷ء کو دینہ ضلع جہلم کے شعیب حسن نامی شخص سے کچھ غیر مرتب اوراق موصول ہوئے جنہیں فقیر کے ارسال کردہ جواب کا جواب ظاہر کیا گیا۔ چونکہ میرے براہِ راست مخاطب مصنف تحقیقات تھے اس لیے میں نے مؤرخہ ۱۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۳/ جولائی ۲۰۰۷ء کو انہیں فوری خط لکھا اور گزارش کی کہ آپ اس کی ذمہ داری قبول فرمائیں تا کہ جواب پیش کرسکوں لیکن ان کی طرف سے اس کا کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

○ فقیر کی مذکورہ (۳/ جولائی ۲۰۰۷ء کی) تحریر کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد بعض احباب کے ذریعہ موصوف کے بیٹے مولوی غلام نصیر الدین صاحب کی ایک تحریر دیکھنے میں آئی جس میں انہوں نے صاف صاف لکھا تھا کہ

''اگر ہمیں کسی صحیح حدیث یا شرح حدیث یا عقائد کی کتاب کا کوئی صریح حوالہ دے دیا جائے کہ سرکار ﷺ بچپن ہی سے نبی تھے تو ہمیں رجوع کرنے میں کوئی عار نہیں ہوگی۔ ہم علانیہ ایسا رجوع تحریری طور پر شائع کریں گے اھ بلفظہ۔

نوٹ: تحریر ہٰذا فقیر کے پاس رکارڈ پر محفوظ ہے۔ فقیر نے اسے خوش آئند قرار دیتے ہوئے مؤرخہ ۲۱/ محرم ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۹/ جنوری ۲۰۰۹ء بروز دوشنبہ مبارکہ اسے قبول کر کے مصنف تحقیقات کو لکھا کہ:

''فقیر حسبِ مطالبہ حوالہ پیش کرنے کا فرض ادا کرنا چاہتا ہے' جناب اس کے لیے آمادہ ہو جائیں''۔

اور ان کے سامنے اس کے دو طریقے رکھے:

''**نمبر۱:** یہ کہ منتخب اہل علم حضرات پر مشتمل ایک نشست رکھ لی جائے اور آپ مطلوبہ تحریر ملاحظہ فرما کر رجوع کی تحریر عنایت فرمائیں''۔

اور **نمبر۲:** یہ کہ میں مطلوبہ حوالہ آپ کو کسی محفوظ ذریعہ سے بھجوادوں اور آپ اپنے مذکورہ اعلان کے مطابق ایفاء عہد کرتے ہوئے اپنا رجوع نامہ کسی محفوظ ذریعہ سے فقیر کو پہنچوائیں''۔

نیز انہیں مہلت دیتے ہوئے لکھا کہ:

''اپنی پسند سے پہلی فرصت میں تحریر ہٰذا کی تاریخ موصولی سے زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ کے دوران مکتوب گرامی کے ذریعہ مطلع فرمائیں تا کہ تعمیل ارشاد کی جائے''۔

مگر صد افسوس کہ خود ہی تجویز کرنے کے باوجود ہماری گزارش کو عملی جامہ پہنانے کی بجائے انہوں نے مکمل خاموشی اختیار کر لی اور اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

○ اس صورتِ حال کے پیش نظر ضرورت محسوس ہوئی کہ ہمارا موقف بھی عوام تک پہنچنا چاہیے لہٰذا فقیر نے مسلک کے معروف موقّر جریدہ ماہنامہ السعید ملتان میں موصوف سے کی گئی مراسلت کا وہ حصہ جو نفس مسئلہ سے متعلق تھا' شائع کرا دیا جو اس کے مارچ و اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ نمبر۳' نمبر۴ میں پہلی مرتبہ منظر عام پر آیا اور اس کے اس حصہ کی اشاعت سے پھر بھی گریز کی گئی جس میں ان سے ترکی بہ ترکی کلام تھا تا کہ وہ طیش میں آنے کا باعث بن کر رجوع میں رکاوٹ قرار نہ دیا جا سکے۔

○ اس دوران ملک کے گوشے گوشے سے بکثرت علماء اہل سنّت دامت برکاتہم نے انہیں واپس لانے کے لیے ہر طرح سے کوششیں فرمائیں اور مختلف ذرائع استعمال کیے مگر سب کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

○ ۲۰۰۹ء کے اوائل میں یہ خبر پھیلی کہ مصنف تحقیقات نے اپنے اختراعی موقف سے رجوع کر لیا ہے لیکن تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ موصوف نے محض دفع وقتی کرنے کی غرض سے ''بالقوۃ'' اور ''بالفعل'' کی اصطلاحات استعمال کی ہیں یعنی عالم ارواح میں آپ ﷺ بالفعل نبی تھے' اس کے بعد کے ادوار میں خصوصاً ولادت باسعادت کے بعد سے چالیس سال کی عمر شریف تک بالقوۃ نبی تھے پھر چالیس سال کے بعد بالفعل نبی بنے۔ جب کہ اہل علم جانتے ہیں کہ ''بالقوۃ'' کے لفظ نفی ہی کے معنیٰ میں ہیں۔ اس دوران خود مصنف تحقیقات کا یہ بیان بعض ذرائع سے پہنچا کہ یہ ان پر افتراء کیا گیا ہے انہوں نے کوئی رجوع وجوع نہیں کیا ہے' سخت تعجب خیز یہ کہ انہوں نے بعض علماء سے ملاقات کے دوران یہ طے کیا کہ وہ آئندہ اس پر کچھ نہ لکھیں گے نہ بولیں گے مگر جونہی وہ گھر پہنچے تو اس کے چند دنوں کے بعد ان کی یہ کتاب ''تحقیقات'' چھپ کر منظر عام پر آ گئی

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیۓ؟

بناءً علیہ اس کا جواب پیش کرنا ہمارا اصولاً قانوناً اخلاقاً ہر حوالہ سے حق بن گیا ہے جو حاضر ہے۔

نوٹ: مصنف تحقیقات سے مراسلت کی مکمل فائل ''دعوتِ رجوع'' کے نام سے حضرت مولانا خادم حسین رضوی دامت برکاتہم کے زیر سرپرستی لاہور سے شائع کی گئی ہے۔

اسماء گرامی بعض علماء کرام ومشائخ اہل سنت (موافقین):

○ اس وقت تک جن علماء ومشائخ اہل سنّت کی اس سلسلہ کی مجموعی کوششیں ہمارے علم میں آئی ہیں ان کے اسماء گرامی کا ذکر بھی خالی از فائدہ نہیں۔ سو وہ حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ جانشین امام اہلِ سنّت غزالیٔ زماں حضرت علامہ مظہر سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم (صدر جماعت اہل سنت پاکستان و مہتمم اعلیٰ جامعہ انوار العلوم ملتان)

سراج العلوم خان پور میں مصنف تحقیقات کا بیان تھا جس میں انہوں نے مسئلۂ نبوت کے حوالہ سے حدیث وحیٔ اوّل کو اپنے مخصوص نظریّہ کے مطابق بیان کیا' اس کے بعد حضرت کا خطاب تھا آپ نے اپنے خطاب میں موصوف کے اختراعی نظریّہ کی دھجیاں فضا میں بکھیر دیں۔

۲۔ فقیر کے استاذ گرامی مستغنی عن الالقاب استاذ العلماء حضرت سیّدی وسندی قبلہ علامہ مولانا مفتی محمد اقبال صاحب سعیدی مدظلّہ العالی (حال شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان)۔

۳۔ مصنف تحقیقات کے استاذ زادہ جانشین حضرت محدّث اعظم' مولانا قاضی فضل رسول صاحب مدظلّہ (فیصل آباد)۔

۴- مجاہدِ ملّت سرمایۂ مسلک حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب باروی مدظلّہ۔
۵- مصنف تحقیقات کے استاذ بھائی شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد شریف رضوی مدظلّہ (بھکر)۔
۶- سرمایۂ ملّت مناظر اہلِ سنّت حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب بندیالوی مدظلّہ۔
۷- استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا پیر محمد چشتی صاحب (پشاور)۔
۸- استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی نذیر احمد صاحب سیالوی (فیصل آباد)
۹- استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالرشید صاحب رضوی علیہ الرحمۃ (جھنگ)۔
۱۰- استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا غلام محمد صاحب سیالوی (ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل السنۃ پاکستان)۔
۱۱- عمدۃ المدرسین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد طیب ارشد صاحب (جہلم)
۱۲- مفسّرِ قرآن محدّثِ دوراں حضرت علامہ اللہ بخش صاحب نیّر علیہ الرحمۃ (لیّہ، جھنگ)۔
۱۳- فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی قاری احمد حسن رضوی علیہ الرحمۃ (منکیرہ)۔
۱۴- جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ علامہ محمد محبّ اللہ نوری (بصیر پور شریف)
۱۵- معروف مناظر اہلِ سنّت حضرت مولانا مفتی محمد شوکت علی سیالوی (خانیوال)۔
۱۶- ملک التدریس سراپا غیرت مسلک حضرت شیخ الحدیث مولانا خادم حسین رضوی (لاہور)۔
۱۷- استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ عبدالستار سعیدی (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور)۔
۱۸- محقق العصر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خاں قادری (لاہور)۔
۱۹- مناظر اہلِ سنّت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل صدیقی (بھکّی شریف)۔
۲۰- استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمود حسین شائق (منگلا)۔
۲۱- فاضل اجل شہنشاہ تدریس حضرت مولانا حافظ بشیر احمد فردوسی (حاصل پور)
۲۲- شیر اہل سنّت حضرت مولانا قاری شیر محمد سیالوی (نور پور تھل)۔
۲۳- مبلغ اہلِ سنّت حضرت مولانا محمد اشفاق صاحب مہروی سعیدی (عیسن لعل کروڑ)۔
۲۴- فاضل نوجوان حضرت مولانا قاری فیصل عباس جماعتی (لاہور)۔
۲۵- مجاہدِ اہل سنّت حضرت مولانا صفدر علی صابر صاحب (کبیر والا)۔
۲۶- فخر الاماثل مناظر اہلِ سنّت حضرت مولانا جاوید اکرم رضوی (جمال پور)۔
۲۷- فاضل نوجوان حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی جیلانی (راولپنڈی)۔

۲۸- پاسبان مسلکِ رضا حضرت مولانا فضل رسول صاحب رضوی (چنیوٹ)
۲۹- سیّد السادات فاضل مکرم حضرت مولانا مفتی سیّد محمد ارشد شاہ صاحب بخاری (جڑانوالہ)۔
۳۰- مخدوم اہل سنّت حضرت مولانا علامہ سیّد محسن علی شاہ صاحب بخاری (چیچہ وطنی)۔
۳۱- بروایت حضرت شاہ صاحب موصوف' مناظرِ اسلام علامہ محمد سعید اسعد صاحب (فیصل آباد)۔
۳۲- شیر مسلک استاذ الفضلاء حضرت مولانا مفتی شیر خاں صاحب (میانوالی' بھیرہ)۔
۳۳- سرپرست مسلک رئیس القلم والتحریر علامہ ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی (جہانیاں)۔
۳۴- حضرت علامہ مفتی مظہر اللہ سیالوی صاحب (پرنسپل جامعہ سیال شریف)۔
۳۵- عمدۃ الافاضل فخر الاماثل مجاہد کبیر مناظر اہلِ سنّت حضرت علامہ سید مظفر حسین شاہ صاحب قادری (کراچی) کتاب ہٰذا سمیت مسئلہ ہٰذا کے دیگر رسائل کی طباعت واشاعت کا سہرا حضرت شاہ صاحب موصوف ہی کے سر اور انہی کا کارنامہ ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرا۔

نوٹ: بے شمار افاضل اور بھی ہیں سب کا ذکر موجب طوالت ہے استقصاء بھی مقصود نہیں اس لیے انہی پر اکتفاء کیا جارہا ہے۔

نام کتاب ہٰذا: اس ناچیز کاوش کا یہ نام نوک قلم پر آیا۔

"تنبیہات الاخیار علی التوہّمات باسم التحقیقات فی نبوۃ سیّد الابرار"

(صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہ وآلہ الاطائب واصحابہ الاطہار)

فی عالم الحقائق والارواح والذر وسائر الادوار

المعروف بہ

تنبیہات بجواب تحقیقات

انتساب:

جسے اپنے مشائخ کرام کے توسط سے بارگاہِ حضور رسالت مآب ﷺ میں
سراپا ادب و نیاز بن کر بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

عبدالمجید سعیدی رضوی
بقلمہ مؤلف ہٰذا

مقدمۃ الکتاب

یعنی پہلے پڑھنے کی بعض ضروری باتیں

مؤلف یا مصنف "تحقیقات" کون؟

بعض احباب اس شش و پنج میں ہیں کہ معلوم نہیں کہ ''تحقیقات'' مولانا اشرف صاحب کی کتاب ہے بھی سہی یا نہیں بلکہ فاضل نوجوان صاحبزادہ علامہ مفتی سیّد محمد ارشد شہزاد بخاری سلمہ ربّہ آف جڑانوالہ وغیرہ نے بعض فضلاء کے حوالہ سے بتایا کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ کتاب ''تحقیقات'' مولانا کی تصنیف یا تالیف نہیں یہ محض ان کے نام منسوب ہے جو دراصل ان کے بیٹے مولوی غلام نصیر الدین صاحب کی کارگزاری ہے جن کے آگے موصوف بے بس ہیں اور ان کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے ہیں کیونکہ بقول البعض ان کے بیٹے نے انہیں دھمکی دے رکھی ہے کہ اگر انہوں نے مسئلہ ہٰذا میں اس کے موقف کے خلاف رائے دی یا رجوع کے نام سے کوئی قدم اٹھایا تو وہ خودکشی کرلے گا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہمیں اس سے بحث نہیں ہم نے یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ ان حضرات کا یہ عندیہ محض ان کی خوش فہمی ہے جو سراسر خلاف واقعہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب خود موصوف کا ہی کیا دھرا ہے۔ بیٹے کا حوالہ اگر خود ان سے ثابت ہو تو یہ محض اپنی کمزوریوں کو چھپانے کا حیلہ ہے۔ موصوف کے مؤلف یا مصنف تحقیقات ہونے کے بعض دلائل حسبِ ذیل ہیں:

مولانا اشرف صاحب کے مؤلف یا مصنف تحقیقات ہونے کے دلائل:

دلیل نمبر۱: ان سے اس کے مؤلف یا مصنف ہونے کے انکار کا کوئی صریحی دستاویزی ثبوت نہیں ہے ومن ادّعیٰ فلیأت بہ۔

دلیل نمبر۲،۳: موصوف نے نفسِ مسئلہ کے متعلق عزیزم مولانا محمد سلیم اسد صاحب کے نام اپنے وضاحتی مکتوب میں نیز اپنی کتاب ہدایۃ المتذبذب الحیران میں (جس کے مطالعہ کا مکتوب مذکور میں انہوں نے

مشورہ بھی دیا) دونوں میں مسئلہ ہٰذا کے بارے میں بیان کیا گیا موقف بعینہٖ وہی ہے جو تحقیقات میں مذکور ہے یعنی آپ ﷺ کا چالیس برس تک معاذ اللہ نبی نہ ہونا محض ولی ہونا وغیرہ۔

دلائل بھی ایک ہی نوعیت کے ہیں جو مانحن فیہ کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر۴: تحقیقات کی اوّلین اشاعت اپریل ۲۰۱۰ء/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ میں ہوئی جب کہ اس کا دوسرا ایڈیشن نومبر ۲۰۱۰ء/ ذوالحج ۱۴۳۱ھ کو شائع ہوا۔ دونوں پر مصنف کے طور پر موصوف ہی کا نام لکھا ہے اور ملک کے گوشہ گوشہ میں اختلاف کی آگ انہی کے نام سے لگی ہوئی ہے۔ جس پر تحریراً تقریراً لے دے ہو رہی ہے بایں ہمہ موصوف نے اس سے اظہار برأت نہیں کیا۔

آخر اس کی تردید نہ کرنے کی وجہ؟ یا کیا کوئی بدنامی بھی مول لیتا ہے؟ جب کہ معرض بیان میں سکوت' بیان ہی ہوتا ہے۔ بیٹے کے خوف سے خاموشی کی خبر درست ہے تو کیا یہ مداہنت اور حق پوشی نہیں؟

دلیل نمبر۵: تحقیقات میں ''سخن اوّلین'' کے زیر عنوان موصوف کے ایک تلمیذ نے (جس نے اشاعت اوّل میں اپنا نام ظاہر نہ کیا تھا اور اشاعت دوم میں محمد سہیل احمد سیالوی لکھا ہے) بھی یہی لکھا ہے کہ کتاب ہٰذا موصوف کی تصنیف یا تالیف ہے۔ مذکور کے لفظ ہیں:

''حضرت اشرف العلماء نے پیش نظر کتاب میں اس دعویٰ پر (الیٰ) بھرپور گفتگو کی ہے''۔

نیز

''حضرت اشرف العلماء نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا' اکابر کی ترجمانی کی ہے''۔

(اشاعت اوّل' صفحہ ۱۳' ۱۴۔ اشاعت دوم صفحہ ۱۶)۔

تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''اشرف العلماء'' نے کسی دوسرے کی تصنیف میں بھرپور گفتگو اور اکابر کی ترجمانی کی ہے؟

دلیل نمبر۶: موصوف کے ایک اور تلمیذ نے قائلِ نبوّت حضرت مفتی مظہر اللہ سیالوی صاحب مدظلّہ (پرنسپل جامعہ سیال شریف) کے ردّ اور موصوف کے دفاع میں الزلۃ التدھیس میں جگہ جگہ تحقیقات کو ان کی تصنیف اور موصوف کو اس کا مصنف گردانا ہے۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ ''علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی زیدہ مجدہٗ نے اپنی کتاب تحقیقات میں (الیٰ) فرمایا ہے''۔

نیز رسالہ مذکورہ کے آخر میں کتاب مذکور کا نمایاں اشتہار دے کر موصوف کا نام بطور مصنف درج کیا گیا اور کتاب کی قیمت -/۲۸۰ روپے بتا کر لوگوں کو اس کے خریدنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ تو کیا یہ سب اس لیے کیا گیا ہے کہ کتاب مذکور موصوف کی تصنیف اور موصوف اس کے مصنف نہیں ہیں؟

دلیل نمبر۷: اسی طرح موصوف کے ایک اور فیض یافتہ زبدۃ المصنفین غلام حسن صاحب نے بھی اپنے رسالہ ''حضرت مولا پیر محمد چشتی صاحب ''خدارا انصاف'' میں تحقیقات کو موصوف کی تصنیف اور موصوف کو اس کا مصنف مانتے ہوئے اس کا دفاع کیا ہے۔

دلیل نمبر۸: تحقیقات کی اوّلین اشاعت میں صفحہ ۶ اور صفحہ ۲۴۶ پر لکھا ہے:

''تتمہ از صاحبزادہ علامہ غلام نصیر الدین سیالوی''۔

اسی طرح اس کی اشاعت دوم کے صفحہ ۸ اور صفحہ ۳۵۶ پر بھی یہ الفاظ لکھے ہیں۔

مزید اس کے صفحہ ۸ اور صفحہ ۳۸۰ پر یہ الفاظ ہیں: تتمہ تکملہ ثانیہ از عمدۃ العلماء علامہ صاحبزادہ غلام نصیر الدین سیالوی''۔

جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اشاعتِ اوّل کے صفحہ ۲۴۶ اور اشاعت دوم کے صفحہ ۳۸۰ سے آگے کا حصہ ہی (جو مع اضافات جدیدہ تقریباً تیس صفحات پر مشتمل ہے) صاحب زادہ مذکور کا لکھا ہوا ہے اور بقیہ ٹوٹلی طور پر موصوف کا تحریر کردہ ہے۔

الغرض اگر یہ کتاب موصوف کی تصنیف یا تالیف نہیں ہے تو اس کے صرف ایک قلیل حصہ کو غلام نصیر الدین صاحب سے مختص کرنے اور اسے تتمہ اور تکملہ کا عنوان دینے کا کیا معنٰی؟

دلیل نمبر۹: مانحن فیه کی ایک زبردست دلیل یہ بھی ہے کہ موصوف نے اپنے حلقۂ اثر کے کئی علماء سے کتاب مذکور پر تقریظیں حاصل کر کے انہیں اشاعت دوم میں شامل کیا ہے جن میں انہوں نے کھلے لفظوں میں کتاب مذکور کو موصوف کی لاجواب تصنیف و تالیف اور انہیں اس کا بے بدل مصنف و مؤلف قرار دے کر ان کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے ہیں۔

تو اتنے مقدس حضرات نے ان سے جھوٹ کو منسوب کرنے پر کیسے اتفاق کر لیا اور انہیں ان سے کیا دشمنی تھی کہ جس کا وہ ان سے بدلہ لے رہے ہیں؟ پھر اس کے باوجود موصوف نے ان کے خلاف مقدمہ کیوں نہیں کیا یا کم از کم ان سے اظہارِ برأت کیوں نہیں کیا؟

○　چنانچہ بزرگ عالم دین تلمیذِ ارشد حضرت محدّث پاکستان' مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی عبدالرشید رضوی علیہ الرحمۃ آف جھنگ سے منسوب تقریظ میں موصوف کے بارے ہیں لکھا ہے کہ انہوں نے ''جو تحقیق انیق کی ہے کامل و اکمل ہے'' (ملخصاً) ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۸)۔

اقول: منسوب اس لیے کہا ہے کہ حضرت علامہ رضوی علیہ الرحمۃ نے وفات سے قبل اس سے رجوع

فرمالیا نیز ان سے یہ تحریر کیسے حاصل کی گئی؟ اس کا ایک پس منظر ہے جس کی تفصیل حضرت علامہ کے تلمیذ رشید حضرت مفتی نصیر الدین حسنی دامت برکاتہم کی زبانی کتاب ہٰذا (تنبیہات) پر دی گئی ان کی تقریظ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

○ مقرظ مولانا صالح محمد نقشبندی (میانہ میانوالی) کے لفظ ہیں: ''محسن اہلِ سنّت علامہ محمد اشرف سیالوی کے دلائل کو بغور پڑھنے کا موقع ملا اور نہایت مضبوط پایا''۔

نیز ''التحقیقات پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ (الیٰ) للہ در المصنف'' (صفحہ ۱۹، ۲۰)۔

مقرظ علامہ عمر حیات باروی (چوبارہ) کے لفظ ''اشرف العلماء محمد اشرف سیالوی کی نئی تصنیف تحقیقات کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا (ملخصاً) (صفحہ ۳۲)۔

○ مقرظ غلام حسن صاحب (لاہور) کہتے ہیں: ''فقیر نے اشرف العلماء کی تازہ کتاب دیکھی''۔ (صفحہ ۲۹)۔

○ مقرظ مولانا غلام محمد بندیالوی شرقپوری صاحب (شرقپور شریف) نے القاب وآداب کے بعد یوں قصیدہ خوانی فرمائی: ''علامہ محمد اشرف سیالوی نے تحقیقات لکھ کر بہت بڑا احسان فرمایا جس کا بدلہ چکانے سے اُمّت مصطفویہ عاجز وقاصر ہے (ملخّصاً)۔ سبحٰن اللہ۔

○ مقرظ مسمّی علامہ محمد اقبال مصطفوی صاحب (لاہور) لکھتے ہیں کہ: ''اشرف العلماء نے اپنی کتاب مستطاب تحقیقات میں مضبوط دلائل قائم کیے ہیں''۔ (ملخّصاً) (صفحہ ۴۰)۔

○ مقرظ مفتی محمد رشید چشتی (آف سرگودھا) کا کہنا ہے کہ: ''میں نے آپ کی تازہ کتاب تحقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے۔ (ملخّصاً) (صفحہ ۴۶)۔

○ مقرظ مولانا علی احمد سندیلوی (آف لاہور) کا بیان ہے کہ: ''اشرف العلماء کی ایک تالیف تحقیقات مارکیٹ میں آئی ہے (الیٰ) کتاب شائع کر کے بہت اچھا کیا اور اہل سنّت پر بڑا احسان کیا ہے۔ (ملخّصاً) (صفحہ ۴۸، ۴۹)۔

ان سطور سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ موصوف کے حلقۂ اثر کے یہ سب معتمد علماء اس پر متفق ہیں جس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تحقیقات کے مصنف وہ خود ہی ہیں۔

دلیل نمبر۱: علماء اہلِ سنّت (قائلینِ نبوّت) آف لاہور نے مسئلہ ہٰذا میں تنازع کے ختم کرانے کی غرض سے مولانا علامہ پیر محمد چشتی صاحب آف پشاور کو حکم مقرر کر کے اپنے اپنے لیٹر پیڈز پر لکھ کر دیا کہ وہ ان

کے فیصلہ کو تسلیم کریں گے جس کی بنیاد ان کی کتاب تحقیقات ہی بنی۔ موصوف نے اپنے قلم سے مولانا چشتی صاحب کو مخاطب کر کے زیر دستخطی یہ الفاظ لکھ کر دیئے:

> ''نبی الانبیاء ﷺ کی عالمِ ارواح اور عالمِ اجسام والی نبوّت کے متعلق بندہ نے اپنا موقف کتاب وسنّت اور اکابرین اُمت کے ارشادات کی روشنی میں واضح کردیا ہے اگر علماء اسلام نے اس کا مطالعہ فرمایا ہو اور اس میں انہیں کوئی اختلاف ہو تو وہ اپنے موقف کے دلائل وبراہین بیان فرمادیں، بندہ کو کھلے دل سے ان کے برحق اور برمحل ہونے کی صورت میں اقرار واعتراف کے لیے تیار پائیں گے اور میں جناب کو اس معاملہ میں حَکَم اور فیصل تسلیم کرتے ہوئے آپ کے فیصلہ پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ خلوصِ نیت سے عمل کی سعی مشکور سے دریغ نہیں کروں گا''۔

نوٹ: موصوف کی اس تحریر کا عکس ماہنامہ آوازِ حق پشاور (شمارہ ۱۰۰، جلد ۱۲، مطبوعہ فروری ۲۰۱۱ء)۔ میں شائع ہوا ہے جو مولانا چشتی صاحب ممدوح کے زیر سرپرستی چلتا ہے۔

یہ بھی کتاب مذکور کے موصوف کی تصنیف ہونے کی دلیل ہے ورنہ معاملہ کو طول دینے کی کیا ضرورت تھی، اتنا ہی لکھ دینا کافی تھا کہ وہ اس سے بریٔ الذمہ ہیں کیونکہ کتاب مذکور ان کی لکھی ہوئی ہی نہیں ہے جسے کسی نے لکھ کر ان کے نام لگا دیا ہے۔

دلیل نمبر ۱۲۱۱: موصوف کے مسلّم حَکَم مذکور نے بھی اپنے فیصلہ میں انہیں صفحہ ۱۱ پر اس کا مصنف قرار دیتے ہوئے ان کے متعلق اپنا سخت عندیہ پیش کیا مثلاً ''میں نے برادرم کی اس موضوع پر لکھی ہوئی تحقیقات کے نام سے کتاب کو پڑھا''۔

نیز ''انہوں نے اسے پڑھ کر تقریظ لکھنے کی فرمائش بھی کی تھی''، ''کتاب کو پڑھنے کے بعد دل میں جو تأثر پیدا ہوا وحدہ لاشریک کو ہی علم ہے کہ مجھ پر کیا گزری''۔ چالیس سال سے پہلے نبی نہ تھے تقاضائے محبت وتعظیم، ادب کے منافی، اہل اسلام کے انداز سے بھی خلاف، بے ادبی کا موہم ان کی عظمت شان کے منافی ہے اور سوءِ ادب کی بو سے خالی نہیں۔ ایسے کلام کے جواز کا تصوّر ہی ممکن نہیں چہ جائیکہ اسے موضوع سخن بنایا جائے''۔

نیز عمر مبارک کے چالیس سال تک جسمانی نبوّت کی بالفعل نفی کرنا، اسے موضوع سخن بنانا ایک لحظہ کے لیے بھی نبی الانبیاء والمرسلین منبع النبوۃ والرسالۃ ﷺ سے نبوّت کی نفی کرنے کا تصوّر اسلام میں نہیں ہے''۔ (ملخّصاً) ملاحظہ ہو (ماہنامہ مذکور، صفحہ ۶، ۷، ۹، ۱۱)۔

اتنا سخت سست سننے کے باوجود انہوں نے پھر بھی اس کے اپنی تصنیف وتالیف ہونے سے انکار نہ کیا بلکہ اس کا جواب لکھ کر مصنف ہونے کی حیثیت سے اس کی ذمہ داری قبول کر لی جسے انہوں نے ''**کیا یہ فیصلہ ہے**'' کے نام سے موسوم کیا جس میں وجہ نہم میں تحقیقات کے اپنی تصنیف ہونے کی صراحت بھی کر دی۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں: ''میری کتاب کا اگر مطالعہ کر رکھا تھا اور میرے نظریہ سے واقف تھے اور اس کے خلاف تھے تو وہ خود فریق تھے ان کو ثالث بننے کا حق نہ تھا الخ۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۲ طبع دارالاسلام دکان نمبر ۵ لاہور تاریخ ندارد)۔

اقول: یہ سوچ جناب کو انہیں حکم کے طور پر قبول کرنے سے پہلے کیوں نہ آئی؟ یعنی ذہن شریف میں یہ تھا کہ فیصلہ جناب کے حق میں ہی آئے گا جو غلط نکلا تو لگے تبصرے کرنے۔

دلیل نمبر ۱۳: اس کے بعد ''**کیا یہ فیصلہ ہے**'' کا جواب مولانا چشتی نے اسی ماہنامہ کے شمارہ ۱۰۳ (جلد ۱۲، مطبوعہ مئی ۲۰۱۱ء) میں شائع کیا جس میں انہوں نے موصوف کو ایک بار پھر تحقیقات کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے انہیں ''تحقیقات کے درویش منش مصنف'' اور ''مصنف تحقیقات'' کر کے لکھا اور ان کے موقف کو مزید ''ناجائز و نامناسب اور عظمت شان نبوی ﷺ کے تقاضوں اور اکابرین اہلِ سنّت کے منافی بتایا۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۰، ۱۴، ۱۵، ۲۱، طبع پشاور)۔ پیر محمد چشتی صاحب، زندہ باد۔

دلیل نمبر ۱۴: ہمارے اس موقف کی مزید دلیل یہ ہے کہ تحقیقات کے آغاز میں لکھا: ہے کہ ''کچھ عرصہ سے چند نوخیز واعظین کرام اور مقررین عظام اس طرح کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور شور شرابا برپا کیئے ہوئے ہیں کہ محمد اشرف سیالوی چالیس سال بعد آپ ﷺ کے لیئے نبوّت ورسالت کا تحقق تسلیم کرتا ہے اور یہ سراسر بے ادبی، گستاخی اور توہین وتحقیر ہے۔ وہ گستاخی کا مرتکب ہو کر دائرۂ اسلام اور حلقۂ ایمان سے بھی باہر چلا گیا اور اس نے سابقہ عقیدہ اور نظریہ ترک کر دیا ہے، وہابیہ والا نظریہ اور عقیدہ اپنا لیا ہے (الیٰ) بندہ سنتا رہا اور صبر سے کام لیتے ہوئے انتظار کرتا رہا (الیٰ) الحاصل بندہ کا موجودہ جملہ مدعیان علم کے بارے میں یہ تأثر پختہ ہو گیا ہے، حالانکہ بندہ ابھی زندہ موجود تھا، ملاقات ہو سکتی تھی، میرا اہلِ سنّت کے اہلِ علم سے یہ سوٴال ہے'' (ملخّصاً)۔
ملاحظہ ہو (تحقیقات صفحہ ۱۵، ۱۶، ۱۸، اشاعت اوّل۔ صفحہ ۵۴، ۵۵، ۵۷، اشاعت ثانی)۔

اگر تحقیقات موصوف کی تصنیف نہیں تو یہ خود کو ''محمد اشرف سیالوی''، ''بندہ سنتا، انتظار کرتا رہا''، بندہ ابھی زندہ تھا''، ''الحاصل بندہ کا'' اور میرا اہلِ سنّت کے اہلِ علم سے سوٴال ہے'، وغیرہ وغیرہ کون کہہ رہا ہے، کوئی اور ہے تو موصوف اس کی تردید کرنے کی بجائے خاموش کیوں ہیں؟ بہر حال اس سے بھی ان کا تحقیقات کا مصنف ہونا روزِ روشن کی طرح کھل کر سامنے آ رہا ہے۔

دلیل نمبر ۱۵: بلکہ اسی (تحقیقات اشاعت ثانی) کے صفحہ ۵۲ پر اللہ بخش کمانگر کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی کتاب ہٰذا کو موصوف کی تصنیف قرار دیا ہے یعنی ان کی پوری کارگزاری دربار اقدس میں پہنچ چکی ہے جس کے وہ جواب دہ ہیں اور اس میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر وہ اس سے رجوع کرتے ہیں تو ان کے طور پر زیارتِ نبوی کے اس خواب کی تردید ہوتی ہے۔ رجوع نہیں کرتے تو حساب کا سامنا ہے۔ کمانگر موصوف کے لفظ ہیں وہ مولانا موصوف سے مخاطب ہیں کہ:

''آپ کی تازہ تصنیف تحقیقات پڑھ کر اس کے مفہوم کا اندازہ ہوگیا۔ تازہ تصنیف تحقیقات میں جس طرح آپ نے تحقیق فرمائی ہے اس کا شکریہ ادا ہی نہیں ہوسکتا دل نے کئی مرتبہ کہا مبارک باد دوں اسی کشمکش میں پرسوں اونگھ آ گئی۔ دیکھتا ہوں کہ سیّد عالم ﷺ مجھے کہہ رہے ہیں تم محمد اشرف سیالوی کی کتاب تحقیقات پر مبارک باد کیوں نہیں دیتے؟ لہٰذا آپ نبیِ رحمت ﷺ کی طرف سے بھی اور اس کے بعد اس گنہگار کی طرف سے بھی مبارک باد قبول فرمائیں۔ (ملخصاً) ملاحظہ ہو (تحقیقات صفحہ ۵۲، اشاعت ثانی)۔

الغرض حقائق ودلائل اور تحقیقات میں شائع کیے گئے اس خواب کے مطابق خود حضور سیّدِ عالم ﷺ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ تحقیقات کے مصنف مولانا موصوف ہی ہیں ان کا بیٹا نہیں۔ اگر ان کے بیٹے کی تالیف بھی ہو تو اب یہ مولانا ہی کی ہے کیونکہ وہ ان کی سرپرستی میں اور ان کی رضا سے پروان چڑھی ہے اور انہی کے ایماء پر اسے منظرِ عام پر لایا گیا ہے۔ بیٹے کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانے کا مقصد کتاب کے موقف کی تغلیط ہے جب کہ مولانا کم از کم مسئلہ کی حد تک اس کے حامی ہی نہیں بانی ہیں۔ پس اس تأویل کا کچھ فائدہ نہ ہوا اور اگر یہ مطلب ہو کہ وہ خود اس کے قائل نہیں ہیں پھر بھی وہ اس پر بیٹے کی وجہ سے خاموش ہیں (جو اگرچہ خلاف واقع ہے) تو اس کا نتیجہ بہت سخت ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ سرکار ﷺ پر بیٹے کو ترجیح دے رہے ہیں جو تقاضائے ایماں کے قطعاً منافی ہے جس کو سمجھنے کے لیے حضرت صدیق اکبر اور ان کے بیٹے کا بدر کے موقع والا قصہ مشعل راہ ہے۔

وقال تعالٰی ۔فان امنوا بمثل ما اٰمنتم به فقد اهتدوا۔

رہا یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم سیالوی کو تحقیقات پر مبارک باد کیوں نہیں دیتے؟ تو اگر یہ خودساختہ خواب نہیں ہے تو زیارت نبوی کا خواب غلط نہیں ہوسکتا، صحیح حدیث میں ہے فقد رانی ۔ بناءً علیہ کمانگر صاحب نے آپ ﷺ ہی کو دیکھا البتہ طرزِ کلام کو نہ سمجھ سکے۔ آپ نے تو یہ بات طنزیہ فرمائی جسے اس نے مولانا کے ساتھ اپنی اندھی محبت کے باعث آپ کا حکم سمجھا، دلیل یہ ہے کہ کتاب اور اس کے مصنف کا موقف قرآن وسنّت

اورعقیدہ سلف صالح کے خلاف ہے۔ نیز خواب دیکھنے والے کے متعلق اسی کتاب لکھا ہے ''محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کے ایک مریدِ صادق'' (صفحہ۵۲) جب کہ حضرت محدّثِ اعظم (حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا کے بھی حدیث شریف میں استاذ اور شیخ ہیں) اپنے قلم سے مشکٰوۃ شریف کے حاشیہ میں لکھ گئے ہیں کہ آپ ﷺ زمانۂ قبل تخلیقِ آدم علیہ السلام سے اعلانِ نبوّت تک کے تمام ادوار میں بلا انقطاع نبی رہے۔ چالیس سال کے بعد نبی بنے نہیں بلکہ اپنے نبی ہونے کو ظاہر فرمایا۔

پس مذکورہ الفاظ سے کتاب کی پسندیدگی والامعنٰی مراد نہیں ہوسکتا ورنہ یہ محدثِ اعظم کی تردید ہوجائے گی اور کمانگر کا سلسلہ منقطع شمار ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے مولانا کا نام محبت سے نہیں لیا بلکہ روکھا سوکھا نام لیا۔ پھر زیادہ دیر باریاب نہیں فرمایا بلکہ خود کمانگر کے لفظوں میں ''اتنا کہہ کر آپ میری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے''۔ (صفحہ۵۲)۔ لہٰذا یہ فرمان ''نبیِ رحمت'' ہونے کے حوالہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت جلال وغضب کے مظہر ہونے کے حوالہ سے ہوا جس کی عمدہ مثال زمانۂ ماضیٔ کے ایک شرابی کبابی شخص کا زیارتِ نبوی کا وہ خواب بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تھا اشــرب الخـمـر شراب پیو جیسا کہ حضرت شیخ محقق وغیرہم نے لکھا ہے تفصیل تقریظات کے جوابات کے باب میں آرہی ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

الغرض ان دلائل وحقائق نیز بیان کردہ زیارتِ نبوی کے اس خواب کی رو سے تحقیقات کے مصنف مولانا اشرف صاحب خود ہی ہیں جو ان کے نامۂ اعمال میں درج ہوچکی اور دربارِ رسالت میں کٹہرے میں لٹکائی جاچکی ہے جس سے توبہ کیئے بغیر جان خلاصی ناممکن ہے۔ واللہ یقول الحق وھویھدی السبیل۔

''تحقیقات'' مولانا کی تصنیف یا تالیف؟

کتاب لکھنے والا اگر کتاب میں اپنے خیالات کو لائے یا اس کے مندرجات اس کی ذاتی کاوش کا نتیجہ ہوں تو اسے ''تصنیف'' یا ''مصنّفہ'' اور اس جیسے دیگر الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کی حیثیت ناقل کی ہو اور وہ محض دوسروں کی آراء وخیالات واقوال کا جامع ہو تو اسے ''تالیف'' یا ''مؤلّفہ'' وغیرہ کا نام دیا جاتا ہے۔

پیشِ نظر کتاب کا پورا نام کتاب پر اس طرح لکھا ہے:

''تحقیقات العلماء الکرام والائمۃ الاعلام فی نبوۃ سیّدالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام فی عالمی الارواح والاجسام''۔ ملاحظہ ہو (ٹائیٹل پیج نیز صفحہ۲ کتاب ہٰذا)

جب کہ مولانا کا نام اس پر بطور ''مصنف'' لکھا ہے:

''کتاب کے نام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے اس میں محض علماء کی اس سلسلہ کی نقول

پر اکتفا کیا ہے اپنے خیالات کو پیش نہیں کیا۔اس صورت میں ان کا نام بطور''مؤلّف'' ہونا چاہیئے تھے جب کہ درحقیقت انہوں نے اس میں اپنا اختراعی نظریّہ ہی پیش کیا ہے جس کے مطابق عبارات کو زبردستی ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔لہٰذا مصنف کے لفظ کا ہی موزوں ہونا ظاہر ہوا۔

اس سے عنوان اور معنی آپس میں متصادم ہوگئے ہیں۔یعنی کتاب کا نام اس کی کیفیت کے خلاف ہے جب کہ اس کی کیفیت اس کے نام کے صحیح ہونے سے اباء کرتی ہے۔تو اب کیا کہا جائے''تصنیف یا تالیف''؟یا''نہ تصنیف نہ تالیف''؟

مولانا کے لفظوں میں''بینوا فتوجروا''(تحقیقات'صفحہ۱۳۹)

جب کہ یہ بتانا ان کے مزید ذمہ ہوگیا ہے کہ اس مقام پر ان کی اس(''بینوا فتوجروا''(کی''))ترکیب میں امر وجواب امر کے مابین''ف'' کون سی اور کس بناء پر ہے اور اس کا ترجمہ کیا بنے گا جواب دیتے وقت یہ نصوص ضرور ملحوظ رہیں۔''تعالوا اندع''۔تعالوا اتلُ''(پ۳'آل عمران۶۱'بز پارہ۸'الانعام۱۰۱)نیز حدیث شفاعت میں ہے سل تعط واشفع تشفع)۔

نیز صحیح بخاری(جلد۱'صفحہ۱۹۲'طبع کراچی)میں ہے:''اشفعوا توجروا''اعنی اس میں''فتوجروا'' نہیں ہے کماقاله هذا الشيخ۔

کیا تحقیقات کی تالیف وتصنیف للہیت کی بنیاد پر ہے؟

نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مولانا نے اپنی مطلب برآری کے لیئے لطائف الحیل سے بھی کام لیا ہے جس میں قطع وبرید تک شامل ہے اور خلافِ واقعہ بیان بھی اور اس میں انہوں نے ذرہ بھر بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی جس سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ ان کی کتاب ہٰذا کی تالیف وتصنیف کے للّٰہیّت کی بنیاد پر ہونے کے دعویٰ میں کتنی صداقت ہے؟ بعض مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

چنانچہ صفحہ۲۰۴ پر اشعۃ اللمعات(جلد۴'صفحہ۴۹۹)سے شیخ محقق کی ایک عبارت کے الفاظ''مراد اظہار نبوّت اوست ﷺ پیش از وجود عنصری وے در ملٰئکہ وارواح (الٰی) بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ روح شریف وے نبی بود در عالم ارواح کہ تربیت ارواح میکرد الخ''۔کا کھینچا تانی سے یہ مطلب لیا کہ''گویا نہ اس وقت آپ کا بالفعل نبی ہونا مراد ہے اور نہ محض علمِ الٰہی میں(الٰی)اس وقت تشہیر واشاعت مقصود ہے(الٰی)گویا علماء ظاہر کا اس پر اجماع واتفاق ہے اس لیئے اکثر یا بعض کا لفظ استعمال نہیں کیا لیکن عرفاء کا قول نقل کرتے ہوئے

بعض کا ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۰۵) جس سے انہوں نے اس عالم میں بالفعل نبی ہونے کا قول صرف بعض صوفیاء کا بنا کر رکھ دیا ہے حالانکہ یہاں ''اظہارِ نبوت'' کا وہ معنٰی نہیں ہے جس سے اس عالم میں بالفعل نبی ہونے کی نفی مراد ہو کیونکہ وہ حدیث ''کنت نبیا'' میں مصرح ہے جس کے تحت شیخ یہ بحث لائے ہیں پس نفی والا معنٰی لینے کی صورت میں وہ علماء ظاہر معاذ اللہ منکر حدیث قرار پائیں گے علاوہ ازیں شیخ خود بھی نفی والے معنٰی کے قائل نہیں نیز خود موصوف نے بھی یہ لکھ دیا ہے کہ وہ بھی اس کے قائل نہیں ہیں (تحقیقات، صفحہ ۲۶)۔

عبارت کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ اس جہاں میں رسول اللہ ﷺ کا بالفعل نبی ہونا اٹل بات ہے البتہ اس کی نوعیت میں اہل علم حضرات کا اختلاف ہے۔ بعض علماء ظاہر کے نزدیک آپ کو اس وقت صرف نبی قرار دے دیا گیا تھا جب کہ صوفیاء اس کے ساتھ اس کے بھی قائل ہیں کہ آپ کو نبی قرار دینے کے علاوہ ملٰئکہ وارواح کی تربیت بھی با قاعدہ سے آپ کے سپرد کر دی گئی تھی۔ پس یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ مولانا اس کو سمجھ نہیں پائے کیونکہ یہ ان کے مقام کے خلاف ہے۔ اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ کم پڑھے لکھے عوام کو انہوں نے ''اظہارِ نبوّت'' کے لفظوں سے مغالطہ دینے کی کوشش فرمائی ہے جو انتہائی افسوسناک ہے۔

○ صفحہ ۱۲۳ پر ایک عبارت ان لفظوں میں لائے ''ووجدك ضالًّا عن النبوة فهداك للنبوة'' پھر اس کا اردو ترجمہ اس طرح لکھا ہے: ''اور پایا تمہیں نبوت سے بے توجہ اور بے التفات تو نبوت کی طرف راہ دکھلائی بلکہ بنوت تک واصل فرمایا''۔ عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا معنٰی ہو'بلکہ نبوت تک واصل فرمایا' پس یہ الفاظ حضرت نے خود شامل فرمائے ہیں کیونکہ اس کے بغیر مطلب برآری ناممکن تھی۔

علاوہ ازیں اس میں انہوں نے قطع و برید بھی فرمائی ہے کیونکہ مؤرخہ ۲۹ جون ۲۰۰۷ء میں آپ نے اپنے نمائندہ یا شاگرد مولوی شعیب (آف دینہ جہلم) کے نام سے جو تحریر مجھے بھجوائی تھی اس میں اسی عبارت میں ''جاهلاً عن النبوة'' کے الفاظ ہیں جو ریکارڈ پر محفوظ ہے اور وہ ''لفظ یہاں نظر نہیں آ رہے ہیں۔ غلط تھے تو لکھے کیوں تھے اور صحیح تھے تو چھپائے اور اڑائے کیوں ہیں

ع　کچھ تو ہے آخر جس کی پردہ داری ہے

○ صفحہ ۱۸۷، ۱۸۸ پر سرکار ﷺ کے بارے میں لکھا ہے: ''بارہ سال کی عمر میں چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کے لیئے جانے پر بصریٰ میں بحیرا راہب نے آپ پر نظر پڑتے ہی پکار کر کہا: ''هذا سيّد العلمين هذا يبعثه الله رحمة للعلمين'' یہ سب جہانوں کے لیئے سردار اور ملجاء وماویٰ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سب جہانوں کے لیئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا''۔ اھ بلفظہ۔

اس عبارت میں ہٰذا اور یبعثہ کے درمیان رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے الفاظ بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو (ترمذی جلد۲، صفحہ۲۰۲، طبع دہلی) لیکن چونکہ وہ ان کے نظریہ کے صریحاً خلاف تھے اس لیئے ان پر ہاتھ صاف فرما گئے۔ جسے کتابت کی غلطی بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ترجمہ میں بھی انہیں نہیں لیا گیا۔ مولانا یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ جس کتاب سے انہوں نے یہ عبارت لی ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کیونکہ نقل کرنے میں الفاظ کی کمی بیشی ممکن ہی نہیں یقین الوقوع ہے۔

علاوہ ازیں جب وہ ترمذی کا دورہ پڑھاتے رہے ہیں شیخ الحدیث بھی ہیں۔ اور صفحہ ۱۷ پر لکھ آئے ہیں کہ وہ اپنے مطالعہ کو ہمیشہ تازہ رکھتے ہیں تو ترمذی سے عدول میں کیا حکمت تھی۔ لامحالہ یہی کہنا ہوگا کہ یہ سب انہوں نے عمداً کیا ہے۔

○　علاوہ ازیں اپنے مکتوب میں موصوف نے اس کا صریحاً اعتراف کیا ہے کہ حدیث کنت نبیا الخ کو اس کے حقیقی معنٰی میں سمجھنے والا ابھی علماء کا ایک طبقہ ہے جس پر ان سے گزارش کی گئی کہ جب اس میں شدت نہیں ہے تو آپ کو اس کے متعلق اپنے سخت رویّہ پر نظر ثانی کرنی چاہیئے مگر اس کی کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ تو کیا یہ بھی للّٰہیّت کا حصّہ ہے؟

○　ابن مصنف کے نام سے تحقیقات کے تتمہ میں علامہ علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح فقہ اکبر کی ایک عربی عبارت کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے: ''نبی پاک ﷺ وقتِ ولادت سے ہی نبی تھے نہ کہ چالیس سال کے بعد نبوّت ملی جیسے کہ ایک جماعت کا خیال ہے''۔

عبارت یہ ہے: ''ان نبوته لم تكن منحصرة فيما بعد الاربعين كما قال جماعة'' (شرح فقہ اکبر، صفحہ ۶۰، طبع قدیمی) مولانا نے ''كما قال جماعة'' کا ترجمہ کیا ہے ''جیسے کہ ایک جماعت کا خیال ہے'' جو غلط ہی نہیں انتہائی جاہلانہ ترجمہ بھی ہے کیونکہ ''قال'' افعال قلوب سے نہیں اور نہ ہی یہ خیال کرنے کا ترجمہ دیتا ہے اس سے قطع نظر حقیقی معنٰی سے عدول کس حُبِ نبی ﷺ کی دلیل ہے۔ اتنے بڑے فاضل کے بارے میں یہ بدگمانی تو نہیں کی جاسکتی کہ انہیں اس کا علم نہیں۔ پس لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے کیونکہ اگر وہ اس کا صحیح اور صاف ترجمہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیتے کہ جیسا کہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے'' تو ان کے پورے پروپیگنڈہ پر پانی پھر جاتا اور اس کا جواب ان سے نہ بن پڑتا اس لیئے انہوں نے عافیت اس میں سمجھی کہ سؤال ہی میں اس کو گول کر گئے۔ یہ ہے ان کا خلوص، للّٰہیّت اور جذبۂ حُبِ رسول ﷺ؟

○　صفحہ ۱۶ پر مولانا موصوف نے یہ تأثر دیا ہے کہ علماء و خطباء اہلِ سنّت میں سے کسی نے بھی ان کا موقف معلوم کرنے کی تکلیف نہیں کی وہ سب ایسے ہی بلا سوچے سمجھے ان کے پیچھے پڑ گئے۔ البتہ ان کے ایک تلمیذ نے (جس نے اپنا نام ظاہر کرنے کی بجائے خود کو ''ناکارۂ خلائق یکے از تلامذۂ اشرف العلماء) لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو تحقیقات' صفحہ ۱۴)۔

اپنے شیخ کے مطلق و عام کو مقید و مخصوص کرتے ہوئے یوں کہا ہے: ''افسوس ہے کہ سوائے دو یا تین اہلِ علم کے کسی بھی مہربان نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اصل مسئلہ ہے کیا؟ حضرت اشرف العلماء کا کیا موقف ہے؟ اس موقف کے دلائل کیا ہیں؟ الخ''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۸)۔

اولاً: اس میں شیخ و تلمیذ کے بیانات متضاد ہیں۔

ثانیاً: جب کہ انہوں نے یہ ٹھان لی ہے کہ کسی کی سننی ہی نہیں اور کوئی ان کے سامنے بیٹھ کر بات کرنے کا اہل ہی نہیں تو اس پروپیگنڈہ کا فائدہ ہی کیا ہے۔

ثالثاً: موقف جاننے کی کوشش کرنے والوں کو انہوں نے کیا باریاب فرمایا؟ فقیر یقیناً ان ''دو تین'' میں سے ہے جس کا خود مولانا ——— کو بھی اعتراف ہے۔

چنانچہ ۲۰۰۶ء کے اواخر میں فقیر نے ایک طالب علم کے توسط سے ان سے استفسار کیا تو انہوں نے اپنے جوابی مکتوب میں صریحاً تحریر فرمایا تھا: ''جناب نے اچھا کیا استفسار فرمالیا ورنہ آج کل تو اتنی تکلیف کرنا ہمارے حضرات کے لیئے بہت ہی گرانبار ہے''۔ اس کی مکمل تفصیل ''مختصراً پس منظر مسئلہ'' کے تحت آغاز میں گزر چکی ہے۔ فلیلاحظ۔

پس جب موقف جاننے کے بعد ان کے دلائل کا جواب بھی لکھ دیا گیا اور تغلیط یا رجوع کا بار بار مطالبہ کیا گیا جو تا حال جاری ہے تو خاموشی کے باوجود اس پروپیگنڈہ کا کیا مطلب؟

علاوہ ازیں حضرت محدّثِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ اور مصنفِ تحقیقات کے استاذ بھائی مولانا علامہ عبدالرشید رضوی علیہ الرحمۃ سے تحقیقات کے لیئے جو تقریظ ایک خاص طریقہ سے ان کی علالت میں حاصل کی گئی تھی، جب صحیح صورت حال سامنے آئی تو حضرت نے نہ صرف یہ کہ تقریظ سے رجوع فرمایا بلکہ وفات سے چند دن قبل اپنے متعلقین کے جم غفیر کے سامنے اظہار لاتعلقی بھی فرمایا جس کی مکمل تفصیل کتاب ہٰذا پر علامہ مفتی غلام نصیر الدین حسنی صاحب کی تقریظ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ بناءً علیہ ان کی تقریظ کو تحقیقات میں شامل نہیں ہونا چاہیئے تھا مگر وہ مسلسل شامل کی جارہی ہے۔ اس سے بھی مصنف کی للّٰہیّت پر روشنی پڑتی ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں　　　ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

خلاصہ یہ کہ ان مثالوں سے تحقیقات کی تصنیف سے مولانا کی کمال للّٰہیّت کا پتہ چلتا ہے۔ پھر اس سے انہوں نے دین ومسلک کی شان وشوکت میں کون سا اضافہ کیا ہے اور اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ نیز اس سے حضور سیّد عالم ﷺ کی عظمت کو کون سا دوبالا کیا ہے۔ نیز اس سے اہلِ سنّت کو مزید افتراق کے سوا حاصل ہی کیا ہوا ہے؟ قال اللّٰہ تعالٰی وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔



باب اوّل

فریقین کے موقف ومتعلقات کا بیان

''مصنف تحقیقات کا مسئلۂ نبوت میں سابقہ عقیدہ ان کی سابقہ کتب سے''

مسئلۂ ہٰذا کے حوالہ سے مصنف تحقیقات اب سے کچھ عرصہ پہلے تک پوری زندگی جس امر کے قائل رہے اور تحریراً تقریراً بڑی شدّ ومدّ کے ساتھ اس کا پرچار کرتے اور اس پر زور دیتے رہے اور منکرین پر برق خاطف بن کر ان کا ردّ فرماتے رہے وہ من وعن یہی تھا کہ سیّد عالم ﷺ کی نبوت سے کوئی زمانہ خالی نہ تھا اور آپ ﷺ اپنی ولادت باسعادت سے بعمر چالیس سال وحی جلی کے نزول تک بھی نبی تھے، چالیس سال کے بعد نبی بنے نہیں بلکہ اپنے نبی ورسول ہونے کا اظہار واعلان فرمایا۔ نیز یہ کہ: ''قبل نبوت'' اور ''بعد نبوت'' کا مطلب ہے ''قبل از اعلانِ نبوّت'' اور ''بعد از اعلانِ نبوّت''۔ جس کا صریحاً یہ معنٰی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ولادت باسعادت سے لے کر اعلان نبوّت تک کے عرصہ میں بھی بالفعل نبی تھے جب کہ اب وہ اس کے برخلاف کہنے لگ گئے ہیں۔

مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ غیر نبی کو نبی ماننا اسی طرح نبی کو نبی نہ ماننا دونوں کفر ہیں اور یہ مجمع علیہ ہے جس میں کسی بھی صحیح العقیدہ اور منصف مزاج اہل علم کو انکار نہیں ہوسکتا۔

حضرت امیر المؤمنین صدیق اکبر کی سربراہی میں سرکار ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے جس مسئلہ پر قولاً وعملاً سب سے زیادہ اتفاق فرمایا وہ جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف کاروائی تھی۔

قادیانی بے ایمان کو نبی ماننا اس لیئے کفر ہے کہ وہ قطعی طور پر اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

کوئی بے ایمان اگر حضرت سیّدنا عیسٰی علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی ہونے کا معاذ اللہ انکار

کر دے تو وہ اس لیئے کافر قرار پائے گا کہ سچے نبی کو وہ نبی نہیں مان رہا۔

اسی لیئے محققین کا فیصلہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تحدید نہ کی جائے بلکہ مثلاً یوں کہا جائے کہ کم و بیش ایک لاکھ یا دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کیونکہ اس کے متعلق واردشدہ روایات اخبار آحاد ہیں جو مفید قطعیت نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کی تعداد اتنی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کم یا زیادہ ہو۔ تحدید کی صورت میں خرابی یہ لازم آئے گی کہ اگر اس سے کم ہوئے تو غیر انبیاء کو انبیاء کہا اور اگر اس سے زیادہ تعداد ہوئی تو انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار ہوا۔ (والعیاذ باللہ تعالی)۔

بناءً علیہ مسئلہ ہٰذا کے حوالہ سے ان کا پہلا نظریہ درست تھا تو ان کے یہ ایام کفر میں گزر رہے ہیں اور اگر ان کا یہ دوسرا نظریہ صحیح ہے تو ان کی زندگی کا سابقہ بیشتر حصہ کفر پر گزرا۔ اور نرم لفظوں میں دو میں سے ایک ضرور لازم ہے کہ وہ پہلے غلط عقیدہ پر تھے یا اب غلط ہیں کیونکہ پہلی صورت میں وہ ''غیر نبی کو نبی کہتے رہے اور اب دوسری صورت میں وہ نبی کو غیر نبی کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انجام بخیر فرمائے۔

اس کے بعض حوالہ جات:

بعض حوالہ جات حسبِ ذیل ہیں:

کوثر الخیرات سے:

شعبان ۱۳۹۵ھ مطابق اگست ۱۹۷۵ء میں مصنف تحقیقات نے ''کوثر الخیرات'' کے نام سے سورۂ کوثر شریف کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی جس کے کئی مقامات پر اس کی تصریحات موجود ہیں۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۵۵ پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد لکھا ہے: ''ارسلت الی الخلق کافۃ'' مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا''۔

صفحہ ۸۹، ۱۰۰ پر اسی مضمون کو ادا کرتے ہوئے لکھا ہے: ''تمام اجزاء عالم اور ذرات موجودات کی طرف مبعوث ہیں فرمایا: ارسلت الی الخلق کافۃ میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں۔ فرمایا: '' مامن شئ الا وقد یعلم انی رسول اللہ ''جہان کی کوئی شے ایسی نہیں جو یہ نہ جانتی اور مانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں (الیٰ) غرضیکہ اس محبوب کریم ﷺ کی رسالت و نبوت عزت و عظمت کی ہر مخلوق معترف''۔

صفحہ ۸۴ پر ہے: آپ ﷺ کی رسالت و نبوت ہر شے کو شامل ہے اور اجزاء عالم کو محیط ہے۔ کائنات کی کوئی شے عموم نبوت سے خارج نہیں''۔

صفحہ ۸۵ پر آیت رحمۃ للعلمین کے حوالہ سے لکھا ہے: ''اصل رحمت رسالت و نبوت ہے وہ تمام اجزاء

عالم کوشامل ہے تو رسالت اور نبوت مصطفیٰ ﷺ بھی تمام اجزاء عالم کو محیط ہے اور کائنات ارضی وسماری کی ہر شے کو شامل ۔ لہٰذا انسان، جن اور فرشتے بھی اور فرش وعرش، لوح وقلم، جنت ودوزخ، حور وغلمان اور ذرات عالم میں سے کوئی بھی ایسی شے نہیں جو آپ کی رحمت اور رسالت سے فیض یاب نہ ہو۔

صفحہ ۱۲۱ پر لکھا ہے: ''ان کی رسالت ونبوت سے ہی ابتداء ہوئی اور اسی پر اس کی انتہاء بھی وہی رسول اعظم ہیں وہی خلیفہ اوّل بھی''۔

صفحہ ۶۵، ۶۹، ۸۴، ۸۸، ۹۹، ۱۰۱ اور ۱۲۶ پر آپ ﷺ کے متعلق لکھا ہے: ''نبی الانبیاء، فخر الرسل''، سب نبیوں کا نبی''۔ ''سب رسولوں کا رسول'' ﷺ۔ نیز ''نبی امی ﷺ جیسے نبی الامّت ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں اور انبیاء بھی آپ کی امت ہیں''۔

صفحہ ۸۷ پر لکھا ہے: ''عرشِ عظیم کے پائے پر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا ہوا ہے۔ ہر آسمان پر لا الٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ محمد رسول اللّٰہ نقش ہے۔ جنتی درختوں کے پتوں پر لا الٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ محمد رسول اللّٰہ ثبت ہے۔ جنت کے دروازہ پر، جنت کے برتنوں پر غرضیکہ جہاں بھی لا الٰہ الا اللّٰہ موجود ہے، ساتھ ہی محمد رسول اللّٰہ کا ذکر موجود ہے۔ گویا عالم بالا کے مکینوں کی جدھر بھی نگاہ اٹھتی ہے، ہر چیز انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت مصطفیٰ ﷺ کے اقرار واعتراف اور ایقان واذعان کی تلقین کر رہی ہے۔''

صفحہ ۵۵ پر ہے: ''حضرت علی ؓ فرماتے ہیں بین کتفیہ خاتم النبوۃ آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوّت ہے رواہ الترمذی''۔

صفحہ ۶۰، ۶۱ پر حدیث ''متٰی وجب لك النبوۃ'' ''انی عنداللّٰہ مکتوب الخ۔ حوالہ سے لکھا ہے: ''بظاہر اوّل انبیاء حضرت آدم علیہ السلام لیکن درحقیقت اوّل بھی آپ ہیں''۔

نیز لکھا ہے کہ: ''ان دونوں حدیثوں میں جس نبوّت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ نبوّت حقیقیہ ہے اور امر محقق اور خارجی ہے نہ کہ محض علم الٰہی کے لحاظ سے ورنہ سب انبیاء علم الٰہی کے لحاظ سے اس وقت سے بلکہ اس سے پہلے بھی نبی تھے (الیٰ) نبوت کا مبداء بھی آپ کی ذات ہے اور منتہی بھی، درخت نبوت ورسالت کی جڑ اور تخم بھی آپ ہی اور اس کا ثمر وپھل بھی''۔

نیز صفحہ ۲۹۴، ۲۹۵ پر بھی یہ دونوں حدیثیں اور ان سے اخذ کردہ مذکورہ بالا مضمون موجود ہے۔

نیز صفحہ ۲۹۵، ۲۹۶ آپ ﷺ کا نور مبارک ملٰئکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مربی ومفیض تھا۔ (ملخصاً)

صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے: تمام رسولوں اور نبیوں کی نبوتیں رحمۃ للعٰلمین ﷺ کی بدولت اور آپ کے طفیل

ہیں۔روح مصطفیٰ اور انوارِ مجتبیٰ ﷺ نے عالم ارواح میں تمام ارواح انبیاء کی تربیت فرمائی اور انہیں علم وارشاد کا فیضان کیا جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے کنت نبیا وادم بین الروح والجسد کے تحت ارقام فرمایا الخ۔

صفحہ ۲۹۵ پر لکھا ہے: حدیث ارباض ﷺ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''میں اپنے رب کے ہاں منصب ختم نبوت کے لیئے متعین ہو چکا تھا اور آدم ﷺ کا جسم ابھی مکمل نہیں ہوا تھا'' ﷺ

صفحہ ٦٤ پر لکھا ہے: ''ختم نبوت کا معنٰی یہ ہے کہ عالم اجسام میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے'' الخ۔

صفحہ ۷۰ پر ایک نزول عیسیٰ ﷺ حوالہ سے سوٴال کے ضمن میں لکھا ہے: ''وصف نبوت کے ساتھ موصوف نہ ہوں تو نبی کا نبوت سے معزول ہونا لازم آئے گا اور یہ بالکل باطل ہے''۔

نیز اسی صفحہ پر تھوڑا سا آگے اس کے جواب کے دوران لکھا ہے: ''پہلا مرتبہ (مرتبۂ نبوت) ہر نبی کو ہمیشہ کے لیئے حاصل ہے اس میں معزول اور نقص وتنزل ممکن نہیں''۔

اقول: اس سلسلہ کے کچھ حوالہ جات موصوف کی ایک اور کتاب سے ملاحظہ کیجئے

سیرت سید الانبیاء ﷺ:

''کوثر الخیرات'' شعبان ۱۳۹۵ھ میں لکھی گئی تھی اس کے ٹھیک چار سال بعد شعبان ۱۳۹۹ھ میں انہوں نے علامہ ابن الجوزی کی عربی کتاب ''الوفاء باحوال المصطفی ﷺ'' کا ''سیرت سیّد الانبیاء ﷺ'' کے عنوان سے اردو ترجمہ تحریر کیا اس میں بھی موصوف نے اسی عقیدہ کو ایک بار پھر بڑی شدّ ومدّ سے دہرایا جس کے بعد ان کا تغیر انتہائی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ پڑھیئے اور ان کی اس تبدیلی پر استرجاع کیجئے۔

چنانچہ پہلے تو موصوف نے علامہ ابن الجوزی کی پیش کردہ احادیث (انی عند اللہ مکتوب لخاتم النبین وان ادم لمنجدل فی طینۃ اور کنت نبیا وادم بین الروح والجسد وغیرہا) کی توثیق کرتے ہوئے اور ان کے ماٴخذ کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا کہ یہ احادیث واقعۃً صحیح ثابت ہیں اور اس کے لیئے انہوں نے ترمذی شریف' تاریخ امام بخاری' مسند احمد' حاکم اور دلائل النبوۃ لابی نعیم وغیرہا کا نام لیا۔ ملاحظہ ہو: (صفحہ ۴۵' طبع فرید بک سٹال' لاہور)۔

صفحہ ۴٦ پر حاشیہ میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے: ''روایت کی صحت میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے''

پھر ترجمہ کے دوران قوسین میں آپ ﷺ کے بالفعل نبی ہونے کی تصریحات کر دیں۔ بالفاظ دیگر ان احادیث کے آپ ﷺ کے بالفعل نبی ہونے کے معنٰی میں ہونے کو تسلیم کیا۔ چنانچہ حدیث میسرۃ الفجر ﷺ کے ترجمہ

میں یہ لفظ بریکٹ میں لائے ہیں کہ ''میں اس وقت سے صفت نبوت سے موصوف ہوں'' ملاحظہ ہو(صفحہ۴۵)۔

نیز عرش الٰہی پر تحریر کردہ الفاظ ''محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء'' کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے:

''محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخر الزمان پیغمبر ہیں'' ملاحظہ ہو(صفحہ۴۵)۔

نیز ''آپ شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے'' (صفحہ۴۵)۔

اقول: ''اس وقت سے''، ''موصوف ہوں'' کے الفاظ سے اسی نبوت کا جو دوام اور تسلسل ثابت ہو رہا ہے وہ بھی اہلِ علم اور اہل زبان پر مخفی نہیں یعنی اس سوال کے جواب تک کہ ''آپ کب سے نبی بنے ہوئے ہیں'' بغیر انقطاع کے آپ کی وہ نبوت بالفعل جاری رہی۔

آمدم برسر مطلب! مزید اسی معنٰی ومفہوم کے صحیح اور اس کے برخلاف کے غلط اور ناحق ہونے کا زور دار الفاظ میں عندیہ بھی دیا ہے۔ چنانچہ اس کی مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: ''قابل غور یہ امر ہے کہ ان صحابہ نے اپنا سوال اور سرور عالم ﷺ کا جواب نقل فرمایا۔ اگر ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا وجود عالمِ عناصر کے ظہور سے قبل نہیں تھا تو صحابہ کرام کا سوال عبث اور آنحضرت کا جواب غلط (نعوذ باللہ من ذلک)۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ صحابہ کرام نے اپنے نور فراست سے یہ سمجھ لیا تھا کہ جس ذات اقدس نے عالم عناصر میں نموفرما ہونے کے چالیس سال بعد اعلان نبوت فرمایا' نہ وہ نبی اب بنے ہیں اور نہ ہی صرف چالیس سال قبل وجود میں آئے ہیں بلکہ وہ موجود بھی پہلے سے ہیں اور شرف نبوت سے مشرف بھی پہلے سے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کی تائید وتصدیق فرما کر اپنے اصلی مقام وشان کو واضح فرمایا کہ میں اس وقت سے موجود ہوں جب کہ ابوالبشر کا وجود نہیں تھا اور میں صرف موجود نہیں تھا بلکہ تاج نبوت اور خلعت رسالت بھی زیب تن کیے ہوئے تھا۔

اور اہلِ علم پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ثبوت وتحقق وصف نبوت بغیر تحقق ذات نبی کے ممکن نہیں ہے علی الخصوص جب کہ سوال بھی وقت اتصاف سے ہے اور جواب میں بھی وقت اتصاف بیان فرمایا گیا یعنی میں اس وقت سے نبوت کے ساتھ موصوف ہوں جب کہ تخلیقِ آدم علیہ السلام مکمل نہیں ہوئی تھی۔ اگر آپ کا وجود مسعود تھا تو وقت اتصاف کا بیان ممکن۔ ورنہ نہیں۔

نیز اگر علم باری تعالیٰ کے لحاظ سے وصف نبوت کے ساتھ متصف ہونا مقصود ہوتا تو یہ

اولاً: اس لیے ممکن نہیں کہ علم باری تعالیٰ میں سارے نبی وصف نبوت کے ساتھ ازلاً موصوف تھے۔ آپ کی نہ تو اس میں کوئی تخصیص ہے اور نہ اوّلیت کی کوئی وجہ۔ اور

ثانیاً: اس لیے باطل ہے کہ باری تعالیٰ کے علم میں اگر آپ کا وصف نبوت سے موصوف ہونا اس وقت

متحقق ہوا جب آدم علیہ السلام کی تخلیق شروع ہوچکی تھی تو اس سے قبل اللہ رب العزت کا العیاذ باللہ اس علم سے خالی ہونا لازم آئے گا یہ بھی محال ہے۔ وہ ازلاً بکل شئ علیم ہے۔

ثالثاً: اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حادث علم کا قیام لازم آئے گا اور جو محل حوادث ہو وہ حادث ہوتا ہے تو العیاذ باللہ 'اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آ گیا۔ حالانکہ وہ واجب الوجود ہے۔ قدیم بالذات والزمان ہے اور ازلی ابدی۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوالبشر سے قبل' خارج میں متحقق تھی اور وصف نبوت بلکہ خاتم النبین والے واصف سے موصوف تھی اگر چہ وہ وجود عنصری کے لحاظ سے ظہور بعد میں ہوا اور یہی مفہوم ہے احادیث مذکور کا۔ الحمد للہ''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۶'۴۷' حاشیہ بعنوان فائدہ ثانیہ)۔

مزید لکھا ہے: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے موجود تھے کیونکہ لغت عرب میں لولا شرط وجزا پر داخل ہوتا ہے اور وجود اوّل کی وجہ سے ثانی کی نفی پر دال ہوتا ہے۔ اور احادیث سابقہ سے آنحضرت ﷺ کا صرف وجود ہی نہیں بلکہ منصب نبوت پر فائز ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے۔ الخ''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۸)۔

خلاصہ یہ کہ چودھویں صدی کے اختتام سے تقریباً پانچ ماہ پہلے تک مولانا کا یہی عقیدہ تھا کہ سیّد عالم ﷺ ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک بھی بالفعل نبی تھے اور یہی صحابۂ کرام کا ایمان تھا جس پر آپ ﷺ نے مہر تصدیق ثبت فرمائی نیز ثبوتاً ودلالۃً یہی صحیح ہے جس کا برخلاف غلط' جھوٹ' باطل اور قرآن وسنّت کے منافی اور عقیدۂ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متصادم ہے۔ بالفاظ دیگر وہ اس سب کچھ کے قائل تھے اور اسی سے وہ قلبی مسرت محسوس کرتے اور اس کو آنکھوں کی ٹھنڈک سمجھتے ہوئے اس کے بیان پر ''الحمد للہ'' کہتے تھے۔ مگر اب وہ اس کے برعکس اس سب سے انکاری اور ماننے سے عاری ہو چکے ہیں تو اس پر نہایت افسوس کے ساتھ اناللہ ہی پڑھا جائے گا۔ اور ساتھ ہی لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی۔ مزید سنیے۔

تنویر الابصار:

''کوثر الخیرات'' کی تصنیف کے تقریباً دس سال اور سیرۃ سیّد الانبیاء ﷺ کے تقریباً چھ سال بعد مصنف تحقیقات کا لالیاں کے علاقہ میں دیابنہ کے ساتھ نورانیت مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر ایک کامیاب ترین مناظرہ ہوا جس کی روئیداد مع توضیح متعلقات کثیرہ ''تنویر الابصار بنور النبی المختار'' کے نام سے انہوں نے ۱۹۸۵ء میں ایک کتاب شائع کرائی' اس میں بھی زیر بحث مسئلہ پر مشتمل مذکور تصریحات کیں۔ اس کے بھی کچھ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۲۰' ۲۱' ۲۹' ۹۲' ۹۳' ۹۴' ۹۵' ۹۶' ۱۵۲' ۱۵۳' پر لکھا ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ

حقیقت کے لحاظ سے اصل بنیاد کائنات و موجودات ہیں اور اصل آدم صلی اللہ علیہ وعلیٰ سائر الانبیاء وسلم"۔ "اور یہی ہمارا عقیدہ ہے"۔

نیز "حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اصل حقائق جنس الاجناس' کائنات کے جنس اکبر" نیز "آپ نورانی حیثیت سے سب کے لیئے اصل ہیں' جنس عالی ہیں اور اب اکبر" (وغیرہ وغیرہ)۔

نیز صفحہ ۱۲۹ پر حدیث لکھی ہے: "ارسلت الی الخلق کافة "میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں"۔ (روح المعانی عن صحیح مسلم)۔

نیز صفحہ ۷، ۲۷، ۱۰۸، ۱۳۶، ۱۴۷، ۱۶۴، ۱۷۹، ۱۸۳ پر ہے کہ آپ نبی الانبیاء ہیں ﷺ۔

صفحہ ۲۰ پر (حدیث عرباض ﷜ کے نقل کرنے کے بعد) لکھا ہے: "نبی اکرم ﷺ کی نبوت محض علم الٰہی کے لحاظ سے نہیں تھی بلکہ خارج اور واقع میں آپ کا نور انور اور روح اقدس اور حقیقت محمدیہ اس وصف کمال کے ساتھ موصوف و متصف تھی اور یہی ہمارا نظریہ و عقیدہ ہے" الخ۔ (نیز صفحہ ۸۲ نحوہٗ)۔

صفحہ ۲۲، ۲۳ پر حدیث متٰی وجبت لك النبوۃ الخ کے تحت مُفصّلاً لکھا ہے: "صحابہ کرام علیہم اجمعین کے پوچھنے اور سوال کرنے سے کہ کب سے نبی بنے ہو' پتہ چل گیا کہ جن کے گھر آپ پیدا ہوئے اور عمر شریف کے چالیس سال گزارے تھے اور اس قدر طویل عرصہ گزارنے کے بعد نبوت کا اعلان فرمایا جب وہ اس طرح کا سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ کب سے نبی ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کے ایمان نے گواہی دی کہ نبی اکرم ﷺ نے اگرچہ نبوت کا اعلان اور اظہار چالیس سال کے بعد کیا لیکن آپ نبی بنے ہوئے پہلے کے تھے۔ اس لیے یہ نہیں کہ تم نے اعلانِ نبوت و رسالت کب فرمایا۔ بلکہ پوچھا ہے متٰی وجبت لك النبوۃ یارسول اللہ! آپ کے لیئے اے رسول اللہ! نبوت ثابت کس وقت سے ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کا یہ جواب کہ میں اس وقت سے نبی ہوں جب تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا روح ابھی ان کے جسم میں پھونکا نہیں گیا تھا' صحابۂ کرام کے اس نظریہ و عقیدہ پر مہر تصدیق ہے تم نے درست سمجھا۔ واقعی میں عمر شریف کے چالیس سال گزار کر نبی نہیں بنا بلکہ اس وقت سے یہ منصب اور اعزاز مجھے حاصل ہے جب کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے تن بدن میں جان نہیں آئی تھی (الیٰ) آنحضرت ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و ایجاد سے پہلے نبوت و رسالت اور خاتم النبین کے منصب پر فائز تھے"۔

نیز اسی صفحہ پر حدیث مذکور کے مأخذ ترمذی شریف کے متعلق لکھتے ہیں: "ترمذی شریف حدیث کی وہ کتاب ہے جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہو وہ یوں سمجھے کہ رب تعالیٰ کا رسول میرے گھر میں موجود اور

تشریف فرما ہے''۔

نیز صفحہ ۲۰٬۲۴٬۲۵٬۳۳٬۷۰٬۸۰٬۸۲اور ۱۱۱وغیرہا پر بھی بالفاظ مختلفہ اسی کی مانند موجود ہے۔

نیز صفحہ ۱۸۷ پر ہے: ''آپ کی علامات نبوت اور شواہد ورسالت آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی آپ کی نبوت ورسالت کو آشکارا کرنے والی ہیں''۔

صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے: لوگوں کو اس وقت پتہ چلا جب آپ کا ظہور ہوا۔ظہور اگرچہ بعد میں ہوا لیکن وجود پہلے تھا اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ظہور اور نشاۃ دنیویہ کے لحاظ سے اولاد آدم ہیں''۔(ملخّصاًبلفظہٖ)۔نیز صفحہ ۱۰۹ پر لکھا ہے: ''عدم ظہور اور ہے اور ثبوت وتحقق اور ہے''۔اھ۔

صفحہ ۳۴ پر بحوالہ صاوی حاشیہ جلالین مع تبصرہ لکھا ہے''ولانہ اصل کل نور حسی و معنوی ''اور آپ کو نور اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ ہر نور حسی اور معنوی کے اصل ہیں یعنی نور شمس وقمر اور نور کواکب والابصار کے بھی اصل ہیں اور نور نبوت ورسالت اور نور ولایت وایمان کے بھی اصل آپ ہیں۔صفحہ ۳۵ پر بحوالہ روح المعانی لکھا ہے: ''نور عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار ﷺ ''نور سے مراد نور عظیم نور الانوار اور نبی مختار ﷺ ہیں''۔

خلاصہ یہ کہ کچھ عرصہ پہلے تک زندگی کے سابقہ بیشتر حصہ میں موصوف جس عقیدہ پر تھے اور جس کا لوگوں کو درس دیتے اور جس پر وہ دیوبندیوں سے مناظرے بھی کرتے تھے۔یہی تھا کہ آپ ﷺ چالیس سال کے بعد نبی بنے نہیں ہیں بلکہ اپنے آپ کو ظاہر فرمایا ہے نبی پہلے سے بنے ہوئے تھے۔بالقوۃ نہیں بالفعل۔ اور آپ کی وہی نبوت بالفعل جاری تھی جو ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف میں بھی باقی تھی۔نہ تو اس کا کبھی انقطاع ہوا اور نہ ہی عزل وسلب۔اور اسی کے متعلق وہ فخریہ کہا کرتے تھے کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ یہی ہمارا نظریہ ہے۔لیکن اب وہ اس کے خلاف کہنے لگے ہیں۔پس یہ فیصلہ انہی سے لے لیا جائے کہ حضرت آپ پہلے ٹھیک تھے یا اب ٹھیک ہیں۔کیونکہ ''ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی''۔

مصنف تحقیقات نے دیوبندیوں کی کتب سے نورانیت نبی ﷺ کے حوالہ جات پیش کرنے کے بعد انہیں کوستے ہوئے کہا''کل تک علماء دیوبند کا یہی نظریہ تھا''۔(تنویر الابصار صفحہ ۴۴)۔

اقول: یعنی اب پتہ نہیں انہیں کیا ہو گیا ہے پس اگر جان بخشی ہو تو کیا ہم بھی مولانا سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ حضرت کل تک تو آپ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ آپ ﷺ ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک بھی بالفعل نبی تھے تو اب اس سے پھر جانے اور''بالقوۃ نبوت'' کا چکر چلا دینے میں کیا حکمت کارفرما ہوئی ہے؟؟؟

مسئلۂ ہٰذا کے متعلّق مصنّفِ تحقیقات کا حالیہ موقف ونظریّہ
ان کی کتاب تحقیقات سے

مصنف تحقیقات کے مسئلۂ ہٰذا کے متعلق حالیہ موقف اور نظریّہ کا سمجھنا بھی ضروری ہے تا کہ ان کے دعویٰ سے دلائل کی مطابقت وعدم مطابقت نیز ان کے اختراعی نظریہ کی شرعی حیثیت کے معلوم کرنے میں آسانی ہو۔ سواس کی تفصیل ان کی اس کتاب (تحقیقات) کے پیش نظر حسبِ ذیل ہے:

تخلیق آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے قبل سیّد عالم ﷺ کی نبوت کے متعلق مصنف تحقیقات کئی مختلف اقوال لائے ہیں۔ نمبرا: یہ کہ لوح وقلم اور مابعد کی تخلیق سے قبل۔ نمبر۲: تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے۔ نمبر۳: آدم علیہ السلام کی روح مبارک کی تخلیق کے بعد اور جسد مبارک کی تخلیق سے پہلے۔ اور نمبر۴: ان کے روح اور جسد پاک دونوں کی تخلیق کی تکمیل نیز ان کی پشت پاک سے نسمات وذرات کی تخریج کے بعد آپ ﷺ کی نبوت متحقق ہوئی (ملخّصاً) ملاحظہ ہو (تحقیقات صفحہ۹۳ تا ۹۵)۔

پھر انہوں نے اوّل الذکر قول کی تغلیط وتردید کی اور اپنا مختار وراجح اس کو قرار دیا کہ آپ ﷺ کے نورِ مبارک کو تو ہر چیز سے پہلے پیدا کیا گیا لیکن نبوت ورسالت بالفعل فوراً نہیں عطاء کی گئی بلکہ اس کے ہزاروں اور لاکھوں سال بعد اس وقت دی گئی جب ملٰئکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام پیدا کر دیئے گئے (ملخّصاً) ملاحظہ ہو (صفحہ ۹۷، ۹۸ نیز صفحہ ۳۶)۔ جس سے ان کا مقصد اپنے اس نظریہ کو تحفظ فراہم کرنا ہے کہ ولادت باسعادت سے ۴۰ سال تک آپ کو معاذ اللہ نبی نہ ماننا گستاخی اور سوء ادبی نہیں ہے جس کا انہوں نے کئی طریقوں سے اظہار بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (تحقیقات، صفحہ ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۹۸، وغیرہا) جو غلط ہے کیونکہ تحقق نبوت اس سے قبل بھی ثابت ہے (وسیأتی) نیز اس سے قطع نظر بحث (برتقدیر تسلیم) قبل تحقق انکار کے گستاخی وسوء ادبی ہونے میں نہیں بلکہ بعد تحقیق انکار کے گستاخی اور سوء ادبی ہونے میں ہے جب کہ موصوف خود اپنی تصریحات

کی رُو سے بعد تحقق ہی انکار کے مرتکب ہیں (جس کی مکمل تفصیل مقدمۃ الکتاب میں گزر چکی ہے وسیأتی فیما یأتی ایضاً)۔

تحقق نبوت حسب بالا مان لینے کے بعد اس کے لیئے انہوں نے اسے جگہ جگہ بالفعل نبوت لکھا اور آپ ﷺ کے لیے بالفعل نبی کے الفاظ استعمال کیئے ہیں۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۶، ۲۷، ۴۵، ۴۶، ۵۱، ۵۲، ۵۶، ۶۳، ۷۲، ۸۴، ۸۸، ۸۹، ۹۴، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۲۰۵، ۲۰۹)۔

نیز انہوں نے اس کے برخلاف بھی لکھ دیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ وہ اس میں ذہنی پراگندگی کا شکار ہیں۔ ان کے لفظ ہیں۔ ''گویا اس وقت نہ بالفعل نبی ہونا مراد ہے نہ محض علم الٰہی میں بلکہ ملٰئکہ وارواح میں اعلان وتشہیر مراد ہے'' پھر اسے انہوں نے علماء ظاہر کا مجمع علیہ اور متفق علیہ ہونا بھی بظاہر پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۲۰۴، ۲۰۵)۔

تخلیق آدم علیہ السلام سے ولادت باسعادت تک آپ ﷺ کم وبیش چھ ہزار سال جو اپنے آباء واجداد اور امہات وجدات کے ارحام واصلاب میں رہے اس مدت میں بھی وہ آپ کو بالفعل نبی مانتے نظر نہیں آتے۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۳۵)۔

اسی طرح ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک بھی ان کو آپ کے بالفعل نبی ہونے سے انکار ہے بلکہ تحریک کی حد تک وہ اس کے منکر ہیں جس کے متعلق انہوں نے اپنی یہ پوری کتاب وضع کی ہے اور اس پر پورا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کی عالم ارواح والی بالفعل نبوت، روح مبارک کے جسم مبارک میں جلوہ فرما ہونے کے بعد بالفعل نہ رہی اس کا کچھ اعتبار نہ رہا بلکہ اس جہان میں وہ کالعدم ہوگئی اس لیئے وہ اسے ''بالقوۃ'' نبوت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۹، ۴۰، ۱۰۵، ۱۱۰، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۳۷، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۷۱، ۱۹۶، ۲۱۸، ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۲۹، ۲۴۶، ۲۴۸)۔

(اس کی تفصیل مقدمۃ الکتاب میں بھی گزری ہے)۔

مزید صفحہ ۲۰۹ پر صراحۃً لکھا ہے: دنیا والی نبوت کو عالم ارواح والی نبوت کا عین ٹھہرانا اور اس کو اسی کا تسلسل اور دوام ٹھہرانا قطعاً درست نہیں ہے بلکہ وہ علیحدہ نبوت ورسالت ہے اور یہ عالم اجسام والی علیحدہ ہے'' اھ بلفظہ۔

خلاصہ یہ کہ مصنف تحقیقات کے نزدیک عالمِ ارواح میں آپ ﷺ کا بالفعل نبی ہونا پکی پکی بات ہے۔ بعد ازاں خصوصاً بعد از ولادت باسعادت آپ کی وہ نبوت کا بالقوۃ بن گئی۔ پھر چالیس سال کے بعد بالفعل ہوگئی۔

ہمارا (خالص، محقق سنّی) موقف

موقع و مقام کی مناسبت سے مسئلہ ہٰذا کے بارے میں مصنف تحقیقات کے خصوم کے موقف کو سمجھ لینا بھی ضروری ہے تاکہ مسئلہ کو کما حقہ سمجھا جاسکے۔ پس اس بارے میں ہمارا موقف (جو خالص محقق سنّی موقف ہے) یہ ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اصل کائنات ہونا چونکہ ایک حقیقت ثابتہ ہے جب کہ "اصل" میں اس کی فرع یا فروع کی جملہ خاصیتوں کے خلاصہ کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً بیج میں پورے پودے اور درخت کا خلاصہ ہوتا ہے اور انڈے میں پورے پرندو غیرہ کا۔ نیز باپ کی صلب میں اولاد کے اجزاء ہوتے ہیں اور یہ سب مصنف تحقیقات کو بھی تسلیم ہے۔ ملاحظہ ہو (تنویر الابصار، صفحہ ۲۹، تفصیل آگے آرہی ہے)۔ اس لیئے آپ کی حقیقت مقدسہ اور نور مبارک کو جب جملہ خلق کی بنیاد اور اصل بنا کر بمعنی حقیقی سب سے پہلے پیدا کیا گیا تو نبوت ورسالت سمیت دیگر تمام کمالات کو اس میں ودیعت رکھ کر اس کی تخلیق کی گئی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کو کسی بھی فرد یا افراد خلق کا پیدا کرنا منظور ہوا تو اس نے انہیں ان کے حسبِ ضرورت آپ کی حقیقت مقدسہ کا فیض دینے کے لیئے آپ کے متعلقہ کمال کو مختلف نوعیّتوں سے پہلے سے طے فرمودہ اوقات میں ظاہر فرمایا۔

بالفاظ دیگر آپ کی حقیقت مقدسہ نوریہ کو تمام کمالات سے متصف کر کے پیدا کیا گیا البتہ ہر کمال کا ظہور اپنے اپنے وقت پر حسبِ حکمت ہوا کیونکہ جب وہ نور، ایجاد افراد کائنات کے لیئے سبب، واسطہ، وسیلہ اور مبداء فیض ہے تو لامحالہ ہر کمال کا اس میں پہلے سے پایا جانا لازم اور حسبِ موقع اس کا ظہور ماننا ضروری ہوا جس میں ان افراد خلق کو معرض وجود میں لایا گیا۔

بناءً علیہ ہمارے نزدیک مختار اور راجح وہی قول ہے جس میں آپ ﷺ کی حقیقت نوریہ کو شروع سے ہی متصف بالنبوۃ والرسالۃ کہا گیا ہے کیونکہ یہ قول ایک تو آپ ﷺ کے اصل کائنات ہونے کی حقیقت کے عین مطابق ہے۔ دوسرے اس میں دیگر اقوال کی بہ نسبت ایک زائد بات ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے قائل کو اس کی دلیل پہنچی جو دوسروں کو نہیں پہنچ پائی جب کہ یہ مسلّمہ اصول سے ہے کہ علم، لاعلمی پر حاوی اور بلفظ دیگر

اثبات، نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں مسئلہ بھی شان رسالت کا ہے جس کی بلا وجہ وجیہ نفی کرنا خالص محقق سنّی طرز سے ہٹ کر ہے خصوصاً جب کہ اس کے برخلاف بھی کوئی معیاری شرعی دلیل قائم نہیں بلکہ آپ ﷺ کے جامع کمالات ہونے کے نظریہ محققہ کے عین مطابق ہے۔

آپ ﷺ کے وصف نبوت و رسالت کی شانیں مختلف ادوار میں مختلف رنگوں میں حسبِ تقاضائے حکمت ظہور پذیر ہوتی رہیں جس کی فیض رسانی کی ہر ہر صورت اس کے ظہور کا الگ الگ مرتبہ قرار پائی۔ بالفاظ دیگر اس کے فیض کی جملہ صورتیں اس کے ظہور کے مراتب ہیں اور خود اس کے کئی مراحل ہیں۔ چنانچہ اس کمال کی ودیعت کے ساتھ نور مبارک کی تخلیق، پھر کچھ عرصہ کے بعد لوح محفوظ پر اس کا لکھا جانا، ملٰئکہ وارواح کے سامنے اس کا اظہار کہ ہم اسے اس وصف سے متصف فرما چکے ہیں۔ نیز ملٰئکہ وارواح خصوصاً ارواح انبیاء و رسل عظام علیہم السلام کے لیے مفیض، مربی و معلم کے طور پر اس کی تعیناتی وغیرہ (جسے عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونے سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے) یہ سب اس کے مراتب ظہور ہیں۔ پس آپ ﷺ کو جب سے خصوصیت کے ساتھ بالفعل نبی قرار دیا گیا تو اس کے بعد سے آپ ہر دور میں بالفعل نبی رہے۔ خواہ عالم بالا میں رہے ہوں یا آدم ﷺ اور حواء علیہا السلام سے لے کر اپنے جملہ آباء و اجداد کرام اور امہات و جدّات طاہرات کے ارحام و اصلاب طیبہ میں جلوہ فرما ہوں۔ نبوت کے بالفعل ہو جانے کے بعد اسے بالقوۃ کہنا درست نہیں کیونکہ کسی امر کے بالفعل قرار پانے کے بعد اس کا ''بالقوۃ'' ہونا ختم ہو جاتا ہے۔ بلفظ دیگر بالقوۃ بالفعل ایک دوسرے کی ضد ہیں جب کہ جمع بین الضدین محال ہے۔ خلاصہ یہ کہ بالفعل قرار پانے کے بعد اس کا بالقوۃ کا تصوّر ختم ہو گیا۔ پس اسے پھر بھی بالقوۃ کہنا غلط ہوا۔

لہٰذا عالمِ ارواح کے بعد دیگر عوالم میں مختلف مراتب میں ظہور سے قبل اسے مرتبۂ استتار و اخفاء سے تعبیر کرنا ہی صحیح ہے یعنی نبوت و رسالت کو خصوصاً روح مبارک کے جسم مبارک میں تشریف لانے کے بعد آپ کی ذات میں مستتر، مخفی اور پوشیدہ کر دیا گیا ''بالفعل'' والی حیثیت کو ختم کر کے ''بالقوۃ'' کی صورت میں نہیں لایا گیا۔ بولنے والا آدمی جب چپ بیٹھا ہوا ہو یا سویا ہوا ہو تو اسے گونگا نہیں کہا جائے گا بلکہ اسے اس کا عدم اظہار تکلم کہا جائے گا۔

پس حضرت آدم و حواء علیہا السلام سے اپنے والدین ماجدین تک پہنچنے نیز عالمِ بطن سے ولادت باسعادت۔ اسی طرح ولادت مبارکہ سے چالیس سال کی عمر شریف تک کے تمام ادوار میں بھی آپ ﷺ بالفعل

نبی و رسول تھے۔ اس معنٰی میں کہ آپ کو عالمَ ارواح میں جب سے نبوت سے متصف و موصوف بنا دیا گیا اس کے بعد اسے کینسل نہیں کیا گیا اور نہ ہی اسے غیر معتبر یا کالعدم قرار دیا گیا کیونکہ یہ بے بنیاد اور بلا دلیل دعویٰ ہے۔ نیز یہ سلب نبوت ہے جو بالاتفاق جائز نہیں بلکہ سلب کا قول کفر ہے۔ بناء بریں نبوت وہی تھی جسے مختلف صورتوں میں ظاہر کیا جاتا رہا اور وہ سب صورتیں اس کے ظہور کے مراتب ہیں، اسے دوبارہ نبی بننا نہیں کہیں گے کہ آپ نبی پہلے ہی سے بنے ہوئے تھے۔ اسی تفصیل کے مطابق ولادت باسعادت کے بعد آپ کی عمر شریف جب چالیس برس کی ہوئی تو اسے عالمِ اجسام کے لیے ظاہر فرمایا گیا۔ پس اس مرحلہ کو جسے آپ ﷺ کی بعثت کہا جاتا ہے وہ قطعی طور پر اعلان نبوت ہی کے معنٰی میں ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ آپ ﷺ چالیس سال کی عمر شریف میں نبی بنے نہیں بلکہ عمر شریف کے اس حصہ میں آپ نے حکم خداوندی سے اپنے نبی ہونے کو ظاہر فرمایا۔ جب یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ثبوت و تحقق اور چیز ہے اور عدم ظہور چیزے دیگر ہے۔ یعنی بننا اور ہوتا ہے اور ظہور و اظہار اور ہوتا ہے۔ (وھو المقصود والحمد للہ تعالیٰ المعبود المحمود)۔

خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے زمانۂ قبل تخلیقِ آدم علیہ السلام میں نبوّت عطا فرمائی۔ بالفاظ دیگر آپ کو نبی بنایا جس کا معنٰی عند البعض یہ ہے کہ آپ کو نبی قرار دے دیا گیا اور اس وقت کی مخلوق کے سامنے اس کا اظہار کر دیا گیا لیکن اس جہان میں آپ کو بعثت نہ دی گئی اور مأمور بالتبلیغ نہ فرمایا گیا۔ جب کہ بلند پایہ محققین اور مرتبہ شناسان نبوّت کے نزدیک آپ کو اس معنٰی میں نبی بنایا گیا کہ بعثت بھی عطا فرمائی گئی اور آپ کو مربی و مفیض بنایا گیا۔ اس طرح سے آپ کی ایک بعثت اس جہان میں ہوئی۔ پھر آپ کی ایک اور بعثت اس وقت ہوئی جب ولادت باسعادت کے بعد آپ کی عمر شریف چالیس برس ہوئی۔

الغرض آپ نبی پہلے سے ہیں بعثت بعد میں ہوئی جو نفسِ نبوّت کے منافی نہیں۔

مصنفِ تحقیقات نے یہ اختراعی نظریہ کہاں سے لیا ہے؟

مصنفِ تحقیقات کے اس نظریّہ کے حقیقی پیش رَو اور سلف مشہور منکر حدیث چوہدری غلام احمد پرویز (بانئ طلوعِ اسلام) اور طرزِ جدید کے معروف وہابی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب (و امثالھما) ہی ہیں جس کے بعض شواہد حسبِ ذیل ہیں:

○ عقیدہ ہٰذا ان لوگوں کی کتب میں بڑی شدّ و مد کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ پرویز مذکور کے اس بارے میں لفظ ہیں: ''حضورؐ کو نبی بننے سے ذرا بھی پہلے اس کا علم نہیں تھا کہ آپ اس منصب جلیلہ پر فائز کیے جانے والے ہیں''۔ ملاحظہ ہو (ختم نبوّت اور تحریک احمدیت، صفحہ ۳۵، مطبوعہ طلوعِ اسلام ٹرسٹ لاہور، ایڈیشن ششم، ۱۹۹۸ء)

نیز مودودی صاحب کے الفاظ ہیں: ''آپؐ کو اس سے پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ گزرا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں (الیٰ) نبی بنائے جانے کا کوئی تصوّر آپ کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا (الیٰ) طرح طرح کے سوٴالات حضور کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے (الیٰ) کیا واقعی میں نبی ہی بنایا گیا ہوں؟'' (ملخّصاً بلفظہ) ملاحظہ ہو (سیرت سرورِ عالم ﷺ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۶، طبع ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، اشاعت پنجم، اپریل ۱۹۸۹ء)۔

نیز اسی کے اسی صفحہ پر حاشیہ میں لکھا ہے: ''جب آپ نبوت کے منصب عظیم پر یکایک مأمور کر دیئے گئے اس وقت کافی دیر تک آپ کو یہ اطمینان نہ ہوتا تھا کہ دنیا کے کروڑوں انسانوں میں سے تنہا ایک میں ہی اس قابل ہوں کہ اس منصب کے لیے رب کائنات کی نگاہِ انتخاب میرے اوپر پڑے'' (بلفظہ)۔

مزید ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے انتہائی ایمان سوز طرز میں مودودی صاحب نے لکھا ہے: ''اگر ان کے تجربہ میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ میاں نبوّت کے امیدوار ہیں (الیٰ) وہ کہتیں کہ میاں گھبراتے کیوں ہو جس چیز کی مدتوں سے تمنا تھی وہ مل گئی، چلو اب پیری کی دکان چمکاوٴ، میں بھی نذرانے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۳۷، جلد دوم، طبع مذکور)۔

اسی کو اپناتے ہوئے مصنفِ تحقیقات نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں: ''نبی مکرم

ﷺ عمر شریف کے ابتدائی حصہ میں اپنے نبی بنائے جانے کا علم رکھتے ہوں یہ محل کلام یا موضوعِ بحث نہیں ہے"۔ (تحقیقات، صفحہ ۲۰۸)۔

یہاں مولانا موصوف نے علم کو بالفرض کی مد میں رکھا صاف نفی نہیں کی تاکہ اعتراض ہونے پر دامن بچانے کی گنجائش ہو جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ کو معاذ اللہ اپنے نبی بنائے جانے کا علم تھا تو نہیں مان لیا جائے تو کچھ حرج بھی نہیں ہے۔ البتہ کچھ ضروری نہیں ہے اور "نبی بنائے جانے" کے جو لفظ بولے ہیں بعینہٖ مودودی صاحب کی عبارت میں موجود ہیں۔ پرویز نے بھی "نبی بننے" کے جو لفظ لکھے ہیں سامنے ہیں۔

○ یہ بات موصوف کے دل میں بھی کھٹکی تو اسے انہوں نے اپنے بیٹے کے ذریعہ اس طرح سے تحفظ دیا کہ "وہابیہ کے عقیدہ اور ہمارے عقیدہ میں زمین آسمان کا فرق ہے"۔ اور اس کی توجیہ یہ کی کہ "وہ وحی سے پہلے معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد سرکار علیہ السلام کو مؤمن بھی تسلیم نہیں کرتے۔ جب کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سرکار ﷺ وحی سے قبل ولایت کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے"۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۶۵، من ابن المؤلف)۔

اقول: یعنی یہ ان کا مسلک پر احسانِ عظیم ہے نیز ماشاء اللہ وہ مجتہد ہی نہیں "مجدد" بھی ہیں کہ ایک تیسری راہ نکال لی ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کچھ وہابیہ نے بھی اس طرز پر گفتگو کی ہے چنانچہ دیوبندیوں کے حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب آف کراچی نے لکھا ہے: "نبی قبل از نبوت کم از کم ولی تو ضرور ہوتا ہے"۔ ملاحظہ ہو (ارشاد القاری الی صحیح البخاری، صفحہ ۸۹، طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

نیز مشہور دیوبندی مولوی سرفراز گکھڑوی صاحب نے لکھا ہے: "قبل از نبوت مقام ولایت میں کرامت زیادہ مناسب ہے"۔ (راہِ ہدایت، صفحہ ۱۰۱، طبع گوجرانوالہ)۔

لہٰذا موصوف کا یہ "احسانِ عظیم" بھی ان پر وہابیہ کا "فیضان" نکلا۔ مولانا کے بیٹے نے بھی اس کا اشارہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

○ بعض حضرات ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہماری وہابیوں کے ساتھ موافقت ہو جائے گی (الیٰ) "بعض حضرات یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تو مودودی کا عقیدہ تھا"۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۶۵)۔

○ اس کی مزید دلیل یہ ہے کہ مصنفِ تحقیقات نے اپنے اس موقف کے دلائل کے سلسلہ میں مودودی صاحب کی خدمات حاصل فرمائی ہیں یعنی اس کے جو دلائل مودودی صاحب نے دیئے ہیں موصوف نے بھی بلا کمی وکاست انہی کو لیا ہے۔ پھر کچھ کا اضافہ بھی کیا ہے جو ان کی "ذہانت" اور "عمدۃ الاذکیائی" ہے تاکہ ہر شخص ان کے اصل مأخذ کو جلدی سے نہ بھانپ سکے مگر "تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں"۔

چنانچہ موصوف نے بنیادی طور پر چار عدد آیات قرآنیہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے:

نمبر۱　سورۂ یونس کی آیت نمبر۱۶ قل لو شاء الله ماتلوته علیکم و لا ادرٰکم به فقد لبثت فیکم عمرا من قبله

نمبر۲　سورۂ قصص کی آیت ۸۶ نمبر وما کنت ترجو ان یلقی الیك الکتاب الا رحمة من ربك

نمبر۳　سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر۵۲ کے الفاظ ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان

نمبر۴　سورۂ والضحیٰ کی آیت نمبر۷　ووجدك ضالًّا فهدیٰ

ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۲۲)

جب کہ بعینہٖ یہی دلائل مودودی صاحب نے پیش کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو: (سیرت سرور عالم ﷺ جلد دوم، صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۲۹، ۱۳۸)

مودودی صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۷ پر لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی "حالت یہ ہے کہ ششدر رہ جاتے ہیں کانپتے اور لرزتے ہوئے گھر پہنچتے ہیں" (ملخّصاً، بلفظہ)۔

اسی کو مولانا نے یوں لکھا ہے: "آپ مرعوب ہوگئے اور گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے اور لرزتے کانپتے اٹھے اور گھر تشریف لے گئے"۔ (تحقیقات، صفحہ ۸۵) جس سے یہ بات پختہ ہوگئی کہ مولانا کا مؤقف جدید، مودودی کا چربہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسئلہ ہٰذا میں مصنفِ تحقیقات کے اصل سلف ومأخذ وہابیہ وغیرہم اور ان کی کتب ہیں لہٰذا ملک کے گوشہ گوشہ سے علماء اہلِ سنّت کا انہیں اس مسئلہ میں وہابیہ وغیرہم ضلاّل کے موافق کہنا کچھ بے جا اور بے اصل نہیں ہے۔

پس تحقیقات (صفحہ ۱۵۷ اور ۲۶۴، ۲۶۵ وغیرہا) میں ان کا اس پر شکوہ اپنے جرم کو چھپانے کی کوشش ہے جو بے سود ہے اور فقیر نے تو اپنے ایک گزارش نامہ کے ذریعہ مؤرخہ ۲۳ محرم ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۲ فروری ۲۰۰۷ء میں ہی دعوت رجوع پیش کرتے ہوئے ان سے مخلصانہ اپیل کرتے ہوئے پیشگی عرض کیا تھا کہ "مسئلہ عظمت رسول کا ہے ﷺ۔ نیز عامہ اذہان میں یہ ثبت ہے کہ اس میں نفی کا پہلو وہابیہ اور پرویزیہ نیز مودودیہ کے خواص مذہب سے ہے۔ اس پر اصرار سے حضرت کے متعلق بدگمانی پھیلے گی۔ وہابیت کو خواہ مخواہ تقویت ملے گی اس لیے اس رائے کو بدل لیں تو مسلک پر بہت بڑا احسان ہوگا اور بدنامی سے تحفظ بھی"۔ (ملخّصاً)

بناءً علیہ جنگ چھیڑ دینے کے بعد اب رونے یا یہ کہنے کی بجائے کہ مکاّ کیوں مارا ہے "ایں ہمہ آوردۂ

تست'' کو ملحوظ رکھیں۔

مزید وضاحت:

اس کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ اپنی کمزوری کو سمجھنے اور غلطی کا اعتراف کرنے کی بجائے اپنی سابقہ خدمات کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کا انداز اپنایا گیا ہے جو بعینہٖ وہابیہ کا طرز ہے۔ چنانچہ ان کے ایک تلمیذ نے (بر بناء حکمت اپنا نام ظاہر نہ کر کے) لکھا ہے: ''پوچھنا چاہتا ہوں کہ اتنی عظیم شخصیت جس کے تلامذہ کے تلامذہ آج مسند تدریس کی رونق ہیں جس کی ایک درجن سے زائد کتب' ہزاروں خطبات اور بیسیوں تلامذہ ان کی علمی وجاہت کی دلیل ہیں۔ جس کی ساری زندگی بدعقیدہ لوگوں کے خلاف جہاد میں گزری' مناظرہ جھنگ کی فتح و نصرت جس کے ماتھے کا جھومر ہے' آپ کس منہ سے ان کی شان میں لب کشائی کر رہے ہیں''۔ (صفحہ۸)۔

اقول: یہ معیار ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص بڑا استاذ اور کچھ مصنف بن جائے وہ جو کہتا پھرے اسے اس کی اجازت ہوتی ہے۔ بہت خوب! انما الاعمال بالخواتیم کی کوئی اہمیت نہ رہی اور اس سے وہابیہ مرزائیہ وغیرہم کو بھی عام معافی مل گئی

مزید سنیے خود مولانا اسی کو اپنی صداقت وصحت کی دلیل بناتے ہوئے فرماتے ہیں: ''افسوس صد افسوس! کم از کم اتنا ہی سوچ لیا جاتا کہ اشرف سیالوی کم از کم ایک محنتی طالب علم تو تھا بھی اور اب بھی ہے مطالعہ کی عادت اس نے ابھی تک ترک نہیں کی اور نہ ہی کسی سطح کے استاذ نے اسے کند ذہنی اور بلادت یا عدم مطالعہ کا مطعون و متہم ٹھہرایا اور نہ ایسا ہوا کہ اس کی باتوں کو ناقابل التفات سمجھا ہو''۔ نیز ''اتنا بھی نہ سوچا گیا کہ محمد اشرف سیالوی حسبِ سابق وہابیہ اور گستاخ فرقوں کا ردّ کر رہا ہے اور ان کے ساتھ اسی طرح محاذ آرا ہے''۔ (تحقیقات' صفحہ۱۷)۔

اقول: جب مخلصانہ طور پر یہ کام کیے تھے پوری دنیائے سنّیت نے آپ کو سراہتے ہوئے آپ کے لیے دیدہ فرش راہ کی تھیں اس میں بحث نہیں۔ بحث تو اس میں جواب کیا گیا ہے۔ آج ہی اس سے تائب ہو جائیں پھر دیکھیں کہ آپ کو کیسے اعزاز دیئے جاتے ہیں۔ یعنی آپ نے اپنے ساتھ جو کیا ہے خود کیا ہے۔

○ حضرت غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان (جن سے تحقیقات میں ۳۵۳ پر استناد کیا گیا ہے) اپنی تصنیف لطیف ''الحق المبین'' میں وہابیہ کے اس پروپیگنڈہ کا تفصیل سے ردّ فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: ''بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ علماء دیوبند نے دین کی بہت خدمت کی سینکڑوں علماء ان سے

پیدا ہوئے انہوں نے بے شمار کتابیں لکھیں ان میں سے بہت سے لوگ پیری مریدی کرتے ہیں اور ان میں عابد وزاہد بھی پائے جاتے ہیں انہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے دین کی بہت کچھ تبلیغ واشاعت کی الخ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں سے توہین رسول ﷺ کا سرزد ہو جانا' عقلاً یا شرعاً کسی طرح بھی محال نہیں۔ بلعم بن باعور کتنا بڑا عابد وزاہد اور مستجاب الدعوات تھا لیکن حضرت موسیٰ ﷺ کی مخالفت اور ان کی اہانت کا مرتکب ہو کر ولکنہ اخلد الی الارض کا مصداق بن گیا اور ہمیشہ کے لیے قعر مذلت میں گر گیا۔ شیطان کا عابد وزاہد اور عالم وعارف ہونا سب کو معلوم ہے۔ جب وہ حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کر کے راندۂ درگاہ ہو گیا تو دوسروں کے لیۓ توہین رسول کا مرتکب کیونکر نا ممکن قرار پا سکتا ہے؟ خوارج ومعتزلہ اور دیگر فرق باطلہ کے علمی اور عملی کارنامے اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھے جائیں تو اس زمانہ کے حضرات مذکورین سے ان کے علم وعمل کا پلّہ کہیں بھاری تھا۔ ان کی مزعومہ دینی خدمات' تدریس وتبلیغ' تصنیف وتالیف کے مقابلہ میں ابناء زمانہ کی خدمات اور کارگزاریاں ذرہ بے مقدار کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں لیکن ان کے یہ تمام علمی اور علمی کارنامے ان کو قعرِ ضلالت سے بچا نہ سکے الخ۔ ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی' جلد ۲' صفحہ ۲۶۷' ۲۶۸' طبع مکتبہ فریدہ ساہی وال' مطبوعہ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ)۔

خلاصہ یہ کہ اپنی غلطی تسلیم کر کے اس سے تائب ہونے کی بجائے اپنی سابقہ خدمات کو پیش کر کے جان بچانے کی کوشش کرنا طرزِ وہابیہ ہے۔

دوہرا معیار

اور سبب تنزلی پیرزادہ صاحب کے متعلق مصنف تحقیقات کے تلمیذِ رشید نے لکھا ہے: ''یہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے وفات سے تقریباً آٹھ سال پہلے سے نجدیت کی بولی بولنی شروع کی''۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ۹)۔

خود مولانا نے موصوف کو مخاطب کر کے رقم کیا ہے: ''پتہ نہیں آپ اس قدر فاتر العقل اور کم فہم کیوں بن گئے ہیں؟ کہیں والد گرامی کی ناراضگی اور بددعاؤں کے اثرات تو نمایاں نہیں ہو رہے ہیں؟ باادب بانصیب' بےادب بےنصیب''۔اھ بلفظہ۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ۳۰)۔

اقول: اگر سابقہ خدمات واقعی معیار ہوتی ہیں تو یہی معیار پیرزادہ صاحب کے متعلق قائم کیوں نہیں رکھا اور اگر اس کو معیار سمجھنا درست نہیں بلکہ جرم عظیم ہے تو اسے دلیل کیوں بنایا؟ یہ دوہرا معیار کیوں؟ انہوں نے ''نجدیت کی بولی بولنی شروع کی'' تو جناب نے بھی تو انہی کی بولی بولنی جاری رکھی ہوئی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ پیرزادہ صاحب کو ان کے والد گرامی کی ناراضگی اور بددعائیں کھا گئی ہیں جو ضرور لائق فکر ہے۔ لیکن اس پر بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ ساری دنیا یہ بھی کہہ رہی ہے کہ مصنفِ تحقیقات نے جب سے مسئلہ قدمی ہٰذہ کے حوالہ سے غیر محتاط انداز اختیار کرتے ہوئے بقول ناقلین اسے کلام باطل نظام قرار دیا ہے (والعیاذ باللہ العظیم) اسی دن سے انہیں تنزلی کا سامنا ہے اور مسئلہ نبوّت میں مزلّت قدم بھی ''قدمی ہٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ'' سے تنفر کا نتیجہ ہے۔ مزید محکم کاروائی کرنے کے لیئے ''من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب'' کے قائل جلّ جلالہٗ نے اتمام حجت فرماتے ہوئے ان سے یہ لفظ بھی لکھوا لیئے ہیں کہ ''باادب بانصیب' بےادب بےنصیب''۔ (یا مقلب القلوب والابصار قلب قلبہ الیٰ ما یرضیك ویرضی احبائك۔ آمین) دیگر وجوہ بھی ہو سکتی ہیں جن کا وہ خود بہتر علم رکھتے ہیں۔ بہرصورت اس پر سوچنے اور اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

بے ادب وغیرہ کون؟ منکر یا قائل:

مصنفِ تحقیقات نے مبحث فیہا مسئلہ کے حوالہ سے سیّد عالم ﷺ کی فضیلت کے قائلین کو کچھ خطابات سے بھی نوازا ہے جن کا (اصل سے مطابقت کی ذمہ داری کے ساتھ) معتبر خلاصہ حسب ذیل ہے: ''ذلیل ورسوا' علم کے جھوٹے دعویدار مکمل بر ہنے علم ودانش سے خالی دامن' ناسمجھ' نرے جاہل' فاتر العقل' کم فہم' زمرۂ عقلاء سے خارج' عقول واذہان کو چھٹی دے رکھنے والے' سنیّت کے جھوٹے مدعی' گمراہ' اصول شریعت سے ناواقف ولاعلم' سنی سناؤں پر چلنے والے' بارگاہِ مصطفوی کے بے ادب' گستاخ' بغض وعناد والے معاندین' شکوک وشبہات کا شکار ہونے والے جہالت سے بھرپور' فریبی' دھوکے باز اور ہمچو ما دیگرے نیست کے زعم میں مبتلا (وغیرہ وغیرہ) (ملخّصاً)۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۸'۱۹'۳۰'۳۹'۴۰'۵۱'۱۳۹'۱۸۲'۱۹۱'۱۹۶'۲۰۸'۲۰۹'۲۲۳'۲۲۹)۔

حالانکہ یہ شان نبوت کے ماننے والوں کے اوصاف نہیں بلکہ منکرین کی صفات ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ
ولکن لا یشعرون الا انهم هم السفهاء ولکن لا یعلمون ۔اولئك كالانعام بل هم اضل واولئك هم الغافلون ۔ماانت بنعمة ربك بمجنون ۔ کل حلاف مهين۔ معتد اثيم عتل ۔(وغیرہا من النصوص)۔

جس سے بے ساختہ نوک قلم پر آتا ہے ع برعکس نہند نام زنگی کافور

لہٰذا جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اسی طرح انہوں نے اپنے خصوم کو طنزیہ طور پر ائمہ زماں' مقتدایان انام اور محققین عصر وزماں عقل کل اور مجسمہ خرد ودانائی وغیرہ کے الفاظ سے بھی یاد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱۱۷'۱۴۷'۲۱۸'۲۴۳)۔ جس سے حضرت کے وصف غرور سے پردہ اٹھتا ہے جب کہ وہ کہہ یہ رہے تھے کہ ''ہمچو ما دیگرے نیست'' کا شکاران کے مخالفین ہیں۔ سچ ہے

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

نیز مزید مہربان ہو کر ان الفاظ سے یاد کر کے بھی کرم فرمائی کی ہے: ''مجتہدین زمانہ' مجتہدین عصر وغیرہ۔ ملاحظہ ہو (۱۷۹'۱۸۲'۲۰۹'۲۲۹'۲۲۵'۲۲۶)۔ جس کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مسئلۂ نبوت (زیر بحث) میں قائلین کے پاس بحمد اللہ تعالیٰ خصوصیت کے ساتھ سرکار رسول اللہ ﷺ کا صریح فیصلہ موجود ہے پس انہیں اجتہاد کی کیا ضرورت ہے لہٰذا یہ شان بھی حضرت ہی کی ہے جو فیصلہ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کے ہوتے ہوئے واویلے فرمائے جا رہے ہیں۔ ع ہے یہ گنبد کی صدا' جیسی کہو ویسی سنو

نفی کا مضحکہ خیز انداز:

مصنفِ تحقیقات نے بعض مقامات پر سیّد عالم ﷺ سے نبوت کی ان الفاظ میں بھی نفی کی ہے: ''محبوب کریم ﷺ سے نزول کتاب کی امید اور آرزو کی نفی کی جارہی ہے''۔ (بلفظہ) ملاحظ ہو (تحقیقات' صفحہ ۱۱۶' نیز جوابی مکتوب مصنف تحقیقات) جو انتہائی مضحکہ خیز ہے کیونکہ ''محبوب'' کا لفظ ثبوت کا مقتضی ہے نہ کہ نفی کا یعنی محبوب کی مانی جاتی ہے ردّ نہیں کی جاتی۔ عطاؤں کی بارش کی جاتی ہے اور اس کو دیا جاتا ہے اس سے چھینا نہیں جاتا۔ اس کے لاڈ چلتے ہیں حوصلہ افزائیاں ہوتی ہیں حوصلہ شکنیاں نہیں ہوتیں۔ مصنف تحقیقات کے طور پر ان کے لفظوں کا مفہوم یہ بن رہا ہے کہ اللہ نے باوجود تمام تر مہربانیوں کے اپنے لاڈلے کو یہ کمال نہیں دیا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور یہ ایسے ہے جیسے منکرین فضائل نبوت' اہلِ سنّت کو جواب دہ قرار دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ کیا ''حضور'' حاضر ناظر ہیں؟ نبی ﷺ کو غیب کا علم حاصل تھا اور کیا رسول اللہ نور اور مختار تھے؟ حالانکہ حضورؐ نبی اور رسول کے الفاظ بذات خود ترتیب وار حاضر ناظر' عطائی علم غیب' نورانیت' اور خداداد اختیارات کا ثبوت ہیں۔ فیا للعجب ولضیعۃ العلم والادب۔

کیا انکار و سلب نبوت کا قول مصنف تحقیقات کے واضع قسم کے خصوم کا ان پر جھوٹا الزام ہے:

مصنفِ تحقیقات کے اتباع نے یہ کہنا شروع کیا ہوا ہے کہ موصوف عالمِ ارواح والی نبوّت کے سلب کے قائل نہیں ہیں نیز خود موصوف نے بھی آغاز کتاب میں یہی تأثر دیا ہے۔

چنانچہ ان کے ایک تلمیذ کے لفظ ہیں: ''گزشتہ کئی مہینوں سے اشرف العلماء کے حوالہ سے علماء واعظین اور مقررین کے ہاں عجیب وغریب نظریات دیکھنے اور سننے کو مل رہے ہیں کوئی یہ کہتا ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے سرکار کی نبوّت ورسالت کا انکار کر دیا''۔ (ملخصاً بلفظہ) ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۷)۔

خود مصنف تحقیقات کا کہنا ہے کہ: ''کچھ عرصہ سے چند نوجوان' نوخیز واعظین کرام اور مقررین عظام اس طرح کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور شور شرابا برپا کیے ہوئے ہیں کہ محمد اشرف سیالوی نبی کریم ﷺ کو بچپن سے نبی تسلیم نہیں کرتا اور چالیس سال کے بعد آپ ﷺ کے لیے نبوّت ورسالت کا تحقق تسلیم کرتا ہے''۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۱۵)۔

نیز صفحہ ۲۰' ۲۱ پر یہ عنوانات قائم کیے ہیں: ''الزام واتہام کا مبداء ومنشاء''۔ نفی نبوت اور انکار رسالت کا بہتان عظیم''۔

اوّلاً: واعظین، مقررین اور وہ بھی نوخیز اور نوجوان کو اپنا مخالف ظاہر کرنے کا واضح مطلب یہ ہو رہا ہے کہ ان کے معترضین صرف واعظ اور مقرر ٹائپ کے لوگ ہیں یعنی جہلاء اور کم از کم قلیل العلم قسم کے افراد ہیں، قابل ذکر علماء میں سے کوئی بھی نہیں جب کہ ان کے مؤیدین سب اہل علم حضرات ہیں۔ جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے تمام جلیل القدر علماء اہلِ سنّت اس مسئلہ میں ان کے مخالف ہیں جن میں ماہرین تدریس، شیوخ الحدیث، شیوخ التفسیر، شیوخ الفقہ، مناظرین اور اہل فتویٰ بھی شامل ہیں جس کی کچھ تفصیل شروع میں ''مختصر پس منظر مسئلہ'' کے زیر عنوان گزر چکی ہے۔ان کے تلمیذ کے بیان میں ''علماء'' کے الفاظ سے بھی اس کا ردّ ہو رہا ہے۔ ان کے ہم نواؤں میں دینہ کے مولوی شعیب حسن جیسے لوگ ہیں جو درس نظامی کے درجہ ثالثہ تک بھی مکمل پڑھے ہوئے نہیں ہیں اور ہیں بھی جی حضوری قسم کے یا پھر اس میں ان کا حامی بلکہ رپورٹ کے مطابق مسئلہ ہٰذا کا محرک اور مولانا کو خراب کرنے والا ان کا نوخیز اور نوجوان بیٹا ہے جب کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں شرعاً قابل قبول نہیں۔ نیز شاگرد بھی بیٹے ہی ہوتے ہیں لہٰذا ان کے حامی صرف اور صرف ان کے اپنے حلقہ ہی کے نومولود قسم کے چھوکرے ہی ہیں اور ان کے زیر اثر قسم کے لوگ۔ اور بس۔

ثانیاً: پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور شور شرابا برپا کیے ہوئے ہیں'' کے الفاظ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ بات محض کم علم قسم کے لوگوں کا قول ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا پر ان لوگوں کا جھوٹا الزام بھی ہے جب کہ یہ بھی سراسر خلاف واقعہ ہے اور خود ان کے لفظوں میں صحیح اور مطابق واقعہ یہی امر ہے کہ ''محمد اشرف سیالوی نبی کریم ﷺ کو بچپن سے نبی تسلیم نہیں کرتا اور چالیس سال کے بعد آپ ﷺ کے لیئے نبوّت و رسالت کا تحقق تسلیم کرتا ہے''۔

اگر یہ صحیح نہیں بلکہ محض پروپیگنڈہ اور شور شرابا ہے تو وجہ نزاع کیا امر اور جھگڑے کی بنیاد کیا چیز ہے؟ اور یہ کتاب انہوں نے کس امر کی وضاحت کے لیئے لکھی ہے؟ پھر اپنی اس کتاب میں جگہ جگہ اس کی تصریحات کے ساتھ متعدد مقامات پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی اور بار بار یہ رٹ کیوں لگائی ہے کہ ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک آپ ﷺ کو نبی نہ ماننا کسی قسم کی قطعاً کوئی گستاخی اور سوء ادبی نہیں ہے؟ نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مولانا یہاں منکرین شانِ رسالت کی چستی والی روش کو اپنا کر بیک وقت اپنا پیغام بھی دینا چاہتا ہے اور ساتھ ہی اپنا دامن بھی بچانا چاہتے ہیں جو انتہائی مذموم اقدام اور عوام کو چکر دینے والی بات ہے۔ اور ان کے تلمیذ کے لفظوں میں عجیب و غریب بھی جس کی جتنی مذمت کی جائے اتنی کم ہے

ع صاف چھپتے بھی نہیں نظر آتے بھی نہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

سلب کا معنٰی اور اس کی صورتیں:

اس امر کو جانچنے کے لیئے کہ مصنفِ تحقیقات نے سلب نبوّت کا عقیدہ اپنایا ہے یا نہیں؟ یہ سمجھئے کہ سلب کا معنٰی کیا ہوتا ہے اور اس کی صورتیں کیا ہوتی ہیں؟ فاقول و باللہ اصول ُ۔

سلب کے معانی:

سلب کے دو معانی ہیں: زبردستی کوئی چیز چھین لینا چنانچہ امام راغب فرماتے ہیں: ''السلب نزع الشئ من الغیر علی القھر '' (مفردات صفحہ ۲۳۹' طبع کراچی)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وان یسلبھم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ '' بتوں سے اگر کوئی چیز مکھی بھی چھین کر لے جائے تو وہ اتنے عاجز ہیں کہ مکھی سے بھی اس چیز کو واپس نہیں کر سکتے۔ (الخ)۔

نیز نحو میر میں بدل کی بحث میں یہ مثال مبتدیوں کو پڑھائی جاتی ہے''سلب زید ثوبہ ''زید سے اس کا کپڑا زبردستی چھین لیا گیا۔

نمبر۲: اس کا دوسرا معنٰی نفی ہے یعنی ایجاب کا مقابل۔ چنانچہ ایجاب وسلب' نیز نسبت ایجابیہ وسلبیہ اور قضیہ موجبہ وسالبہ کے الفاظ میں یہی معنٰی ہے۔

ان معانی کو ادا کرنے کے لیئے یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ صاف صاف یہ کہا جائے کہ فلاں سے فلاں چیز چھین لی گئی یا فلاں امر اس طرح سے نہیں ہے بلکہ اس کے لیئے مفہوم کو ادا کرنے والا متبادل انداز بھی کفایت کرتا ہے۔ مثلاً مکروہ تحریمی اور حرام کا مرتکب شمار ہونے کے لیئے ضروری نہیں کہ صیغہ نہی سے وارد شدہ حکم شرعی کی خلاف ورزی کی ہو بلکہ واجب اور فرض کے ترک سے بھی اسی کا ارتکاب متصور ہوگا۔ ایک آدمی کہتا ہے زید موجود نہیں ہے یا کہتا ہے کہ زید چلا گیا ہے دونوں کا ایک ہی معنٰی ہوگا۔

فقیر نے دو آدمیوں کو جھگڑتے ہوئے دیکھا ایک بڑی عمر کا تھا دوسرا کم عمر۔ بڑی عمر والے نے اسے کتّے کی گالی دی۔ چھوٹے نے سوچا کہ جواب بھی ضروری ہے لیکن یہ لفظ صریحاً بولا تو چھتر ول ہو جانے کا خطرہ ہے اس لیئے اس نے ہاتھ جوڑ کر اس سے کہا آپ جیسے فرما سکتے ہیں کیونکہ آپ میرے بڑے بھائی جو ہیں۔ تو کیا یہ وہی بات نہیں جو وہ کہنا چاہتا تھا بلکہ''الکنایۃ ابلغ من الصریح '' کے پیش نظر کھول کر بیان کرنے سے زیادہ مؤثر ہے۔

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیصلہ لے لیجیئے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سلب کی مختلف شکلوں کی وضاحت:

چنانچہ آپ اپنے رسالہ مبارکہ باب العقائد والکلام میں تمام اہل باطل کے فی الحقیقت منکر خدا ہونے

کی (اگر چہ بظاہر مقر بھی کیوں نہ ہوں) وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ایجاب وسلب متناقض ہیں جمع نہیں ہوسکتے۔ وجود شے اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اوران کے نقائص ومنافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہوتو لازم نہ ہوا اور لازم نہ ہوتو شے نہ ہو۔

تو ظاہر ہوا کہ سلب شے کے تین طریقے ہیں' اوّل: خوداس کی نفی مثلاً کوئی کہے انسان ہے ہی نہیں۔

دوم: اس کے لوازم سے کسی شے کی نفی مثلاً کہے انسان تو ہے لیکن وہ ایک ایسی شے کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں۔

سوم: ان کے منافیات سے کسی شے کا اثبات مثلاً کہے انسان' حیوان ناہق یا صاہل سے عبارت ہے۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگر چہ زبان سے انسان کو موجود کہا مگر حقیقۃً انسان کو نہ جانا۔ وہ اپنے زعم باطل میں کسی ایسی چیز کوانسان سمجھے ہوئے ہیں جو ہرگز انسان نہیں۔ تو انسان کی نفی اوراس سے جہل میں یہ دونوں اور وہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا' سب برابر ہیں۔ فقط لفظ میں فرق ہے'' اھ بلفظہ۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ شریف' جلد ا' صفحہ ۷۳۶' طبع دارالعلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ' آرام باغ روڈ کراچی)

امام اہل سنّت کی اس عبارت کے حوالہ سے اتنا بتانا مقصود ہے کہ کسی چیز کی نفی اور سلب کے لیۓ صرف صاف انکار کرنے کا طریقہ ہی نہیں بلکہ مفہوم ادا ہونے سے بھی سلب ونفی کیا جانا ایک حقیقت ہے۔

آمدم برسر مطلب:

لہٰذا مصنفِ تحقیقات نے سلب نبوت کے الفاظ نہ بھی استعمال کیے ہوئے ہوں تو اس سے ہمارا مقصود باطل نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے اس کے لیے کئی طریقے اپنائے ہیں جو سلب کے مفہوم کو پورا پورا ادا کرتے ہیں۔ کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

۱　تحقیقات میں بزعم خویش اپنے موقف کی تائید میں جتنی آیات اور احادیث وآثار لائے ہیں وہ مطلقاً نفی کے لیۓ لائے ہیں کوئی آیت یا حدیث واثر ایسی نہیں جس میں روحانی اور جسمانی نبوّت کی تقسیم ہو یا عنداللہ نبی اور عندالناس ولی ہونے کی تفصیل ہو۔

۲　علامہ مولانا مفتی غلام نصیرالدین نصیر حسنی دامت برکاتہم العالیہ (آف شورکوٹ) نے تنبیہات پر اپنی تقریظ میں ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے وفد کی شکل میں مصنفِ تحقیقات سے ملاقات کر کے ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کی تو موصوف نے دعویٰ کچھ کیا اور دلائل جتنے دیئے وہ مطلقاً نفی کے تھے اس لیۓ وہ دل برداشتہ ہو کر اٹھ کر چلے آئے۔

۳ نیز مصنف تحقیقات نے لکھا ہے کہ : محبوب کریم ﷺ عالمِ ارواح میں بالفعل نبی تھے (الیٰ) لیکن عالمِ بشریت اور وجود عنصری کا حکم جدا گانہ ہے تمام لوگوں نے وہاں الست بربکم کے جواب میں بلیٰ کہا اور ایمان لائے لیکن یہاں پھر ایمان لانے کے ساتھ مکلّف بھی ہیں اور کافر و مشرک اور مؤمن موحد اور مخلص و منافق کی تمیز بھی ہے۔ لہٰذا عالمِ ارواح میں نبی ہونے سے پیدا ہوتے ہی نبی و رسول ہونا لازم نہیں آتا''۔ (تحقیقات، صفحہ ۲۶، طبع اوّل)

مصنفِ تحقیقات کی یہ عبارت اس بارے میں کئی وجوہ سے دوٹوک ہے کہ آپ ﷺ کی عالم ارواح والی نبوّت حضور کے وجود عنصری میں تشریف لانے کے بعد بالکل کالعدم اور قطعاً غیر معتبر اور غیر مؤثر تھی جیسا کہ آخری جملہ سے واضح ہے۔ نیز وہ کہہ رہے ہیں کہ اس جہان میں سب مؤمن تھے لیکن اس جہان میں کچھ کافر و مشرک اور کچھ منافق ہوگئے یعنی ان کا ایمان باقی نہ رہا جو اس امر کی دلیل ہے کہ نبی کی نبوت بھی یہاں باقی نہ رہی و العیاذ باللہ العظیم۔

پس وہ کس منہ سے کہہ رہے ہے کہ وہ عالمِ ارواح کی نبوّت کے سلب یا ختم ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

اس عبارت میں مصنفِ تحقیقات نے جو حدیث'' لایقاس بنا احد '' سے انحراف کرتے ہوئے سیّد عالم ﷺ کا نبوت والا معاملہ کافروں مشرکوں اور منافقوں سے ملا کر جس سوء ادبی کا ارتکاب کیا ہے وہ اس پر مستزاد ہے۔ حالانکہ نبوّت جب سلب سے پاک ہے اور سلب نبوّت محال ہے تو اسے غیر نبی اور وہ بھی کافر و مشرک اور منافق کے کفر و شرک اور نفاق سے ملا دینا اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ وہ سلب نبوّت کے قائل نہ ہوتے تو یہ بات کبھی منہ سے نہ نکالتے اور گندی تشبیہ سے پرہیز کرتے۔

نیز نبی کی نبوّت کے حق میں عالمِ ارواح و اجساد کے فرق کے دعویٰ کے باطل ہونے کے لیئے اتنا بھی کافی ہے کہ موصوف نے صرف اس کی دلیل میں اپنا ذاتی قیاس پیش کیا ہے اس پر کوئی آیت یا حدیث نہیں لا سکے جب کہ یہ مسئلہ غیب کا ہے جو آیت یا حدیث کے بغیر حل ہوسکتا ہی نہیں یعنی یہ قیاس کے دائرہ کار سے باہر ہے۔

نیز تحقیق یہ ہے کہ جو اس جہان میں کافر ہے وہ اس جہان میں بھی کافر ہی تھا اور بلیٰ کا جواب محض دیکھا دیکھی دیا جس کی مکمل بحث باب ۸، ۹ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ لہٰذا یہ قیاس ہی سرے سے بے محل ہے اور اس کے بطلان کی مزید دلیل۔ و الحمد للہ المولیٰ الجلیل۔

۴ مزید لکھا ہے کہ : '' دنیا والی نبوّت کو عالمِ ارواح والی نبوت کا عین ٹھہرانا اور اس کو اسی کا تسلسل اور دوام

ٹھہرانا قطعاً درست نہیں ہے بلکہ وہ علیحدہ ہے اور یہ علیحدہ'' ۔ ملخّصاً ۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۰۹' طبع اوّل)۔

اس عبارت کا بھی یہی مطلب متعین ہے کہ اس دنیا میں چالیس سال کی عمر شریف تک عالمِ ارواح والی نبوّت مصنفِ تحقیقات کے نزدیک معاذ اللہ معطل اور غیر معتبر و غیر مؤثر رہی ۔ لہٰذا ان کا زبانی طور پر اس کے برخلاف بیان دینا چستی اور دفع وقتی ہے ۔ الامان الحفیظ۔

۵　علاوہ ازیں موصوف نے اپنی اس کتاب کے کم وبیش سولہ صفحات اس امر کے ثابت کرنے کے لیئے مختص کیئے ہیں کہ آپ ﷺ پیدائش مبارک کے بعد سے چالیس سال کی عمر شریف تک صرف اور صرف اور بس ولی ہی تھے نبی نہ تھے ۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۲۹ تا ۲۴۵' طبع اوّل)۔

ظاہر ہے کہ اس میں ولی' نبی کے مقابل کے طور پر ہے جس کی مثال وہ ہستیاں ہیں کہ جن کے صرف ولی اور نبی ہونے میں اہلِ علم حضرات کا اختلاف ہے یعنی جو انہیں صرف ولی مانتے ہیں وہ انہیں نبی نہیں مانتے اور جو ان کی نبوت کے قائل ہیں وہ انہیں صرف ولی نہیں قرار دیتے ۔

مصنفِ تحقیقات نے بھی اس طرح کی بحث حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں سپردِ قلم کی ہے ۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۴۲' طبع اوّل)۔

یہ بھی حضور سیّد عالم ﷺ کی عالمِ ارواح والی نبوّت کو ان کے سلب سمجھنے کی دلیل ہے ورنہ اگر اس نبوت کو باقی مانتے ہیں تو صرف ولی ہونے کا نظریہ اس سے باطل ہو گیا اور اس بحث کا انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ لہٰذا جب وہ اسے باقی نہیں مانتے تو ان سے سلبِ نبوت کی نسبت درست ثابت ہوئی اور الزام صحیح ہوا ۔ اور یہ ان کے لیئے اگلتے بنے نہ نگلتے بنے والی کیفیت ہوئی ۔ نعوذ باللہ من غضبہٖ۔

۶　اس کی وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ چالیس سال کے بعد نبوت ملنے کے نظریہ میں آپ لوگوں کا وہابیوں کے ساتھ اشتراک اور توافق ہو گیا ہے تو صاف صاف لکھ دیا کہ وہابیہ وحی سے سرکار علیہ السلام کو معاذ اللہ مؤمن بھی تسلیم نہیں کرتے جب کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سرکار وحی سے قبل ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے تو وہابیہ اور ہمارے عقیدہ میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ (ملخّصاً بلفظہ) ۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۶۵ نیز ۱۱۲ نحوہٗ)۔

تو ایمان کے بعد صرف ولایت کا قول نبوت سے خالی ہونے کے معنٰی میں ہے پس وہ کیسے کہتے ہیں کہ وہ حضور کی اس نبوت کے سلب کے قائل نہیں ہیں ۔

۷　وہ یہ بھی خود لکھ چکے ہیں کہ عالمِ ارواح میں بھی آپ ﷺ کی وہ نبوت کچھ وقت کے لیئے تھی پھر آپ

معاذ اللہ نبی نہ رہے۔(مستفاداً) ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۳۴' ۳۵' ۹۸ طبع اوّل)۔

پس وہ کیسے کہتے ہیں کہ وہ آپ کی اس نبوت کے سلب کے قائل نہیں ہیں اور آپ کی وہ نبوت سلب نہ ہوئی۔

۸ بھلا جو یہ اشارہ دیتا ہو کہ سورۂ علق کی آیات کے نزول کے بعد بھی آپ ﷺ کے نبی ہونے کی بات پکّی نہیں ہے وہ عالمِ ارواح کی نبوّت کے دوام و بقاء نیز عدم سلب و عدم ختم کا کیونکر قائل ہوسکتا ہے۔ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۱۹' طبع اوّلیٰ) والعیاذ باللہ العظیم۔

۹ سوٴال یہ ہے کہ موصوف بعد از ولادت باسعادت حضور اقدس ﷺ کی اس نبوت کو موٴثر یعنی فیض رساں مانتے ہیں یا نہیں؟ بصورت اوّل آپ کے نبی نہ ہونے کا ان کا نظریہ باطل ہوا اور بصورت ثانی سلب نبوت ہونے کا قائل ہونا لازم آیا۔ جوڑ بل مصیبت اور دوگونہ عذاب ہے۔

۱۰ امام سالمی نے تمہید میں فرمایا" جو شخص کسی بھی نبی کو بچپن میں نبی نہ مانے وہ ایسا کافر ہی کہ اس میں کسی تاٴویل کی بھی گنجائش نہیں۔ نیز یہ بھی صراحۃً لکھا ہے کہ سلب نبوت کو جائز ماننے والا بھی کافر ہے ظاہر ہے کہ بچپن میں تو وہی روحانی نبوت ہی تھی تو معلوم ہوا کہ حضرت سالمی اسی کے سلب کے قول کو کفر قرار دے رہے ہیں۔

نیز علامہ ابوالفیض کتانی نے بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر شریف سے پہلے نبی نہ ماننا سلب نبوت کے اعتقاد کے مترادف ہے۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو (تنبیہات' باب ہفتم)۔

پس جب مصنفِ تحقیقات اس نبوت کے غیر موٴثر ہونے کے قائل ہیں اس لیئے وہ چالیس سال کے بعد نئے سرے سے نبی بنائے جانے کا نظریہ رکھتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ اس نبوت کے سلب کے قائل ہیں ہٰذا۔

اب آخر میں اس پر خود ان کی تصریحات ملاحظہ کر کے یہ فیصلہ کیجیئے کہ وہ سلب نبوت کا نظریہ رکھتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ کئی مقامات پر انہوں نے واضح لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو وقت ولادت سے ۴۰ برس تک نبی نہ ماننا آپ کی بے ادبی' توہین اور گستاخی نہیں ہے۔ملاحظہ ہو (تحقیقات صفحہ ۳۱' ۳۲' ۳۴' ۳۵' ۳۶' ۹۳ تا ۹۵' نیز ۹۷' ۹۸)۔

نیز صفحہ ۲۲' ۲۳' ۱۴۳' ۱۴۸' ۱۷۱ پر مصنف تحقیقات نے صفحہ ۲۴۶ پر ان کے بیٹے نے لکھا ہے کہ ۴۰ سال کے بعد آپ کو اس معنٰی میں نبوت عطاء اور حاصل ہوئی کہ اس سے پہلے آپ معاذ اللہ نبی نہ تھے (ملخّصاً)۔

نیز صفحہ ۲۴' ۲۵' ۱۱۰' ۱۴۱' اور ۲۳۵' ۲۴۸ پر صراحت ہے کہ آپ ﷺ معاذ اللہ ولادت سے ۴۰ سال تک نبی نہیں تھے (ملخّصاً)۔

صفحہ ۱۰۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۵۲، پر اسی کو صحیح اور قرآن وحدیث نیز آثار واقوال سلف سے مرصّع اور اسی کے درست ہونے پر ایمان رکھنے کو لازمی قرار دیا ہے۔ (ملخّصاً)۔

نیز صفحہ ۲۳، ۲۲۷ اور ۲۲۹ پر دوٹوک الفاظ میں کہا کہ معاذ اللہ آپ ﷺ چالیس سال تک نبی نہیں صرف ولی تھے (ملخّصاً)۔

نیز صفحہ ۳۱، ۱۱۷، ۱۳۷ پر قائلین نبوت کو طنزیہ طور پر ''پروانے''، ''ائمہ زمان''، ''مقتدایان انام'' کے الفاظ بولے ہیں۔

نیز صفحہ ۲۹ اور ۱۱۷ پر عقیدۂ نبوت کو ''اختراعی نظریہ'' اور مفروضہ نظریہ کہا ہے۔

نیز صفحہ ۳۰، ۳۹، ۱۹۶، ۲۱۸ اور ۲۲۳ پر قائلین نبوت کو فاتر العقل، کم فہم، عقل وخرد کے تقاضوں سے دور، غیر عقل مند وغیر دانشمند اور اپنے عقول واذہان کو چھٹی دے رکھنے والے قرار دیا ہے۔ (ملخّصاً)۔

اور صفحہ ۱۹۶ پر لکھا ہے کہ : ''نبی مکرم ﷺ کے حق میں عالمِ اجسام میں آغاز ولادت سے نبوت ثابت کرنا (الیٰ) سراسر تحکم اور سینہ زوری ہے اور اصولی شریعت سے ناواقفی اور لاعلمی کی دلیل ہے۔ (ملخّصاً بلفظہ)۔

اقول: یہ حوالہ جات اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ مصنف تحقیقات نے نہ صرف یہ کہ ولادت باسعادت سے اعلان نبوت تک کے عرصہ میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کا انکار کیا ہے بلکہ نبی نہ ہونے کے عقیدہ کو صحیح، محقق، مدلّل اور لازمی اور ضروری بھی گردانا ہے اور قائلین نبوت کو بہت سخت سست اور برا بھلا بھی کہا ہے پس نظریہ انکار کا حامل ہونے کے باوجود گول مول انداز میں اس کے جھوٹے الزام ہونے کا تاثر دینا بزرگانہ حکمتِ عملی نہیں تو اور کیا ہے؟ ورنہ آخر اسے کیا عنوان دیا جائے؟

انکار کے باوجود منکر نہ ہونے کا مطلب؟

انکار کے باوجود منکر نہ ہونے سے اگر مصنفِ تحقیقات کا یہ مقصد ہو کہ چونکہ ولادتِ باسعادت سے ۴۰ برس تک نبی ہونا ثابت ہی نہیں ہے اس لیئے اسے انکار سے تعبیر کرنا درست نہیں ہے۔ جیسے ام تنبئو نه بمالا يعلم الآية نیز قل اتنبئو ن الله بما لا يعلم الآية؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ توجیہ قطعاً خلاف واقعہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کی یہ فضیلت دلائل معتبرہ سے ثابت ہے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔

علاوہ ازیں خود مصنفِ تحقیقات بھی اپنے مبارک قلم سے قرآن وسنّت کے دلائل وبراہین سے اس کے صحیح ہونے کا اقرار کر چکے ہیں جس کی تفصیل مسئلہ ہٰذا میں ان کے عقیدہ سابقہ کے زیر عنوان دیکھی جا سکتی ہے۔ جو گزر چکی ہے۔

مصنف تحقیقات کا یہ اقدام طریقہ اہل سنت سے ہٹ کر ہے:

رسول اللہ ﷺ کی کوئی فضیلت جب ثابت ہو جائے یا اس کا کہیں ذکر بھی آ جائے اگر چہ علماء ظاہر کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق ثابت نہ بھی ہو بشرطیکہ کسی مافوق دلیل شرعی سے متصادم نہ ہو تو اس سے انکار کرنا طریقۂ اہلِ سنّت کے خلاف اور اسلاف کے معمول سے ہٹ کر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ ماسوائے الوہیت ہر کمال کے جامع ہیں۔ پس انکار خلاف اصل ہے۔ تو جب موصوف کو یہ تسلیم ہے کہ ولادت باسعادت سے چالیس سال تک بھی نبوت تک قائلین سلف میں پائے جاتے ہیں (تحقیقات صفحہ ۹۳، ۲۰۷ وغیرہ ویقول ہٰذا الفقیر اس کے خلاف بھی دلیل قائم نہیں) تو ان کا اس سے انکار اور اقدام یقیناً طریق اہل سنّت سے ہٹ کر ہوا۔

اس کی بے شمار مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ حدیث ''مناغاۃِ قمر'' (کہ چاند گہوارہ میں آپ ﷺ کا کھلونا بن کر آپ کے اشارہ پر جھکتا تھا اور آپ اس سے سرگوشی فرماتے تھی۔ اس) کی سند پر کلام ہے اور حسبِ تصریح بعض ائمہ شان ایسے راوی کے تفردات سے ہے جو مجہول ہے (قال البیہقی تفرد بہ احمد بن ابراہیم الجبلی وہو مجہول۔ الخصائص الکبریٰ' جلد ۱' صفحہ ۵۳) لیکن ائمہ اسلام نے محض شان رسالت پر مبنی ہونے کی وجہ سے اسے قبول فرمایا۔ امام علامہ جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ اسے الخصائص الکبریٰ میں لائے اور اس پر وارد کلام کا بھی ذکر فرمایا (وقد رایتہ انفا) اس کے باوجود دیباچہ میں فرمایا: ''ونزھۃ عن الاخبار الموضوعۃ وما یرد'' یعنی میں نے اپنی اس کتاب کو موضوع اور مردود قسم کی روایات سے پاک رکھا ہے (صفحہ ۳)۔

نیز اس حدیث کے تحت ارقام فرمایا: ''قال الصابونی ھذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن''۔ یعنی محدّث صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ روایت سنداً متناً غریب اور نادر ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں (شان رسالت کے بیان پر مشتمل) ہونے کے باعث ''حسن'' ہے۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد ۱' صفحہ ۵۳' طبع نوریہ رضویہ فیصل آباد' پاکستان)۔

امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو مأخذ بناتے ہوئے حدائق میں فرمایا: ؎

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پہ کھلونا نور کا

اسی طرح فرزندان حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے احیاء کا واقعہ بطریق محدثین کتب حدیث میں نہیں آیا۔ بعض علماء نے سیرت طیبہ کی اپنی کتب میں ذکر فرمایا جیسے علامہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ۔ ملاحظہ ہو۔ (شواہد النبوۃ' مترجم اردو صفحہ ۱۴۳' طبع مکتبہ نبویہ لاہور)۔

حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ (جن پر موصوف نے مکمل اعتماد ظاہر کیا ہے تحقیقات' صفحہ ۱۶۳'۲۰۳'۲۱۹) نے بھی اس کا ذکر فرمایا اور اس کے مأخذ پر کلام فرمانے کی بجائے یہ لکھا کہ: ''در شواہد النبوۃ بتفصیل مذکور است'' یعنی شواہد النبوۃ میں مفصلاً مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو (مدارج النبوۃ فارسی' جلد ا' صفحہ ۱۹۹' طبع نوریہ رضویہ لاہور)۔

اس کی مزید مثال یہ ہے کہ بعض علماء نے یہ موقف اختیار کیا کہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ دن میں ہوئی پھر اس کی بنیاد پر وقت ولادت باسعادت سقوط نجوم کی روایت کی تصنیف کی اس پر علامہ زرکشی نے فرمایا: ''وھذا لایصلح ان یکون تعلیلا فان زمان النبوۃ صالح للخوارق و یجوز ان تسقط النجوم نھاراً'' یعنی ان کی یہ تعلیل غلط ہے کیونکہ زمانۂ نبوت میں خوارق کا ظہور ممکن ہے اور دن میں ستاروں کا نیچے آنا بھی مستبعد نہیں (سبل الہدیٰ' جلد ا' صفحہ ۳۴۳'۳۴۴' طبع بیروت)۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کا ضابطہ تحریر کرتے ہوئے فرمایا: ہر چہ جز مرتبۂ الوہیت است از فضل و کمال ہمہ اورا ثابت است و ہیچ کس کامل ترازوے و مساوی بہ او نیست'' یعنی شان مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ آپ الوہیت کے سوا ہر فضیلت اور ہر کمال کے حامل و جامع ہیں اور آپ سے بڑھ کر تو کجا آپ کا ہمسر بھی کوئی نہیں (مدارج النبوۃ)۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں اسی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

دع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیھم — واحکم بما شئت مدحاً فیہ واحتکم

وانسب الی ذاتہ ما شئت من شرف — وانسب الی قدرہ ما شئت من عظم

فان فضل رسول اللہ لیس لہ حد — فیعرب عنہ ناطق بفم

خلاصہ یہ کہ نصاریٰ کا وہ عقیدہ جو انہوں نے اپنے نبی کے متعلق تجویز کیا (الوہیت) چھوڑ کر آپ ﷺ سے فضیلت کو منسوب کرو جس پیرایہ میں آپ کی مدح کرو سب درست ہے کیونکہ آپ کے کمالات بے حد ہیں کوئی فرد مخلوق ان کی حد بیان نہیں کرسکتا۔

خلاصہ یہ کہ مصنفِ تحقیقات کا یہ اقدام مجموعی طور پر طریقۂ اہلِ سنّت سے قطعاً ہٹ کر ہے خصوصاً جب کہ انہیں یہ بھی اعتراف ہے کہ ان کے خصوم کا موقف بھی بے اصل نہیں۔ (ثبوت کے لیۓ اگلا عنوان پڑھیۓ)۔

اعترافات کہ خصوم مصنف تحقیقات کا موقف بھی بے اصل نہیں:

سنّتِ الٰہیہ ہے کہ جب بھی کوئی اللہ کے محبوب کے کسی کمال یا امر حسن و جمال کا انکار کرتا ہے تو اللہ

تعالیٰ اس نافی کے ہاتھ سے اس کے برخلاف بھی لکھوایا اس کے منہ سے کہلوا دیتا ہے تاکہ اس کا رڈ خود اسی کے ہاتھ سے ہو اور کام بالکل پکا ہو جائے۔

یہی کچھ مصنفِ تحقیقات کے ساتھ بھی ہوا ہے کہ انہوں نے بھی اپنی اس کتاب میں مختلف طریقوں سے جگہ جگہ پر اپنے خصوم کے موقف کی اصلیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ جس سے انہوں نے اصولی طور پر اپنے موقف کو خود اپنے ہاتھ سے اجاڑ کر رکھ دیا ہے۔ فسبحٰن من بیدہ ملکوت کل شیٔ

○ چنانچہ صفحہ ۷۳ پر موصوف نے لکھا ہے: ''سچے اور واقعاتی حقائق پر مشتمل خوابوں کے ذریعہ کی وحی ابتداء کی گئی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اوّل مابدئ بہ رسول اللہ ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحۃ ثم حبب الیہ الخلاء (الحدیث رواہ البخاری)۔ چھ ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا اور اس دوران آپ کے دل میں خلوت گزینی اور گوشہ نشینی کی محبت اور رغبت پیدا کر دی گئی اور بالآخر چھ ماہ بعد اسی خلوت گاہ اور غارِ حرا میں ہی جبریل علیہ السلام پہلی وحی کے ساتھ نازل ہوئے''۔

اقول: نبی کا خواب وحی ہوتا ہے جس سے کسی کو اختلاف نہیں ہونا چاہیے رؤیا الانبیاء وحی (کمافی صحیح البخاری)۔ بلکہ قرآن مجید میں حضرت خلیل اللہ و ذبیح اللہ علیہما السلام کے حوالہ سے ہے: ''قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذاتریٰ قال یٰابت افعل ما تؤمر'' (الصّٰفّٰت)۔

مولانا خود لکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے تو اس سے کم از کم ان کا چالیس سال کے بعد نبی بننے والا دعویٰ تو بے کار ہو گیا اور خود ان کے قلم سے واضح ہو گیا کہ چالیس سال سے پہلے بھی آپ نبی تھے۔

○ صفحہ ۹۳ پر مشہور بزرگ عالمِ دین علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ لکھا ہے کہ انہوں نے بھی آپ ﷺ کی روحانی نبوت کو دائم' باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اور اس کے سلب ہو جانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر ہونے دیا''۔ ملخّصاً بلفظہ۔

○ صفحہ ۹۹ پر ایک بزرگ کا نام ان القابات کے ساتھ لکھا ہے ''امام کبیر عارف شہیر قطب عالم سیّد ابوالعباس تیجانی رضی اللہ عنہ'' پھر ان کے متعلق جواہر البحار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ ولادتِ باسعادت کے بعد سے بعثت تک آپ ﷺ کی نبوّۃ کو آپ کی ذات میں چھپا دیا گیا۔ (ملخّصاً)۔

اقول: یعنی نبوت سلب نہیں کی گئی اور ظاہر ہے کہ استتار کے بعد ظہور ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے بعثت بمعنی اعلانِ نبوّت متعیّن ہوا۔

○ انہی (امام تیجانی) کے حوالہ سے صفحہ ۹۹' ۱۰۰ پر لکھا ہے کہ چالیس سال کے بعد بعثت عطا فرمائے

جانے میں حکمت تھی (ملخّصاً)۔

اقولُ: یعنی اس بناء پر نہیں کہ پہلے سے نبی نہیں تھے ورنہ حکمت پر محمول کرنا بے معنٰی ہو کر رہ جائے گا۔

○ ۱۲۰، ۱۲۱ پر لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعمر ۲۰ سال شام میں تشریف لے گئے حضرت صدیق بھی آپ کی معیت میں تھے جب کہ ان کی عمر اس وقت اٹھارہ برس تھی آپ ﷺ وہاں پر موجود ایک بیری کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے وہاں قریب موجود ایک راہب نے حضرت صدیق سے کہا خدا کی قسم یہ نبی ہیں۔ یہی نبی آخر الزمان ہیں۔ راہب کی یہ بات ان کے دل پر اثر کر گئی اور انہیں اسی دن سے آپ کی نبوّت کا یقین ہو گیا۔ (ملخّصاً)۔

اقولُ: یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ راہب نے ۲۰ سال کی عمر شریف میں (اعلانِ نبوت سے بیس سال پہلے) بتایا کہ آپ نبی ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ نبی بنیں گے جس میں ابھی بیس سال کی مدت باقی ہے۔ دیگر مباحث اپنے مقام پر آ رہے ہیں۔

○ ۱۲۳ پر آیت **ووجدک ضالا** کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ''اور پایا تمہیں نبوت سے بے توجہ اور بے التفات الخ۔

اقولُ: عدم توجہ، عدم وجود کو مستلزم نہیں بلکہ بے توجہی ہوتی ہی تب ہے جب چیز موجود اور حاصل ہو جیسے مسئلہ علمِ غیب میں منکرین کے بہت سے اعتراضات کے جوابات میں ہمارے علماء نے عدم توجہ کی تاویل کرتے ہوئے معترضین کو جھنجوڑا کہ عدم توجہ عدم علم کو ہرگز مستلزم نہیں۔

○ صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶ پر لکھا ہے کہ عندالمحدثین نبی کی نبوت کے ثبوت کے لیئے وحی کافی ہوتی ہے داعی و مبلغ ہونا لازم نہیں اور اس وحی کے وحیٔ نبوت کے ہونے کے لیئے اتنا بھی کافی ہے کہ اس کا تعلق ذات نبی سے ہو اُمت سے اگرچہ نہ بھی ہو۔ (ملخّصاً)۔

اقولُ: اس سے موصوف کی بیان کردہ تعریف نبی ''انسان بعثه **الله** تعالی الی الخلق لتبلیغ الاحکام'' کا حرف آخر ہونا بھی غلط ہو گیا۔

نیز اس سے ان کے اس سؤال کا جواب بھی آ گیا کہ نبی تھے تو تبلیغ کیوں نہ فرمائی۔ باقی تفصیلات اپنے مقام پر آ رہی ہیں۔

○ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱ پر لکھا ہے کہ اعلانِ نبوت سے قبل آپ جس پتھر اور درخت سے گزرتے تو وہ عرض کرتا السلام علیك یا رسول **الله**۔

اقول: اعلان نبوت سے پہلے آپ نبی نہیں تھے تو درخت اور پتھر یا رسول اللہ کہہ کر کیوں سلام کرتے تھے کیا یا رسول اللہ اسے کہا جائے گا جو وصف نبوت و رسالت سے خالی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ ان سے اللہ تعالیٰ نے بلوایا کیونکہ درخت اور پتھر بولنے والی مخلوق ہیں ہی نہیں۔ باقی تفاصیل اپنے مقام پر ان شاء اللہ تعالیٰ۔

○　صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰، ۲۳۰، ۲۴۴ (وغیرہا) پر اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ ''تمام اہل اسلام کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ انبیاء و علیہم السلام (اعلان) نبوت سے قبل اور بعد بھی معصوم ہوتے ہیں'' (آگے متصلاً لکھا ہے کہ) ''اور جو اجماع امت کا مخالف ہو وہ سراسر گمراہ اور جہنمی ہے''۔

اقول: عصمت خاصّہ نبوت ہے تو عصمت کے مان لینے سے نبوت کا مان لینا واضح ہوا۔

○　صفحہ ۲۱۳ پر مانا ہے کہ نبی کے لیئے لازم ہے کہ اس کا دل بیدار ہو نیز یہ بھی صراحت کردی کہ آپ ﷺ کا دل مبارک بچپن کی عمر شریف میں اور چالیس سال سے پہلے بھی بیدار رہتا تھا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ چالیس سال سے پہلے بھی اللہ کے نبی تھے۔

○　صفحہ ۱۶۳، صفحہ ۲۰۳ اور صفحہ ۲۱۹ پر شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زوردار الفاظ میں توثیق کرتے ہوئے آپ کو ''عشاقان مصطفیٰ ﷺ کے سرخیل''، ''افضل المحققین''، ''شیخ اجل''، ''برکۃ المصطفیٰ الکریم فی الہند'' لکھا اور کہا ہے کہ ان سے بڑا نبی مکرم ﷺ کا محبّ صادق اور عاشق صادق اور احادیث رسول اللہ ﷺ پر اور ان کے مطالب و معانی تک رسائی حاصل کرنے والا اور ان جیسا کوئی محقق اس متحدہ ہندوستان میں نہیں گزرا''۔

اقول: حضرت شیخ محقق کا اس بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے۔ ملٰئکہ و ارواح انبیاء علیہم السلام کے مربی و مفیض تھے اور آپ کی نبوت سے کوئی زمانہ خالی نہیں یعنی بغیر سلب یا زائل ہونے کے دائمہ مستمرہ ہے جو آپ کی کئی کتب میں مصرح ہے مثال کے طور پر ملاحظہ ہو (مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۳۰۲)۔ جس کا خود موصوف کو بھی اقرار ہے۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۰۷)۔

پس نہ معلوم اس قدر اظہارِ عقیدت کے باوجود شیخ محقق کا یہ عقیدہ مولانا کو کیوں قبول نہیں۔ باقی جو انہوں نے اس کی توجیہہ کی ہے وہ توجیہ القول بمالایرضی به قائله کے قبیل سے ہے (و سیأتی تفصیله فی موضعه)۔

○　مصنفِ تحقیقات نے امام ابوالشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تمہید'' اور حضرت خلیفۂ اعلیٰ حضرت سیّد ابولبرکات رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی توثیق کی ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں: ''حضرت علامہ ابوالشکور سالمی حضور

داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ کے معاصر ہیں ان کی اس کتاب کو مرکز اہلِ سنّت حزب احناف لاہور سے حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر وفقیہِ اعظم سیّد ابوالبرکات السیّد احمد القادری نے شائع کروایا اور اس کو درسِ نظامی کے نصاب میں داخل کرنے کی وصیت فرمائی ہے (آگے لکھا ہے) ''اس کتاب مستطاب'' الخ۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۳۹)۔

اقول: امام ابوالشکور سالمی نے اپنی اس کتاب میں جگہ جگہ چالیس سال سے قبل آپ ﷺ کے نبی ہونے کے صحیح ہونے کو بیان فرمایا ہے جب کہ حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا اردو ترجمہ اپنے قلم سے فرمایا ہے اور ان مقامات پر اس کی تردید نہیں فرمائی اس طرح سے یہ دونوں حضرات بھی آپ ﷺ کی نبوۃ کے قائل ہوئے اور انہیں اپنا پیشوا ماننے کے ناطے سے خود مولانا پر بھی حجت قاطعہ قرار پائے۔ ان کی نقول آئندہ صفحات میں آرہی ہیں۔

○　صفحہ ۱۹۸ پر حضرت صاحب نے انتہائی واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ: ''نبوت کا حصول کے بعد زوال اور سلب ہونا جائز نہیں'' اھ بلفظہ۔

اور صفحہ ۲۶'۲۷'۳۶ وغیرہا پر انہوں نے یہ بھی صریحاً لکھ دیا ہے کہ آپ ﷺ کو عالم ارواح میں بالفعل نبی بنا کر ملٰئکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مربی و مفیض بنایا گیا یعنی نبوت بالفعل حاصل ہوچکی۔ لہٰذا ان کے اپنے ہی حسبِ بیان اس کے سلب یا زوال کا قول باطل ہوا۔ سبحٰن اللہ۔ ولنعم ماقیل۔

ع　مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خلاصہ یہ کہ مصنفِ تحقیقات کو اس کا بھی اعتراف ہے کہ ان کے خصوم کا موقف بھی بے اصل نہیں پھر نمعلوم اس کے باوجود وہ محض نفی کے پہلو کو منوانے پر کیوں مصر ہیں۔ لہٰذا ان کا موقف جدید' طریقۂ اہلِ سنّت سے قطعاً ہٹ کر ہے۔

اختراعی نظریّہ کی رُو سے مصنفِ تحقیقات کا شرعی حکم

اختراعی نظریہ کے حوالہ سے مصنفِ تحقیقات کا شرعی حکم علیٰ وجہ البصیرۃ، کما حقہ اور صحیح معنٰی میں سمجھنے کے لیئے یہ جاننا ضروری ہے کہ مسائل اور امور مسلّمہ کی اقسام مع الحکم کیا ہیں۔ اس بارے میں مظہر اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری رضوی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں:

اوّل ضروریات دین:

جن کا منکر کافر ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کو گنجائش نہ تأویل کو راہ۔

دوم ضروریات مذہب اہل سنت وجماعت:

جن کا منکر گمراہ بد مذہب، ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگر چہ باحتمال تأویل باب تکفیر مسدود ہو

سوم ثابتات محکمہ:

جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی و آثم قرار پاتا ہے۔ ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی۔ جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف، کو مطروح و مضمحل کر دے۔ یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی، اور قول سواد اعظم و جمہور علماء سند وافی۔ فان یداللہ علی الجماعۃ (یعنی بے شک اس جماعت پر اللہ کا دست قدرت ہے)۔

چہارم ظنیات محتملہ:

جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے۔ ان کے لیئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب کے لیئے گنجائش بھی رکھی ہو۔ الخ۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ حامدیہ، صفحہ ۱۳۴، رسالہ مبارکہ الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی طبع زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ، لاہور، مطبوعہ ۲۰۰۴ء) نیز ملاحظہ ہو (دس عقیدے شرح اعتقاد الاحباب، مصنفہ: اعلیٰ حضرت صفحہ ۸۱، ۸۲، بحوالہ رسالہ مذکورہ۔ از: خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خاں برکاتی، طبع فرید بک سٹال، لاہور)۔

نیز خلیفۂ وفیض یافتۂ اعلیٰ حضرت پاسبانِ مسلک رضا حضرت مولانا علامہ سیّد عبد الرحمٰن علیہ الرحمۃ

والرضوان رقم طراز ہیں:

مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں:

ایک ضروریات دین:

ان کا منکر بلکہ ان میں ادنیٰ شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے ایسا کہ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دوم ضروریات عقائد اہل سنت:

ان کا منکر بد مذہب گمراہ ہوتا ہے۔

سوم وہ مسائل:

کہ علماء اہلِ سنّت میں مختلف فیہ ہوں ان میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے الخ۔ ملاحظہ ہو (رماح القہار علی کفر الکفار مشمولہ خالص الاعتقاء مؤلفہ امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت، صفحہ ۵۹، صفحہ ۶۰، طبع حامد اینڈ کمپنی لاہور)۔

حکم مصنف تحقیقات :

اس تفصیل کی رُو سے مصنفِ تحقیقات پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت کی بیان فرمودہ اقسام میں سے قسم دوم و قسم سوم نیز خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت سیّد صاحب کی بیان کردہ قسم دوم عائد ہوتی ہے یعنی مصنف تحقیقات اور ان کے اتباع مسئلۂ نبوت میں اپنے اختراعی نظریہ کے حوالہ سے خاطی و آثم ''ان کا نظریہ گمراہانہ، ابتداع اور خلاف اہل سنت ہے''۔

خاطی و آثم اس لیئے کہ وہ حدیث صحیح مشہور ''کنت نبیا آدم بین الروح والجسد'' کے مقتضیٰ کے منکر ہیں جو زمانۂ قبل تخلیقِ آدم علیہ السلام میں بمعنیٰ حقیقی ثبوت نبوت سرکار ﷺ کے بعد اس کا بقاء و دوام ہے۔ (حدیث ہٰذا کے مباحث کتاب ہٰذا کے باب سوم و ہفتم میں دیکھے جا سکتے ہیں)

جب کہ ان کے گمراہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسئلہ ہٰذا کے اجماعی پہلوؤں کے کئی طرح سے منکر ہیں بالفاظ دیگر کئی وجوہ سے اجماع اہلِ سنّت کے منکر ہیں بعض وجوہ حسبِ ذیل ہیں:

''مصنف تحقیقات کے نظریہ کے گمراہانہ ہونے کی وجوہ'':

وجہ اوّل:

وہ اس نظریہ کے مخترع اور مبتدع ہیں جن میں ان کا اہل سنّت میں کوئی بھی سلف نہیں ہے یعنی ائمہ اہلِ

سنّت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت پہلے بالفعل ہو چکنے کے بعد بالقوۃ بن گئی جو پھر بالفعل بنی۔ بالفاظ یہ کسی کا عقیدہ نہیں کہ آپ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی بننے کے کچھ عرصہ بعد بالقوۃ نبی ہو گئے تا آنکہ بعد از پیدائش چالیس سال کی عمر شریف میں بالفعل نبی بنے جس کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ وہ اس کی کوئی دلیل مطابقی نہیں لا سکے اور نہ ہی لا سکتے ہیں بے شک مزید طبع آزمائی کر کے دیکھ لیں جب کہ ایسا شخص مبتدع گمراہ ہوتا ہے۔ صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے "ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار"۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ　مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۲۸۸، ۲۹۰ دارمی جلد ا صفحہ ۵۷ حدیث نمبر ۹۵۔ شرح السنۃ بغوی جلد ا صفحہ ۱۸۱ سنن ابی داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ وغیرہا)۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (فقیر کی کتاب مصباح سنت بجواب راہِ سنت، جلد ۲، صفحہ ۸۳ تا ۱۰۷، طبع قادریہ پبلشرز، کراچی، مطبوعہ ۲۰۰۴ء)۔

نیز فرمایا: "من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد"۔ (رواہ الشیخان وغیرهما)

وجہ دوم:

نبوت کے لیے عالمِ ارواح اور عالمِ اجساد کا فرق بتا کر اسے اس عالم میں غیر مؤثر قرار دینے میں بھی وہ مخترع اور مبتدع ہیں یعنی اس میں بھی ان کا کوئی سلف نہیں پس اس میں بھی وہ اسی تفصیل سے گمراہ ہیں جو وجہِ اوّل میں گزری ہے۔

وجہ سوم:

حضور سیّدِ عالم ﷺ کے قدیم النبوت ہونے پر علماء ظاہر وعلماء باطن سب کا اجماع ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ بعض علماء ظاہر اس کے قائل ہیں کہ اس جہان میں حضور کو نبی تو قرار دے دیا اور نبوت سے موصوف بنا دیا گیا تھا مگر آپ کی بعثت اس جہان میں نہ ہوئی تھی یعنی مأمور بالتبلیغ نہ ہوئے تھے جب کہ دیگر اعلیٰ پایہ کے محققین وعرفاء یہ فرماتے ہیں کہ آپ اس جہان میں نبی قرار دیئے جانے کے ساتھ ساتھ ملٰئکہ وارواح کی طرف مبعوث بھی فرمائے گئے تھے۔ یعنی آپ مأمور بالتبلیغ ہو کر ان کے مربی ومفیض بھی بنائے گئے تھے۔ تفصیل ابھی کچھ پہلے مصنف تحقیقات کی للّٰہیّت کی بحث میں گزری ہے۔ جب کہ اس کے بعد ان میں سے کوئی بھی اس نبوت کے انقطاع کا قائل نہیں بلکہ سب اس کے دوام وبقاء پر متفق ہیں جس کے مصنف تحقیقات قائل نہیں پس اس طرح سے بھی وہ اجماع کے منکر ہو کر گمراہ ہوئے۔

وجہ چہارم:

اکابر ائمہ شان نے حدیث ''کنت نبیا'' کے بمعنی حقیقی ہونے کی تصریح فرمائی تفصیل کے لیۓ دیکھیۓ تجلی الیقین صفحہ　　ازاعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔اور جنہوں نے اس کے مضمون کو تقدیر پر محمول کیا کہ حضور کے اس فرمان کا یہ مقصد ہے کہ میں زمانۂ قبل تخلیقِ آدم علیہ السلام میں اللہ کی تقدیر میں نبی تھا یا بلفظ دیگر میرا نبی ہونا عنداللہ مقدر تھا' تو انہوں نے اس کلام کا مطلب یہ بیان کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا نبی ہونا اس عالم کے اس حصہ تک مقدر تھا جب تک آپ کو بالفعل نبی نہ بنایا گیا یعنی اس کا چالیس سال کی عمر شریف تک کے عرصہ سے سرے سے تعلق ہی نہیں ہے۔مکمل مع مالہ و ماعلیہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ہٰذا کے باب نہم میں حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی سے منسوب قول کا جواب۔

اس طرح سے حدیث ہٰذا کے بمعنی حقیقی اور بمعنی تقدیر لینے والے حضرات کے درمیان پایا جانے والا اختلاف نزاع لفظی ہوا پس اس جہان سے آپ کے بالدوام نبی ہونے پر سب کا اتفاق و اجماع ہوا۔مصنف تحقیقات اس حوالہ سے بھی اجماع اہلِ سنّت کے منکر بھی ہونے کی وجہ سے گمراہ ٹھہرے۔

وجہ پنجم:

مصنف تحقیقات خود بھی لکھ چکے ہیں کہ ائمۂ شان اس نبوت کے اس قدر دوام و استمرار کے قائل ہیں کہ اس میں سلب وزوال کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۹۳، ۲۰۷ وغیرہ)۔

بایں ہمہ ان ائمہ سے استناد کرنے کے باوجود انہوں نے اس نبوت کے دوام و استمرار سے کھلا انکار کر دیا ہے۔چنانچہ ان کے لفظ ہیں کہ ''دنیا والی نبوت کو عالم ارواح والی نبوت کا عین ٹھہرانا اور اس کو اسی کا تسلسل اور دوام ٹھہرانا قطعاً درست نہیں ہے بلکہ وہ علیحدہ ہے اور یہ علیحدہ۔(تحقیقات' صفحہ ۲۰۹) جس کا گمراہی ہونا واضح ہے۔

وجہ ششم و ہفتم:

ائمہ شان نے تصریح فرمائی ہے کہ نبوت کا نبی سے سلب وزوال نیز نبی کا نبوت سے عزل محال ہے جو سلب وزوال کا قائل ہو' کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ تمہید امام سالمی' المعتقد علامہ بدایونی' المعتمد فتاویٰ رضویہ امام اہلِ سنّت' تکمیل الایمان شیخ محقق اور بہارِ شریعت لصدر الشریعہ وغیرہ میں مصرّح ہے۔عبارات باب ہفتم وغیرہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔نیز مصنف تحقیقات سے امام سالمی کی توثیق بھی کچھ پہلے ان کے ''اعترافات'' کے زیر عنوان پیش کی جا چکی ہیں۔

اس کی رو سے مصنفِ تحقیقات کا نظریہ دو وجوہ سے گمراہانہ ہے۔ایک اس پر اجماع کی مخالفت کہ ان کا اختراعی نظریہ سلب نبوت کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔علامہ کتانی نے اسے سلب ہی کے معنٰی میں قرار دیا۔ (الکشف والتبیان' صفحہ ۱۵۴)۔

دوسرے اس کا مرتکب ہونے کے باوجود اس کے سلب کے معنٰی میں ہونے سے انکار کرنا جو بذات خود گمراہی ہے۔مکمل تفصیل ایک مستقل عنوان کے تحت اسی باب میں کچھ پہلے گزر چکی ہے۔

الغرض ان کا یہ رویہ ان کے نظریہ کے مبتدعانہ اور گمراہانہ ہونے کی دلیل ہے جو اس فیصلہ نبویہ ''اتبعوا السواد الاعظم'' اور ''علیکم بالجماعة'' سے مزاحم بھی ہے۔

وجہ ہشتم:

اس میں ان کے اصل سلف مبتدعین وضالین لوگ (پرویز' مودودی اور گکھڑوی وغیرہم) ہیں جن کی وساطت سے وہ مبتدع الخ ہوئے (کما مر فی الوجه الاوّل)۔

وجہ نہم:

اس مسئلہ کے بیان میں مصنف تحقیقات نے سوء ادبی کا انداز اختیار کیا ہے جیسے ان کا آپ ﷺ کی نزول وحی کے موقع پر خاص وجد و حال کی کیفیت کو شان نبوت کے مطابق لانے کی بجائے عامیانہ انداز میں بیان کرتے ہوئے بے دھڑک یہ کہہ دینا کہ آپ ''مرعوب ہو گئے اور گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے اور لرزتے کانپتے اٹھے اور گھر تشریف لے گئے اور کہا دثرونی الخ۔ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۸۵) یہی انداز بعینہ مودودی کا ہے۔ملاحظہ ہو (سیرت سرورِ عالم' جلد ۲' صفحہ ۱۲۷' طبع لاہور)۔

نیز آپ کے بارے میں موصوف کے یہ لفظ کہ ''عرصہ تک مہر بلب رہیں'' (تحقیقات' صفحہ ۴۳)۔

نیز ان کا حضور کی بشریت مقدسہ منورہ کے لیے بار بار کثافت وکدورت اور ظلمت کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اسے سیاہی مائل دبیز بادل سے تشبیہ دینا اور کثافتوں کے دور کرنے کے لیے ''ملکوتی آپریشنوں'' کے لفظ استعمال کرنا وغیرہ۔ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۱۰۴' وغیرہ)۔

نیز یہ کہ حضور ہم جیسے بشر ہیں وغیرہ (تحقیقات' صفحہ ۴۸)۔

پھر اس کے باوجود اس میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرنا اور اپنی غلطی نہ ماننا جس کے گمراہی ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔قال اللہ تعالیٰ ''وھم یحسنون انھم یحسنون صنعا'' یعنی مذموم کام کر کے اسے مذموم نہ سمجھنا اہل اسلام کا شیوہ نہیں۔(پارہ ۱۶' الکہف)۔

مصنف تحقیقات کے گمراہ ہونے کے خصوصی جزیے:

تکمیل عنوان کے لیۓ اس اختراعی نظریہ میں مصنف تحقیقات کے گمراہ ہونے کے علماء اہل سنّت کے خصوصی جزیۓ اور تصریحات بھی ملاحظہ فرمالیجیۓ۔

امام ابوشکور سالمی و حضرت سید صاحب اور علامہ شرف صاحب رحمۃ اللہ علیہم سے:

آپ فرماتے ہیں: ''کرامیہ میں سے متقشفہ نے کہا کہ نبی قبل وحی نہیں ہوتا مگر معصوم ہوتا ہے اس لیۓ کہ وہ ولی ہوتا ہے''۔ ملاحظہ ہو (تمہید' صفحہ ۱۶۶' مترجم اردو بترجمہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت' حضرت مفتی اعظم سید ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ تعالیٰ وبتقدیم حضرت علامہ شرف القادری علیہ الرحمۃ)۔

اقول: بعینہٖ یہی عقیدہ مصنفِ تحقیقات کا ہے کہ آپ ﷺ چالیس سال سے پہلے صرف ولی تھے اور معصوم بھی (تحقیقات' صفحہ ۲۲۹) جب کہ کرامیہ بالاتفاق ایک انتہائی سخت قسم کا گمراہ فرقہ تھا۔ نتیجہ واضح ہے کہ مصنف تحقیقات نے یہ اختراعی نظریہ گمراہوں سے لیا ہے۔ پس ان کے گمراہ ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا۔ ایک اور جزئیہ پڑھیۓ:

تلمیذ صدر الشریعہ علامہ مفتی جلال الدین امجدی رحمہ اللہ:

حضرت صاحب بہارِ شریعت کے تلمیذِ رشید علامہ مفتی جلال الدین امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں: ''چالیس سال کی عمر میں مصنب نبوت پر سرفراز ہوۓ' اگر اس کا مطلب یہ ہے تو صحیح ہے کہ چالیس سال کی عمر میں تبلیغ کا حکم ہوا تو حضور نے اعلان نبوت فرمایا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ چالیس سال کی عمر سے پہلے وہ نبی نہیں تھے اور اس سے پہلے کی زندگی' نبوی زندگی نہ تھی تو غلط ہے (الیٰ) حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے بھی نبی تھے''۔

حضرت مفتی صاحب نے اس مقام پر سائل کے متعلق فرمایا ہے کہ: ''وہ جاہل نہیں تو گمراہ ہے' گمراہ نہیں تو جاہل ہے''۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ فیض الرسول' جلد اوّل' صفحہ ۱۳' ۱۴' طبع لاہور)۔

اقول: اس سے مصنف تحقیقات کا حکم واضح ہوا کہ جب وہ جاہل نہیں ہیں تو گمراہ ہیں۔ ایک اور جزئیہ لیجیۓ:

مولانا پیر محمد چشتی صاحب آف پشاور سے:

مولانا علامہ پیر محمد چشتی صاحب آف پشاور مصنف تحقیقات کے استاذ بھائی اور سلسلہ عالیہ بندیالویہ کے سپوت ہیں۔ پچھلے سال مصنف تحقیقات نے قائلین نبوت کی شدید علمی مزاحمت اور گرفت سے پریشان ہو

کر یہ ذہن بنا لیا تھا کہ کاش کوئی اسے رفع دفع کرا دیتا۔ چنانچہ علماء اہلِ سنّت لاہور اور مصنف تحقیقات نے علامہ چشتی صاحب موصوف کو غیر مشروط طور پر حکم مانتے ہوئے اپنے اپنے لیٹر پیڈ پر اس سلسلہ کی تحریری دی اور اس پر دستخط کر دیئے۔ خیال یہ ہوگا کہ مولانا چشتی صاحب استاذ بھائی ہونے کے ناطے سے شاید ان کے حق میں لکھ دیں گے مگر ہدف غلط نکلا اور انہوں نے ''اہم شرعی فیصلہ'' کے عنوان سے دبا کر یہ فیصلہ لکھا کہ : میں نے تحقیقات کو پڑھا' پڑھنے کے بعد دل میں جو تاثر پیدا ہوا اس کی کیفیت سے علیم بذات الصدور کو ہی علم ہے کہ مجھ پر کیا گزری۔ کسی پیغمبر کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ چالیس سال سے پہلے نبی نہیں تھے' ادب کے منافی ہونے کے ساتھ اہلِ اسلام کے انداز سے بھی خلاف ہوگا جس کی اجازت اسلام میں نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے کسی بھی برحق نبی سے کسی طرح بھی نبوت کی نفی سے متعلق لب کشائی کرنا جائز نہیں ہے اور سوء ادب سے خالی نہیں ہے۔ تو پھر ہمارے آقا و مولیٰ سیّدِ عالم ﷺ سے متعلق ایسے کلام کے جواز کا تصوّر ہی ممکن نہیں رہتا۔ جسد عنصری کے حوالہ سے عمر مبارک کے چالیس سال تک جسمانی نبوت کی بالفعل نفی کرنا' اسے بیان کرنا دور کی بات ہے' ایک دن' ایک گھنٹہ اور ایک لحظہ کے لیئے بھی نبی الانبیاء والمرسلین' منبع النبوۃ والرسالۃ ﷺ سے نبوت کی نفی کرنے کا تصوّر اسلام میں نہیں ہے۔ (ملخّصاً بلفظہ)۔

نیز انہوں نے مصنف تحقیقات کے موقف کے متعلق یہ لفظ بھی استعمال کیئے : ''اکابرین اہلِ سنّت کے منافی''، ''دلخراش الفاظ''، ''بے اعتدالی''، ''دھاندلی و تحکم''، ''دلخراش اور غیر مانوس فی الاسلام انداز استدلال'' جو سوء ادب کے وہمہ سے خالی نہیں'' جس کو نا جائز و نا مناسب اور عظمت شان نبوی ﷺ کے تقاضوں کے منافی ہونے کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا''۔ ملاحظہ ہو (ماہنامہ آوازِ حق' شمارہ فروری ۲۰۱۱ء صفحہ ۶' کالم نمبر ۲' ۳' صفحہ ۱۱' کالم نمبر ۱' ۲ نیز شمارہ مئی ۲۰۱۱ء' صفحہ ۲۱)۔

مصنفِ تحقیقات نے اپنے ہی غیر مشروط طور پر مقرر کردہ ثالث کے اس فیصلہ کے ماننے سے انکار کرتے ہوئے ''کیا یہ فیصلہ ہے'' نامی رسالہ لکھ کر اسے چیلنج کر دیا جو راہ ہدایت کے منافی ہے۔

نیز ان کے ایک غلامِ بے دام مولانا غلام حسن صاحب لاہوری نے بھی اپنے جذبات پیش کرتے ہوئے اس نام سے ایک رسالہ لکھ کر شائع کیا: ''حضرت مولانا پیر محمد چشتی صاحب خدارا انصاف''۔

تو چلیئے مزید ایک جزئیہ ''خدارا انصاف'' کے مصنف کے ''با انصاف'' قلم سے ہی دیکھ لیتے ہیں۔

معتقد خاص مصنف تحقیقات مولانا غلام حسن لاہوری صاحب سے:

موصوف نے اپنے رسالہ ''مخلصانہ کوشش'' میں لکھا ہے کہ مصنف تحقیقات کو اہلِ سنّت میں ان کے شیخ

کریم حضرت خواجہ قمرالدین صاحب سیالوی اور استاذ گرامی محدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہم الرحمۃ نے داخل کیا تھا یعنی لہٰذا اس سے خارج کرنے کا حق بھی انہی کو ہے کسی اور کو نہیں۔ جب کہ ہم نے ان دونوں ہستیوں سے ثابت کیا کہ وہ آپ ﷺ کے پیدائشی نبی ہونے کے قائل تھے پس منصف تحقیقات اپنے ہی رفیق محترم کے مقرر کردہ معیار کے مطابق اہلِ سنّت سے خارج قرار پائے۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو فقیر کی کتاب ''مصلحانہ کاوش بجواب مخلصانہ کوشش'' جو کتاب ہٰذا کے حصہ سوم میں شامل اشاعت ہے والحمدللہ۔

مزید جزئیہ تمہید سالمی اور حضرت سیّد صاحب اور علامہ شرف صاحب رحمہم اللہ سے

امام سالمی رحمۃ اللہ علیہ "وجعلنی نبیا" کو دلیل بناتے ہوئے فرماتے ہیں: "نبی بالغ ہونے اور وحی کے نازل ہونے سے قبل بھی اسی طرح ہی نبی ہوتا ہے جس طرح کہ بالغ ہونے اور وحی کے نزول کے بعد نبی ہوتا ہے۔

نیز اسی آیت کو دلیل میں لا کر اہلِ سنّت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اہلِ سنّت و جماعت فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں اور معصوم واجب العصمۃ۔ اور رسول قبل وحی رسول و نبی ہوتا ہے اور مأمون (الیٰ) دلیل اس کی اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ کا قول ہے عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی اور تصدیق فرمائی جب کہ وہ مہد پرورش میں تھے قال انی عبداللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیا (الیٰ) اور معلوم ہے کہ بچوں کو وحی نہیں ہوتی اور کتاب نہیں ملتی مگر نبی و رسول کو۔ یہ نص قطعی ہے بغیر تأویل وتعریض کے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ ملاحظہ ہو (تمہید صفحہ ۴۵، ۱۶۶ بہ ترجمہ حضرت سیّد صاحب علیہ الرحمۃ طبع فرید بک سٹال لاہور) بتقدیم علامہ شرف صاحب)۔

یہ عبارات اپنے اس مفہوم میں واضح ہیں کہ امام سالمی، خلیفہ اعلیٰ حضرت اور علامہ شرف صاحب رحمہم اللہ کے نزدیک ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے جس کے نبی ہونے میں قبل اعلان اور بعد اعلان کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں حضور کا مقام تو سب سے اونچا ہے۔ ﷺ۔

اس میں نبی کے بچپن والی نبوت کے منکر کو ایسا کافر قرار دیا گیا ہے کہ جس کے کفر میں کچھ شک نہیں اور نہ ہی کسی تأویل کی گنجائش ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہی نبوت مراد ہے جو عالم ارواح میں انہیں عطا کی گئی تھی اور اسے اہلِ سنّت و جماعت کا عقیدہ کہا گیا ہے جس میں کسی کا استثناء مذکور نہیں پس یہ اہلِ سنّت کا اجماعی مسئلہ ہوا جب کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ سیّد عبدالرحمٰن اور خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خاں علیہم الرحمۃ والرضوان سے ابھی گزرا ہے کہ اہلِ سنّت و جماعت کے اجماعی مسائل کا منکر گمراہ اور بد مذہب ہوتا ہے جس کے بعد مصنف تحقیقات کے اس حکم شرعی میں کچھ شبہ نہیں رہتا کہ وہ اور اس میں ان کے

اتباع بدمذہب اور گمراہ ہیں۔

حدیث کنت نبیا کو خبر واحد قرار دینے کے حیلہ کا آپریشن:

ہمارے اس بیان سے مصنف تحقیقات فریق کے اس اعتراض کا جواب بھی آگیا کہ حدیث کنت نبیا الخ اخبار آحاد سے ہے لہٰذا وہ ظنیات محتملہ سے ہوئی پس حکم تضلیل و تکفیر درست نہیں کیونکہ یہ حضرت حجۃ الاسلام کی تحریر کی رُو سے ''ظنیات محتملہ'' سے نہیں بلکہ ''ثابتات محکمہ'' ہے اور اس کے لیئے انہوں نے جو ''حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم و جمہور علماء سند وافی'' کی شرائط بیان فرمائی تھیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح بھی ہے بمعنی حقیقی ہونا جمہور کا بلکہ سب کا مذہب بھی ہے (کما مرّ)۔

پھر اس کا مضمون تمام اہلِ سنّت کا مجمع علیہ ہے جو آیات قرآنیہ سے مؤید بھی ہے جیسے آیت میثاق وغیرہ۔ لہٰذا اس کے خبر واحد ہونے کا حیلہ کارگر نہ ہوا جو کم از کم امام سالمی حضرت سیّد صاحب اور علامہ شرف صاحب کے نزدیک اس کی کچھ حیثیت نہیں پس یہ واجب الردّ ہے۔ یا بلفظ دیگر نبی کی نبوت خبر واحد سے بھی ثابت ہو تو بھی اس کا انکار کفر ہوگا اور یہ اہل سنّت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

اقول: پھر بھی نہ مانیں تو اتنا بتا دیں کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کے نبی ہونے کا ثبوت قرآن کی بجائے اخبار آحاد اور کتب تاریخ سے ملتا ہے جیسے حضرت شیث اور حضرت دانیال وغیرہما علیہم السلام۔ تو ان کی نبوتوں کے انکار کرنے والے کا کیا حکم ہوگا؟ انکار کفر نہیں تو با حوالہ لکھ دیجئے۔ کفر ہے تو حضور امام الانبیاء ﷺ کے بارے میں مطلق العنان ہو کر بولنے اور لکھنے سے زبان و قلم کو لگام دیجئے۔ واللہ الہادی۔

مصنف تحقیقات کے متعلق بعض معاصرین کے دست بستہ عقیدت مندانہ موقف کارد:

مصنف تحقیقات کا اس قدر گمراہانہ اور مبتدعانہ نظریّہ ہونے کے باوجود بعض معاصرین کا ان کے موقف کو اجتہادی خطاء قرار دینا اور اسی کو صحیح بتانا انتہائی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں: ''حق اور انصاف یہ ہے کہ ہم علامہ سیالوی صاحب کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت کر سکتے ہیں۔ اگر بالفرض ہمارا یہ موقف بھی ان پر واضح نہ ہوا اور وہ صرف اسی وجہ سے رجوع نہ کریں تو ہم انہیں معذور سمجھ کر ان کا معاملہ اللہ تعالٰی کے سپرد کردیں گے''۔ ملاحظہ ہو (خلاصۃ الکلام فی تحقیق رسالۃ خیر الانام علیہ وعلٰی آلہ التحیۃ والسلام، صفحہ ۱۴، طبع ملتان، مطبوعہ ۲۰۱۲ء)۔

نیز صفحہ ۳۲ پر لکھا ہے: علامہ سیالوی کی طرف تکفیر و تضلیل اور خروج عن اہل السنۃ والجماعت کی نسبت یقیناً تجاوز عن الحد ہے ہاں اجتہاد میں ان سے خطا سرزد ہوئی ہے''۔

اس سے ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ کتاب مصنف تحقیقات کے ردّ کی بجائے ان کی صفائی پیش کرنے میں لکھی گئی ہو اور جیسے وہ کسی حکم شرع کے بیان کرنے والے کی بجائے کسی عقیدت مند کی قصیدہ خوانی ہو۔

بہرحال معاصر گرامی موصوف کا یہ خیال حق وانصاف سے ہٹ کر ہے جس کے لیۓ اتنا بھی کافی ہے کہ اجتہاد کی اجازت مجتہد کو ہوتی ہے جب کہ مصنف تحقیقات اس درجہ کے شخص نہیں ہیں۔ پھر اجتہاد کی اجازت اس وقت ہوتی ہے جہاں نص نہ ہو جب کہ ما نحن فیہ میں حضور سیّد عالم ﷺ کا منصوص فیصلہ موجود ہے ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد''۔

پس جب بنیاد ہی نہ رہی تو اس کے سہارے قائم کی گئ ''خطأ اجتہادی'' کی دیوار خود بخود زمین بوس ہوگئی جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کی اجتہادی کاوش بھی نہیں بلکہ۔ باغیانہ اقدام ہے کیونکہ اجتہاد کرنے والا دوسروں کی بات کو سنتا اور حق کو قبول کرتا ہے جب کہ وہ یہاں مفقود ہے۔

مزید یہ کہ معاصر موصوف نے مصنف تحقیقات کے موقف کو دسیوں مرتبہ اختراعی نظریہ اور ملمّع سازی سے تعبیر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (کتاب مذکور صفحہ ۱۴، ۱۵ وغیرہما)۔

تو کیا مجتہد بھی مخترع اور ملمّع ساز ہوتے ہیں اور کیا مجتہد کے اجتہاد کی ایک قسم اختراع اور ملمّع سازی بھی ہے؟ کیا اسی کا نام ''حق اور انصاف'' ہے؟

معاصر گرامی کو یہ بھی شکوہ ہے کہ فقیر کا جولب ولہجہ ''دعوت رجوع'' میں ہے ''تنبیہات'' میں اس سے مختلف ہے۔اس کے لیۓ اتنا کافی ہے کہ مولانا اگر ''حق اور انصاف'' کا ساتھ دینے سے کام لیتے تو بات پوری کرتے۔ کیا مصنف تحقیقات نے تحقیقات میں حضور سیّد عالم ﷺ کی شان اقدس میں عامیانہ انداز کلام استعمال نہیں کیا مثلاً ''ہمارے جیسے بشر''، ''مرعوب ہوگئے''، ''گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے''، ''لرزتے کانپتے اٹھے اور گھر تشریف لے گئے'' نیز بشریت مقدسہ منورہ کے لیۓ 'کثافات' کدورات اور ظلمات کے الفاظ۔ نیز بشریت پاک کو سیاہی مائل دبیز بادل سے تشبیہ اور ملکوتی آپریشنوں کے الفاظ کا آزادانہ استعمال؟ نیز سینکڑوں بار یہ کہنا کہ نبی نہ تھے ہوتے تو ایسا ویسا کیوں ہوتا وغیرہ۔ کیا حضور کے بارے میں ایسا طرز اپنانے والا قابل رعایت ہوتا ہے اور کیا کوئی حضور کے حقوق کی کسی کو معافی دے سکتا ہے؟ امتی کا کیا فرض بنتا ہے کہ اسے اپنے نبی کی عظمت کا پاس ہو یا بک جانے والے مولویوں کا؟

الغرض اگر کہیں پر شدت نظر آئی ہے تو وہ اسی پس منظر میں ہے اور وہ بھی محض حکم شرعی کے بیان کے ضمن میں ہے اخلاق سے گری ہوئی باتیں نہیں کی ہیں۔ پھر چار پانچ سال کی سر توڑ اصلاحی کوششوں کے بعد ان

سے مایوس ہو کر یہ کتاب دفاعی پوزیشن میں لکھی گئی ہے جب کہ ''دعوت رجوع'' بالکل شروع کی تحریر ہے جس سے مقصود ان کو واپس لانا تھا جس کے لیۓ ''بالحکمة والموعظة الحسنة'' لازم تھا۔

بہر حال موصوف نے کڑوی دوائی کو تو دیکھا ہے کڑی بیماری کا اندازہ نہیں لگایا۔ اور جوش میں آ کر یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ مصنف تحقیقات کی طرف انکار نبوت کی نسبت بھی زیادتی ہے اور میں ایسی تحریر کو اچھا نہیں سمجھتا۔ جواباً عرض ہے کہ موصوف نے جگہ جگہ خود یہ لکھا ہے کہ مصنف تحقیقات کے موقف کا مطلب یہ ہے کہ نبوت ورسالت منقطع رہی۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴، ۱۷، ۱۹، وغیرہا۔

پس انکار اور کیا ہوتا ہے۔

نیز اگر اتنا بھی اجازت نہیں ہے کہ صدائے احتجاج ہی بلند کی جائے تو انہوں نے خلاصۃ الکلام لکھنے کی تکلیف ہی کیوں کی ہے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وقت اور سرمایہ بچاتے ہوئے کوئی اور ہی کام کر لیتے۔

اور مزے کی بات یہ بھی ہے کہ موصوف نے جس امر کو ہمارے حوالہ سے موجب شکایت قرار دیا اور وہ بھی پس منظر سے صرف نظر کر کے۔ خود انہوں نے مصنف تحقیقات کے متعلق سخت لفظ استعمال کیۓ ہیں۔ مثلاً ''علامہ موصوف کی غلطی''، لغزش، مردود قول، خذلان وخسران ''ہیرا چھیری سے کام لیا''، ''بضد ہیں، تنقیص شان رسالت کے عادی لوگوں کے لیۓ چور دروازہ کیوں نکال رہے ہیں''، ''علامہ سیالوی دیانت داری سے مطالعہ فرمالیں''، ''علامہ سیالوی کا نظریہ ہے کہ چالیس سال سے پہلے ہمارے نبی میں نبوت کی استعداد وصلاحیت نہ تھی''، ''سخت غلطی کی''، ''علامہ سیالوی اس گھمنڈ میں مبتلا''۔ ملاحظہ ہو (خلاصۃ المرام صفحہ ۲۰، ۳۳، ۵۳، ۹۵، ۹۷، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۲۵ وغیرہا)۔

تو کہاں گیا جناب کا یہ ارشاد کہ ''میں ایسی تحریر کو اچھا نہیں سمجھتا''۔ (صفحہ ۱۴)۔

پھر اپنے اس طرزِ کلام کی ایک خوب صورت توجیہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''یہ تعبیر چونکہ ضرورتاً اظہار حقیقت کے لیۓ ہے اس لیۓ مجھے اپنے اسلوب بیان اور طرزِ تحریر کی وجہ سے معذور تصور فرمائیۓ''۔ (صفحہ ۱۵)۔

سبحان اللہ۔ یہی توجیہ دوسروں کی باری میں ذہن شریف میں کیوں نہ آئی۔ بہر حال غیرت ایمانی بھی کوئی چیز ہے ہم بھی کھل کر کہہ دیتے ہیں کہ عظمت رسول ﷺ کے مسئلہ میں اس قدر پلپلا پن ہمیں بھی قطعاً پسند نہیں ہے۔ دیدہ باید۔

متعلقین مصنف تحقیقات کے لیۓ لمحۂ فکریہ

آزمائش کی گھڑی نیز ان کی شرعی ذمہ داری

مصنف تحقیقات کا موقف نہایت درجہ غلط اور ان کا یہ اقدام ان کی زندگی کی سنگین غلطی اور بہت بڑا حادثہ ہے جس کا غلط ہونا کئی طرح سے خود ان کی تحریرات سے بھی ثابت ہے۔ تفصیل ابھی گزری ہے۔ پس ان کے ماننے والوں (شاگردوں، مریدوں، عزیزوں اور تعلق داروں) کے لیۓ ایک سخت آزمائش کی گھڑی اور لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ انہی سے چپکے رہتے ہیں یا سب کچھ کو ٹھوکر لگا کر سرکار ﷺ کی غلامی اور آپ کے دامن پاک سے وابستگی کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فلا تقعد بعدالذکریٰ مع القوم الظلمین۔ یعنی یاددہانی کے بعد حد سے تجاوز کرنے والے لوگوں سے الگ ہو جاؤ (پ۷، الانعام)۔

ایک اور مقام پر فرمایا: ''فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ'' خلاصہ یہ کہ ایسے لوگوں کی سنگت سے دور رہو یہاں تک کہ وہ باز آ جائیں۔ (پ۵، النساء)۔

صحیح حدیث میں سیّد عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلك اضعف الایمان'' یعنی تم میں سے جو کسی قسم کی کوئی برائی دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے اپنی طاقت سے مٹائے۔ اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت بیان کرے۔ اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو کم از کم ایمان کے کمزور ترین درجہ پر رہتے ہوئے دل سے اسے ضرور برا سمجھے۔ ملاحظہ ہو (مسند احمد، صحیح مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، عن ابی سعید ﷺ، الجامع الصغیر ۲، صفحہ ۱۷۰، قال السیوطی صح)۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی آخری وصیت:

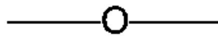
اور سنیۓ: امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال مبارک سے کچھ پہلے جو وصیتیں فرمائیں ان میں سے سب سے اہم اور مقدم وصیت وہ تھی جو بالعموم تمام اہلِ سنّت کو تھی اور وہ حسبِ ذیل ہے۔

پڑھیے' اور اپنی صحیح سمت متعین کیجئے۔ فرمایا: ''تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں۔ تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے' رافضی ہوئے' نیچری ہوئے' قادیانی ہوئے' چکڑالوی ہوئے غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیئے ہیں۔ تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس ﷺ ربّ العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ روشن ہوئے ان سے تابعین روشن ہوئے۔ ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں: یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت' ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم' اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔

جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو' فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ' معظّم کیوں نہ ہو' اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو' اھ ملخصاً۔ (وصایا شریف' صفحہ ۲۶۵' ۲۶۶' مشمولہ ملفوظات اعلیٰ حضرت' طبع محمد علی کراچی)۔

بناءً علیہ اہلِ سنّت پر لازم ہے کہ وہ مولانا کو رجوع پر مجبور کریں پھر وہ مان جائیں تو فبہا ورنہ ان سے ہر طرح سے لاتعلقی رکھیں۔ خصوصیت کے ساتھ میلاد النبی ﷺ کے جلسوں میں تو انہیں بالکل نہ بلائیں کیونکہ جو سیّد عالم ﷺ کو آپ کی ولادت باسعادت کے وقت نبی نہیں مانتا اسے میلاد شریف کے جلسوں میں بیان کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اللہ تعالیٰ غیرت عطا فرمائے۔



باب دوم

اس کا بیان کہ سیّد دو عالم ﷺ اوّل الخلق ہیں

زمانۂ قبل تخلیق آدم علیہ السلام میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کے نظریہ کے صحیح ہونے کے لیے پہلی بات جو بنیادی حیثیت رکھتی ہے، یہ ہے کہ اس جہان میں آپ کے وجود مبارک کو ثابت کیا جائے کیونکہ نبوت (نبی ہونا) صفت ہے جس کا تحقق وجود موصوف کے بغیر ناممکن ہے۔

فاقول وبا الله التوفیق: یہ امر ہمہ قسم دلائل معتبرہ فی الباب سے ثابت ہے جو اتفاق سے خود مصنف تحقیقات کے ہاں بھی مسلّم ہے اس لیئے یہاں تکمیلاً للعنوان صرف انہی کے بعض حوالہ جات ہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ مکمل تفصیل دیکھنے کے لیئے ملاحظہ ہو اس موضوع پر تحریر کردہ فقیر کا رسالہ ''جلوۂ اُولی حقّ جلّ وعَلَا (علیہ التحیۃ والثناء)''۔

تو لیجیئے پڑھیئے مصنف تحقیقات کی مسئلۂ ہٰذا پر بعض نقول۔

چنانچہ موصوف نے اپنی کتاب کوثر الخیرات صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اوّل ما خلق الله نوری سب سے پہلی شے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ''ان الله تعالٰی خلق قبل الاشیاء کلها نور نبیك من نوره'' تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے فیض ذات سے پیدا فرمایا''۔

نیز اسی کے صفحہ ۸۴، ۸۵، ۸۶ پر ہے: نبی الانبیاء ﷺ کی رسالت و نبوت ہر شے کو شامل ہے اور اجزاء عالم کو محیط ہے کائنات کی کوئی شے عموم نبوت سے خارج نہیں لہٰذا انسان جن اور فرشتے بھی اور فرش و عرش، لوح و قلم، جنت و دوزخ، حور و غلمان اور ذرات عالم میں سے کوئی بھی ایسی شے نہیں جو آپ کی رحمت اور رسالت سے فیض یاب نہ ہو۔

علاوہ ازیں انہوں نے اپنی کتاب تنویرالابصار صفحہ ۱۶، ۱۷، ۱۰۲، ۱۰۳ پر حدیث جابر ﷺ مفصلاً نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ ''آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا''۔

اسی کے صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے: ''اس حدیث سے نور محمدی کا اوّل الخلق ہونا باولیت حقیقۃ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آتا ہے، ان اشیاء کا نور محمدی سے متأخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے''۔

نیز اسی کے صفحہ ۱۷ پر ہے: مخلوق میں سے کوئی چیز نبی کریم ﷺ سے پہلے پیدا نہیں کی گئی''۔

نیز صفحہ ۱۸: ''نورِ محمدی سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور اسی کو تاج نبوت اور خلعت رسالت سے نوازا گیا''۔

نیز صفحہ ۱۰۰: ''نورِ محمدی اوّل حقیقی ہے''۔

نیز صفحہ ۱۰۵ پر اوّل ما خلق اللہ نوری کو استناداً و اثباتاً نقل کیا ہے۔

نیز صفحہ ۲۰، ۲۱، ۲۹، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶ اور ۱۸۳ پر آپ ﷺ کا حقیقت کے لحاظ سے اصل موجودات ہونا تسلیم کیا ہے۔

نیز صفحہ ۱۵۲ پر لکھا ہے: ''سبھی وجود میں آپ کے تابع ہیں اور آپ متبوع و اصل

ے　تو اصل وجود آمدی از نخست　　دگر ہرچہ موجود شدم فرع تست

نیز صفحہ ۳۴ پر ہے: ''آپ ہر نور حسی اور معنوی کے اصل ہیں یعنی نور شمس و قمر اور نور کواکب و ابصار کے بھی اصل ہیں اور نورِ نبوّت و رسالت اور نور ولایت و ایمان کے بھی اصل آپ ہیں''۔

نیز صفحہ ۳۵ پر آپ ﷺ کو ''نورالانوار'' (جملہ انوار کا نور) لکھا ہے۔

صفحہ ۱۲۹ پر صحیح مسلم کے حوالہ سے لکھا ہے: ''میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں''۔

صفحہ ۱۹۶ پر آیت رحمۃ للعلمین کے حوالہ سے ہمہ گیریت تسلیم کی ہے جو اوّل الخلق ہونے کو مستلزم ہے۔

علاوہ ازیں اپنی تازہ پونجی مسماۃ تحقیقات میں ارقام فرماتے ہیں: ''لامحالہ راجح اور مختار قول یہی ہوگا کہ نور تو آنحضرت ﷺ کا ہر چیز سے پہلے پیدا کیا گیا''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۹۷، طبع منیر الاسلام، سرگودھا)۔

ولنعم ماقیل　ع　مدّعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری



باب سوم

سیّد عالم ﷺ کے تخلیقِ آدم علیہ السلام سے قبل بالفعل نبی ہونے کا ثبوت

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اپنی ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک کے عرصہ میں بالفعل نبی ہونے کے ناقابل تردید حقیقت ثابتہ واقعیہ ہونے کو کما حقہٗ علیٰ وجہ البصیرۃ اور صحیح معنیٰ میں سمجھنے نیز اس کا یقین حاصل کرنے کے لیئے کہ اس سلسلہ کے ہمارے دلائل واقعی صحیح مطابقی اور مبالغہ سے قطعاً پاک ہیں۔ اس امر کا سمجھنا لازم ہے کہ آپ ﷺ تخلیق سیّدنا آدم علیہ السلام سے بھی پہلے بالفعل نبی اور وصف نبوت سے متصف وموصوف تھے، کیونکہ اس کا دارومدار اسی امر کے ملحوظ رکھنے پر ہے۔ پس اس کے بقدر ضرورت بعض دلائل حسب ذیل ہیں: فاقول وباللہ التوفیق۔

آیت قرآنیہ سے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا: ’’واذا اخذنا من النبین میثاقهم ومنك ومن نوح وابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ بن مریم واخذنا منهم میثاقا غلیظا ‘‘یعنی اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے (اداء رسالت کی بابت) عہد لیا اور اے محبوب آپ سے عہد لیا اور نوح وابراہیم نیز موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے لیا اور لیا بھی پختہ عہد (پ ۲۱ الاحزاب آیت نمبر ۷ رکوع نمبر ۱۷)۔

وجہ تقدیم نبی ﷺ:

آیت ہٰذا میں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر دیگر اولوالعزم رسل عظام علیہم السلام کے ذکر پر مقدم لایا گیا حالانکہ ہونا اس کے برعکس چاہیے تھا کیونکہ اس جہان میں جلوہ گری کے اعتبار سے آپ سب سے آخر میں ہیں تو ضرور اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی کیونکہ قرآن مجید عرب محاورہ میں اترا ہے ’’قال تعالی بلسان عربی مبین ‘‘جب کہ کلام عرب میں کسی امر کی تقدیم وتاخیر وغیرہ کسی نہ کسی مقصد کی بنیاد پر کی جاتی ہے ولا یخفیٰ

علی خادم المعانی۔

بنائےعلیہ اس کا محقق کرنا لازم ہوا۔

پس دلچسپی رکھنے والوں نے اس کا کھوج لگایا تو (مبلغ علم، وسائل اور انداز تحقیق نیز زاویۂ فکر کے مختلف ہونے کے باعث) اس کی تین مختلف تحقیقیں سامنے آ گئیں۔ چنانچہ:

نمبر۱:___ بعض نے کہا چونکہ آغاز سورت میں آپ ﷺ مخاطب ہیں حیث قال تعالیٰ "واتبع ما یوحی الیك من ربك" اس لیئے کہ درمیان میں فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے دوبارہ صیغۂ خطاب لایا گیا جس سے مقصد تاکید ہے۔

نمبر۲:___ بعض نے کہا کہ اس تقدیم سے مقصود آپ ﷺ کے شرف، بزرگی اور برتری کا اظہار ہے یعنی ایسے مواقع پر بڑوں کا نام پہلے لیا جاتا ہے نیز یہ کہ آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں۔

نمبر۳:___ جب کہ بعض دیگر نے کہا اس تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ آپ واقع میں از روئے تخلیق حقیقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے ہیں۔ بعض نقول ملاحظہ ہوں:

چنانچہ تفسیر نسفی (جلد۳، صفحہ۱۳۶۱، طبع کراچی) میں ہے: وقدم رسول اللہ علی نوح ومن بعده لان هذا العطف لبیان فضیلة هؤلاء لانهم اولوالعزم واصحاب الشرائع فلما کان محمد صلی الله علیه وسلم افضل هؤلاء قدم علیهم ولولا ذلك لقدم من قدمه زمانه "یعنی اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر اس لیئے فرمایا ہے کہ یہ حضرات اصحاب شرائع اور اولوالعزم ہونے کے باعث دیگر انبیائے علیہم السلام سے فائق ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر ان سے پہلے فرمایا کیونکہ آپ ان سے بھی بڑی شان والے ہیں اگر آپ کی تقدیم سے یہ مقصود نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر پہلے فرماتا جو زمانہ کے اعتبار سے آپ سے پہلے تھے اھ۔

اقول: بعض علماء نے آیت کریمہ "انا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعده" کو اس کی نظیر کے طور پر پیش فرمایا ہے کہ وحی جلی اس جہان میں آپ ﷺ پر سب سے آخر میں اتری ہے تو لامحالہ آپ کی تقدیم آپ کی تعظیم کی بناء پر ہوئی فافهم وتدبر۔

نیز البحر المحیط میں ہے: وقدم محمد ﷺ لکونه افضل منهم واکثرهم اتباعاً یعنی آپ ﷺ کی تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور ان کی بہ نسبت پیروکار بھی آپ کے سب سے زیادہ ہیں۔ (جلد۷، صفحہ۲۱۳، طبع بیروت)۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: ''فبدأ فی هذه الآیة بالخاتم لشرفه صلوات الله علیه ثم رتبهم بحسب وجودهم صلوات الله علیهم ''یعنی آیت ہذا میں آپ ﷺ کے ذکر سے آغاز آپ کی بزرگی کی بناء پر ہے صلوات اللہ علیہ۔ پھر بقیہ حضرات کا ذکر ان کے اس جہان میں جلوہ گر ہونے کی ترتیب کے مطابق ہے۔ (جلد۳' صفحہ۴۸۵' طبع کراچی)۔

تفسیر بیضاوی (جلد۲' صفحہ۶۲۵' ۶۲۶' طبع داراحیاء التراث العربی بیروت) میں ہے کہ: ''وقدم نبینا صلی الله علیه الصلاة والسلام تعظیماً له وتکریماً لشانه'' اھ۔

تفسیر روح المعانی (جلد۱۱' صفحہ۱۵۴' طبع ملتان) میں ہے: ''وتقدیم نبیا صلی الله علیه وسلم مع انه اخرهم بعثه للایذان بمزید خطره الجلیل او لتقدمه فی الخلق ''یعنی باوجودیکہ ہمارے نبی ﷺ زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری ہیں آپ کا ذکر پہلے ہے جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ آپ رتبہ میں سب سے عظیم ہیں یا یہ وجہ ہے کہ آپ تخلیق میں ان سے مقدم ہیں۔ اھ۔

تفسیر الخازن میں ہے: وقدم النبی ﷺ فی الذکر تشریفاً له وتعظیما ولما روی البغوی الخ۔ یعنی نبی ﷺ کی تقدیم فی الذکر آپ کی بزرگی اور برتری کے اظہار کے لیے ہے اور اس لیئے بھی جو بغوی کی روایت میں ہے (کہ آپ ﷺ از روئے تخلیق تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے ہیں) ملاحظہ ہو (جلد۳' صفحہ۴۸۳' ۴۸۴' طبع پشاور)۔

اسی کی مانند تفسیر مظہری (جلد۷' صفحہ۲۸۷' طبع کوئٹہ) میں بھی ہے ولفظه وقدم النبی ﷺ فی الذکر تعظیما له واشعارا بما اخبر عنه الخ۔

نیز حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی میں بیضاوی کے الفاظ ''تعظیماً'' کے تحت ہے: ''اولتقدمة الواقع وادم ﷺ بین الماء والطین ''یعنی آیت میں آپ ﷺ کے مقدم فی الذکر ہونے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ واقعہ میں سب سے پہلے اور اس وقت بھی نبی تھے کہ جب آدم ﷺ معرض وجود میں نہیں آئے تھے (جلد۷' طبع دارالکتب العلمیہ' بیروت)۔ اسی طرح دیگر کئی کتب تفسیر میں بھی ہے۔

نیز فریق آخر کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے: ''ان میں پہلے نام لیا ہمارے نبی کا حالانکہ عالم شہادت میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے مگر درجہ میں آپ سب سے پہلے ہیں اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے کما ثبت فی الحدیث'' اھ (تفسیر عثمانی' صفحہ۵۴۳' طبع کراچی)۔

نیز ان کے پیشوا مولوی حکیم اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''وتقدیم نبینا ﷺ مع انه آخرهم

بعثا للایذان بمزید خطرہ اولانہ ھو المخاطب فیما سبق من قولة "اتبع مایوحی" المقصود تاکیدہ بھذہ اولتقدمہ فی الخلق"۔ (بیان القرآن، جلد۲، جزء۹، صفحہ۳۷، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

کمالین حاشیۂ جلالین میں ہے: "آنحضرت ﷺ کو پہلے ذکر کرنے میں آپ کی برتری کی طرف اشارہ ہے (الیٰ) یا تقدم فی الخلق کی وجہ سے آپ کا نام پہلے آیا ہے" ملخّصاً بلفظہ۔ ملاحظہ ہو (جلد۵، صفحہ۱۰۱، طبع شرکت علمیہ ملتان، مؤلّفہ نعیم دیوبندی صاحب، استاذ مدرسہ دیوبند)۔

خلاصہ یہ کہ پیش نظر آیت میں آپ کی تقدیم ذکر بلاوجہ نہیں ہے بلکہ اس کی وجوہ ہیں (کمامر ذکر ھا انفاً)۔

محاکمہ:

ان وجوہ میں درحقیقت کچھ تخالف نہیں تاہم اگر مان لیا جائے تو پھر ہم کہیں گے کہ ان میں وجہ راجح آپ ﷺ کے تقدم فی الخلق والی وجہ ہے کیونکہ دیگر وجوہ کی حیثیت تاویل کی ہے اور وجہ مذکور کی حیثیت تفسیر کی ہے جب کہ تاویل وتفسیر جمع ہوں اور ان میں تطبیق نہ ہو تو تفسیر کو ترجیح ہوتی ہے (اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ شرعاً مفسّر چار ہیں: ۱: قرآن، ۲: حدیث، ۳: صحابی، ۴: تابعی۔ بناءً علیہ تفسیر کے چار درجات ہوتے ہیں۔ ۱: تفسیر القرآن بالقران، ۲: تفسیر القرآن بالحدیث النبوی، ۳: تفسیر القرآن بقول الصحابی اور ۴: تفسیر القرآن بقول التابعی۔ لہٰذا مصنفین کتب تفسیر کو مفسرین کہنا ماہرین فن تفسیر کے معنٰی میں ہے پس آیت کا وہی معنٰی ہی تفسیر کہلائے گا جو ان درجات میں سے کسی سے ثابت ہو لاغیر)۔

فاقول وباللہ التوفیق۔ پیش نظر آیت میں "منک" کی تقدیم سے متعلق "تقدیم فی الخلق" والی وجہ کے علاوہ کوئی وجہ ان درجات اربعہ میں سے کسی کے ذریعہ ثابت نہیں پس قطعی طور پر ان کی حیثیت قول اور تاویل کی ہوئی اور اس بارے میں خود رسول اللہ ﷺ کا خصوصی اور صریحی فیصلہ منقول ہے۔ اس طرح سے تقدم فی الخلق والی وجہ صریحی طور پر مؤخر الذکر درجات ثلثہ سے ثابت ہوئی۔ ۱: خود رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ نے اسے بیان فرمایا اور ۲: صحابۂ کرام سے جنہوں نے اسے آپ سے حاصل کیا نیز ۳: تابعین عظام سے جنہوں نے اسے حضرات صحابۂ کرام سے لیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ملاحظہ ہو اس کے متعلق آپ ﷺ کا قول مبارک۔

آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بروایت ابوہریرہ:

چنانچہ حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت ہٰذا (میں مِنْكَ کی تقدیم) کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا (علامہ قرطبی نے اسے اس مفہوم سے لکھا ہے

کہ ان رسول اللہ ﷺ سئل عن قوله تعالیٰ واذا اخذنا الخ رسول اللہ ﷺ سے منک کی وجہ تقدیم پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: ''کنت اوّل النبین فی الخلق وآخرھم فی البعث '' یعنی اس آیت میں میرا ذکر پہلے اس وجہ سے ہے کہ میں تمام نبیوں سے از روئے تخلیق پہلے ہوں اور میرا آخری ہونا بعثت کے اعتبار سے ہے۔ ملاحظہ ہو: تفسیر بغوی، جلد۳، صفحہ ۵۰۸ طبع ملتان واللفظ تفسیر خازن، جلد صفحہ ۴۸۳، ۴۸۴ بحوالہ بغوی۔ تفسیر مظہری، جلد ۷، صفحہ ۲۸۸، ایضاً بحوالہ بغوی۔ تفسیر روح المعانی، جلد ۱۱، صفحہ ۱۵۴، اخرج جماعة عن الحسن عن ابی ھریرة۔ تفسیر قرطبی، جلد ۷ جزو ۱۴، صفحہ ۸۵، طبع بیروت، نیز ضیاء القرآن، جلد ۴، صفحہ ۱۶، بحوالہ قرطبی۔ تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۵، طبع قدیمی بحوالہ ابن ابی حاتم جس کے آخر میں یہ لفظ بھی ہیں فبدأ بی قبلھم یعنی آپ نے فرمایا یہ وجہ ہے ان سے پہلے میرا ذکر فرمانے کی۔ نیز البدایہ والنہایہ لابن کثیر، جلد ۲ صفحہ ۲۷۲، طبع بیروت، بحوالہ دلائل النبوة لابن شاھین۔ نیز الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، جلد ۵، صفحہ ۱۸۴، طبع قم ایران بحوالہ حسن بن سفیان، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، دلائل النبوۃ لابی نعیم، دیلمی وابن عساکر واللفظ ''کنت اول النبین فی الخلق وآخرھم فی البعث فبدئ به قبلھم ''۔ نیز الخصائص الکبریٰ للسیوطی، جلد ۱، صفحہ ۳، بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم ودلائل النبوة لابی نعیم۔

نیز المقاصد الحسنة للسخاوی، صفحہ ۳۲۷، بحوالہ دلائل ابی نعیم، تفسیر ابن ابی حاتم، ابن لال ودیلمی، کشف الخفاء للعجلونی، جلد ۲، صفحہ ۱۱۸، بحوالہ المقاصد۔ نیز تحفة الاحوذی، جلد ۴، صفحہ ۲۹۳، طبع ملتان، للمبارک فوری غیر المقلد، بحوالہ احمد، تاریخ بخاری، حاکم ودلائل ابی نعیم۔ نیز الفوائد المجموعة للشوکانی، صفحہ ۳۲۶ طبع بیروت۔ تذکرة الموضوعات للعلامه طاهر الفتنی، صفحہ ۸۶، طبع ملتان۔ نیز موضوعات کبیر للعلامة علی القاری، صفحہ ۵۴، طبع کراچی بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم ودلائل ابی نعیم عن السیوطی۔ نیز سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد ﷺ المعروف سیرة شامی، مؤلفہ امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی علیہ الرحمۃ، جلد ۱۰، صفحہ ۴۷۲، بحوالہ مسند حسن بن سفیان، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، دلائل النبوة لابی نعیم طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، مطبوعہ ۲۰۰۷ء۔ نیز سیرة شامی، جلد ۱، صفحہ ۶۸، الباب الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ له، ﷺ بکونه اوّل الانبیاء خلقاً بحواله ابواسحاق جوزجانی وابن ابی حاتم فی التفسیر۔

نیز آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بروایت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

نیز سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بدئ بی الخلق و کنت اخرھم فی البعث '' یعنی مجھ سے خلق کی ابتداء کی گئی اور میں بعثت میں سب سے آخر میں ہوں۔

ملاحظہ ہو (تفسیر روح المعانی' پ ۲۱' جلد ۱۱' صفحہ ۱۵۴' طبع ملتان' بحوالہ ابن ابی عاصم والضیاء فی المختارۃ)۔

نیز آیت کی تفسیر میں آپ ﷺ کا ارشاد ایک اور صحابی کی روایت سے:

نیز ابومریم الغسانی سے مروی ہے کہ "ان اعرابیا قال للنبی ﷺ ای شیٔ کان اول نبوتك قال اخذ الله منی المیثاق کما اخذمن النبین میثاقهم ودعوة ابراهیم وبشریٰ عیسیٰ ورأت امی فی منامها انه خرج من بین رجلیها سراج اضاءَ ت له قصور الشام "یعنی ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی حضور! آپ اپنی نبوت کے ابتدائی حالات سے تو کچھ بتائیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد لیا جیسا کہ اس نے دوسرے نبیوں سے عہد لیئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے میری بعثت کی دعا کی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے میری بشارت دی' میری والدہ ماجدہ نے ایک بار عالمِ رؤیا میں دیکھا کہ ان کے بطن سے ایک چراغ ظہور پذیر ہوا ہے جس کی روشنی سے ملک شام کے محلات چمک اٹھے۔ ملاحظہ ہو (کتاب الاوائل لابن ابی عاصم متوفی ۲۸۷ھ صفحہ ۱۴ حدیث نمبر ۲۸' طبع دارالکتب العلمیہ بیروت' کتاب السنۃ لابن ابی عاصم' جلد ۱' صفحہ ۱۷۸۔ نیز مجمع الزوائد' جلد ۸' صفحہ ۲۲۴' طبع بیروت' بحوالہ طبرانی' نیز الخصائص الکبریٰ' جلد ۱' صفحہ ۴' بحوالہ طبرانی وابونعیم۔ نیز الدرالمنثور' جلد ۵' صفحہ ۱۸۳' بحوالہ طبرانی' ابن مردویہ' ابونعیم فی الدلائل درمنثور میں یہ بھی ہے "ثم تلا واذا اخذنا من النبین میثاقهم ومنك" الآیۃ یعنی آپ ﷺ نے اخذ میثاق کا ذکر فرمانے کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی واذا اخذنا الخ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۸۳' جلد ۵)۔

نیز آیت کی تفسیر میں آپ ﷺ کا ارشاد بروایت قتادہ تابعی مرسلا:

مشہور مفسّر تابعی امام قتادہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "ان نبی الله ﷺ کان یقول کنت اوّل الانبیاء فی الخلق واٰخرهم فی البعث "یعنی نبی اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تخلیق میں سب نبیوں سے پہلے اور بعثت میں ان سب سے آخر میں ہوں۔ ملاحظہ ہو (ابن جریر' پ ۲۱' جلد ۱۰' صفحہ ۹۷' طبع دارالمعرفۃ بیروت' درمنثور' جلد ۵' صفحہ ۱۸۴' بحوالہ ابن جریر۔ نیز تفسیر مظہری' جلد ۷' صفحہ ۲۸۸' بحوالہ ابن سعد ولفظه "۔رواه ابن سعد عن قتادة مرسلاً۔ نیز الجامع الصغیر للسیوطی' جلد ۲' صفحہ ۹۶' بحوالہ ابن سعد عن قتادة مرسلاً ولفظه: "کنت اوّل الناس فی الخلق واٰخر هم فی البعث"۔ نیز مفتاح کنوز السنه' صفحہ ۴۴۹' بحوالہ ابن سعد' جلد ۱' صفحہ ۹۶)۔ نیز ابن کثیر جلد ۳' صفحہ ۴۸۵' وقدرواه سعید بن ابی عروبة عن قتادة مرسلاً وهواشبة ورواه بعضهم عن قتادة موقوفاً۔ نیز جواهر البحار' جلد ۱' صفحہ ۱۲' بحوالہ شفاء۔

نیز انہی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: "کان النبی ﷺ اذا قرأ واذ اخذنا من النبین میثاقهم

ومنك ومن نوح قال بدئ بی فی الخیر وکنت اخرهم فی البعث "۔یعنی نبی کریم ﷺ جب آیت کریمہ واذاخذنا الخ پڑھتے تو فرماتے اللہ نے اس شرف کا آغاز مجھ سے فرمایا جب کہ از روئے بعثت میں ان سب سے آخر میں ہوں۔ملاحظہ ہو (درمنثور' جلد۵' صفحہ۱۸۴' بحوالہ ابن ابی شیبہ' طبع ایران۔نیز سبل الہدیٰ' جلد ۱۰' صفحہ۲۷۴ بحوالہ ابن ابی شیبہ وابن جریر۔نیز جلد۱' صفحہ۶۸' بحوالہ ابن اسحٰق ابو سعد نیشابوری ابن الجوزی۔

تفسیر آیت مذکورہ بقول قتادہ تابعی:

مفسر قتادہ تابعی جب اس آیت کو تلاوت کرتے تو کہتے: "کان نبی اللہ ﷺ فی اوّل النبین فی الخلق "یعنی آیت میں آپ کا ذکر اس لیئے سب سے پہلے ہے کہ آپ ﷺ تخلیق میں سب نبیوں سے پہلے ہیں۔ملاحظہ ہو (تفسیر ابن جریر' پ۲۱' جلد۱۰' صفحہ۷۹ طبع بیروت) نیز جواہر البحار' جلد۱' صفحہ۱۲' بحوالہ شفاء۔نیز تفسیر بغوی (جلد۳' صفحہ۵۰۸) میں ہے: "قال قتادة وذلك قول الله عزوجل واذ اخذنا من النبین میثاقھم الخ فبدأ به قبلھم "یعنی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد واخذنا الخ میں آپ ﷺ کا ذکر تمام نبیوں سے پہلے اس لیئے ہے کہ آپ تخلیق میں ان سے پہلے ہیں۔نیز ملاحظہ ہو (تفسیر الخازن' جلد۳' صفحہ۴۸۳' ۴۸۴ بحوالہ بغوی)۔

خلاصہ یہ کہ زیر بحث آیت میں حضور نبی کریم ﷺ کا تقدیم ذکر از روئے تفسیر اس وجہ سے ہے کہ آپ تخلیق کے اعتبار سے تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے ہیں اور یہ تفسیر خود رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے نیز بعد کے درجات تفسیر (قول صحابی وتابعی) سے بھی صریحاً ثابت ہے۔مزید سنیئے:

حدیث قدسی سے اس کی تائید:

ایک حدیث قدسی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔چنانچہ واقعہ معراج کی انتہائی طویل حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے شب معراج رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: "جعلتك اول النبین خلقاً واٰخرھم بعثاً "" (الیٰ) وجعلتك فاتحا وخاتماً "یعنی محبوب! آپ پر میری نوازشوں سے یہ ہے کہ میں نے آپ کو تخلیق میں تمام نبیوں سے اوّل اور بعثت میں سب سے آخری بنایا بلکہ میں نے آپ کو صرف امر نبوت میں نہیں ہر امر میں اوّل وآخر بنایا۔(ملخصاً)۔ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ۷۱' ۵' ۱۷ بحوالہ ابن جریر' ابن ابی حاتم' ابن مردویہ' بزار' ابو یعلیٰ وبیہقی من طریق ابی العالیۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔نیز درمنثور' جلد۴' صفحہ۱۴۴' ۱۴۶' بحوالہ بزار' ابو یعلیٰ' ابن جریر' کتاب الصلاۃ للمروزی' ابن ابی حاتم' ابن عدی' ابن مردویہ' دلائل النبوۃ للبیقھی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔نیز تفسیر ابن جریر پ۱۵' صفحہ۶' ۹' عن ابی العالیۃ عن ابی ھریرۃ اوغیرہ شک ابو جعفر۔تفسیر ابن کثیر' جلد۳' صفحہ۷' ۲۰' بحوالہ ابن جریر۔نیز الشفاء للقاضی عیاض' جلد۱' صفحہ۱۱' فی تفصیلہ بما تضمنہ

کرامۃ الاسراء' طبع مکتبہ مصطفی البابی الحلبی مصر۔ نیز شرح شفاء خفاجی و قاری' جلد ا' صفحہ ۲۵۶' طبع ملتان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نیز زرقانی' جلد ۵' صفحہ ۲۴۲۔

اقول: حدیث قدسی کو ساتھ ملانے سے واضح ہو گیا کہ تفسیر کے درجات اربعہ کے مطابق پیش نظر آیت کریمہ میں مِنکَ کی تقدیم اس لیئے ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے تخلیق میں اوّل ہیں۔ اس سے یہ بھی کھل کر سامنے آ گیا کہ جن علماء تفسیر نے اس کے تأویلی معانی اس تفسیری معنیٰ کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں' اس سے ان کا مقصد محض جمع اقوال ہے تفسیری معنیٰ پر تأویلی معنیٰ کو ترجیح دینا ہرگز مقصود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بعض نے تأویلی معانی سے تعرض کرنے کی بجائے صرف تفسیری معنیٰ کے بیان پر اکتفاء فرمایا ہے جس سے خصوصیت کے ساتھ اس مقام پر ان کی ژرف نگاہی کا اندازہ بھی ہوتا ہے جیسے امام علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ حیث قال وقدم النبی ﷺ بالذکر لما اخبرنا احمد بن ابراھیم الشریحی (الٰی) عن ابی ھریرۃ الخ ملاحظہ ہو (معالم التنزیل' جلد ۳' صفحہ ۵۰۸' طبع ملتان)۔

نیز جیسے علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ ولفظہٗ وقدم محمداً ﷺ فی الذکر لماروی قتادۃ عن الحسن عن ابی ھریرۃ الخ۔ ملاحظہ ہو (تفسیر قرطبی' جزء نمبر ۱۴' جلد صفحہ ۸۵' طبع بیروت)۔

نیز جیسے حضرت شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے لفظ ہیں: ''وقدم النبی ﷺ لقول کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث''۔ ملاحظہ ہو (حاشیہ بیضاوی' جلد ۴' صفحہ ۵۴' طبع داراحیاء التراث العربی بیروت)۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر جامع بات کہی کہ یہاں آپ ﷺ کی تقدیم آپ کے تقدم فی الرتبہ اور تقدم فی الوجود دونوں کی وجہ سے ہے۔ (مشکوٰۃ' صفحہ ۲۰۴' حاشیہ نمبر ۱۰' نیز علامہ سید احمد عابدین نے بھی یونہی فرمایا۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار' جلد ۳' صفحہ ۲۴۴' طبع مصر)۔

حدیث ہذا کی فنی حیثیت:

حدیث ہٰذا (کنت اول النبیین فی الخلق واخرھم فی البعث) کا صحیح اور کم از کم معتبر فی الباب ہونا بالکل بے غبار ہے۔ کیونکہ اس کا مضمون' آیت قرآنیہ کے عین مطابق ہے۔ نیز یہ بطرق متعددہ مروی ہے اگر فرداً فرداً کلام ہو بھی سہی تو مجموعہ سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ نیز اس کے کئی شواہد بھی موجود ہیں۔

علاوہ ازیں علماء شان سے اس کے قبول وصحت کی تصریحات بھی منقول ہیں۔ چنانچہ امام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ الخصائص الکبریٰ میں لائے ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳' جب کہ اس کے دیباچہ میں آپ نے لکھا ہے: ''ونزھتہ عن الاخبار الموضوعۃ ومایرد وسقت الطرق والشواھد لما ضعف من

حیث السند ''یعنی میں نے اپنی اس کتاب میں ایسی کوئی روایت نہیں رکھی جو موضوع اور مردود ہو اور جو روایتیں از روئے سند ضعیف ہیں تو ان کے مختلف طرق نیز شواہد کو لا کر میں نے اس کی تلافی کر دی ہے۔ ملاحظ ہو۔ (جلد ا' صفحہ ۳)۔

نیز اپنی دوسری کتاب الجامع الصغیر میں امام قتادۃ تابعی کی مرسل روایت ''کنت اول الناس فی الخلق واخرھم فی البعث ''بحوالہ ابن سعد نقل فرما کر اس کے آگے ''صح'' کا نشان دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (جلد ۲' طبع صفحہ ۹۶ سمندری' پاکستان)۔

علامہ عزیزی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''قال الشیخ حدیث صحیح ''یعنی حضرت سیوطی نے جو یہاں ''صح'' کا نشان دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو (السراج المنیر ' جلد ۴' صفحہ ۳۱' طبع مکتبہ السمان' مدینہ منورہ)۔

نیز علامہ طاہر فتنی حنفی نے تذکرۃ الموضوعات (صفحہ ۸۶ طبع ملتان) علامہ سخاوی شافعی نے المقاصد الحسنہ (صفحہ ۳۲۷) علامہ عجلونی شافعی نے کشف الخفاء (جلد ۲' صفحہ ۱۱۸) میں (بحوالہ سخاوی) اور علامہ علی القاری حنفی نے موضوعات کبیر (صفحہ ۵۴) میں لکھا ہے (واللفظ للقاری): ''ولہ شاھد من حدیث میسرۃ الفجر بلفظ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اخرجہ احمد والبخاری فی تاریخہ وصححہ الحاکم '' یعنی صحابی جلیل میسرۃ الفجر کی مرفوع حدیث ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد '' جسے امام احمد نے نیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت فرمایا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس (حدیث کنت اول النبین فی الخلق الخ) کے ثابت الاصل ہونے کی شاہد ہے۔ اھ۔

نیز علامہ علی القاری نے اسے ابونعیم وغیرہ کے حوالہ سے استناداً لیا ہے۔ ملاحظہ ہو (مرقاۃ ۱۱' صفحہ ۵۸' طبع ملتان)۔

واضح رہے کہ علامہ سخاوی شافعی نے اس مضمون کی دیگر احادیث کو بھی اس کا شاہد بتایا ہے جیسے حدیث عرباض بن ساریہ اور حدیث ابن عباس وغیرہما ملاحظ ہو (المقاصد الحسنۃ' صفحہ ۳۲۷) (ان کی مکمل باحوالہ تفصیل عنقریب آ رہی ہے)۔

توثیق حدیث کنت اول النبین از جانب مخالف:

جانب مخالف کے متعدد پیشواؤں سے بھی حدیث ہٰذا کے مقبول ومعتبر بلکہ صحیح ہونے کی تصریحات موجود ہیں بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

معروف غیر مقلد شیعی عالم قاضی شوکانی صاحب نے الفوائد المجموعہ (صفحہ ۱۲۵ طبع بیروت) میں لکھا ہے: ''لہ شاھد صححہ الحاکم بلفظ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد ''یعنی حدیث کنت نبیا وادم بین الروح والجسد جسے حاکم نے صحیح کہا ہے اس کی مؤید ہے۔

نیز غیر مقلدین کے ایک اور عالم ومقتدا نواب صدیق حسن خان بھوپالی صاحب لکھتے ہیں: ''اول النبین تھے خلق میں اور آپ کی نبوت متقدم تھی اور آدم اپنی طینت میں منجدل تھے اور سب سے پہلے آپ ہی سے میثاق لیا گیا''۔ ملاحظہ ہو (الشمامۃ العنبریہ صفحہ ۴۰ طبع بھوپال)۔

اسی کے صفحہ ۹۹ پر اپنی اس کتاب کی صفائی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں ''روایات موضوعہ وضعیفہ وحکایات مفتعلہ مختلقہ سے اجتناب کیا گیا ہے''۔

جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ پیش نظر حدیث قطعاً صحیح ہے۔

علاوہ ازیں ان کے ایک اور پیش رو مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب نے اس حدیث کو بلا تردید بلکہ استناداً مرقاۃ کے حوالہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: ''وروی ابو نعیم فی الدلائل وغیرہ من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعاً کنت اول النبین فی الخلق وآخرھم فی البعث ''یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ''کنت اول النبین الخ امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور دیگر محدثین نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (تحفۃ الاحوذی جلد ۴ صفحہ ۲۹۳ طبع فاروقی ملتان)۔

علاوہ ازیں دیوبندی حضرات کے پیشوا مولوی حکیم اشرف علی تھانوی صاحب نے وجہ تقدیم بیان کرتے ہوئے کہا: ''او لتقدمہ فی الخلق''۔

پھر استناداً لکھا ہے: ''وقولہ علیہ السلام کنت اول الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث'' (بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۷ جزء ۹)۔ نیز نشر الطیب صفحہ ۸ نحوہ تحت روایت شعبی)۔

نیز مدرسہ دیوبند کے استاذ مولوی نعیم دیوبندی صاحب نے اس حوالہ سے تحریر کیا ہے: ''با تقدم فی الخلق کی وجہ سے آپ کا نام پہلے آتا ہے حدیث میں ہے: ''کنت اول الانبیاء فی الخلق واخرھم فی البعث''۔ ملاحظہ ہو (کمالین شرح جلالین جلد ۵ صفحہ ۱۱۰ طبع ملتان)۔

نیز ان کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں: ''اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے'' کما ثبت فی الحدیث'' ملاحظہ ہو (تفسیر عثمانی صفحہ ۵۴۳ طبع کراچی)۔

نیز لاہوری مرزائیوں کے ترجمان مولوی محمد علی مرزائی نے اپنے ترجمۂ قرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے

''یہاں جومنک میں نبی صلعم کا ذکر سب سے پہلے کیا تو اس بات کی طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کنت اول النبین فی الخلق و آخرھم فی البعث یعنی پیدائش میں سب نبیوں سے اوّل ہوں اور بعثت میں سب سے آخر''۔ ملاحظہ ہو (بیان القرآن، صفحہ ۴۷۷، طبع احمدیہ انجمن لاہور)۔

مصنف تحقیقات سے اس کی تصدیق:

مصنف تحقیقات بھی اس سلسلہ کی کئی تصریحات کر چکے ہیں چنانچہ اپنی تنویر الابصار (صفحہ ۲۴، مطبوعہ ستمبر ۱۹۸۵ء) میں زیر بحث آیت (واذاخذنا من النبین الخ) کو وہ نفس مسئلہ کے لیۓ بطور دلیل لائے تھے۔

نیز اپنی ایک اور کتاب سیرت سیّد الانبیاء ﷺ ترجمہ الوفا محررہ شعبان ۱۳۹۹ھ میں موصوف نے لکھا ہے ''ابونعیم نے دلائل النبوۃ وغیرہ میں اس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت فرمایا ہے: کنت اول النبین فی الخلق و آخرھم فی البعث (میں تخلیق میں سب انبیاء سے مقدم ہوں اور بعثت میں سب سے آخری ہوں)'' ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۵، طبع فرید بک سٹال، لاہور)

نیز اپنی تازہ کاوش میں اپنے اس اقرار کے ثبوت کے طور پر کہ ''آپ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل اور خارج میں نبی اور انبیاء و رسل اور ملٰئکہ علیہم السلام کے مربی اور فیض رساں تھے'' لکھا ہے: ''جیسے کہ کنت اول النبین فی الخلق و آخرھم فی البعث'' اور ''قالو متی وجبت لك النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسم'' سے ہے''۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۶)۔ ولنعم ماقیل

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

''قاضی'' شوکانی کے ظالمانہ فیصلہ کا فیصلہ:

اس مقام پر غیر مقلد شیعی عالم قاضی شوکانی صاحب کے ایک ظالمانہ بیان کی حقیقت بھی دیکھتے جائیے۔ موصوف نے مبحث فیہ حدیث (کنت اول النبین الخ) کے متعلق لکھا ہے کہ: ''له شاھد صححه الحاکم بلفظه کنت نبیا وادم بین الروح والجسد وقال الصغانی ھو موضوع و کذا قال ابن تیمیه'' یعنی ثابت الاصل ہونے کا ایک ایسا مؤید موجود ہے جسے امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور وہ ہے ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' اور صغانی نے کہا ہے یہ موضوع ہے اور ابن تیمیہ نے بھی یونہی کہا ہے۔ (الفوائد المجموعہ، صفحہ ۳۲۶، طبع بیروت) جو قاضی صاحب موصوف کے ذہنی انتشار پر مبنی نیز قطعاً خلاف واقعہ ہے کہ امام شان سے مدلل تصحیح کی نقل کے ساتھ صغانی اور ابن تیمیہ کا حکم وضع کا بے بنیاد قول لائے ہیں جب کہ واقعہ یہ ہے کہ صغانی اور ابن تیمیہ نے بھی یہ بات نہیں کی جس کا اندازہ علامہ فہامہ طاہر پٹنی حنفی علیہ الرحمۃ کی اس مفصل

عبارت سے ہوتا ہے آپ لکھتے ہیں: فی المقاصد کنت اول النبین فی الخلق واخرھم فی البعث من حدیث سعید بن بشیر وله شاھد فی تاریخ البخاری وغیرہ وصححه الحاکم بلفظ "کنت نبیا وادم بین الروح والجسد "۔والذی اشتھر بلفظ کنت نبیا وادم بین الماء والطین فلم نقف علیه بھذا اللفظ فضلا عن زیادۃ وکنت نبیا ولا ادم ولا ماء ولا طین "۔وقد قال شیخنا ان الزیادۃ ضعیفة والذی قبلھا قوی ۔ قال الحقیر قال الصغانی بل ھو موضوع ۔وفی الذیل کنت نبیا وادم نبیا وادم بین الماء والطین وکنت نبیا ولا ادم ولا ماء ولاطین' قال ابن تیمیه موضوع وھو کما قال۔"

یعنی علامہ سخاوی کی کتاب المقاصد الحسنہ میں ہے کہ حدیث کنت اول النبین فی الخلق واخرھم فی البعث "بروایت سعید بن بشیر مروی ہے تاریخ بخاری وغیرہ میں "کنت نبیا وادم بین الروح والجسد " کے الفاظ سے اس کا شاہد اور مؤید موجود ہے۔اور اس سلسلہ کی جو حدیث "کنت نبیا وادم بین الماء والطین " کے لفظوں سے مشہور ہے ان الفاظ سے ہمیں اس پر واقفیت نہیں ہو سکی چہ جائیکہ ان لفظوں سے واقفیت ہو جو اس کے ساتھ مزید بیان کیے جاتے ہیں "وکنت نبیا ولاادم ولا ماء ولاطین "۔ ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فرمایا یہ زیادہ ضعیف ہے اور اس کا پہلا حصہ (کنت نبیا وادم بین الماء والطین) قوی ہے۔

یہ حقیر کہتا ہے کہ صغانی نے کہا یہ ضعیف نہیں بلکہ موضوع ہے اور ذیل میں ہے کہ ابن تیمیہ نے اس کے پورے مجموعہ کو موضوع قرار دیا ہے اور وہ موصوف کے کہے کے مطابق ہے۔ملاحظہ ہو (تذکرۃ الموضوعات' صفحہ ۸۶' طبع مکتبہ مجیدیہ ملتان)۔

اقول: اس تفصیلی عبارت سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ صغانی اور ابن تیمیہ میں سے کسی نے بھی حدیث کنت اول النبین فی الخلق کو موضوع نہیں کہا بلکہ اول الذکر نے الفاظ مشہورہ مذکورہ کے ایک حصہ کو موضوع کہا ہے اور ثانی الذکر نے انہی الفاظ کے مجموعہ پر حکم وضع لگایا ہے بناءً علیہ قاضی شوکانی کا صغانی اور ابن تیمیہ کے حوالہ سے یہ بیان قطعی طور پر واقعہ کے خلاف ہے جس کے بعد نوک قلم پر بے ساختہ آتا ہے ؎

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیۓ
ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیۓ

باقی "کنت بنیا وادم بین الماء والطین " کے الفاظ روایت بالمعنٰی ہیں الماءُ الروح کا متبادل ہے اور الطینُ الجسد کا قائم مقام۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح روح سے جسم زندہ ہو جاتا ہے اسی طرح پانی سے مٹی کو زندگی ملتی ہے قال اللہ تعالیٰ "وایة لھم الارض المیتة احیینا ھا "۔اسی لیۓ محقق قسم کے علماء نے اس پر مطلقاً

حکم وضع لگانے کی بجائے ایک حد تک اس کو صحیح اور قوی قرار دیا ہے جیسا کہ پیش نظر عبارت سے بھی واضح ہے

ع ببین تفاوت کہ رہ از کجا است تا بہ کجا

اس کی پوری بحث آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔ فمن شاء الاطلاع علیه فلیرجع الیه۔

آیت میں مذکور میثاق انبیاء علیہم السلام کی نوعیت:

انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا گیا مذکور فی الآیۃ میثاق وعہد تبلیغ رسالت اور دعوت الی الدین المتین کے بارے میں تھا۔ چنانچہ مؤلف کنز الدقائق' احد الائمۃ المجتہدین حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی (متوفی ۷۱۱ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ مدارک التنزیل وحقائق التأویل المعروف تفسیر النسفی میں مبحث فیہ آیت میثاق النبیین کی نوعیت بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: "ای اذکر حین اخذنا میثاقهم بتبلیغ الرسالة والدعاء الی الدین القیم" یعنی الفاظ آیت کا معنٰی یہ ہے کہ اس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے ان سے (نبیوں سے) رسالت کے پہنچانے اور لوگوں کو دین متین کی طرف بلانے کا عہد لیا تھا۔ ملاحظہ ہو (جلد ۳' صفحہ ۱۳۶۱' طبع قدیمی کراچی)۔

اسی طرح بالفاظ مختلفہ بمضمون واحد دیگر متعدد کتب تفسیر میں بھی ہے۔

اقول: یہ معنٰی تفسیر کے عین مطابق ہے یعنی یہ تأویلی معنٰی نہیں بلکہ تفسیری ہے کیونکہ یہ تفسیر کے درجہ ثالثہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحابی جلیل سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عہد الست کی تفصیل کے بیان میں فرمایا: "ورأی الانبیاء فیهم مثل السرج علیهم النور خصوا بمیثاق آخر فی الرسالة والنبوة وهوقوله تبارك وتعالیٰ واذا اخذنا من النبیین میثاق (الی قوله)عیسیٰ بن مریم" یعنی اللہ تعالیٰ نے عہد الست کے موقع پر جب تمام اولاد آدم علیہ السلام کو صلب آدم علیہ السلام سے چھوٹے چھوٹے ذرات کی مقدار پر ان کی دنیوی صورتوں میں باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے ملاحظہ کے دوران انبیاء علیہم السلام کو ان میں دیکھا کہ وہ روشن چراغوں کی مثل تھے جن پر انوار وتجلیات کا پہرہ تھا۔ ان سے عہد الست کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ رسالت اور نبوت کا عہد بھی لیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد واذاخذنا من النبیین میثاقهم میں جس میثاق کا ذکر ہے اس سے مراد یہی (رسالت ونبوت کا) میثاق ہے۔ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ عربی' صفحہ ۲۴ بحوالہ مسند احمد طبع کراچی' نیز مستدرک حاکم' جلد ۲' صفحہ ۳۲۳ نیز تفسیر ابن کثیر' جلد ۳' صفحہ ۴۸۶' بحوالہ ابو جعفر الرازی۔ نیز کتاب الروح لابن القیم' صفحہ ۲۴۳' طبع منصورہ مصر۔ نیز بیان القرآن تھانوی' جلد ۲' جزء ۹' صفحہ ۳۷' بحوالہ مشکوٰۃ' طبع کراچی)۔

اقول: ابن قیم نے حاکم کے حوالہ سے لکھا ہے "ھذا اسناد صحیح "یعنی اس کی سند صحیح ہے۔ نیز محشی نے اسے مستدرک پر محوّل کر کے لکھا "صحّحہ و وافقہ الذھبی "یعنی امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے ان کی تردید کرنے کی بجائے اس میں ان سے موافقت کی ہے۔ ملاحظہ ہو (کتاب الروح، صفحہ وطبع مذکور مع حاشیہ ا)

ثم اقول: حضرت ابی کا یہ قول چونکہ امور قیاسیہ سے نہیں ہے اس لئے حکماً مرفوع (قول رسول اللہ ﷺ) ہے پس یہ درحقیقت تفسیر کا درجہ ثانیہ ہے۔

زمانہ میثاق سید عالم ﷺ:

آیت کی تفسیر سے جہاں یہ ثابت ہوگیا کہ اس میں آپ ﷺ کا ذکر مبارک اس لیے مقدم ہے کہ آپ ازروئے تخلیقِ انبیاء علیہم السلام سے پہلے ہیں، وہاں آیت میں حضور اقدس کے میثاق کے علیحدہ ذکر سے یہ اشارہ بھی مل گیا کہ آپ ﷺ کا زمانۂ میثاق بھی دیگر انبیاء و رسل عظام علیہم السلام کے زمانۂ میثاق سے الگ ہے جب کہ حقیقت واقعیہ بھی یہی ہے کیونکہ:

زمانہ میثاق دیگر انبیاء علیہم السلام:

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے زمانۂ میثاق کے بارے میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ ہر نبی اور ہر رسول سے یہ میثاق الگ الگ سے ان کی اپنی اپنی بعثت کے وقت لیا گیا تھا۔ چنانچہ ابن کثیر دمشقی نے آیت آل عمران واذا اخذ اللہ میثاق النبیین اور آیت احزاب (زیر بحث) کو لکھنے کے بعد کہا ہے: "فھذا العھد و المیثاق اخذا علیھم بعد ارسالھم و کذلک ھذا "یعنی ان دونوں آیتوں میں ایک ہی میثاق کا ذکر ہے جو انبیاء سے ان کی اپنی اپنی بعثت کے بعد لیا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۵، طبع کراچی)۔

اس سلسلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد، عہدِ الست کے موقع پر (بہ ہیئتِ کذائیہ اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے) لیا گیا تھا جس کی وضاحت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جو حکماً مرفوع ہے اور مسند احمد اور مستدرک حاکم وغیرہما کے حوالہ سے ابھی گزرا ہے۔

علاوہ ازیں امام مجاہد تابعی مفسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ھذا فی ظھر آدم علیہ الصلاۃ و السلام "یعنی یہ عہد اس وقت لیا گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے پشت آدم علیہ السلام سے ان کی جملہ اولاد کو نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تھا۔ ملاحظہ ہو (قرطبی جزء نمبر ۱۴، جلد صفحہ ۸۵، طبع بیروت)۔

نیز ابن کثیر نے روایت ابی رضی اللہ عنہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "وھذا قول مجاھد ایضاً "یعنی

بعینہ یہی قول امام مجاہد کا بھی ہے۔ ملاحظہ ہو (ابن کثیر جلد ۳، صفحہ ۴۸۶، طبع کراچی)۔

اقول: قول اول ابن کثیر کا ذاتی قول ہے جو تأویل کی حیثیت رکھتا ہے جس کے غیر صحیح اور انتہائی نرم لفظوں میں غیر راجح ہونے کے لیئے اتنا بھی کافی ہے کہ وہ تفسیر (قول صحابی نیز قول تابعی) کے خلاف ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ شروع تفسیر میں یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ طریق تفسیر یہ ہے کہ: ''ان یفسر القرآن بالقرآن'' قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو۔ ''فمن السنة'' پھر حدیث نبوی سے۔ ''اذالم نجد رجعنا فی ذلك الی اقوال الصحابة'' یعنی قرآن وحدیث سے وضاحت نہ ملنے کی صورت میں اقوال صحابہ سے تفسیر لی جائے۔ ان سے بھی نہ ملے تو کثیر ائمہ کے حسب معمول ''الی اقوال التابعین'' اقوال تابعین سے رجوع کیا جائے۔

پھر مزے کی بات یہ ہے کہ اس کے لیئے انہوں نے سب سے سرفہرست امام مجاہد کا نام لیا ہے اور ائمہ سے اس کی توثیق بھی نقل کی ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں ''کمجاهد بن جبر فانه کان آیة فی التفسیر (الی) کان سفیان الثوری یقول اذا جاء ك التفسیر عن مجاهد فحسبك به'' یعنی مفسرین تابعین میں امام مجاہد بن جبر ہیں جو تفسیر القرآن میں سب سے ممتاز ہیں (جنہوں نے حضرت ابن عباس سے پورا قرآن مجید ایک ایک آیت کر کے مکمل تفسیر سے پڑھا اسی لیئے) حضرت سفیان ثوری فرماتے تھے کہ جب تمہیں کسی آیت کی تفسیر حضرت مجاہد سے مل جائے تو بس اسی کو کافی سمجھو۔ (ملخّصاً ماارد نا) ملاحظہ ہو (ابن کثیر جلد ۱، صفحہ ۳، ۴، ۵، طبع قدیمی کراچی)۔

علاوہ ازیں البدایہ والنہایہ جلد ۲، صفحہ ۲۷۴، میں کئی طرح سے انہوں نے صراحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی قبل کے نبی ہیں۔

الغرض ما نحن فیہ میں مذکورہ دو قولوں میں سے جس کو بھی لیا جائے، اس نکتہ پر سب کا اتفاق ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا زمانۂ میثاق تخلیقِ آدم علیہ السلام کے بعد ہے جب کہ:

زمانہ میثاق سید الانبیاء ﷺ:

ہمارے آقا و مولیٰ سیّد الانبیاء ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے منصب نبوت و رسالت پر فائز تھے تو لامحالہ آپ کا میثاق بھی ان کے میثاق سے پہلے ماننا لازم ہوا۔ اسی لیئے عہدِ الست کے وقت بھی سب سے پہلے آپ ہی نے بلیٰ کہا جس سے انبیاء و رسل کرام علیہم السلام وغیرہم کو رہنمائی ہوئی پھر انہوں نے آپ سے سن کر بلیٰ کہا (اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا)۔

چنانچہ سہل بن صالح ہمدانی نے امام اہل بیت محمد الباقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ بعثت میں آخری

ہونے کے باوجود انبیاء علیہم السلام سے کیونکر متقدم ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب اولادِ آدم علیہ السلام کو پشت آدم سے نکال کر ان سے سوال فرمایا تھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ''کان محمد ﷺ اول من قال بلی ولذلك صار یتقدم الانبیاء وھو آخر من بعث ''تو حضرت ﷺ نے سب سے پہلے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا بلی (کیوں نہیں یعنی واقعی تو ہمارا رب ہے) اسی لیۓ باعتبار بعثت آخری ہونے کے باوجود آپ تمام نبیوں سے پہلے ہیں۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ، جلد۱، صفحہ۳، بحوالہ ابوسہل القطان فی جزء من امالیه) نیز جواہر البحار، جلد۲، صفحہ۱۶۱، عن ابن الجزار، نیز المورد الروی، صفحہ۴۰، طبع مکۃ المکرّمۃ۔ نیز سبل الہدیٰ، جلد۱۰، صفحہ۳۰۴۔

الغرض آپ ﷺ کا سب سے پہلے بلی کہہ کر اقرار ربوبیت فرمانا پہلے سے آپ کے منصب نبوت پر فائز ہونے کی بناء پر تھا جو اس کو مستلزم ہے کہ آپ کا زمانۂ میثاق دیگر انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کے زمانۂ میثاق سے علیحدہ اور پہلے ہے۔ مزید پڑھیۓ اس پر آپ ﷺ کے دوٹوک صریح فیصلے:

تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل آپ ﷺ کے بالفعل نبی ہونے کے دوٹوک صریح فیصلے:

یعنی حدیث کنت نبیاً

۱۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''قالوا یارسول اللہ متی وجبت لك النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد ''یعنی صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کو نبوّت کب حاصل ہوئی؟ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔اھ۔ ملاحظہ ہو (جامع الترمذی، جلد۲، صفحہ۲۰۱، المناقب طبع دہلی)۔

نیز مشکوۃ عربی، صفحہ۵۱۳، بحوالہ ترمذی۔ نیز ملاحظہ ہو (مستدرک حاکم، جلد۳، صفحہ۵۰۹، حاشیہ۴۲۶۶) ولفظہ: ''قیل متی وجبت لك النبوۃ قال بین خلق آدم ونفخ الروح فیه ''یعنی عرض کی گئی آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا آدم علیہ السلام کے جسم کے بنائے جانے اور اس میں روح کے پھونکے جانے کے درمیان۔اھ۔

نیز ملاحظہ ہو (کتاب الشریعۃ للآجری، صفحہ۳۴۲، حاشیہ۹۰۲، ۹۰۳) ولفظہ: سئل صلی اللہ علیه وسلم متی وجبت (آگے مثل حاکم) نیز ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ، جلد۱، صفحہ۴، الدر المنثور، جلد۵، صفحہ۱۸۴، بحوالہ حاکم، بیہقی، ابونعیم) نیز موضوعات کبیر صفحہ۵۴، بحوالہ ترمذی۔ نیز المقاصد الحسنہ للسخاوی، صفحہ۳۲۷۔ نیز البدایہ والنہایہ، جلد۲، صفحہ۳۲۷، بحوالہ دلائل النبوۃ لابن شاہین۔ کشف الخفاء للعجلونی، جلد۲، صفحہ۱۱۸، بحوالہ ترمذی وغیرہ)۔

نیز المستدرک للحاکم' جلد۳' صفحہ ۵۰۹' حاشیہ : بحوالہ ترمذی' دلائل النبوۃ لابی نعیم۔ فوائد التمام' اخبار اصبہان' دلائل بیہقی' تاریخ بغداد)۔ نیز جواہر البحار' جلد۱' صفحہ ۷۱' بحوالہ شفاء شریف۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰' صفحہ ۱۴۹' بحوالہ ترمذی حاکم بیہقی ابونعیم۔

اقول: امام ترمذی نے فرمایا "ہٰذا حدیث حسن صحیح" یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی' جلد۲' صفحہ ۲۰۱' المقاصد الحسنہ' صفحہ ۳۲۷)۔

نیز علامہ سخاوی فرماتے ہیں "صححہ الحاکم ایضاً امام حاکم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (المقاصد الحسنہ' صفحہ ۳۲۷)۔

امام سبکی نے بھی اسے صحیح کہا ولفظہ "فعرفنا بالخبر الصحیح" (الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ ۵' بحوالہ التعظیم والمنۃ' کشف الخفاء جلد۲' صفحہ ۱۱۸' قال الترمذی حسن صحیح و صححہ الحاکم۔

۲ ــــ حضرت میسرۃ الفجر الضبی رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے انہوں نے فرمایا: "قلت یارسول اللہ متی کنت نبیا قال وادم بین الروح والجسد" یعنی میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نبی کب سے بنے؟ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اھ۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ ۳' نیز درمنثور' جلد۵' صفحہ ۱۸۴' بحوالہ مسند احمد' تاریخ بخاری' طبرانی' حاکم' دلائل ابی نعیم' دلائل بیہقی' مسند احمد' جلد۵' صفحہ ۵۹' میں "متی کتبت نبیا" کے لفظ ہیں یعنی آپ کب سے نبی متعین فرمائے گئے۔ مستدرک' جلد۳' صفحہ ۵۰۸' حاشیہ ۴۲۶۵ میں "قلت لرسول اللہ ﷺ" کے الفاظ ہیں یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ مزید ملاحظہ ہو (جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی لابن العربی المالکی' جلد۷' صفحہ ۸۷' وفی الباب عن میسرۃ الفجر)۔

نیز کتاب الشریعۃ للامام الآجری' صفحہ ۳۴۲' حدیث ۸۹۹' ۹۰۰' ۹۰۱۔

نیز تفسیر مظہری' جلد۷' صفحہ ۲۸۸' بحوالہ ابن سعد' حلیہ ابی نعیم۔

نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ' جلد۱۱' صفحہ ۵۸' بحوالہ ابن سعد' حلیہ ابی نعیم' ابن ربیع' مسند احمد' تاریخ بخاری' حاکم۔

نیز المقاصد الحسنہ للسخاوی' صفحہ ۳۲۷' ۸۳۷ طبع بیروت' بحوالہ مسند احمد' حلیہ ابی نعیم' حاکم' تاریخ بخاری' بغوی' ابن السکن۔

نیز کشف الخفاء للعجلونی' جلد۲' صفحہ ۱۱۸' بحوالہ المقاصد الحسنہ' تحفۃ الاحوذی' جلد۴' صفحہ ۲۹۳' بحوالہ ابن سعد و حلیہ ابی نعیم۔

نیز مستدرک حاکم' جلد۳' صفحہ ۵۰۸' ۴۲۶۵ حاشیہ: بحوالہ مسند احمد' کتاب السنہ لابن احمد' دلائل النبوۃ للبیہقی' کتاب السنہ لابن ابی عاصم' طبرانی کبیر' حلیہ ابی نعیم' تاریخ کبیر' ابن سعد' سیر اعلام النبلاء للذہبی' اسد الغابہ' تاریخ جرجان للسہمی' الاصابۃ۔

نیز کتاب الشریعۃ للآجری' صفحہ ۳۴۲' حاشیہ ا' بحوالہ مجمع الزوائد' جلد ۸' صفحہ ۲۲۳' عن الطبرانی۔

نیز موضوعات کبیر' صفحہ ۵۴' بحوالہ احمد تاریخ بخاری' حاکم' نیز فتاویٰ رضویہ' جلد ۳۰' صفحہ ۱۴۹' بحوالہ مسند احمد' تاریخ بخاری ابن سعد' حاکم' بیہقی' ابونعیم۔

اقول: حاکم نے کہا ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ یعنی یہ حدیث صحیح السند ہے اس کے باوجود شیخین نے اسے روایت نہیں فرمایا (مستدرک جلد ۳' صفحہ ۵۰۸)۔

علامہ سیوطی' علامہ سخاوی اور علامہ القاری علامہ عجلونی وغیرہم نے فرمایا: ''صححہ الحاکم'' یعنی امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (الدرالمنثور' جلد ۵' صفحہ ۱۸۴' مرقاۃ' جلد ۱۱' صفحہ ۵۸' المقاصد الحسنہ' صفحہ ۳۲۷) موضوعات کبیر' صفحہ ۵۴' کشف الخفاء' جلد ۲' صفحہ ۱۱۸)۔

نیز علامہ ذہبی نے کہا ''صالح السند'' ہے امام ابن حجر نے فرمایا ''سند قوی'' (مستدرک' جلد ۳' صفحہ ۵۰۸' حاشیہ)۔ شوکانی غیر مقلد نے بھی الفوائد المجموعہ صفحہ ۳۲۶ میں لکھا ہے ''صححہ الحاکم'' حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۳ ــــ ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ سے

عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے: ''ان رجلا سأل النبی امتٰی کنت نبیا؟ قال کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد'' یعنی ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا آپ نبی کب ہوئے؟ فرمایا میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اھ۔ ملاحظہ ہو (مصنف ابن ابی شیبہ' جلد ۱۴' صفحہ ۲۹۲' حاشیہ ۱۸۴۰۲' طبع کراچی)۔

نیز مسند احمد جلد ۵' صفحہ ۶۶' ۳۷۹' میں اس طرح ہے ''عن رجل قال قلت یا رسول اللہ متٰی جعلت نبیًا'' الخ۔

اقول: اگر ''رجل'' سے مراد حضرت میسرہ ہوں جیسا کہ مسند احمد جلد ۵' صفحہ ۵۹ پر لکھا ہے کہ ''عبداللہ بن شقیق عن میسرۃ'' تو ایہ لگ سے روایت نہیں ہے بلکہ حدیث میسرہ ہی ہے ورنہ علیحدہ شمار ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴____ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے:

روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''قیل یارسول اللہ متی کنت نبیا وقال وادم بین الروح والجسد ''یعنی عرض کی گئی یارسول اللہ! آپ نبی کب ہوئے؟ فرمایا: جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اھ۔

ملاحظہ ہو (الدر المنثور' جلد۵' صفحہ ۱۸۴' الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ۴' بحوالہ البزار' طبرانی اوسط' ابونعیم من طریق الشعبی۔ نیز مرقاۃ جلد۱۱' صفحہ۵۸' بحوالہ طبرانی کبیر بلفظ ''کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد' نیز تحفۃ الاحوذی' جلد۴' صفحہ ۲۹۳ مثلہ)۔ نیز المقاصد الحسنہ' صفحہ ۳۲۷' بحوالہ مسند احمد' دارمی' ابونعیم' طبرانی' نیز البدایہ والنہایہ' جلد۲' صفحہ ۲۷۲' بحوالہ دلائل النبوۃ لابن شاہین۔ نیز تفسیر المظہری' جلد۷' صفحہ ۲۸۸' بحوالہ طبرانی کبیر۔ نیز الجامع الصغیر' جلد۲' صفحہ ۹۶' بحوالہ طبرانی' سیوطی نے فرمایا حدیث صحیح ہے۔ فتاویٰ رضویہ' جلد۳۰' صفحہ ۱۴۹)۔

۵____ ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ سے

مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے روایت ہے: ''ان رجلا سأل رسول اللہ ﷺ متی کنت نبیا قال بین الروح والطین من آدم ''یعنی ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا آپ نبی کب ہوئے؟ فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ۴' بحوالہ ابن سعد نیز الدر المنثور' جلد۵' صفحہ ۱۸۴' بحوالہ ابن سعد واللفظ وآدم بین الروح والطین)۔ نیز فتاویٰ رضویہ' جلد۳۰' صفحہ ۱۴۹۔

۶____ حضرت ابن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے فرمایا: ''قلت یا رسول اللہ متی کنت نبیا قال اذا آدم بین الروح والجسد ''یعنی میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ نبی کب ہوئے؟ فرمایا: ''جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ۴' بحوالہ ابن سعد نیز' الدر المنثور' جلد۵' صفحہ ۱۸۴' بحوالہ ابن سعد واللفظ ''متی جعلت نبیا قال وآدم بین الروح والجسد '')۔ نیز الجامع الصغیر للسیوطی' جلد۲' صفحہ ۹۶' بحوالہ ابن سعد' امام سیوطی نے فرمایا حدیث صحیح ہے۔ نیز مرقاۃ جلد۱۱' صفحہ ۵۸' تفسیر مظہری' جلد۷' صفحہ ۲۸۸' کلاہما بحوالہ ابن سعد' ایضاً تحفۃ الاحوذی' جلد۴' صفحہ ۲۹۳' عن ابن سعد۔ نیز فتاویٰ رضویہ' جلد۳۰' صفحہ ۱۴۹۔

۷____ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے

صنابحی سے روایت ہے انہوں نے کہا: ''قال عمر رضی اللہ عنہ متی جعلت نبیا قال وآدم منجدل فی

طینته ''یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی آپ نبی کب بنائے گئے؟ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے اھ۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴ بحوالہ ابونعیم۔ الدر المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۴ بحوالہ مذکور واللفظ ''فی الطین'' ''بدل فی طینته''۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰ صفحہ ۱۴۹۔

۸۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انی عند اللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینته ''یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میں بلاشبہ لوح محفوظ میں اللہ کے ہاں خاتم النبین ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے اھ۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳ بحوالہ مسند احمد حاکم بیہقی۔ نیز جلد ۱ صفحہ ۴۵ بحوالہ بزار طبرانی حاکم بیہقی ابونعیم)۔ نیز مشکوٰۃ عربی صفحہ ۵۱۳ بحوالہ شرح السنہ۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ''عند اللہ'' کی بجائے عبد اللہ کے لفظ ہیں۔ ملاحظہ ہو (جلد ۴ صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸)۔ نیز آجری کی روایت میں بھی یہ لفظ ہیں۔ ملاحظہ ہو (کتاب الشریعۃ صفحہ ۳۴۲، ۹۰۴ انی عبد اللہ وخاتم النبیین)۔ نیز ملاحظہ ہو (صحیح ابن حبان جلد ۸ صفحہ ۱۰۶ حاشیہ ۶۳۷۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ولفظہ: انی عند اللہ مکتوب بخاتم النبیین الخ)۔ نیز مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۹۶، ۱۹۴، ۴۹۷ حاشیہ ۴۲۳۱ طبع دار المعرفۃ بیروت۔ البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ بحوالہ احمد طبع دار الفکر۔ نیز المقاصد الحسنہ صفحہ ۳۲۷ بحوالہ صحیح ابن حبان صحیح حاکم۔ نیز کشف الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۱۸۔ نیز شرح السنہ بغوی ۷ صفحہ ۱۳ حاشیہ ۱: بحوالہ ابن حبان موارد الظمان صفحہ ۵۱۲ حاشیہ ۲۰۹۳۔ مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸ کشف الاستار للہیثمی جلد ۳ صفحہ ۱۱۳ حاشیہ ۲۶۶۵، ۳ طبرانی کبیر جلد ۱۸ صفحہ ۲۵۲ حاشیہ ۶۲۹ مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۶۰۰ کتاب التاریخ حلیہ جلد ۶ صفحہ ۸۹ فی ترجمۃ ابی بکر الغسانی دلائل بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)۔ نیز مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۵۹ بحوالہ ابن حبان حاکم۔ نیز مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۹۴ حاشیہ ۳۶۱۹ (ابن سعد مسند احمد السنہ بعبد اللہ بن احمد تاریخ کبیر بخاری ابن حبان حلیہ ودلائل ابی نعیم شعب ودلائل بیھقی ابن عساکر السنۃ لابن ابی عاصم)۔ نیز موضوعات کبیر صفحہ ۵۴ بحوالہ ابن حبان حاکم۔ نیز جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۷۱ بحوالہ شفاء شریف۔ نیز سیرۃ شامیہ جلد ۱ صفحہ ۷۷ مسند احمد حاکم وصححہ۔ نیز حاشیہ نمبر ۴ بحوالہ مسند احمد دلائل ابی نعیم البدایہ والنہایہ مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی و بزار۔

اقول: حاکم نے کہا: ''ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ''یعنی یہ حدیث صحیح السند ہے

باینہمہ شیخین نے اسے روایت نہیں کیا (مستدرک، جلد۳، تحت حدیث نمبر۴۲۳۱،۳۶۱۹)۔ نیز شرح السنۃ جلد۷ صفحہ۱۳، نمبر۱ میں ہے صحیح الاسناد واقرہ الذہبی، حاشیہ نمبر۱۔

اپنے زمانہ میثاق نبوت کے متعلق آپ ﷺ کا خصوصی ارشاد:

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے:

مروی ہے انہوں نے فرمایا: قیل یارسول اللہ متٰی اخذ میثاقك قال وآدم بین الروح والجسد'' یعنی آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ! آپ سے آپ کا میثاق نبوت کب لیا گیا تھا؟ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اھ۔

ملاحظہ ہو (الدر المنثور، جلد۵، صفحہ۱۸۴، طبع ایران بحوالہ ابن مردویہ۔ نیز تفسیر روح المعانی، پ۲۱، جلد ۱۵۴، طبع ملتان، بحوالۂ مذکورہ۔ نیز بیان القرآن تھانوی، جلد۲، صفحہ۳۷، بحوالہ در منثور)۔

۱۰۔ نیز میسرہ الضبی رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''قال رجل للنبی ﷺ متی استنبئت ؟ قال وآدم بین الروح والجسد حین اخذمنی المیثاق''۔ یعنی ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی حضور آپ نبی کب بنائے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا جس وقت مجھ سے میثاق لیا گیا تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ جلد۱، صفحہ۴، الدر المنثور، جلد۵، صفحہ۱۸۴، بحوالہ ابن سعد۔ نیز المورد الروی، صفحہ۴۰۔ نیز کشف الخفاء، جلد۲، صفحہ۱۱۸)۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد۳۰، صفحہ۱۴۹۔ نیز سیرۃ شامیہ جلد۱، صفحہ۸۳۸، بحوالہ ابن سعد)۔

اقول: ان دو روایتوں سے دو باتیں واضح ہوگئیں ایک یہ کہ آپ ﷺ کو بالفعل نبوت اس وقت ملی جب آپ سے میثاق لیا گیا۔ دوسرے یہ کہ آپ کا زمانۂ میثاق تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ کا زمانۂ میثاق دیگر انبیاء علیہم السلام کے زمانۂ میثاق سے پہلے ہے کیونکہ ان سے میثاق تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد لیا گیا جب کہ آپ ﷺ سے جب میثاق لیا گیا تو آدم علیہ السلام اس وقت معرض وجود میں نہیں آئے تھے جو اپنے اس مفہوم میں واضح ہے کہ **آپ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے بالفعل نبی تھے**۔ (وھو المقصود والحمد للہ تعالی علی ذلك)۔

یہ روایت تو مصنف تحقیقات نے بھی استناداً لکھی ہے ملاحظہ (تنویر الابصار، صفحہ۲۴)۔

حدیث کے مذکورہ مختلف طرق سے ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مسئلۂ نبوت کے

متعلق یہ استفسارات متعدد مواقع پر رونپذیر ہوئے۔ کبھی انہوں نے اجتماعاً پوچھا کبھی انفراداً۔ کبھی آیت احزاب میں ''منك'' کی تقدیم دیکھ کر اور کبھی قبل از اعلان بلکہ قبل از ولادت باسعادت کی شان نبوت دیکھ اور سن کر۔ بہرصورت حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے کیونکہ بہ طرق کثیرہ مروی ہے جن میں سے بعض روایۃً درایۃً ہرطرح سے بے غبار ہیں بعض پر کچھ کلام ہو بھی سہی تو کچھ مضر نہیں کہ تعدّد طرق سے اس کی تلافی ہو چکی۔ پھر یہ تلقّی بالقبول کے درجہ پر بھی فائز ہے کہ جمہور اکابر اس کے مضمون کے مطابق نظریہ کے حامل ہیں جب کہ صحت حدیث کا دارومدار محض سند کی ہی صحت پر نہیں ہوتا ائمہ نے تصریحات کیں کہ صحت سند صحت حدیث کو مستلزم نہیں۔ امام ترمذی کئی مقامات پر اسناد حدیث پر کلام فرمانے کے بعد لکھتے ہیں والعمل علی ھذا عنداھل العلم۔

علاوہ ازیں اس کا مضمون آیت قرآنی (واذاخذنا من النبین میثاقھم ومنك الآیۃ) کے مضمون کے مطابق ہے۔ پس حدیث سے آیت کی تفسیر اور آیت سے حدیث کی صحت واضح ہوئی۔

لہٰذا بعض دکاتیر نجد کا اس کے بعض طرق پر کلام بالکل بے سود ہے۔ مثلاً دکتور الصادق نجدی نے اپنی کتاب ''خصائص المصطفی ﷺ بین الغلو والجفاء'' طبع ریاض کے صفحہ ۱۷۰ پر حدیث کنت اول الانبیاء الخ کے ایک طریق پر جو کلام کیا ہے اور نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ دکتور مذکور نے یہاں پر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

چنانچہ اس حدیث کے راوی امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن حجر کی نسبت سے لکھا ہے کہ انہوں نے انہیں ''تعریف اہل التقدیس'' صفحہ ۲۳، ۵۶ پر مرتبہ ثالثہ کے مدلسین میں شمار کیا ہے جن کی روایت کے قبول کرنے کے لیئے کڑی شرط ہے اور بعض نے تو مطلقاً رد کیا ہے حالانکہ ابن حجر نے انہیں ''مرتبہ ثانیہ'' میں ذکر فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہابیہ (عجم کے ہوں خواہ عرب کے) جب تک غلط بیانی نہ کریں ان کا استدلال مکمل نہیں ہوتا۔ فیاللعجب ولضیعۃ العلم والادب۔

جب کہ صفحہ ۲۷۲ پر حدیث میسرۃ الفجر کی سند پر تو کلام نہیں کر سکے جو تسلیم صحت سند کی دلیل ہے البتہ ''کُتِبتُ'' الفاظ سے اپنے زعم کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو بالکل غیر معیاری ہے اور مضحکہ خیز بھی جس پر تفصیلی کلام ہم ان شاء اللہ اس سلسلہ کے اپنے مستقل رسالہ میں کریں گے۔ (ونرجو من اللہ اتمامھا)۔

البتہ ''کنت نبیًّا وآدم بین الماء والطین'' پر جو اعتراضات کیئے ہیں مناسب موقع ہونے کے باعث ان کے بقدر ضرورت مختصر جوابات ابھی پیش کیئے دیتے ہیں۔

"کنت نبیا و آدم بین الماء والطین" کے بارے میں وضاحت:

اس پر دکتور موصوف نے اپنے پیشوا ابن تیمیہ کے حوالہ سے دو اعتراض کیے ہیں جو یہ ہیں: "لا اصل له من نقل ولاعقل فان احداً من المحدثین لم یذکره ومعناه باطل فان آدم علیہ السلام لم یکن بین الماء والطین قط فان الطین ماء وتراب وانما کان بین الروح والجسد "یعنی یہ روایت عقلاً نقلاً بے اصل ہے۔ ایک تو کسی محدث نے اسے ذکر نہیں کیا۔ دوسرے اس کا معنیٰ بھی غلط ہے کیونکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان ہرگز نہ تھے روح وجسم کے درمیان تھے۔ طین اس مٹی کو کہتے ہیں جس میں پانی ملا ہوا ہو۔ ملاحظہ ہو (کتاب مذکور صفحہ ۷۶، بحوالہ الرد علی البکری، صفحہ ۹۸ مؤلفہ مولوی ابن تیمیہ، طبع مکتبہ دار المنہاج، ریاض) (نجد)۔

نوٹ: مؤلف نے اس سے کچھ پہلے اس کا ذمہ دار حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کو ٹھہرایا ہے کہ گویا انہوں نے اسے اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے۔ معاذ اللہ۔

اقول: اولاً: یہ دعویٰ عدم ذکر کے حوالہ سے ہے جو ذکرِ عدم کو عند اہل العلم ہرگز مستلزم نہیں پس یہ استدلال غیر معیاری ہے۔ آپ نے نہیں دیکھا تو اس کا یہ مطلب کہاں ہے کہ یہ ہے ہی نہیں۔ بالاستیعاب جملہ معلومات کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے ہو۔ جب کہ اس کلام کی بنیاد بھی محض تعصب پر ہے کہ پہلے سے طے کر لیا ہوا ہے کہ اپنی ہی مارے جانا ہے کسی اور کی نہ ہی سننی۔

ثانیاً: متعدد اکابر ارباب شان کے کلاموں میں بطور روایت ان الفاظ کا ذکر موجود ہے پس یہی کہا جائے گا کہ ان کے ہاں اس کا ماخذ ضرور ہے اگر چہ انہوں نے اسے بیان نہیں کیا۔ ایسے مواقع پر سلف کا یہی طریق کار رہا کہ کلام اکابر میں کسی حدیث کے آجانے کے بعد کہیں نہ ملنے کی صورت میں وہ اس پر منگھڑت ہونے کا سیدھا فتویٰ عائد کرنے کی بجائے اسے اپنے قصور علم پر محمول کرتے بشرطیکہ کسی معیاری دلیل شرعی سے متصادم نہ ہو جیسا کہ مانحن فیہ میں کسی شرعی دلیل سے تصادم نہیں۔

چنانچہ معروف محدث ولی الدین الخطیب تبریزی علیہ الرحمۃ (صاحب مشکوٰۃ) مشکوٰۃ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: وان رأیت اختلافافی تشعب نفس الحدیث وذلك من تشعب طرق الاحادیث ولعلی ما اطلعت علی تلك الروایة التی سلکها الشیخ رضی اللہ عنہ (الیٰ) "وربما تجد مواضع مهملة و ذلك حیث لم اطلع علی راویه فترکت البیاض "یعنی کسی حدیث کے حوالے سے مصابیح اور مشکوٰۃ کے الفاظ کا اختلاف ہو تو یہ تعدد طرق احادیث کی بناء پر ہوگا نیز اس لیئے کہ ان الفاظ سے مجھے روایت نہیں مل پائی جن سے شیخ رضی اللہ عنہ (علامہ بغوی صاحب مصابیح) نے کتاب میں لکھا۔ بعض مقامات پر راوی پر مطلع نہ ہونے کے

باعث میں نے جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ عربی، صفحہ ۱۱، طبع قدیمی کراچی)۔ بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

چنانچہ امام اہلِ سنّت علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں "فکان نبیا وآدم بین الماء والطین کما ورد فی الحدیث" یعنی آپ ﷺ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ (جواہر البحار، جلد ۲، صفحہ ۳۲۳)۔

نیز علامہ سیّد مرتضٰی زبیدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہم آپ ﷺ کے خاتم النبین ہونے پر دل سے ایمان رکھتے ہیں پھر قرآن وحدیث سے اس کے دلائل دیتے ہوئے لکھا: "فالسنة فماروی وانی لخاتم النبین وآدم منجدل بین الماء والطین" یعنی احادیث کے ذخیرہ سے اس کی ایک دلیل یہ حدیث ہے "وانی لخاتم النبین وآدم منجدل بین الماء والطین" بلاشبہ میں اس وقت خاتم النبین تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے (جواہر جلد ۲، صفحہ ۳۹۴)۔

نیز علامہ سیّد ابو العباس فرماتے ہیں: "ففی الحدیث الشریف کنت نبیا وآدم بین الماء والطین" یعنی حدیث شریف میں ہے: کنت نبیا وآدم بین الماء والطین "۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۸۸)۔

نیز معروف شارح حدیث علامہ ابن العربی مالکی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں: "وفی روایة غیره وآدم بین الماء والطین" یعنی ترمذی میں "بین الروح والجسد" کے الفاظ ہیں جب کہ ترمذی کے علاوہ کی بعض روایات میں "وآدم بین الماء والطین" کے لفظ ہیں۔ ملاحظہ ہو (عارضة الاحوذی شرح جامع الترمذی، جلد ۷، صفحہ ۸۷، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

علاوہ ازیں امام ابن حجر عسقلانی جن کی ثقاہت اور خصوصیت کے ساتھ نقد رجال اور دیگر فنون حدیث میں کمال ممارست کو وہابیہ عرب وعجم تحریک کی حد تک تسلیم کرتے ہیں جن سے معترض نے ابھی اپنی اس کتاب میں بکثرت استناد کیا ہے اور اس علم میں ابن تیمیہ صاحب جن کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں، ان سے روایت "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین و کنت نبیا ولآدم ولاماء و لاطین" کے متعلق سؤال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: "ان الزیادة ضعیفة و الذی قبلها قوی" یعنی اس کا پچھلا حصہ (و کنت بنیا ولا آدم ولا ماء ولا طین) ضعیف اور پہلا حصہ (کنت نبیا وآدم بین الماء والطین) قوی ہے۔ ملاحظہ ہو (قانون الموضوعات، صفحہ ۸۶، علامہ طاہر پٹنی ۹۸۶ھ۔ المقاصد الحسنہ، صفحہ ۳۲۷، علامہ سخاوی، ۹۰۲ھ، کشف الخفاء صفحہ

۱۸ا' علامہ عجلونی ۱۱۶۲ھ' موضوعات کبیر صفحہ ۵۴' علامہ قاری۔ مرقاۃ' جلد ۱۱' صفحہ ۵۸' علامہ قاری ۱۰۱۴ھ۔ تحفۃ الاحوذی جلد ۴' صفحہ ۲۹۳ مبارک پوری غیر مقلد)۔

اقول: ان حضرات نے حافظ ابن حجر کے اس فیصلہ کو رد نہیں کیا بناءً علیہ ان کے نزدیک بھی یہ الفاظ قوی ہیں اور ان کے نزدیک بھی یہ حدیث ہے اور ان الفاظ سے ثابت ہے اور کم از کم یہ کہ مفہوم کی صحت پر متفق ہیں۔

علاوہ ازیں مولوی عبدالستار دہلوی غیر مقلد سے اس کے متعلق سؤال ہوا تو مذکور نے جواب دیا ''یہ ٹھیک ہے'' ملاحظہ ہو (فتاویٰ ستاریہ' جلد ۴' صفحہ ۱۳۰' سؤال نمبر ۶۱۹' طبع کراچی)۔

بانی فکر دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں: ''حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطین بھی اسی جانب مشیر ہے''۔ (تحذیر الناس' صفحہ ۷' طبع رحیمیہ دیوبند)۔

نیز امدادلسلوک صفحہ ۹۳' طبع لاہور' از گنگوہی وعاشق میرٹھی نیز مرقاۃ منطق صفحہ ۲' حاشیہ ۷' از: عثمانی ونانوتوی)۔

قالہ: اس سب سے قطع نظر' یہ روایت بالمعنی ہے یعنی اس کے الفاظ' اصل الفاظ کے متبادل ہیں یا اصل الفاظ کا خلاصۂ معنی ہیں جب کہ عندالمحققین روایت بالمعنی حسب اصول درست ہے (ولا یخفی علی خادمها)۔

اقول: اس کی ایک مثال ''اول ماخلق اللہ نوری'' بھی ہے جو روایت بالمعنی ہے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کا خلاصہ ہے جس پر سب حدیث کا اطلاق کرتے ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس مضمون کی احادیث چار طرح کے الفاظ سے مروی ہیں بعض میں ہے (۱) ''وآدم بین الروح والجسد'' اور بعض میں ہے (۲) ''وآدم'' یا وان آدم لمنجدل فی طینته''، (۳) ''بین خلق آدم ونفخ الروح فیه'' نیز (۴) ''وآدم'' بین الروح والطین''۔ جیسا کہ ابھی با حوالہ گزرا ہے۔

''کنت نبیا'' کے الفاظ اس حدیث کے بعض طرق میں موجود ہیں۔

باقی رہے ''وآدم بین الماء والطین کے لفظ''؟ تو ''والطین'' کے لفظ نمبر ۴ میں موجود ہیں اور ''بین'' کے الفاظ بھی نمبر ۲ کے سوا سب میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا صرف ''الماء'' کا لفظ لے کر ''الروح'' کی جگہ رکھا گیا ہے اس مناسبت سے کہ جس طرح روح سے جسم میں زندگی آ جاتی ہے اسی طرح پانی بھی سبب حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وجعلنا من الماء کل شیٔ حی'' نیز فرمان ہے: ''وانزلنا من السماء ماء طهورا لنحیی به بلدة میتاً الآیة''۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''کنت نبیا و آدم بین '' تک نمبر۱ نمبر۳ نمبر۴ سے لیئے گئے ہوں اور ''الماء والطین '' نمبر۲ کے الفاظ ''فی طینتہ'' سے اخذ کیئے گئے ہوں۔ اس بنیاد پر کہ ''طین ''ماءؔ اور ترابؔ کے مجموعہ کا نام ہے جسے اردو میں گارا اور خمیر بھی کہا جاتا ہے۔ اور طین کا اطلاق اس مٹی پر بھی کیا جاتا ہے جس کو پانی سے تعلق نہ رہا ہو۔ لہٰذا ''الماء والطین '' کہا گیا اور الطین سے الماء کی تجرید کرلی گئی جیسے ''الذی اسری بعبدہ لیلاً '' میں کہ اسریٰ رات میں چلنے کا معنٰی دیتا ہے بایں ہمہ لیلاً آگے بولا گیا ہے اس میں بھی تجرید ہے۔ اس تقدیر پر الماء اور الطین کا '' الُ '' ''طینتہ '' کی ضمیر کا عوض ہوگا۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: الطین: التراب والماء المختلط و قد یسمی بذلك وان زال عنہ قوۃ الماء (مفردات، صفحہ۳۱۲، طبع کراچی)۔

لہٰذا ''کنت نبیا و آدم بین الماء والطین '' کم از کم اپنی معنوی حیثیت سے بے بنیاد قطعاً نہیں۔ بناءً علیہ ''فی الماء والطین '' اور ''فی الطین '' کہنا ایک ہی بات ہے۔

ہمارے اس بیان سے ابن تیمیہ صاحب نیز دکتور صادق کا یہ اعتراض بھی کافور ہوگیا کہ ''ان آدم علیہ السلام لم یکن بین الماء والطین وانما کان بین الروح والجسد '' کیونکہ پیش نظر روایت میں الماءؔ الروح کے مفہوم کے لیئے اور الطینؔ الجسد کی جگہ ہے علی ماقلنا۔ یا پھر ''فی طینتہ '' کا خلاصہ ہیں لماذکرنا۔

ابن تیمیہ صاحب اور ان کے مقلد با کمال نے اس سلسلہ کی ایک روایت کو لے کر یہ واویلا شروع کردیا ہے نتیجۃً وہ حدیث عرباض رضی اللہ عنہ ''وان آدم لمنجدل فی طینتہ '' نیز حدیث فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ''وآدم منجدل فی طینتہ '' جو صحیح ثابت ہیں اور ابھی باحوالہ گزری ہیں، سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں جن میں حضرت آدم علیہ السلام کو ''فی طینتہ '' فرمایا گیا ہے۔ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ اگر انہیں صرف ''بین الروح والجسد '' کہا جاسکتا ہے۔ ''بین الماء والطین '' وہ تھے ہی نہیں تو وہ ''فی طینتہ '' کا کیا کریں گے یعنی معاذ اللہ فی طینتہ غلط ہے جس کی تقدیر عبارت یہ نکلتی ہے: ''وان آدم لمنجدل فی الطین ''۔

اللہ تعالیٰ گمراہی سے بچائے آمین بجاہ نبیہ الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

بہر حال اگر ''کنت بنیاً وآدم بین الماء والطین '' کو بعینہا ثابت شدہ روایت نہ بھی مانا جائے تو بھی اس کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا یونکہ یہ روایت بالمعنی ہے۔ اس پر بھی علماء شان کی بعض نقول ملاحظہ ہوں۔ چنانچہ امام المحدثین محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث

عرباض کے تحت ارقام فرماتے ہیں: ''وحاصل ایں آنچہ مشہوراست برزبانہا بلفظ کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین ''یعنی اس حدیث کا خلاصہ وہی ہے جو''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین ''کے لفظوں سے مشہوراور زبان زدعوام وخواص ہے یعنی یہ حدیث وان آدم لمنجدل فی طینتہ کا متبادل خلاصہ ہے۔(اشعۃ اللمعات' جلد۴' ۴۷۴ طبع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) مدارج جلد۲'صفحہ۳' میں فرماتے ہیں''معنی یکے است'' دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔

نیز شیخ اجل محقق اکمل علامہ احمد سلاوی متوفی ۱۳۰۰ھ ارقام فرماتے ہیں: ''ولعل قولھم بین الماء والطین (الیٰ) روایۃ للحدیث بالمعنیٰ ''یعنی زبانوں پر جو بین الماء والطین'' کے لفظ ہیں یہ حدیث کے روایت بالمعنٰی کے طور پر ہیں۔(جواہر البحار' جلد۴' صفحہ۱۰۴' طبع مصر)۔

بعض اجلّہ اہل علم نے پیش نظر روایت وغیرہا کے بارے میں لکھا تھا''لا اصل لہ ''اس کی کوئی اصل نہیں۔محدث مکّہ علامہ علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حوالہ سے ارقام فرمایا: ''یعنی بحسب مبناہ والافھو صحیح باعتبار معناہ لما تقدم ''اس کا مطلب یہ ہے کہ بصورت کذائیہ الفاظ کے اعتبار سے بے اصل ہے ہر حوالہ سے نہیں کیونکہ وہ باعتبار معنیٰ' صحیح ہے جس کی دلیل وہ احادیث ہیں جو ابھی گزری ہیں۔(اس سے قبل علامہ حدیث ابی ہریرہ اور حدیث عرباض رضی اللہ عنہما(وآدم بین الروح والجسد اور وان آدم لمنجدل فی طینتہ نقل فرما آئے ہیں۔اوراس کے بعد اس کی مزید تائید میں کنت اول النبین وغیرہ احادیث پیش کر کے اس کے صحیح الاصل ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے)۔ملاحظہ ہو(موضوعات کبیر' صفحہ۵۴' طبع کراچی)

نیز علامہ قاری نے اپنی کتاب المورد الروی' صفحہ۳۵ طبع مکۃ المکرّمۃ میں لکھا ہے: ''وھو وان قال بعض الحفاظ لم نقف علیہ بھذا اللفظ لکن جاء معناہ فی طرق صحیحۃ یعنی بعض حفاظ کے بقول اگرچہ بلفظہ ثابت نہ ہو معنوی حیثیت سے متعدد صحیح طریقوں سے ثابت ہے۔اھ۔

علامہ عجلونی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ قاری کی یہ عبارت استناداً نقل کر کے کنت نبیا وآدم بین الماء والطین ''کے صحیح الاصل ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ملاحظہ ہو(کشف الخفاء' جلد۲' صفحہ۱۱۸)۔ھذا والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی من کان نبیا وآدم بین الماء والطین وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وتبعہ وعلینا معھم اجمعین۔

آپ ﷺ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے کتنا پہلے بالفعل نبوت حاصل ہوئے

ان احادیث صحیحہ کثیرہ کی رو سے اس پر جملہ ارباب شان (اہلِ سنّت) کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کو بالفعل نبوت، تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل حاصل ہوئی۔ چنانچہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث "وآدم بین الروح والجسد" کا مفہوم بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: "کنایة از سبق و تقدم است" یعنی اس سے مقصود تخلیق آدم علیہ السلام پر سبقت وتقدم نبوت کا بیان ہے۔ (اشعۃ جلد۴، صفحہ۴۷، طبع سکھر)۔

اسی طرح جامع ترمذی جلد۲، صفحہ۲۰۱ طبع دہلی میں حدیث ہٰذا کے تحت لمعات کے حوالہ سے بین السطور میں بھی ہے۔

پھر اس میں دو طرح کی تاؤیلیں کی گئی ہیں کہ قبل تخلیق سے مراد قبل تکمیل ہے یا بالکلیہ روح وجسد مبارک دونوں کی تخلیق سے قبل مقصود ہے۔ بعض نے اول کو اور دیگر بعض نے ثانی کو بیان کیا۔

پھر اول کی دو تاؤیلیں پائی جاتی ہیں:

نمبر۱: یہ کہ تخلیق روح کے بعد اور تخلیق جسد آدم علیہ السلام سے پہلے نبوت عطا ہوئی۔ چنانچہ شیخ احمد سلاوی رحمہ اللہ اس کی بحث میں فرماتے ہیں: فیفید ظهور نبوته بعد خلق روحه وقبل خلق جسده "ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد۴، صفحہ۲۱۰، طبع مصر)۔

نمبر۲: یہ کہ روح وجسد مبارک دونوں کی تخلیق کے بعد عطا فرمائی گئی۔ چنانچہ صاحب ردالمحتار علامہ شامی رحمہ اللہ کے بھتیجے علامہ سید احمد عابدین اس کی بحث میں استظہاراً لکھتے ہیں: هذا مایدل علیه ظاهر بعض الاحادیث من ان نبوته ﷺ کانت بعد خلق جسد آدم علیہ السلام" (جواہر البحار، جلد۳، صفحہ۳۵۸)۔

مذکور صورت ثانی کے حوالہ سے علامہ سید احمد عابدین موصوف ارقام فرماتے ہیں: "الظاهر ان المراد عدم الطرفین الروح والجسد ای لاروح ولاجسد (الیٰ) لانك اذا قلت مسکنی بین البصرة والکوفة علم انه لیس فیهما" یعنی "بین الروح والجسد" سے ظاہراً یہ مراد ہونا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت نہ ان کی روح مبارک تھی اور نہ جسم مبارک تھا کیونکہ جب تم یہ کہو کہ میری رہائش بصرہ اور کوفہ کے

درمیان ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دونوں میں سے کسی میں نہیں۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد۳، صفحہ ۳۵۷)۔

اقول: اس تقدیر پر حضرت آدم علیہ السلام کا حوالہ محض تفہیم مسئلہ کے لیے ہوگا کیونکہ ان کو سب جانتے تھے جب کہ ان سے قبل کے ادوار کا سمجھنا مشکل تھا۔ لہٰذا گویا فرمایا یوں سمجھو کہ ابھی ابوالبشر علیہ السلام جو کسی تعارف کے محتاج نہیں بھی نہیں بنے تھے ہم اس وقت بھی نبی تھے۔ ﷺ۔

پھر روح وجسد مبارک سے پہلے نبوت ملنے کے حوالہ سے بھی کئی تاویلات ہیں:

نمبر۱: یہ کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے عنایت ہوئی۔ چنانچہ انہی علامہ سید احمد عابدین نے لکھا ہے: ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع عليها خلعة التشريف بالنبوة (الیٰ) وهذا هو المراد بقوله ﷺ ان الله خلق نوری قبل ان يخلق آدم علیہ السلام باربعة عشر الف عام كما رواه ابن القطان "یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح مبارک کو ابن القطان کی روایت کے مطابق تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس قبل پیدا فرما کر اسے خلعت نبوت سے مشرف فرمایا (جواہر البحار، جلد۳، صفحہ ۳۵۷)۔

نمبر۲: قبل اللوح والقلم ومابعدهما۔ چنانچہ شیخ ابراہیم کورانی اپنے شیخ عارف قشاشی کے حوالہ سے فرماتے ہیں: "ان نبوته ﷺ كانت سابقة على خلق اللوح والقلم وما بعدهما" یعنی ﷺ آپ کی نبوت، لوح وقلم اور مابعد کی جملہ اشیاء سے پہلے تھی۔ (جواہر البحار، جلد۳، صفحہ ۳۵۸)۔

نمبر۳: کائنات کی ہر چیز سے پہلے بالکل شروع میں۔ چنانچہ شیخ احمد عابدین فرماتے ہیں: "فقد عقدت له النبوة ﷺ قبل كل شئ" یعنی آپ ﷺ کی نبوت کائنات کی ہر چیز سے پہلے منعقد کی گئی۔ (جواہر البحار، جلد۳، صفحہ ۳۵۸)۔

نیز امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں: "ان الله تعالى شرف نبيه ﷺ بسبق نبوته فی سابق ازليته" یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ابتداء خلق ہی میں نبوت سے مشرف فرمایا تھا۔ (جواہر البحار، جلد۳، صفحہ ۲۳۱)

نیز امام الشیخ مصطفیٰ ابن سلیمٰن الحنفی رحمہ اللہ نے شرح فصوص الحکم (صفحہ ۳۱۱) میں فرمایا: "فنبوته ازلی" آپ ﷺ ابتداء آفرینش سے بالفعل نبی ہیں۔

اسی طرح شارح دلائل الخیرات حضرت علامہ محمد مہدی الفاسی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے حیث قال: "ان النبی ﷺ عقدت له النبوة قبل كل شئ" (جواہر البحار، جلد۲، صفحہ ۱۹۴)۔

نیز علامہ عبدالرؤف مناوی حضرت شیخ اکبر کے حوالہ سے لکھتے ہیں انہوں نے فرمایا: "لم يقل انساناً ولا كنت موجوداً اشارة الى ان نبوة ﷺ كانت موجودة فی اول خلق الزمان فی عالم الغيب الخ

یعنی آپ نےﷺ"کنت نبیاً" فرمایا ہے۔"کنت انساناً" اور"کنت موجوداً" نہیں فرمایا جس سے اس امر کی طرف رہنمائی مقصود ہے کہ آپﷺ کی نبوۃ' عالم غیب میں ابتداءِ آفرینش سے پائی جاتی ہے (جواہر البحار' جلد۲' صفحہ۱۶۱)۔

نیز حضرت شیخ سلیمان الجمل' سیّد عالمﷺ کے اسم کریم"سابق" کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:"ای فی الخلق (الیٰ) والنبوۃ والرسالۃ"یعنی سابق کا معنٰی ہے پہل کرنے اور سبقت لے جانے والا اور آپ کا یہ نام اس لیۓ ہے کہ آپ تخلیق اور نبوت ورسالت میں سب سے اول ہیں۔(جواہر البحار' جلد۲' صفحہ۳۸۴)۔

مصنف تحقیقات کے ہم مشرب معروف اہل قلم پیر کرم شاہ صاحب ازہری نے لکھا ہے:"روزازل سے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین کی بعثت کے اعلان کا آغاز فرمایا" (ضیاء النبیﷺ جلد۱' صفحہ۴۹۵)۔

علاوہ ازیں حکیم الامۃ حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ الفاظ حدیث"وادم بین الروح والجسد" کو اس عالم میں نبی بننے کے لیۓ بطور تخصیص وتقید نہیں مانتے بلکہ محض سامعین کے لیۓ تقریب فہم قرار دیتے ہیں یعنی آسانی سے یوں سمجھو کہ جب سب کے جد امجد حضرت ابوالبشر علیہ السلام بھی معرض وجود میں نہیں آۓ تھے ہم اس وقت بھی منصب نبوت پر فائز تھے (مستفاداً) ملاحظہ ہو (رسائل نعیمیہ' صفحہ۲۷۴ طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور رسالہ درس القرآن درس آیت ان الذین یکتمون ماانزلنا الخ۔حیث قال یہ تو خبر نہیں کہ حضورﷺ نبی کب سے ہیں اتنا پتہ لگا ہے کہ جب آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے اس وقت بھی حضور نبی تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے (الیٰ) جب سے مخلوق بنی تب سے حضور کو نبی کہا گیا"۔

شیخ القرآن استاذ العلماء مناظر اعظم استاذ استاذی الکریم حضرت مولانا محمد منظور احمد فیضی قدس سرّہ المعنوی اپنے ایک خطبۂ میلاد شریف میں حدیث متٰی وجبت لك النبوۃ الخ کے حوالہ سے فرماتے ہیں: "پوچھنے والے نے یہ پوچھا کہ آپ کو نبوت کب ملی؟ آپ نے فرمایا کہ ابھی آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوۓ تھے اس وقت میں تھا اور نبی تھا۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس وقت مجھے نبوت ملی۔اس سے پہلے نبی تھا۔کب نبوت ملی؟ یہ جواب نہیں دیا جیسے کوئی مجھ سے پوچھے کہ آپ انیس صاحب کے یہاں کس وقت آۓ؟ تو میں عرض کروں کہ میں ۹ بجے یہاں تھا۔ پوچھنے والا پوچھنا چاہتا ہے کہ کب آۓ؟ میں آنے کا وقت نہیں بتاتا (الیٰ) اس میں راز کیا تھا؟ اے لوگو! اے بشرو! جہاں تک تمہارے دماغ کی جولانی ہے' یہی سوچ لو' یہی جان لو کہ ابوالبشر پیدا نہیں ہوۓ تھے۔تمہارے جد اعلیٰ پیدا نہیں ہوتے تھے' اس سے پہلے میری ذات بھی تھی اور مجھے نبوت بھی مل

چکی تھی۔ باقی میں وقت بتاؤں؟ تو وقت بنتا ہے لیل ونہار سے' شب وروز سے' دن رات تیار ہوتے ہیں سورج سے' سورج بعد میں پیدا ہوا میں اس سے پہلے تھا۔ وقت میرے بعد میں پیدا ہوا میں وقت سے پہلے نبی تھا۔ وقت تو وہ بتائے جو وقت کے اندر پیدا ہو' پھر وقت میں نبوت ملے۔ وقت تو میرے بعد کی پیداوار ہے میں وقت سے پہلے نبی تھا۔ یہ بشروں کو جواب دیا۔ الخ۔ ملاحظہ ہو (ضیاء میلاد النبی ﷺ صفحہ ۱۵' طبع انجمن ضیاء طیبہ' کراچی)

موصوف بہ نبوت حقیقت مقدسہ یا روح مبارک:

اقول: پھر اس میں بھی دو قول ہیں کہ نبوت آپ کی روح مبارک کو عطاء کی گئی تھی یا آپ کی حقیقت مقدسہ نوریہ کو جب کہ انہیں دو الگ الگ برکتیں شمار کیا جائے۔ اول کے متعلق علامہ سید احمد عابدین علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت ابھی گزری ہے کہ "ان اللہ خلق روحہ قبل سائر الارواح وخلع علیھا خلعۃ التشریف بالنبوۃ" (جواہر البحار' جلد ۳' صفحہ ۳۵۷)۔

جب کہ علامہ سلاوی (جنہیں مصنف تحقیقات نے علامہ محقق لکھا ہے تحقیقات صفحہ ۹۵) نے دوسری صورت کو اختیار فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: "کنت نبیا انہ فی عالم الارواح معنی غیر صحیح بل معناہ ھو الصحیح ونلتزم ان حقیقتہ غیر الروح وتقصر عقولنا عن معرفتھا وانما یعرفھا خالقھا ومن امدہ اللہ بنور الھی "یعنی کنت نبیا کا یہ معنی کرنا صحیح نہیں ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی روح مبارک کو خلعت نبوت پہنائی گئی بلکہ صحیح یہ ہے اور اسی کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ خلعت نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ کو عطا کی گئی تھی۔

رہا یہ کہ اس کی کیفیت کیا تھی؟ تو اس سے ہماری عقلیں عاجز اور قاصر ہیں۔ اسے اس کا پیدا کرنے والا ہی جانتا ہے یا پھر وہ کہ جس کی وہ اپنے نور خاص سے یاوری فرمائے۔ (جواہر البحار' جلد ۳' صفحہ ۲۱۰)۔

نیز امام عبدالرؤف مناوی نیز علامہ محمد عبدالباری الاہدل نیز علامہ عزیزی رحمہم اللہ اجمعین نے فرمایا:

"قد جعل اللہ حقیقتہ ﷺ تقصر عقولنا عن معرفتھا وافاض علیھا وصف النبوۃ من ذلک الوقت (الی) وشاھد ذلک حدیث عبدالرزاق بسندعن جابر" (ملخصاً)۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار' جلد ۲' صفحہ ۱۶۱۔ شرح انموذج اللبیب' صفحہ ۹۱۔ السراج المنیر' جلد ۴ صفحہ ۳۱)۔

راجح تاویل:

ثم اقول: حضرت شیخ محقق سلاوی وامثالہم کا قول موجہ ہے کہ اس میں ایک امر زائد ہے جب کہ علم' عدم علم پر حاوی ہوتا ہے۔ نیز اس میں زیادہ فضیلت نبویہ ہے جس کے خلاف بھی دلیل نہیں بلکہ اس کے دلائل

موجود ہیں جن میں سے ایک یہ کہ آپ ﷺ کی حقیقت نوریہ پوری کائنات کی اصل ہے جس کا تقاضا یہ بنتا ہے کہ نبوت ورسالت سمیت تمام کمالات شروع ہی سے اس میں پائے جاتے ہوں۔ لہٰذا بعد کے اوقات میں حسب حکمت اس کے مختلف انوار کا مختلف ادوار میں ظہور ہوتا رہا۔

چنانچہ شیخ ممدوح نے بھی اس کی یہ توجیہ بیان فرمادی ہے (جسے مصنف تحقیقات نے خوش فہمی سے اپنا مؤید سمجھ کر تحقیقات، صفحہ ۹۵،۹۶ میں لیا ہے) ان کے لفظ ہیں: ''وبالجملة فحقيقته سابقة علىٰ خلق آدم فيستفاد ان نبوته مقدرة فى العلم اوّلاً اى تعلق علم الله تعالىٰ بانه يصير نبيا وهٰذه المرتبة الاولىٰ۔ ثم خلق نوره وهٰذه المرتبة الثانية۔ ثم كتبه فى ام الكتاب وهٰذه هى المرتبة الثالثة والنبوة الثانية۔ ثم اظهره للملئكة وهٰذه المرتبة والنبوة الثالثة۔ ثم اظهر للوجود وهٰذه المرتبة الخامسة والنبوة الرابعة فقد علم اتصاف حقيقته ﷺ بالاوصاف الشريفة المفاضة عليه من الحضرة الالهية من اول الامر قبل خلق كل شئ وانما تأخر اتصافه بالاوصاف الوجود العينية لجسده لما وجد فى الدنيا''۔ (جواہر البحار، جلد ۴، صفحہ ۲۱۱)۔

نیز تفسیر عرائس البیان کی حسب ذیل عبارت سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے:

چنانچہ اس میں الفاظ آیت ''وانا اول المسلمين'' کے تحت لکھا ہے: ''اشارة الى تقدم روحه و جوهره علىٰ جميع الاكوان فى الحضرة حين خاطبه بالرسالة والولاية والمحبة والخلة فانقاد فى اوّل الاول الازلى الابدى اشار الىٰ ماذكرنا قوله عليه السلام ''كنت نبيا وادم بين الماء والطين'' وقوله عليه السلام اوّل ماخلق الله نورى'' (جلد ۱، صفحہ ۲۳۸)۔

نیز حدیث جابر کے الفاظ ''نور نبيك'' میں اضافت بیانیہ سے بھی اس کا اشارہ ملتا ہے۔

چنانچہ امام اہلِ سنّت مرشد غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان ارقام فرماتے ہیں: ''نور نبيك'' میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے ذات پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہے''۔ (مقالاتِ کاظمی، جلد ۱، صفحہ ۵۸، طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال، مطبوعہ ۱۳۹۷ھ)۔

شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حدیث مذکور میں نور نبيك کی اضافت بھی من نوره کی طرح بیانیہ ہے''۔ ملاحظہ ہو (صلات الصفاء فی نور المصطفیٰ ﷺ، صفحہ ۲۷، طبع ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی)۔

تخلیق کے اوائل ہی سے نبوت سے متصف ہونے کی دلیل:

عرش الٰہی پر کلمہ طیبہ:

اس کی ایک عام فہم اور اہم دلیل عرشِ الٰہی پر کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا لکھا ہوا ہونا بھی ہے جو اس کی تخلیق کے اوائل ہی سے اس پر لکھا گیا جب کہ عند المحققین اس کی تخلیق نور محمدی ﷺ کی تخلیق کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہوئی (کما قال الامام ابن حجر المکی رحمہ اللہ ان اول الاشیاء علی الاطلاق النور المحمدی ثم الماء ثم العرش ثم القلم۔ (جواہر البحار' جلد۲' صفحہ۹۱)۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ الفاظ مبارکہ ''محمد رسول اللہ'' کا معنٰی ہے: ''حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں'' اور یہ بابرکت ترکیب ''جملہ اسمیہ'' ہے از روئے معانی جس کی وضع' مسند کے مسند الیہ کے لیئے ثبوت کی غرض سے ہوتی ہے بشرطیکہ مسند' فعل نہ ہو جیسا کہ اس میں بھی نہیں ہے۔ اور ثبوت' یہاں حدوث اور تجدّد کے مقابلہ میں ہے۔

بالفاظ دیگر جملہ اسمیہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے حدوث اور تجدد کے لیئے نہیں بلکہ ثبوت اور دوام کے لیئے ہوتا ہے یعنی مسند الیہ سے مسند کی نسبت کا دائمی ہونا' بتانا مقصود ہوتا ہے۔ تو اگر حضور انور ﷺ کی حقیقت مقدسہ نور یہ' وصف رسالت سے متصف نہیں تھی تو اس زمانہ میں عرش الٰہی پر ''محمد رسول اللہ'' کے لکھنے کے کیا معنٰی؟ ﷺ۔ بہر حال یہ کلمات مبارکہ اس امر کے مقتضی ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کا وجود مبارک تھا نیز آپ وصف نبوت ورسالت سے موصوف تھے اور تھے بھی دوامی حیثیت سے۔

یہ مضمون احادیث کثیرہ صحیح' مقبولہ ومعتمدہ میں موجود ہے جسے تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے کہ ائمۂ شان نے اسی کو بنیاد بنا کر اس امر کو سیّد عالم ﷺ کے خصائص عالیہ میں شمار فرمایا۔ نیز وجہ استدلال مذکور بھی سلف صالح سے ثابت ہے۔ بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

عرش پر کلمہ کا احادیث قدسیہ سے ثبوت:

چنانچہ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلاۃ والسلام کی جانب اپنی وحی میں فرمایا: ''ما خلقت اکرم علی منہ کتبت اسمہ مع اسمی فی العرش قبل ان اخلق السمٰوٰت والارض والشمس والقمر بالفی عام الخ'' یعنی محمد (ﷺ) میرے ہاں سب سے بڑے رتبہ والے ہیں۔ میں نے زمین وآسمان اور سورج چاند کو تخلیق کرنے سے دو ہزار سال پہلے اپنے عرش پر اپنے نام کے ساتھ ان کے نام کو ملا کر لکھا۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد ا' صفحہ ۷' بحوالہ حلیہ ابی نعیم' سبل

الہدیٰ والرشاد‘ جلد۱‘ صفحہ ۸۵‘ بحوالہ مسند ابن ابی عاصم وابونعیم‘ طبع بیروت)۔ فتاویٰ رضویہ‘ جلد ۳۰‘ صفحہ ۱۸۹‘ ۱۹۰)۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے (جو دائرۂ قیاس سے باہر ہونے کے باعث حکماً مرفوع اور ارشاد نبوی ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی طرف وحی بھیجی (جس میں ایک بات یہ تھی کہ)’’ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا اله الا الله محمد رسول الله فسکن‘‘ جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا تو اس میں تھرتھراہٹ تھی پس میں نے اس پر کلمہ طیبہ لا اله الا الله محمد رسول الله لکھ دیا تو وہ سکون میں آ گیا۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ‘ جلد۱‘ صفحہ ۷ بحوالہ حاکم وصححہ۔ سبل الہدیٰ‘ جلد۱‘ صفحہ ۴۷‘ الباب الثانی فی خلق آدم وجمیع المخلوقات لاجلہ ﷺ بحوالہ حاکم وصححہ‘ طبقات اصبہانیین لابی الشیخ نیز شفاء السقام وفتاویٰ بلقینی وقال لبعضہ شاہد من حدیث عمر بن الخطاب ﷺ رواہ الحاکم۔ نیز تجلی الیقین‘ صفحہ ۴۲‘ مؤلفہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ بحوالہ حاکم‘ سبکی‘ فتاویٰ علامہ سراج بلقینی‘ افضل القریٰ للامام ابن حجر المکی۔ حاکم نے اسے صحیح کہا۔ امام ابن حجر مکی نے بھی اس کے صحیح ہونے کی تصریح فرمائی)۔ نیز فتاویٰ رضویہ‘ جلد ۳۰‘ صفحہ ۱۸۷‘ ۱۸۸۔

عرش پر کلمہ‘ ثبوت آدم علیہ السلام کے بیان سے:

امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام نے حضور کے وسیلہ سے دعا کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا تھا: ’’فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق الیك ‘‘میں نے عرش کے پایوں پر لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا دیکھا تھا مجھے اسی وقت سے یقین ہو گیا تھا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس کے نام کو ملا کر لکھا ہے وہی تجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ ’’فقال الله تعالی صدقت یاآدم‘‘! اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے بالکل ٹھیک کہا (ملخّصاً‘ مااردنا)۔

ملاحظہ ہو (مستدرک حاکم‘ جلد ۳‘ صفحہ ۴۲۸‘ طبع دار المعرفۃ‘ کتاب الشریعۃ للامام الآجری الشافعی‘ صفحہ ۴۴۳‘ ۴۴۴‘ حدیث نمبر ۹۰۶‘ ۹۱۳‘ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ الخصائص الکبریٰ‘ جلد۱‘ صفحہ ۶‘ بحوالہ حاکم‘ بیہقی‘ طبرانی صغیر‘ ابونعیم‘ ابن عساکر‘ مجمع الزوائد‘ جلد ۸‘ صفحہ ۲۲۶‘ جمع الفوائد‘ جلد۲‘ صفحہ نمبر ۴۴۲۔ حدیث نمبر ۸۳۱۷ بحوالہ طبرانی اوسط وصغیر‘ طبع مدینہ منورہ‘ مدارج النبوۃ فارسی‘ جلد۲‘ صفحہ ۳۔ تجلی الیقین صفحہ ۴۱‘ بحوالہ حاکم‘ بیہقی‘ آجری‘ ابونعیم‘ ابن عساکر‘ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا‘ علامہ ابن امیر الحاج نے حلیہ میں اور علامہ سبکی نے شفاء السقام میں اسے مقرر کر رکھا والذی تحرر عندی انه لا ینزل عن درجة الحسن

(منبہیہ تجلی الیقین)۔ نیز فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۷، طبع لاہور۔ جواہر البحار، جلد ۱، صفحہ ۲۵۲، جلد ۲، صفحہ ۲۳۰، طبع مصر، بحوالہ دلائل النبوۃ للبیہقی وغیرہ۔ نیز مدارج النبوۃ فارسی، جلد ۲، صفحہ ۳)۔

نیز فتاویٰ رضویہ (جلد ۳۰، صفحہ ۱۹۴، بحوالہ مواہب لدنیہ جلد ۱، صفحہ ۲، طبع رضا فاؤنڈیشن) میں ہے:

''جب آدم علیہ السلام جنت سے باہر آئے ساق عرش اور ہر مقام بہشت میں نام پاک محمد ﷺ کا نام الٰہی سے ملا ہوا لکھا دیکھا۔ عرض کی الٰہی: یہ محمد کون ہے؟ فرمایا: ''هذا ولدك الذي لولاه ما خلقتك'' یہ تیرا بیٹا ہے۔ یہ اگر نہ ہوتا میں تجھے نہ بناتا۔ عرض کی الٰہی اس بیٹے کی حرمت سے اس باپ پر رحم فرما۔ ارشاد ہوا اے آدم! اگر تو محمد کے وسیلہ سے تمام اہل آسمان وزمین کی شفاعت کرتا ہم قبول فرماتے'' اھ۔ نیز مدارج النبوۃ فارسی، جلد ۲، صفحہ ۳ نحوہٗ۔

عرش پر کلمہ سے متعلق حضرت آدم علیہ السلام کا فیصلہ:

سیّدنا آدم کے بیٹوں میں یہ بحث چل نکلی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا رتبہ کس کا ہوگا؟ ہر ایک نے اپنی اپنی رائے پیش کی تو اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے ثالثی فرماتے ہوئے فرمایا: ''فنظرت فيه محمد رسول الله فذاك اكرم الخلق على الله عزّو جل'' بیٹو! اللہ کے ہاں سب سے بڑے رتبے والے محمد ہیں کیونکہ میں نے عرش پر ''محمد رسول الله'' لکھا دیکھا تھا۔ ﷺ۔ ملاحظہ ہو (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۱، صفحہ ۸۶، بحوالہ ابن ابی الدنیا عن سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ طبع بیروت)۔

آدم علیہ السلام کی شیث علیہ السلام کو وصیت:

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے یکتا بیٹے اور جانشین حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''فكلما ذكرت الله فاذكرالي جنبه اسم محمد ﷺ فاني رأيت اسمه مكتوبا على ساق العرش وانابين الروح والطين'' یعنی تم جب بھی اللہ کا نام لو تو اس کے ساتھ ہی محمد ﷺ کا ذکر بھی کرو کیونکہ ابھی میں معرض وجود میں نہیں آیا تھا کہ اللہ نے آپ کا نام ساقِ عرش پر لکھ دیا تھا جسے میں نے اپنی خلقت کے بعد چشم سر سے دیکھا تھا (اس کے بعد فرمایا میں نے آسمانوں کا دورہ کیا، جنت اور اس کی مخلوق کو دیکھا، طوبیٰ و سدرہ کا مشاہدہ کیا ملٰئکہ سے واسطہ پڑا، الغرض عالم بالا میں جس جگہ پر گیا، جہاں گیا اور جس اہم چیز کو دیکھا تو اس پر میں نے آپ کا نام لکھا پایا ''الا رأيت اسم محمد مكتوباً عليه'' (صلوات الله وسلامه عليه) ملخصاً)۔ ملاحظہ ہو (خصائص الکبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۶۔ سبل الہدیٰ، جلد ۱، صفحہ ۸۶، ۸۷ بحوالہ ابن عساکر عن کعب الاحبار رضی اللہ عنہ)

نوٹ: حدیث مذکور کے آخری حصہ کی تائید حسب ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''لما عرج بی الی السماء ما مررت بسماء الا وجدت اسمی فیھا مکتوبا ''محمد رسول اللہ ''یعنی شب معراج میں جس آسمان پر بھی گیا تو اس پر میں نے ''محمد رسول اللہ'' لکھا دیکھا۔ ﷺ۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۷ بحوالہ بزار عن ابن عمر۔ نیز ابویعلیٰ طبرانی اوسط ابن عساکر حسن بن عرفۃ فی جزئہ المشھور عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنھم)۔

نیز فرمایا: ''مکتوب علی باب الجنۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ''یعنی جنت کے دروازہ پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہے۔ ﷺ۔ (خصائص جلد ا صفحہ ۷ بحوالہ ابن عساکر عن جابر ﷺ)

نیز ''مافی الجنۃ شجر علیھا ورقۃ الا مکتوب علیھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ''یعنی جنت کے تمام درختوں کے ہر ہر پتے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ ﷺ۔ (ملاحظہ ہو (خصائص جلد ا صفحہ ۷ بحوالہ حلیہ ابونعیم عن ابن عباس عنہما)۔

عرش پر کلمہ طیبہ کی تصدیق رسول اللہ ﷺ سے:

حضرت میسرہ ﷺ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نبی کب سے ہیں؟ فرمایا: ''لما خلق اللہ الارض واستویٰ الی السماء فسوّٰھن سبع سمٰوٰت وخلق العرش کتب علی ساق العرش محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء وخلق اللہ تعالیٰ الجنۃ التی اسکنھا آدم و حوّاء فکتب اسمی علی الاوراق والابواب والقباب والخیام وادم بین الروح والجسد فلما احیاہ اللہ تعالیٰ نظر الی العرش فرأی اسمی فاخبرہ اللہ تعالیٰ انہ سیدولدک الخ۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ساق عرش پر ''محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء'' لکھا اور اشجار جنت کے پتہ پتہ پر اور جنت کے تمام دروازوں پر میرا نام لکھا اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ ابھی زمین و آسمان نہیں بنے تھے اور نہ ہی ابوالبشر آدم علیہ السلام معرض وجود میں آئے تھے۔ پس جب اللہ نے ان کے بے جان جثہ میں جان ڈالی تو انہوں نے عرش پر میرا نام لکھا دیکھا اور اللہ نے انہیں بتایا کہ جس کا نام عرش پر لکھا دیکھ رہے ہو یہ آپ کی اولاد میں سب سے بڑے رتبہ والے ہیں۔ (سبل الھدیٰ والرشاد ' جلد ا صفحہ ۸۶ بحوالہ ابن الجوزی وقال سند جید لاباس بہ)۔

اقول: خود رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے واضح ہو گیا کہ عرش الٰہی پر ''محمد رسول اللہ'' ﷺ کے الفاظ محض تبرّکاً نہیں لکھے گئے تھے اور نہ ہی اس سے یہ مقصود تھا کہ آپ مستقبل میں نبی و رسول بنیں گے بلکہ اس معنٰی میں لکھے گئے کہ آپ اس وقت وصفِ نبوّت سے متصف وموصوف تھے جیسا کہ صحابی جلیل حضرت میسرۃ ﷺ

کے سوالیہ کلمات اس پر شاہد عدل ہیں نیز لا الــہ الا اللہ کا مضمون بھی اس کا مؤید ہے یعنی اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ معبود ہوگا فافھم۔

ثم اقول: ساق عرش پر "محــمد رسول اللہ" (ﷺ) کے لکھے ہونے کی تائید دیگر کئی احادیث سے بھی ہوتی ہے ملاحظہ ہو (خصائص کبریٰ، جلد ا، صفحہ ۷، بحوالہ ابن عدی، ابن عساکر عن انس۔ نیز ابن عساکر عن امیر المؤمنین علی نیز الافـراد لـلدارقطنی و خـطیـب وابـن عسـاکر عن ابی الدرداء رضی اللہ عنھم اجمعین)۔

عرش پر کلمہ طیبہ کا ثبوت از تصریحات ائمہ شان وغیرہم:

علامہ سیّد عبدالعزیز دیرینی (متوفّٰی ۶۹۴ھ) اور امام ربانی علامہ قسطلانی (متوفّٰی ۹۱۱ھ) رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ان اللہ تعالٰی لما خلق العرش کتب علیه لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ بالنور" یعنی اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کر کے اس پر نور کی روشنائی سے لا الــہ الا اللہ مـحـمـد رسـول اللہ لکھ دیا۔ ﷺ۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار جلد ا، صفحہ ۲۰۵، نیز جلد ۲، صفحہ ۱۰، طبع مصر)۔

امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سبل الہدیٰ جلد ا، صفحہ ۸۵، طبع بیروت میں ایک مستقل باب قائم فرما کر احادیث سے اس کا اثبات فرمایا ہے ولفظہ: "البـاب الـخـامـس فی کتابة اسمه الشریف مع اسم اللہ تعالٰی علی العرش وسائر مافی الملکوت"۔

علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: حضور کا اسم مبارک عرش کے پایہ پر اور ہر ایک آسمان پر اور بہشت کے درختوں اور محلات پر اور حوروں کے سینوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا گیا ہے۔ ﷺ۔ ملاحظہ ہو (سیرت رسول عربی ﷺ، صفحہ ۴۰۲، خصوصیت نمبر ۶، طبع الفیصل لاہور)۔

پیشوائے غیر مقلدیہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی الشمامۃ العنبریہ صفحہ ۴۰ میں اس امر کو تسلیم کیا ہے اور صفحہ ۹۹ پر یہ تصریح کی ہے کہ موصوف نے اپنی اس کتاب میں صحیح روایات کے لانے کا التزام کیا ہے۔ نیز مقتداء دیوبندیہ مولوی حکیم اشرف علی تھانوی صاحب نے نہ صرف یہ کہ الشمامۃ کو معتمد مانا بلکہ اپنی کتاب نشر الطیب میں اس سے بکثرت استناد بھی کیا ہے جس سے یہ حوالہ تھانوی صاحب کی جماعت پر بھی حجت قرار پایا۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام والمسلمین امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھا ہے (جس کا اردو خلاصہ یہ ہے) کہ چونکہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل آپ ﷺ کو نبوّت مل چکی تھی

ولھذا رأی آدم علیہ السلام اسمہ مکتوبا علی العرش محمد رسول اللہ فلا بدان یکون ذلك معنی ثابتا فی ذلك الوقت ''اسی لیئے آدم علیہ السلام نے عرش پر آپ کا نام محمد رسول اللہ کے الفاظ سے لکھا دیکھا جو اس کو مستلزم ہے کہ نبوت ورسالت آپ کو واقعۃً مل چکی تھی۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۴، بحوالہ التعظیم والمنۃ فی لتؤمنن بہ ولتنصرنہ)۔

نیز اسی کے اسی جلد میں صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ آپ کی حقیقت مقدسہ کو شروع ہی سے نبوت کے ساتھ متصف فرمایا گیا: ''فصار نبیا وکتب اسمہ علی العرش واخبر عنہ بالرسالۃ لیعلم ملئکتہ وغیرھم کرامتہ عندہ فحقیقتہ موجودۃ من ذلك الوقت ''پس آپ اپنی حقیقت مقدسہ کے حوالہ سے اسی وقت سے نبی قرار پائے اور اللہ نے آپ کا نام آپ کی شان رسالت کے حوالہ سے عرش پر لکھ کر ملٰئکہ وغیرہم کو آپ کی رسالت اور بزرگی سے روشناس کرایا اھ۔

عرش پر کلمہ کا ثبوت مصنف تحقیقات سے:

یہ سب کچھ خود مصنف تحقیقات بھی اپنی کئی کتب میں لکھ کر تسلیم کر چکے ہیں چنانچہ کوثر الخیرات (صفحہ ۸۷) میں انہوں نے لکھا ہے: ''عرش عظیم کے پائے پر لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے'' اھ۔ ﷺ۔

نیز تنویر الابصار (صفحہ ۱۴۰، ۱۴۳، ۱۴۴) میں حضرت آدم علیہ السلام کی عرش پر کلمہ ہونے کے بیان کی حدیث لکھی ہے۔ نیز اسی میں (صفحہ ۱۴۳ پر) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کئی کتب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا پس وہ لرزنے لگا تو میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا تو وہ سکون وقرار میں آ گیا''۔

نیز اسی کے صفحہ ۹۲، ۹۶ پر کھول کر لکھ دیا ہے کہ علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی نے ''نور نبیك ''اور ''کنت نبیا'' کا مصداق حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ ہونا بیان فرمایا ہے جس سے آپ ﷺ کا قدیم النبوۃ ہونا واضح ہوتا ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲ پر اس کی بھی وضاحت کردی ہے کہ علی الاطلاق اول الخلق نور محمدی ہے۔ ﷺ۔ پھر پانی کو پیدا کیا گیا۔ اس کے بعد عرش کی تخلیق ہوئی۔

اس سے بھی آپ ﷺ کا شروع ہی سے وصف نبوت ورسالت سے متصف ہونا ثابت ہوا کیونکہ یہ بھی ثابت ہے کہ عرش کی تخلیق ہونے کے اوائل ہی میں اس پر کلمہ طیبہ لکھ دیا گیا تھا (وقد مرّ انفاً)۔ اور یہ بھی خود رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے اشارۃً ثابت ہے کہ عرش پر ''محمد رسول اللہ'' اس معنٰی میں لکھا گیا کہ آپ اسی

زمانہ میں وصف نبوت ورسالت سے متصف تھے اس کا حوالہ بھی ابھی کچھ پہلے گزرا ہے بلکہ خدا کے کرنے سے یہ روایت خود مصنف تحقیقات نے بھی بلاتردید بلکہ استناداً لکھ دی ہے۔ان کے لفظوں میں ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

> ''میسرۃ سے منقول ہے کہ میں نے بارگاہِ نبوت ﷺ میں عرض کیا کہ حضور! آپ کب سے شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے؟ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ رب العزت نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو (ان سے قبل) ایجاد فرمایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا (محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخرالزمان پیغمبر ہیں) اور جن کو پیدا فرمایا (جس میں بعدازاں حضرت آدم اور حضرت حوّا علیہما السلام کو ٹھہرایا) تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں پر' اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خیموں اور قبّوں پر لکھا حالانکہ آدم علیہ السلام کے روح وجسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا۔ پس جب ان کے روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش معظم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں الخ''۔

ملاحظہ ہو (سیرت سیّدالانبیاء ﷺ ترجمہ الوفاء لابن الجوزی' صفحہ ۴۵'۴۶' طبع فرید بک سٹال' لاہور)۔

اقول: اس سے بے ساختہ نوک قلم پر آیا چاہتا ہے کہ

ع　　مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ثم اقول: مصنف تحقیقات کی ان تصریحات سے ان کے اس نظریہ کا خود ان کے قلم سے غلط ہونا ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ کا نور تو ہر چیز سے پہلے پیدا کیا گیا مگر وصفِ نبوت ورسالت سے اسے ہزاروں بلکہ لاکھوں سال کے بعد متصف کیا گیا کیونکہ ان کے اس نظریہ کی بنیاد بعض غیر معصوم اور بے دلیل اقوال پر ہے جو رجماً بالغیب کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے قول رسول ﷺ صاف اباء کرتا ہے۔ تصریحات علماء جس پر مستزاد ہیں۔

اسی طرح حدیث متی وجبت لك النبوۃ الخ میں ''وادم بین الروح والجسد'' کے الفاظ کو ان کا تقیید وتخصیص للنبوۃ گردانا بھی غلط ثابت ہوگیا کیونکہ بعض دیگر علماء محققین کی تصریحات کے علاوہ مذکورہ حدیث نبوی بھی اس کی تردید کرتی ہے۔ (موصوف کی یہ دونوں باتیں ان کی کتاب تحقیقات صفحہ ۹۷'۹۸ وغیرہ میں مذکور ہیں)۔

بہرحال اس عالم میں آغاز زمانہ نبوت کچھ بھی لیا جائے' ٹھوس دلائل اور صحیح تحقیق کی رو سے اتنی بات

اٹل ہے کہ آپ ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل یقینی طور پر بالفعل نبی و رسول تھے جب کہ بحث کا بنیادی نقطہ بھی یہی امر ہے جسے خود مصنف تحقیقات بھی تسلیم کر چکے ہیں اگرچہ کچھ پیچ و تاب کے بعد۔



باب چہارم

قبلِ تخلیقِ آدم علیہ السلام بالفعل نبی ہونے پر تصریحات اکابر و علماء اسلام نیز علماء وہابیہ دیوبندیہ و غیر مقلدیہ نیز مصنف تحقیقات سے ثبوت

اس اصول کے مطابق کہ راوی اپنی روایت کا پابند ہوتا ہے وہ تمام اجلّہ صحابۂ کرام جیسے حضرت فاروق اعظم، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عرباض بن ساریہ اور حضرت میسرۃ الفجر الضبی وغیرہم رضی اللہ عنہم نیز وہ تمام تابعین اور اتباع اور مابعد ہم ائمہ وعلماء جنہوں نے حدیث ہٰذا کو اپنی اپنی کتب میں روایت کیا جیسے امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ترمذی، امام حاکم، ابن ابی شیبہ، امام طبرانی، امام ابونعیم، امام ابن سعد، امام ابن عساکر اور ابن شاہین وغیرہم جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں پیش کی گئی اس سلسلہ کی احادیث کے ضمن میں آچکا ہے اور ان کے علاوہ بھی جن کے حوالے نہیں لیئے گئے کیونکہ یہاں تکمیل عنوان مقصود تھی نہ کہ استقصا دو استیعاب۔

دلچسپی رکھنے والے حضرات ان کی فہرست بنا کر شوق پورا کر سکتے ہیں۔ اصولی طور پر سب اس کے قائل تھے کہ آپ ﷺ کی نبوّت حضرت آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء علیہم السلام سے مقدم ہے اور آپ تخلیقِ آدم علیہ السلام سے بھی پہلے بالفعل نبی تھے۔ خصوصاً جب کہ اپنی مرویات کے خلاف بھی ان سے ثابت نہیں ورنہ معاذ اللہ ان کا منکر حدیث ہونا لازم آئے گا جو صحیح نہیں۔

علاوہ ازیں ان احادیث کے استناداً ناقلین، شارحین، مبصرین اور مؤیدین مضامین مزید ہیں جن میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی سب شامل ہیں۔ جن کی تفصیل از بس طویل ہے اور ہم نے طوالت سے بچنا ہے اس لیئے بقدر ضرورت بعض حوالہ جات پیش کیئے جاتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

امام علامہ سبکی رحمۃ اللہ سے:

امام تقی الملۃ والدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "التعظیم والمنۃ" میں آیت میثاق کے حوالہ

سے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دائرۂ نبوت میں پوری مخلوق شامل ہے زمانۂ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک ہونے والی نسل انسانیت آپ کی امت میں داخل ہے تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے اُمّتی ہیں۔

بناءً علیہ ان کی اُمّتیں بھی آپ کی اُمّتیں ہیں'' ویتبین بذلک معنی قوله ﷺ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد ''یعنی حدیث کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' بھی اس کی دلیل ہے۔

''وان من فسر بعلم الله بانه سیصیر نبیا لم یصل الی هذ المعنی لان علم الله محیط بجمیع الاشیاء ووصف النبی ﷺ بالنبوة فی ذلك الوقت ینبغی ان یفهم امر ثابت له فی ذلك الوقت (الیٰ) ولو کان المراد بذلك مجرد العلم بما سیصیر فی المستقبل لم یکن له خصوصیة بانه نبی وادم بین الروح والجسد لان جمیع الانبیاء یعلم الله نبوتهم فی ذلك الوقت وقبله فلابد من خصوصیة للنبی ﷺ''۔

خلاصہ یہ کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں کہ حضور ﷺ کا مستقبل میں نبی بننا علم الٰہی میں تھا جس نے بھی یہ معنی کیا ہے اس میں اسے حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو سب انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں تھیں پس آپ کی اس حوالہ سے کیا خصوصیت رہی اور اس کا کیا فائدہ ہوا کہ آپ اس وقت نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے یعنی معرض وجود میں نہیں آئے تھے پس لازم ہے کہ اس میں آپ کی کوئی خصوصیت ہو اور وہ یہی ہے کہ آپ حقیقی معنی میں اس وقت نبی تھے۔

ملاحظہ ہو (ان کا رسالہ مبارکہ ''التعظیم والمنة فی لتؤمنن به ولتنصرنه ''۔ نیز الخصائص الکبریٰ للسیوطی' جلد۱' صفحہ۴' نسیم الریاض' جلد۱' صفحہ ۳۷۹۔ نیز المواہب اللدنیہ مع الزرقانی' جلد۱' صفحہ۸۳۔ مرشد المختار للامام ابن طولون حنفی' صفحہ ۲۳۷۔ المورد الروی للعلامة القاری' صفحہ ۳۵ تا ۴۶۔ الحدیقة الندیہ للعلامہ النابلسی' جلد۱' صفحہ ۲۹' ۳۰۔ حجۃ اللہ علی العالمین للنبہانی' صفحہ ۴۱' ۴۳۔ جواہر البحار للعلامة النبہانی' جلد۲' صفحہ ۴۸' ۹۰' ۱۲۱' ۱۹۵' ۳۴۱' جلد۱' صفحہ ۳۶۳۔ نیز سبل الہدیٰ للامام الصالحی' جلد۱' صفحہ ۸۱' ۹۱' ۹۲' جلد ۱۰' صفحہ ۳۰۴' طبع بیروت وقال و''اثر کعب یؤید ما قاله''،''وهو اقوی من الادلة التی استدل بها''۔

علامہ ابن الجوزی علیہ رحمۃ اللہ الغفار:

''والمراد انه کان نبیا بالفعل (الیٰ) لو قیل بانه کان نبیا فی علم الله تعالیٰ وادم بین الماء والطین لم یکن فی التنصیص علی قوله کنت نبیا الخ عظیم فائدة اذهم مستوون فی ذلك فتعین تقریره علی ما ذکرنا''،یعنی کنت نبیا الخ میں آپ ﷺ کا اس وقت بالفعل نبی ہونا مراد ہے اگر علم الٰہی میں

نبی بننا مراد لیا جائے تو اس حوالہ سے آپ کے خصوصی ذکر کا قابل ذکر فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ علم الٰہی تو سب انبیاء علیہم السلام سے متعلق تھا۔ لہٰذا اس کا یہی معنی متعین ہوا کہ آپ ﷺ بالفعل نبی تھے۔

ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد۳، صفحہ ۸۸، طبع مصر)۔

علامہ سید احمد عابدین سے:

"ولیس المعنی انه کان نبیافی علم الله تعالٰی کما قیل لانه لا یختص به" یعنی حدیث کا یہ معنٰی نہیں کہ آپ کا نبی ہونا علم الٰہی میں تھا جیسا کہ کہا گیا ہے کیونکہ علم الٰہی میں تو سب تھے۔

ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد۳، صفحہ ۳۵۷)۔

امام ابن حجر مکی، علامہ مناوی اور علامہ ملا قاری رحمہم اللہ **سے:**

امام ابن حجر مکی، علامہ عبدالرؤف مناوی اور علامہ علی القاری رحمہم اللہ نے بھی علم الٰہی میں نبی ہونے کی تاویل کو رد کرتے ہوئے امام سبکی علیہ الرحمۃ کے بیان فرمودہ معنٰی کو احسن اور ابین قرار دیا۔ ملاحظ ہو (جواہر البحار جلد۲، صفحہ ۹۰، ۱۶۱۔ نیز المورد الروی فی المولد النبوی ﷺ علی القاری صفحہ ۳۵)۔

نیز امام ابن حجر مکی سے:

"ومعنی وجوب النبوة وکتابتها ثبوتها وظهورها فی الخارج نحو کتب الله لاغلبن کتب علیکم الصیام" یعنی حدیث متٰی وجبت لک النبوۃ میں وجود اور کتابت کا معنٰی یہ ہے کہ واقع میں آپ کو اس وقت نبوت ملی اور اس وقت کی مخلوق کے سامنے اس کا ظہور ہوا محض لکھنا اور لوح محفوظ میں درج کرنا مقصود نہیں اور لکھنا کبھی متعین اور لاگو کرنے کے معنٰی میں بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالٰی کی ان ارشادات "کتب الله لاغلبن" اور "کتب علیکم الصیام" میں۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار جلد۲، صفحہ ۸۹، ۹۰)۔

علامہ اسمٰعیل حقی حنفی ۱۱۳۷ھ علیہ الرحمۃ **سے:**

ومعنی الحدیث انه ﷺ کان نبیا بالفعل عالماً بنبوته اس حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ آپ ﷺ بالفعل نبی تھے اور آپ کو اپنے نبی ہونے کا علم تھا۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد۲، صفحہ ۲۳۰)۔

علامہ سید مرغنی سے:

"اعلمه الله تعالی بنبوته وبشره برسالته هذا وادم لم یکن الا کما قال ﷺ بین الروح والجسد" اللہ تعالٰی نے آپ ﷺ کو آپ کے نبی اور رسول ہونے کی خبر اور بشارت دی جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان ہی تھے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے (جواہر البحار، جلد۲، صفحہ　　)۔

علامہ سید ابو العباس تجانی سے:

"یدل علی هذاالذی ذکرناه قوله ﷺ کنت نبیا وادم بین الماء والطین" ہمارے مذکورہ دعویٰ (کہ آپ ﷺ تخلیق آدم ﷺ سے بھی قبل بالفعل نبی تھے اس) کی دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: کنت نبیا وادم بین الماء والطین یعنی میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔ (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۵۳)۔

علامہ عبد القادر الجزائری سے:

فانه صلی الله علیه وسلم کما روی ابو نعیم فی الحلیة کان نبیا وادم بین الماء والطین " یعنی حلیہ ابی نعیم کی روایت کے مطابق آپ ﷺ اس وقت نبی تھے جب کہ آدم ﷺ گارے کی صورت میں تھے۔ (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۲۶۵)۔

امام محمد صالحی شامی علیہ الرحمۃ سے:

"خص ﷺ بانه اول الانبیاء خلقا "۔وتقدم نبوته ﷺ وکان نبیا وادم لمنجدل فی طینته" انبیاء علیہم السلام سے تخلیق میں آپ کا اول ہونا آپ کے خصائص سے ہے۔آپ نبوت میں بھی اول ہیں۔ چنانچہ آپ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام ابھی معرض وجود میں نہیں آئے تھے۔ (سیرۃ شامی، جلد ۱، صفحہ ۲۷۴، طبع بیروت)۔

علامہ ابن رجب اور علامہ صالحی سے:

"فتحمل هذه الروایة مع حدیث العرباض السابق علی وجوب نبوته ﷺ وظهورها فی الخارج" یعنی حدیث عرباض وغیرہ کا مفہوم یہی ہے کہ آپ ﷺ تخلیقِ آدم علیہ السلام سے پہلے واقع میں منصب نبوت پر فائز تھے۔ ملاحظہ ہو (سبل الہدیٰ جلد ۱، صفحہ ۷۹، نیز صفحہ ۷۸ تا ۸۰ نیز صفحہ ۸۳، ۸۴، بحوالہ لطائف المعارف لابن رجب، طبع بیروت)۔

علامہ سید احمد عابدین ۱۳۲۰ھ سے مزید:

"وقدم نبینا ﷺ تعظیما وتکریما وایماء الی تقدم نبوته فی عالم الارواح المشار الیه بقوله کنت نبیا وادم بین الروح والجسد" یعنی سورۃ احزاب کی آیت میثاق میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کا نام دیگر انبیاء علیہم السلام سے آپ بزرگی اور عظمت کی بناء پر پہلے لیا۔ نیز اس سے عالم ارواح میں آپ کی نبوت کے مقدم ہونے کی جانب بھی اشارہ فرمانا مقصود ہے جس کا بیان آپ ﷺ کے ارشاد "کنت نبیا وادم بین الروح والجسد" میں ہے (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۲۴۴)۔

علامہ شیخ احمد سلاوی ۱۳۰۰ھ سے:

"نبأه فی عالم الارواح واطلع الارواح علی ذلك وامرها بمعرفة نبوته والاقرار بها" نیز "جعله نبیا وادم كان منجدلا بین الطین والماء" یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عالم ارواح میں نبی بنا کر ارواح کو اس سے مطلع فرما دیا اور انہیں آپ کی نبوت کو پہچاننے اور ماننے پر مأمور فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی معرض وجود میں نہیں آئے تھے۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۴۷۲)۔

شیخ محقق، علامہ علی القاری اور علامہ طیبی سے:

حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں: "متی وجبت لك النبوة ای ثبتت (الیٰ) ای وجبت لی النبوة والحال ان ادم بین الروح والجسدیعنی وانه مطروح علی الارض صورة بلاروح والمعنٰی انه قبل تعلق روحه بجسده"۔

ملاحظہ ہو (مرقاۃ، جلد ۱۱، صفحہ ۵۸۔ نیز طیبی، جلد ۱۰، صفحہ ۳۵۳ نحوہ) اسی طرح حدیث عرباض کے تحت بھی ہے مرقاۃ، جلد ۱۱، صفحہ ۵۸، بحوالہ طیبی) جلد ۱۰، صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵) ای كتبت خاتم الانبیاء فی الحال التی آدم مطروح علی الارض حاصل فی اثناء خلقته اھ۔ نیز ملاحظہ ہو اشعۃ اللمعات، جلد ۴، صفحہ ۴۷۴)۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی سے:

حدیث مذکور کا معنٰی بزبان فارسی بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: کے ثابت شد مرترا نبوت؟ (الیٰ) ثابت شد مرا نبوت وحال آنکہ آدم میان روح وجسد بود یعنی خلقت آدم تمام نہ شدہ بود و روح او بجسد متعلق نہ شدہ بود۔ کنایہ از سبق وتقدم است" یعنی "متی وجبت لك النبوة" کا معنٰی ہے حضور! آپ کے لیۓ نبوت کب ثابت ہوئی؟ وآدم بین الروح والجسد کا مطلب ہے کہ آپ نے فرمایا میرے لیۓ نبوت اس وقت ثابت ہوئی جب کہ آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے یعنی آدم علیہ السلام کی تخلیق پایۂ تکمیل کو نہ پہنچی تھی اور ان کی روح مبارک ان کے جسم مبارک میں داخل نہ ہوئی تھی۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ ان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے مجھے نبوت حاصل ہوئی۔ ملاحظہ ہو (اشعۃ اللمعات، جلد ۴، صفحہ ۴۷۴، طبع سکھر)۔

علامہ مجلونی سے:

"ان الله خلق الارواح قبل الاجساد فقد تكون الاشارة بقوله كنت نبیا الی روحه الشریفة او حقیقته" بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو ان کے متعلقہ اجسام سے پہلے پیدا فرمایا تھا لہٰذا آپ ﷺ کے ارشاد "كنت نبیا" میں آپ کی روح مبارک یا حقیقت مقدسہ کی طرف اشارہ ہے (بناءً علیہ وصف نبوت

اپنے محل میں رہا یعنی موصوف کے بغیر نہ ہوا)۔ ملاحظہ ہو (کشف الخفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۱۸)۔

محدث ابن ابی شیبہ سے:

امام بخاری و مسلم کے استاذ ابوبکر ابن ابی شیبہ محدّث نے حدیث ''بین الروح والجسد'' پر یہ عنوان قائم کیا ہے: ''ماجاء فی مبعث النبی ﷺ'' یعنی تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے آپ ﷺ کی بعثت کا بیان (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۱۴، صفحہ ۲۹۲، نمبر ۱۸۴۰۲، طبع کراچی)۔

امام آجری سے:

امام ابوداؤد کے تلمیذ امام آجری نے پیش نظر مضمون حدیث پر یہ سرخی قائم کی ہے: ''باب ذکر متٰی وجبت النبوة للنبی ﷺ'' یعنی اس کا بیان کہ نبی ﷺ کو کب نبوۃ ملی۔ ملاحظہ ہو (الشریعۃ، صفحہ ۳۴۱)۔

محدث ابونعیم سے:

اس مضمون کی احادیث نقل کر کے امام ابونعیم محدّث نے کہا: ''وھذا اخبار عن التنویه بذکره فی الملاء الاعلی وانه معروف بذلك بینهم بانه خاتم النبین وادم لم ینفخ فیه الروح''۔ نیز فرمایا: ''اوجب الله له النبوة قبل تمام خلق آدم لانه اول مکتوب فی امرالنبوة والعهد'' یعنی آدم علیہ السلام کے جسم مبارک میں ابھی روح نہیں ڈالی گئی تھی اوران کی تخلیق ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سرکار ﷺ کو نبوت عطا فرمائی بلکہ آپ خاتم النبین ہونا بھی متعین فرمادیا جس کے ملأ اعلیٰ میں تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے چرچے تھے۔ ملاحظہ ہو (سیرت سیّدالانام ﷺ جلد ۱، صفحہ ۴۰۸، ۴۰۹، طبع مدینہ منورہ، مؤلفہ علامہ۔ الدکتور السید جعفر مصطفی سبیه)۔

علامہ ہیثمی سے:

محدّث جلیل علامہ نورالدین ہیثمی صاحب مجمع الزوائد نے اس مضمون کی احادیث پر یہ عنوان دیا: ''باب قدم نبوته'' یعنی آپ ﷺ کی نبوت کے سب سے پہلے ہونے کا بیان (کشف الاستار، جلد ۳، صفحہ ۱۱۳، تحت ۲۳۶۵، از شرح السنہ بغوی، جلد ۷، صفحہ ۱۳، حاشیہ تحت حدیث ۳۵۲۰)۔

امام بیہقی سے:

معروف محدّث امام بیہقی نے ان احادیث پر یہ عنوانات قائم فرمائے: ''جماع ابواب المبعث۔ باب الوقت الذی کتب فیه محمد ﷺ نبیا'' یعنی آپ ﷺ کی بعثت کے ابواب کا گلدستہ۔ اس وقت کا بیان جس میں حضرت سیّدنا محمد ﷺ کو نبی متعین کیا گیا۔ (دلائل النبوة، جلد ۲، صفحہ ۱۳۰، از: شرح السنہ بغوی، جلد ۷، صفحہ ۱۳،

حاشیہ۳۵۲۰)۔

علامہ محی السنہ بغوی سے:

امام بغوی رحمہ اللہ نے حدیث عرباض کی شرح میں فرمایا: "لمنجدل ای مطروح علی وجه الارض صورة من طین لم یحر فیه الروح بعد "معنی یہ ہے کہ میرا خاتم النبین ہونا اس وقت متعین ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام کا پتلا مبارک بغیر روح کے زمین پر رکھا تھا۔ ملاحظہ ہو۔(شرح السنہ جلد۷ صفحہ۱۳ طبع بیروت)

علامہ علی القاری سے:

"بل یدل حدیث کنت نبیا وادم بین الروح والجسد علی انه متصف بوصف نبوة فی عالم الارواح قبل خلق الاشباح وهذا وصف خاص له لانه محمول علی خلقه للنبوة واستعداده الرسالة کما یفهم من کلام الامام حجة الاسلام فانه حینئذ لا یتمیز عن غیره حتی یصلح ان یکون ممدوحا بهذا النعت بین الانام "یعنی حدیث "کنت نبیا وادم بین الروح والجسد "اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ عالم اجساد کی تخلیق سے قبل عالم ارواح میں وصف نبوت سے موصوف (نبی) تھے اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ کی روح مبارک میں نبی ورسول بننے کی صرف صلاحیت رکھ دی گئی تھی جیسا کہ امام حجۃ الاسلام کے کلام سے مترشح ہے کیونکہ اس صورت میں یہ امر آپ کی خصوصیت نہیں رہے گا اور نہ ہی دوسروں سے ممتاز کر کے آپ کے لیئے لائق مدح شمار ہو گا۔ ملاحظہ ہو۔(شرح فقہ اکبر، صفحہ ۶۰، طبع قدیمی کراچی)۔

نوٹ: علامہ قاری کا کلام امام حجۃ الاسلام سے یہ جواب برتقدیر تسلیم ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ امام موصوف سے اس کی نسبت موضوع و من گھڑت ہے۔ تفصیل باب ہشتم میں دیکھی جا سکتی ہے۔

علامہ خفاجی سے:

علامہ شہاب خفاجی حنفی حدیث "جعلنی فاتحا واخاتما "کے تحت ارقام فرماتے ہیں: "للنبوة اذ خلق روحی قبل الارواح ونبأها قبل کل نبی "یعنی اللہ تعالیٰ نے نبوت کو مجھ سے شروع فرمایا اور مجھی پر اسے مکمل اور ختم فرمایا۔ شروع اس طرح سے کہ اس نے میری روح کو تمام ارواح سے قبل پیدا کر کے تمام انبیاء سے پہلے اسے نبوت عطا فرمائی۔ ملاحظہ ہو(شرح الشفاء، جلد۲، صفحہ ۲۵۲، طبع ملتان)۔

علامہ محمد جعفر کتانی سے:

"فکان نبیا ورسولا بالفعل عالما بنبوته ورسالته فی عالمی الحقائق والارواح (الی) وبه تفهم معنی قوله الصلاة والسلام کنت نبیا وادم بین الروح والجسد "یعنی حدیث کنت نبیا وادم

بین الروح والجسد کی روسے آپ ﷺ عالم حقائق اور عالم ارواح میں بالفعل نبی ورسول تھے اور آپ کو اپنے نبی اور رسول ہونے کا علم تھا۔ ملاحظہ ہو (جلاء القلوب، جلد ا، صفحہ ۳۸۵)۔

اعلیٰ حضرت اور آپ کے والد ماجد سے:

امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی اور آپ کے والد ماجد رئیس المتکلمین حضرت مولانقی علی خاں علیہما الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں: ''حضور سیّد المرسلین ﷺ نے حضرت جناب مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم سے فرمایا (الیٰ) اے ابوالحسن! بے شک محمد ﷺ رب العالمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم، اور روشن رواور روشن دست و پا والوں کے پیشوا، تمام انبیاء ومرسلین کے سردار، نبی ہوئے جب کہ آدم آب وگل میں تھے الخ۔ ملاحظہ ہو (تجلی الیقین، صفحہ ۹۱، طبع نوریہ رضویہ لائل پور (فیصل آباد)۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰، صفحہ ۲۴۴ طبع رضا فاؤنڈیشن لاہور)۔ نیز سرور القلوب، صفحہ ۲۵۰، ۲۵۱، طبع شبیر برادرز لاہور)۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مزید:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ مبارکہ التعظیم والمنۃ کی نہایت زوردار الفاظ میں توثیق فرماتے ہوئے اسے ''نہایت نفیس کلام پر مشتمل'' نیز ائمہ شان کے حوالہ سے ''اسے نعمت عظمیٰ اور مواہب کبریٰ'' قرار دیتے ہوئے اسے حوالہ بنا کر ارقام فرماتے ہیں ''ہمارے حضور صلوات اللہ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء ومرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کے امتی۔ حضور کی نبوت ورسالت زمانہ سیّدنا ابوالبشر علیہ الصلاۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام ہے۔ اور حضور کا ارشاد کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اپنے حقیقی معنیٰ پر ہے''۔ ملاحظہ ہو (تجلی الیقین بان نبینا سیّد المرسلین ﷺ، صفحہ ۱۰، طبع مذکور)۔

نیز فرماتے ہیں: محمد ﷺ اصل الاصول ہیں۔ محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیاء ورسل سے ہے، وہ نسبت انبیاء ورسل کو اس سید الکل سے ہے''۔ (صفحہ ۱۰)۔ نیز صفحہ ۱۵، ۱۶، نحوہٗ۔ نیز صفحہ ۱۸ پر فرماتے ہیں: ''حضور کی رسالت زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ اولین وآخرین سب کو حاوی''۔

آگے متعدد کتب کے حوالہ سے اور کئی صحابہ وتابعین کے طرق سے یہ حدیث پیش فرمائی ہے: ''حضور پرنور سید المرسلین ﷺ سے عرض کی گئی متی وجبت النبوۃ حضور کے لیئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟ فرمایا: وادم بین الروح والجسد جب کہ آدم درمیان روح اور جسد کے تھے''۔ جبل الحفظ امام عسقلانی نے

فرمایا: ''سنده قوی''۔

والد ماجد اعلیٰ حضرت سے:

امام سبکی کے حوالہ سے لکھا کہ وہ فرماتے ہیں: ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' کہ میں اس نبوت کو صرف علم الٰہی میں سمجھتا تھا اب ثابت ہوا کہ خارج میں بھی ہے''۔ (آگے ''تنبیہ'' کا عنوان دے کر لکھتے ہیں) ''یہاں سے معلوم ہوا کہ روح مبارک قبل از وجود باجود بھی متصف برسالت تھی اور بعد انتقال کے بھی متصف ہے''۔ (سرور القلوب، صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳)۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ سے:

امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''دقائق الاخبار'' کا آغاز اس عنوان سے فرمایا ہے: باب فی تخلیق نور محمد ﷺ یعنی حضرت اقدس ﷺ کے نور مبارک کی تخلیق کا بیان:

اس کے بعد اس موضوع کی ایک طویل حدیث (حدیث سائب رضی اللہ عنہ) استناداً لائے ہیں جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''ثم خلق نور الانبیاء من نور محمد ﷺ ثم نظر الی ذلك النور فخلق ارواحهم فقالو لا اله الا الله محمد رسول الله'' یعنی ایک مرحلہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نور سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے نور اور ان کی ارواح طیبہ کو پیدا کیا تو سب نے اپنی روحی اور نوری اشکال میں اپنی خلقت کے فوراً بعد کلمہ طیبہ پڑھا اور کہا اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

ملاحظہ ہو (دقائق الاخبار مترجم اردو مع متن عربی، صفحہ ۱۵، ۱۷، ۱۸، طبع مکتبہ قادریہ سکندریہ لاہور، مطبوعہ ۲۰۰۳ء)۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی مالکی رحمہ اللہ سے:

''لیست النبوة الا بالشرع المقرر علیه من عند الله فاخبر انه صاحب النبوة قبل وجود الانبیاء'' نیز ''وکان نبیا وادم لم یخلق'' یعنی آپ ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل اور تمام انبیاء علیہم السلام کے وجود باوجود سے پہلے نبی اور صاحب شرع تھے۔ (جواہر البحار، جلد ۱، صفحہ ۱۲۷)۔

علامہ سیوطی اور علامہ ابن طولون صالحی حنفی سے:

''وتقدم نبوته فکان نبیا وادم لمنجدل فی طینته'' آپ ﷺ کی نبوت سب سے پہلے ہے۔ چنانچہ آپ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔ (الخصائص الکبریٰ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۴، جواہر البحار، جلد ۱، صفحہ ۲۸۱۔ نیز مرشد المختار، صفحہ ۲۳۶)۔

امام قسطلانی سے:

''وکان نبیا وادم بین الروح والجسد'' آپ ﷺ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (جواہر البحار، جلد۲، صفحہ ۱۰۹)۔

امام شعرانی سے:

''فان قلت فهل اعطى احد النبوة وادم بين الماء والطين غير محمد ﷺ؟ فالجواب لم يبلغنا ان احداً عطى ذلك (الی) انه اعطى النبوة قبل جميع الانبياء''۔ نیز ''خص رسول ﷺ بانه اول النبين خلقا وبتقديم نبوته وكان نبيا وادم بين الماء ولطين ''۔ یعنی اگر تم کہو کہ کیا حضور اقدس ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی کو بھی نبوت ملی جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے اور ہمیں ایسی کوئی دلیل نہیں ملی جس سے کسی اور نبی کو اس وقت نبوت کے ملنے کا بیان ہو الغرض یہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد۲، صفحہ ۲۳، ۴۸)۔

علامہ مناوی ۱۰۳۰ھ سے:

''قد جعل الله حقيقة ﷺ تقصر عقولنا عن معرفتها وافاض عليها وصف النبوة من ذلك الوقت'' (یہ عبارت جواہر البحار، جلد۲، صفحہ ۱۶۱ کے حوالہ سے مع ترجمہ پہلے گزر چکی ہے)۔

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی ۱۱۴۳ھ سے:

''فكان نبيا وادم بين الماء والطين'' آپ ﷺ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔

(جواہر البحار، جلد۲، صفحہ ۲۲۳)۔

شیخ احمد الدردیر مالکی ۱۲۰۱ھ سے:

آپ ﷺ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (وآدم بين الروح والجسد)

(جواہر البحار، جلد۳، صفحہ ۴۹۱، ۴۹۲)۔

علامہ شیخ شہاب الدین رملی شافعی سے:

فكان نبيا وآدم بين الروح والجسد (جواہر البحار، جلد۳، صفحہ ۱۳۰)۔

علامہ عزیزی ۱۰۷۰ھ سے:

''انه تعالى اخبره بمرتبته وهو روح قبل ايجاده '' اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مرتبۂ نبوت سے باخبر فرمایا جب کہ آپ عالم ارواح میں تھے۔ (السراج المنیر، جلد۴، صفحہ ۳۱، طبع مدینہ منورہ)۔

علامہ جامی سے:

انہ علیہ السلام کان نبیا قبل النشأۃ العصنریۃ یعنی آپ ﷺ عالم اجسام سے قبل نبی تھے (العرف الشذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۱، ۲۲۲، مؤلفہ انور کشمیری وھو منھم)۔

علامہ احمد ابن عابدین سے:

"ان نبوتہ ظھرت ﷺ فی الوجود العینی قبل نبوۃ آدم وغیرہ وان الملئکۃ لم تعرف نبیا قبلہ" "نیز" "انہ ﷺ سابق علی سائر الانبیاء لما مروجسدا لان مادۃ جسدہ ﷺ خلقت قبل سائر المواد لحدیث کعب" "یعنی آپ ﷺ کی نبوت واقع میں آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے پہلے تھی اور ملئکہ نے آدم علیہ السلام سے پہلے آپ کے علاوہ کوئی اور نبی جانتے ہی نہ تھے آپ روحاً جسداً تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے تھے اول کی دلیل گزری ہے (کنت نبیًا وادم بین الروح والجسد) جب کہ ثانی کی دلیل حدیث کعب الاحبار ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا مادہ تمام مادوں سے پہلے پیدا کیا گیا تھا۔ (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۳۵۷)۔

حضرت شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ سے:

بوستان صفحہ ۱، بلند آسمان پیش قدرت خجل۔ تو مخلوق وآدم ہنوز آب وگل۔

حضرت شیخ عبدالکریم جیلی شافعی سے:

رسول اللہ ﷺ کے کمالات وامتیازات گنواتے ہوئے آپ کی عظمت کا ایک پہلو یہی بیان کیا ہے کہ آپ عالم ارواح میں خاتم النبین متعین فرمائے گئے "وان ادم لمنجدل فی طینتہ" جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔

ملاحظہ ہو (جواہر البحار جلد ۴، صفحہ ۲۲۴۔ نیز جلد ۱، صفحہ ۲۵۲)۔ نیز جلد ۱، صفحہ ۲۴۴، ۲۴۶، صفحہ ۲۵۱ پر حدیث کنت نبیا سے استدلال مذکور ہے۔

حضرت سید سید شریف جرجانی ۸۱۶ھ حنفی سے:

مختلف احادیث "اول ما خلق اللہ العقل" "نیز" "اول ماخلق اللہ القلم" "اور" "اول ما خلق اللہ نوری" "میں تطبیق نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں" چیز ایک ہی ہے فرق اعتبارات کا ہے تو مجرد ہونے کی حیثیت سے عقل، دیگر موجودات اور علوم کے لیئے واسطۂ صدور ہونے کے اعتبار سے قلم اور "من حیث توسطہ فی افاضۃ انوار النبوۃ کان نورالسید الانبیاء" "انوار نبوت کا فیض دینے میں واسطہ ہونے کے حوالہ سے

سیّد الانبیاء ﷺ کا نور ہے۔ ملاحظہ ہو (شرح المواقف' جلد ۷' صفحہ ۲۵۴' طبع قم' ایران' من عقائد اہل السنۃ' صفحہ ۲۸۰' مؤلفہ علامہ شرف القادری علیہ الرحمۃ)۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی سے:

''وے صلی اللہ علیہ وسلم نبی بودہ وآدم ہنوز میان روح وجسد بود کما رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ودر عالم ''ارواح'' نیز ''فیض بارواح انبیاء از او رسیدہ'' یعنی آپ ﷺ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے درمیان تھے جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نیز عالم ارواح میں آپ کی روح مبارک سے انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو فیض حاصل ہوا۔

ملاحظہ ہو (مدارج النبوۃ فارسی' جلد ۱' صفحہ ۱۱۵' وصل در خصائص آنحضرت ﷺ)۔

نیز فرماتے ہیں: ونبوت آنحضرت ثابت بود دراں عالم چنانچہ فرمود کنت نبیا وادم بین الروح والجسد ودر حدیث دیگر آمدہ انی عبداللہ وخاتم النبین وادم منجدل فی طینتہ ومشہور در زبانہا وادم بین الماء والطین ست (الی) وبر ہر تقدیر مراد قبل تخلیق آدم ست۔ واگرچہ در علم الٰہی نبوت تمامہ انبیاء ثابت وکائن بود لیکن نبوت آنحضرت ظاہر ومعلوم بود درمیان ملائکہ وارواح ونبوت ایناں مکنون ومستور بلکہ گویند کہ روح آنحضرت دراں عالم مربی ارواح انبیاء ومفیض علوم الٰہیہ بود برایشاں چنانکہ در نشاۃ دنیا مبعوث ومرسل بود بر سائر نبی آدم علیہ السلام۔ پس وے ﷺ نبی مرسل بود۔ درآں عالم بالفعل در خارج نہ در علم الٰہی فقط۔

خلاصہ یہ کہ سیّد عالم ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل نبی بنے اور یہ احادیث سے ثابت ہے پھر چونکہ علم الٰہی میں سب تھے لہٰذا ''نبیا وادم بین الروح والجسد'' وغیرہ کی تخصیص وتقیید کا مفاد یہ ہے کہ آپ واقع میں بالفعل نبی تھے اور یہ آپ کے خصائص سے ہے بلکہ آپ اس جہان میں ارواح انبیاء علیہم السلام کے مربی تھے۔ (مدارج' جلد ۲' صفحہ ۳)۔ نیز اشعۃ اللمعات' جلد ۴' صفحہ ۴۷۴' ۴۷۵ نحوہ'۔

نیز فرماتے ہیں کہ: ''محققین کے نزدیک آپ کی رسالت کائنات کے ذرہ ذرہ اور موجودات کے گوشہ گوشہ تک ہے اس میں جمادات نباتات اور حیوانات سب شامل ہیں پتھروں کا سلام کرنا' درختوں کا سجدہ کرنا' جانوروں کا آپ کی رسالت کی گواہی دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی رسالت عام ہے''۔ (تکمیل الایمان' مترجم اردو' صفحہ ۱۳۷' ۱۳۸' طبع مکتبہ نبویہ لاہور)۔

بحر العلوم علامہ عبدالعلی رحمہ اللہ سے:

بحر العلوم علامہ عبدالعلی رحمہ اللہ تعالیٰ جن سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شرف تلمذ حاصل ہے

فرماتے ہیں: ''ثم انه کان نبیا وادم بین الروح والجسد فلا یتبع احد امن الرسل الذین کالخلفاء له فلا یتعبد الا من جهة الله انه حکم الله تعالٰی لاغیر ''یعنی چونکہ آپ ﷺ اس وقت سے نبی ہیں جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے' اس لیۓ قبل اعلان نبوت بھی حکم الٰہی کے تحت عمل فرماتے تھے۔ گزشتہ رسولوں میں سے کسی رسول کی شریعت کے پابند نہیں تھے کیونکہ وہ تو ایسے ہیں جیسے آپ کے خلفاء۔ ملاحظہ ہو (فواتح الرحموت' جلد۲' صفحہ ۲۳۶)۔

نیز بحرالعلوم اپنی کتاب رسائل الارکان کے خطبہ میں لکھتے ہیں: ''وخصنا بارسال من هو رحمة للعلمین سید ولد آدم الذی کان نبیا وادم ابوالبشر بین الماء والطین ''۔ یعنی اللہ تعالٰی نے ہمیں یہ شرف بخشا کہ سیّد اولاد آدم علیہ السلام و رحمۃ للعلمین کو ہمارا رسول بنایا جو نبی تھے جب کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان (اپنے خمیر میں) تھے۔ ملاحظہ ہو (صفحہ۲' طبع کوئٹہ)۔

علامہ عاصم کیانی اور شیخ حسین شاذلی سے:

قدوۃ الصوفیاء ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قوۃ القلوب کی تقدیم میں لکھتے ہیں: ''وصلى الله على سیّدنا محمد الاول بروحانیته والاخر ببشریته مصداقا لقوله ﷺ کنت نبیا وادم منجدل فی طینته ''اللہ تعالٰی ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر صلاۃ بھیجے جو اپنی نورانیت کے اعتبار سے اوّل اور اپنی بشریت مقدسہ کے حوالہ سے آخر ہیں اور اپنے اس فرمان کا مصداق ہیں ''کنت نبیا وادم منجدل فی طینته'' میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں زمین پر رکھے تھے۔ ملاحظہ ہو (جلد۱' صفحہ۳' طبع بیروت)۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ **سے:**

میں نے سرور کائنات کے حضور میں حدیث ''کنت نبیا وادم بین الماء والطین '' کے بارے میں سؤال کیا۔ آپ نے مجھے مشاہدہ کرایا۔ (ملخّصاً) (القول الجلی صفحہ۴۷' طبع لکھنو)۔

علامہ فضل امام خیرآبادی (والد ماجد امام اہل سنّت علامہ فضل حق خیرآبادی) **سے:**

علم منطق پر تحریر کردہ مقبول و مشہور فی الآفاق رسالہ ''مرقاۃ'' کے خطبہ میں لکھتے ہیں: ''والصلوة والسلام على من کان نبیا وادم بین الماء والطین '' درود و سلام ہوں ان پر جو نبی تھے جب آدم علیہ السلام آب و گل کے درمیان تھے۔ (صفحہ۲' طبع ملتان' مکتبہ قادریہ لاہور)۔

علامہ نور بخش توکلی رحمہ اللہ **سے:**

بیان خصائص سید المرسلین ﷺ میں خصوصیت نمبر۲ کے تحت لکھا ہے: ''عالم ارواح ہی میں آپ کو نبوت

سے سرفراز فرمایا گیا اور اسی عالم میں دیگر انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کی روحوں نے آپ کی روح انور سے استفاضہ کیا''۔ (سیرت رسول عربی ﷺ صفحہ ۴۰۱، طبع الفیصل لاہور)۔

فاتح قادیانیت قدوۃ الکاملین صدر العلماء حضرت مولانا سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے:

''محمد ﷺ فرستادہ شدہ است بسوئے ہمہ بنی آدم بلکہ ہمہ مخلوق''، یعنی حضور اقدس ﷺ جملہ بنی آدم بلکہ تمام مخلوق کے رسول ہیں (تحقیق الحق، صفحہ ۱۸۵، طبع گولڑہ شریف)۔

نیز مسئلہ امتناع نظیر پر اپنے مشہور لاجواب خطبہ میں فرماتے ہیں: ''فھو ﷺ اول ما خلق الله نورہ کما انه اخربخاتم النبین ظھورہ ومن ھھنا امتنع مثله ونظیرہ ' فان الاول لیس بثان کما ان الثانی لیس باول ''یعنی آپ ﷺ اول الخلق ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا فرمائی وہ آپ کا نور ہے اس کے باوجود اس نے آپ کو خاتم النبین بنا کر ظاہر سب سے آخر میں فرمایا جو اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کی نظیر ممتنع اور آپ کا مثل ناممکن ہے کیونکہ آپ کا مثل تصور کیا جائے تو لازم ہوگا کہ وہ آپ کی طرح اوّل بھی ہو آخر بھی ہو جو نہیں ہوسکتا کیونکہ حضور جب اوّل ہیں تو اسے ثانی کہا جائے گا اوّل نہیں جب کہ اول ثانی نہیں ہوتا اور ثانی اول نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو (ملفوظات مہریہ، صفحہ ۱۴۶، طبع گولڑہ شریف)۔

حضرت خواجہ دوست محمد قندھاروی رحمۃ اللہ علیہ سے:

الحمد لله الذی اطلع فی فلك الازل شمس النبوۃ المحمدیه سب تعریفیں اللہ کے لیۓ ہیں جس نے ازل کے فلک پر نبوت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ) کے آفتاب کو طلوع فرمایا۔ (مکتوب صفحہ ۴، طبع مکتبہ صدیقیہ ملتان)۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے:

''امام عارف باللہ سیدی عبد الرؤف مناوی قدس سرہ تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث کنت اول الناس فی الخلق وآخرھم فی البعث 'فرماتے ہیں'' بان جعله الله حقیقة تقصر عقولھا عن معرفتھا الخ''۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ مصطفویہ، صفحہ ۷۸، مرتبہ حضرت مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ، طبع کراچی)۔

نیز اپنے مجموعہ نعتیہ کلام ''سامان بخشش'' میں ارقام فرماتے ہیں:

اپنے مظہر اول کو اپنے حبیب اجمل کو
پہلے نبی افضل کو پچھلے مرسل اکمل کو

ذات کا اپنی آئینہ بے مثل و نظیر و بے ہمتا
خلق کیا قبل از اشیاء اور نبوت کردی عطا

جب حق کو ہوا یہ منظور عالم پر فرمائے ظہور
ہو خود معروف ومذکور جلباب خفا کردے دور

یاری جو تو نہیں کرتا دیکھتے کیسے فوق سما
نام حبیب و نام خدا ساقِ عرش پر لکھا ہوا

الصلوٰة والسلام الصلوٰة والسلام
اے نبیوں کے نبی اور اے رسولوں کے امام

نبیوں میں ہو تم ایسے نبی الانبیاء تم ہو
حسینوں میں ہو تم ایسے کہ محبوب خدا تم ہو

تمہیں باطن تمہیں ظاہر تمہیں اول تمہیں آخر
نہاں بھی ہو عیاں بھی، مبتداؤ منتہا تم ہو

تو ہے مظہر رب اجمل، ظل ہیں تیرے سارے مرسل
کون ہے ہمسر تیرا شاہا صلی اللہ علیک وسلم

ملاحظہ ہو (صفحہ ۳۱، ۳۲، ۴۴، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۴۷، ۱۴۸، طبع ضیاء الدین پبلی کیشنز، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شہزادۂ اعلیٰ حضرت (علیہا الرحمۃ) حضور سیّد عالم کو اوّل الخلق بھی مانتے ہیں اور ابوالبشر آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل آپ کے بالفعل نبی ہونے کے بھی قائل ہیں ورنہ اول الناس فی الخلق، مظہر اوّل، تمہیں اوّل، مبتداء، خلق کیا قبل اشیاء، پہلے نبی، نبوت کردی عطا، نیز نبی الانبیاء، نبیوں کے نبی،

ظل ہیں تیرے سارے مرسل اور عرش پر محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا ہونے کا کیا مطلب؟ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ **سے:**

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور خلفاء میں آپ کی جملہ تحریرات سے تحریک کی حد تک اتفاق رکھنے والوں میں صاحب بہارشریعت صدرالشریعۃ حضرت مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کا نام صف اوّل میں آتا ہے اس حوالہ سے اعلیٰ حضرت کو بھی ان پر کمال درجہ اعتماد تھا جو آپ کی کتاب ''الاستمداد'' کے اس شعر سے بھی ظاہر ہوتا ہے ؎

میرا امجد مجد کا پکا
ان سے سب کچیاتے یہ ہیں

بناءً علیہ انہیں اعلیٰ حضرت کی اس سلسلہ کی عبارات سے کلی اتفاق تھا۔ جب کہ :

تجلی الیقین صفحہ ۱۰۱ سے خصوصیت کے ساتھ آپ کی یہ تصریح ابھی گزری ہے کہ ''حضور کا ارشاد'' کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اپنے حقیقی معنیٰ پر ہے''۔

لہٰذا اس بارے میں حضرت صدرالشریعۃ کا عقیدہ بھی یہی ہوا کہ آپ ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے بالفعل نبی تھے۔

مزید سنیئے' بہارِشریعت میں ارقام فرماتے ہیں: ''عصمت نبی اور مَلَک کا خاصہ ہے''۔

مزید لکھا ہے کہ نبی قبل نبوت (یعنی ظہور واظہار نبوت) سے پہلے بھی معصوم ہوتا ہے (ملخصاً) جس کا لازمی نتیجہ نبی ہونا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: ''جو شخص نبی سے نبوت کا زوال جائز جانے' کافر ہے''۔ ملاحظہ ہو (جلد ا' صفحہ ۱۰' طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور)۔

سیّد عالم ﷺ کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ رقم طراز ہیں: ''عقیدہ سب سے پہلے مرتبۂ نبوت حضور کو ملا۔ روزِ میثاق تمام انبیاء سے حضور پر ایمان لانے اور حضور کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور اسی شرط پر یہ منصب اعظم ان کو دیا گیا۔ حضور نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء حضور کی امتی۔ سب نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی نیابت میں کام کیا'' اھ بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو (بہارِشریعت' جلد ا' حصہ اوّل' صفحہ ۱۶' طبع مذکور)۔

محدثِ پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمہ اللہ سے:

فوائد دورۂ حدیث (دورہ نمبر ۳) صفحہ ۶۲، ۷۰ طبع لاہور مطبوعہ ۱۹۶۴ء میں حدیث ''وادم بین الروح والجسد'' نیز ''وان ادم لمنجدل فی طینتہ'' کو مسئلۂ ہٰذا کے لیئے لایا گیا ہے۔

تلمیذ صدر الشریعۃ امام النحو شیخ الحدیث علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمہ اللہ سے:

بشیر القاری بشرح صحیح البخاری میں مباحث حدیث وحی جلی اوّل میں لکھتے ہیں: ''ہم نے بجائے نبوت' ظہور نبوت اس لیئے کہا کہ غارِ حرا والی وحی سے نبوت کا ظہور شروع ہوا ہے ورنہ نبوت تو اس واقعہ سے ہزار ہا سال پیشتر عالم ارواح میں عطا ہو چکی تھی۔ اس وقت تک حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور عالم ارواح میں تخلیق آدم سے پیشتر نبوت کا ملنا آپ کے خصوصیات سے ہے''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۲۶' طبع مکتبہ ضیاء السنہ' ملتان)۔

اسی کے صفحہ ۱۰۹ پر حضرت صدر الشریعۃ کی ایک تقریر کو ''امجدی تقریر'' کا عنوان دے کر ان کا حوالہ دیتے ہوئے ان کا اسم گرامی اس طرح لکھا ہے: ''استاذ معظم صدر الشریعۃ حضرت مولانا حکیم ابوالعلیٰ محمد امجد علی اعظمی قدس سرّہ القوی''۔

تلمیذ صدر الشریعۃ فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمہ اللہ سے:

آپ سے سؤال ہوا کہ ''زید کہتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ چالیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔ دریافت یہ ہے کہ ماقبل بنوت زندگی کیا نبوی زندگی نہ تھی جب کہ اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی ہے کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام آب وگل کی منزلیں طے کر رہے تھے؟''

اس کے جواب میں انہوں نے لکھا: ''اگر اس کا مطلب یہ ہے تو صحیح ہے کہ چالیس سال کی عمر میں تبلیغ کا حکم ہوا تو حضور نے اعلان نبوت فرمایا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ چالیس سال کی عمر سے پہلے نبی نہیں تھے اور اس سے پہلے کی زندگی نہ تھی تو غلط ہے۔ حدیث شریف میں ہے..... انی عبد اللہ مکتوب خاتم البنین وان ادم لمنجدل فی طینتہ''

(اس کے بعد اشعۃ اللمعات سے اس کی شرح پیش کی نیز حدیث ابوہریرۃ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد مع شرح لکھ کر فرمایا) ''ثابت ہوا کہ حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے ہی نبی تھے اور ان کے نبی ہونے کو خدائے تعالیٰ نے عرش اعظم وغیرہ پر ان کا نام لکھ کر پہلے ہی ظاہر فرما دیا تھا''۔

آخر میں سائل کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہ جاہل نہیں تو گمراہ ہے اور گمراہ نہیں تو جاہل ہے''۔ ملاحظہ

ہو (فتاویٰ فیض الرسول، جلد ۱، صفحہ ۲۰۱۱، ۲۰۱۳، طبع شبیر برادرز، اردو بازار لاہور)۔

تلمیذ مرید صدرالافاضل حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ **سے:**

جاء الحق (صفحہ ۱۳۵، طبع گجرات، مطبوعہ ۱۹۶۶ء) میں لکھتے ہیں: ''حضور علیہ السلام کو نفس علم الغیب تو ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا کیونکہ آپ ولادت سے قبل عالم ارواح میں نبی تھے'' کنت نبیا وادم بین الماء والطین''۔

صفحہ ۱۷۳ پر لکھا ہے: ''حضور ﷺ اس وقت نبی ہیں جب کہ آدم علیہ السلام آب وگل میں ہیں۔ خود فرماتے ہیں: ''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین'' اھ۔ نیز ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۲۷، ۴۴۳، ۴۴۴ نحوہ)۔

نیز تفسیر نعیمی (جلد ۴، صفحہ ۲۸۷، طبع نعیمی کتب خانہ گجرات) میں ارقام فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی رسالت کسی وقت یا کسی جگہ یا کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں۔ ہر وقت ہر جگہ، ہر قوم کے رسول ہیں بلکہ رسولوں کے بھی رسول ہیں''۔

نیز جلد ۶، صفحہ ۲۹۴، میں ہے: ''حضور ﷺ دنیا میں آ کر رسول نہ بنے بلکہ رسول بن کر دنیا میں آئے (الیٰ) چالیس سال کی عمر شریف میں رسالت کا ظہور ہوا ہے نہ کہ رسالت کا وجود۔ جیسے آج چھ بجے گجرات پر سورج کا طلوع ہوا تو آفتاب کی ساری صفات پہلے سے ہی موجود ہیں گجرات پر ظہور چھ بجے ہے الخ''۔

جلد ۷، صفحہ ۶۰۳ میں فرمایا: ''حضور ﷺ دنیا میں تشریف لانے سے پہلے سب کچھ تھے۔ کنت نبیا وادم بین الماء والطین آپ ﷺ کا یہاں آنا گویا دفتر سے دوسرے دفتر میں آنا ہے''۔

نیز مراٰۃ شرح مشکوٰۃ (جلد ۸، صفحہ ۲۰) میں رقم طراز ہیں: ''عالم ارواح میں حضور سارے نبیوں کے نبی تھے آپ ان کی روحوں کو ترتیب دیتے تھے سارے نبی حضور کے مدرسہ میں۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان **ودیگر علماء اہل سنت سے:**

علامہ عبدالعزیز عرفی صاحب نے لکھا: ''نبوت وولایت کے درمیان یہی بنیادی فرق ہے چونکہ نبی تو اس وقت بھی نبی تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے روز اوّل میثاق لیا''۔ ملاحظہ ہو (فاضل بریلوی کا مسلک، صفحہ ۱۰۴، طبع گیلانی پبلشرز، کراچی، مطبوعہ ۱۹۹۶ء)۔

اس کتاب کے مضامین کی نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استاذ الکل جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ (سندھ) نے توثیق وتصدیق فرمائی۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں: ''مسائل پر اچھی گفتگو کی کوشش کی گئی ہے جو اہلِ سنّت وجماعت کے مسلک کی عکاسی کرتے ہیں''۔

نیز شیر اہل سنت حضرت شاہ تراب الحق قادری، علامہ شاہ محمد فرید الحق صاحب اور مولانا علامہ مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب دامت برکاتہم کلہم کی تائید وتصدیق بھی اسے حاصل ہے۔ (آخری صفحہ)۔

علامہ سید محمود احمد رضوی علیہ الرحمۃ سے:

''آپ کو اس وقت نبوت مل چکی تھی جب کہ آدم علیہ السلام پانی ومٹی کے درمیان تھے''۔ (دین مصطفیٰ ﷺ، صفحہ ۴۹، ۵۰)۔

رئیس القلم علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سے:

منطق کے رسالہ ''مرقاۃ'' خطبہ میں مؤلف علام مولانا فضل امام خیر آبادی علیہ الرحمۃ نے لکھا تھا ''والصلاۃ والسلام علی من کان نبیا وادم بین الماء والطین''۔

اس کے تحت حاشیہ۲ میں علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وفی ھذا الجملۃ تلمیح الی قولہ علیہ السلام حین سئل متی کنت نبیا قال وادم بین الروح والجسد رواہ الحاکم وابن حبان واللفظ للترمذی یعنی ان الفاظ میں ترمذی، حاکم اور ابن حبان کی روایت کردہ ایک حدیث نبوی کے مضمون کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کب سے نبی ہیں تو آپ نے فرمایا تھا میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (المرضاۃ علی المرقاۃ، صفحہ۲۲، طبع مکتبہ قادریہ لاہور)۔

جسٹس علامہ پیر کرم شاہ الازہری صاحب سے:

''فرمایا میں بارگاہِ الٰہی میں خاتم النبیین کے مرتبہ پر فائز تھا درآنحالیکہ آدم علیہ السلام کا خمیر تیار ہو رہا تھا''۔

نیز ''روز ازل سے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کا آغاز فرمایا اور جملہ انبیاء کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ حضور پرنور پر ایمان لائیں اور حضور کی نصرت کریں''۔ ملاحظہ ہو۔ (ضیاء النبی ﷺ جلد۱، صفحہ۴۹۲، ۴۹۵، طبع ضیاء القرآن لاہور)۔

غزالی زماں رازی دوراں امام اہل سنت مرشد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے:

''تخلیقِ آدم سے پہلے حضور ﷺ ہی منصب خلافت اور مسند نبوت پر متمکن ہوئے جیسا کہ حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' (رواہ ابونعیم وابن سعد والطبرانی، جامع الصغیر، جلد۲، صفحہ۹۲)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے''۔ اھ بلفظہ (تفسیر التبیان، جلد۱، صفحہ۱۳۰، طبع ملتان)۔

''حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم

علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے یعنی ان کا ابھی پتلا بھی نہ بنا تھا''۔ ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی جلد ا صفحہ ۶۰ بحوالہ احمد، بیہقی، حاکم، شرح السنۃ عن العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ قال الحاکم صحیح الاسناد، مواہب لدنیہ، جلد ا، صفحہ ۶)۔

حضرت فرماتے ہیں: ''حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبیین ہو چکا تھا نہ یہ کہ میرا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں قدر تھا کیونکہ علم الٰہی میں تو ہر چیز مقدر تھی البتہ یہ ضرور ہے کہ آخر النبیین ہونے کا ثبوت اور ظہور دو الگ مرتبے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ختم نبوت کے منصب پر اپنے حبیب ﷺ کو فائز فرما دیا بایں معنٰی کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا یہی محبوب ہے اگرچہ جانے کا موقع ابھی نہ آیا ہو۔ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو امیر جہاد مقرر کر دے تو امارت کا ظہور جہاد پر جانے کے بعد ہی ہوگا، اس کا منصب جلیل پہلے ہی سے ثابت ہو گیا اسی طرح یہاں سمجھ لیں کہ منصب خاتم النبیین کا ثبوت حضور اکرم ﷺ کے لیے پہلے سے ثابت تھا لیکن اس کا ظہور دنیا میں تشریف لانے کے بعد ہوا۔

اس بیان سے ایک اصول ظاہر ہو گیا کہ ثبوت کمال کے لیے اسی وقت ظہور لازم نہیں۔ اسی لیے اہل سنت کا مسلک ہے کہ حضور سید عالم ﷺ تمام کمالات محمدیت کے ساتھ متصف ہو کر پیدا ہوئے لیکن ان کا ظہور اپنے اپنے اوقات میں حسب حکمت و مصلحت خداوندی ہوا'' اھ۔ ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی، جلد ا، صفحہ ۶۰، ۶۱، طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

علاوہ ازیں حضرت نے اس مسئلہ میں حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ وغیرہ (کنت نبیا وادم بین الروح والجسد وامثالہ) سے بھی متعدد مواقع و مقامات پر استدلال فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی، جلد ا، صفحہ ۶۱، ۶۲)

نیز خطبات کاظمی، جلد ۲، صفحہ ۵۹، ولفظہ: میں اس وقت بھی نبی تھا، جب آدم ابھی جسم اور روح کے درمیان تھے یعنی آدم علیہ السلام کا جسم اور روح بھی نہیں بنے تھے، اس وقت میں نبی تھا۔

نیز خطبات کاظمی، جلد ۳، صفحہ ۵۶، ۵۷، ۱۵۳، ۱۵۴۔ نیز جلد ۴، طبع کاظمی پبلی کیشنز، جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان۔

ایک مقام پر فرمایا: ''بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی روح ان کے بدن میں نہیں پڑی تھی تو میں اس کے علم میں نبی تھا۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ خدا کے بندو! کیا اس وقت حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہی اللہ کے علم میں تھے اور کوئی نبی اللہ کے علم میں نہیں تھا؟ بھائی یہ کیا تماشا ہے۔ اور اگر حضور ﷺ کے علاوہ سب نبی اللہ کے علم میں تھے تو پھر حدیث کا کیا مطلب ہوا؟ اس لیے محققین نے صاف کہا کہ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد کا مفہوم یہ ہے کہ میں مسند نبوت پر جلوہ گر تھا اور ارواح انبیاء

علیہم السلام کو نبوت کا فیض عطا کر رہا تھا۔ ہمارا مسلک ہے کہ حضور ﷺ مبداء کائنات ہیں۔ حضور مخزن کائنات ہیں۔ حضور منشاء کائنات ہیں اور مجھے کہنے دیجئے کہ حضور مقصود کائنات ہیں''۔ اھ (خطباتِ کاظمی' حصہ اوّل' صفحہ ۸' طبع مکتبہ انوار صوفیہ ٹرسٹ' علی پور ضلع مظفر گڑھ)۔

ایک مقام پر ارقام فرماتے ہیں: ''نبوت ایسی صفت نہیں کہ کسی نبی میں کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔ نبی ہر وقت نبی ہوتا ہے اور نور نبوت اس سے کسی حال میں سلب نہیں کیا جاتا''۔ (مقالاتِ کاظمی' جلد ۳' صفحہ ۵۶' رسالہ عصمت انبیاء علیہم السلام' طبع مکتبہ فریدیہ)۔

حیاتِ مستعار کی اپنی آخری تصنیف لطیف ''درود تاج پر اعتراضات کے جوابات'' (صفحہ ۱۱۷' طبع ملتان) میں رقم فرمایا ہے ''نبی کی نبوت کبھی زائل نہیں ہوتی وہ ابد تک ہمہ وقتی ہے'' اھ بلفظہ (الحمد للہ اس کتاب کی املاء کی سعادت فقیر کو حاصل ہوئی جب کہ استاذی الکریم دامت برکاتہم کے حکم پر حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تھا۔ اسی ماہ مقدس میں نماز تراویح میں آپ کو جامع مسجد شاداب کالونی میں قرآن شریف کے سنانے کا شرف بھی ملا۔ زہے نصیب۔ اور اسی میں حضرت اس دار فانی سے دارِ باقی کو تشریف لے گئے (فللّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطٰی)۔

تلمیذ غزالی زماں مناظر اعظم شیخ القرآن علامہ فیضی رحمۃ اللہ علیہ سے:

آپ نے اپنی معرکۃ الاراء اور لاجواب کتاب مقام رسول ﷺ کا ایک معتد بہ حصہ مخصوص فرما کر قرآن وسنت کے دلائل کا انبار لگا کر اور علماء سلف وخلف کے اقوال وارشادات کا ذخریہ پیش کر کے اس امر کا حقیقت واقعیہ ہونا ثابت فرمایا ہے کہ سیّد عالم ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے منصب نبوت پر فائز ہو کر ملٰئکہ وارواح انبیاء علیہم السلام کے مفیض ومربی اور بالفعل نبی تھے۔ تفصیل کے لیۓ ملاحظہ ہو (کتاب مذکور' صفحہ ۲۰۳ تا ۲۲۴ تحت خصوصیت نمبر ۱' ۲' مطبوعہ احمد پور شرقیہ طبع ثانی ۱۹۸۲ء)۔

نیز اس سلسلہ کے اپنے ایک خطبہ مبارکہ میں فرماتے ہیں: ''میرے تمہارے نبی ﷺ سے پوچھا گیا ''متی وجبت لك النبوة '' اے نبی ﷺ! آپ کو نبوت کب ملی' کس وقت آپ ﷺ نبی بنائے گئے؟ اگر بات واضح ہوتی کہ چالیس سال کے بعد نبی بنے تو پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ صحابہ جانتے تھے کہ اعلان نبوت تو چالیس سال بعد کیا' مگر جب آپ پہاڑوں سے مکہ میں گزرتے تھے تو پتھر چٹان سے سلام عرض کرتے تھے السلام علیک یا رسول اللہ۔ اگر نبی نہ تھے تو چٹانوں نے یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کیوں کہا؟ اپنی ولادت باسعادت کے موقع پر سر سجدے میں رکھا' دعا فرمائی اللھم اغفر لامتی یا اللہ میری امت کو بخش دے۔ امت تو نبی کی

ہوتی ہے۔ اگر اس وقت نبی نہیں تھے تو امتی کیوں فرمایا؟ تو صحابہ نے ان علامات کو دیکھ کر پوچھا کہ اعلان تو چالیس سال کے بعد فرما رہے ہیں اور نبوت کی علامتیں ہمیں پہلے معلوم ہو رہی ہیں۔ تو آپ فرمائیے کہ آپ کو نبوت کس وقت ملی؟ میرے تمہارے سچے نبی ﷺ نے فرمایا: ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے''۔

نیز ''سجدے میں کیا دعا کی؟ اللھم اغفرلامتی رب ھب لی امتی یااللہ میری امت کو بخش دے پتہ چلا کہ اس وقت آپ نبی تھے' نبوت کا تاج پہن کے آئے تھے (الی)

ے پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود
یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام''

ملاحظہ ہو (آپ کا خطبہ مبارکہ'ضیاء میلاد النبی ﷺ' صفحہ ۱۴۰'۴۴' طبع انجمن' ضیاء طیبہ' کراچی)۔

تلمیذ غزالیٔ زماں مبلغ اسلام مفتی سید سعادت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے:

فرماتے ہیں: ''ہمارے نبی مکرم ﷺ (الی) جو اول خلق میں آخری نبی قرار پائے''۔

نیز ''آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! جب تو نے مجھے پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا پس میں نے جان لیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے وہ یقیناً تجھے اپنی مخلوق میں سب زیادہ پیارا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تو نے سچ کہا الخ۔

نیز صحابہ نے حضور سے پوچھا: ''یارسول اللہ آپ نبی کب بنائے گئے۔ جواب میں آپ نے فرمایا: ''کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد'' میں اس وقت نبی ہو چکا تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے'' اھ۔

ملاحظہ ہو (مقالات قادری' جلد اول' صفحہ ۲۲۷' ۲۳۲' ۲۳۴ طبع مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ' حیدرآباد)۔

اقول: کتاب مذکور کے صفحہ ۵ پر حضرت مؤلف کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے علم کی تکمیل انوار العلوم ملتان میں فرمائی اور آپ کو غزالیٔ دوراں مدظلہ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ نیز اس کے صفحہ ۲۳۱ پر خود لکھتے ہیں: ''میرے استاذ مکرم غزالیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی دامت برکاتہم العالیہ''۔

تلمیذ غزالیٔ زماں علامہ ابوالنصر منظور احمد صاحب سے:

تلمیذ غزالیٔ زماں فاتح عیسائیت علامہ شاہ ابوالنصر منظور احمد صاحب بانی ومہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال'

سید عالم ﷺ کی شان اولیت کی وجوہ کے بیان میں لکھتے ہیں: ''آپ مرتبۂ نبوت میں بھی اول ہیں کنت نبیا وان ادم لمنجدل فی طینتہ ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے''۔ ملاحظہ ہو (بلد الامین ﷺ صفحہ ۲۷۹ طبع مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال)۔

معروف اہل قلم علامہ سید محمد سعید الحسن شاہ صاحب:

''توراۃ وانجیل ہی کیا حضور سرور کائنات ﷺ کا شہرہ تو اس وقت بھی تھا جب ابھی پہلے انسان (حضرت سیدنا آدم علیہ السلام) بھی معرض وجود میں نہ آئے تھے۔ خود حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کنت نبیا وادم بین الماء والطین 'وادم بین الروح والجسد ''یعنی میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (بخاری فی التاریخ 'احمد' حاکم' بیہقی' ابونعیم فی دلائل النبوۃ) اھ''۔

ملاحظہ ہو (سیرت امام الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام قرآن و بائیبل کی روشنی میں' باب دوم' صفحہ ۱۶۹' طبع نوریہ رضویہ فیصل آباد)۔

مصنف تحقیقات کے شاگرد مولانا حافظ قاضی عبدالرزاق بھترالوی صاحب سے:

متعدد کتب کے مصنف و محشی حضرت مولانا حافظ قاضی عبدالرزاق چشتی بھترالوی صاحب جن کا مصنف تحقیقات سے بھی سلسلۂ تلمذ ہے' نے بھی تصریحاً لکھا ہے کہ سیّد عالم ﷺ تخلیق آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے قبل بمعنی حقیقی بالفعل نبی تھے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس کے لیے انہوں نے مصنف تحقیقات ہی کی کتاب تنویر الابصار کو مأخذ بنایا ہے۔

چنانچہ نہایت ہی خوش عقیدگی سے مصنف تحقیقات کے نام سے اس کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''استاذ المکرّم حضرت علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ''(اس کے بعد انہوں نے کتاب مذکور کا طویل اقتباس لیا ہے جو ہم بھی گزشتہ صفحات میں مکمل طور پر نقل کر آئے ہیں بخوف طوالت اعادہ نہیں کر رہے اسے ادھر ہی دیکھ لیا جائے)۔ ملاحظہ ہو (تذکرۃ الانبیاء' صفحہ ۸۵ تا ۸۸' طبع مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی)۔

اقول: محترم قاضی صاحب سے گزارش ہے کہ وہ مصنف تحقیقات کی تبدیلی کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر حسب استطاعت ماوجب کاروائی عمل میں لا کر حب رسول ﷺ کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے تاریخ کے اوراق میں سیّد عالم ﷺ کے وفادار غلام ہونے کی حیثیت سے اپنا نام ثبت فرمائیں۔ واللہ الموفق۔

بزرگان وہابیہ دیوبند سے ثبوت

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے:

حاجی صاحب بذاتِ خود صحیح العقیدہ سنّی بزرگ ہیں۔ جیسا کہ ان کے مرید و خلیفہ مقتداء اہل سنت حضرت علامہ مولانا عبدالسمیع رام پوری امدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب لاجواب انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ پر ان کی تقریظ و تصدیق اور ان مسائل میں علامہ سے مکمل اظہار موافقت نیز حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی مکۃ المکرّمہ میں ان سے یادگار ملاقات کے واقعہ نیز حاجی صاحب کے ایک اور مرید اور خلیفہ حضرت مولانا سیّد عبدالمعبود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحریری و تقریری بیانات سے بھی واضح بلکہ حاجی صاحب کی اپنی تحریرات جو یار لوگوں کی دست و برد سے بچ رہیں وہ بھی اس کی شاہدِ عدل ہیں۔

سیّد عبدالمعبود شاہ صاحب نے بہت لمبی عمر پائی آپ کا قائم مقام کردہ ایک مدرسہ بہاول پور محمدیہ کالونی میں ہے اہلِ سنّت کے پاس ہے اور ان کا مزار شریف اسلام آباد میں ہے۔

چونکہ پیشوایان دیوبند نے حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعتیں کیں (اگرچہ بنیادی مقصد ان کے آستانہ پر اپنا اثر و رسوخ قائم کر کے ان کے حلقہ میں اپنی تعلیمات کا گھسانا تھا) اس طرح سے وہ انہیں اپنا بزرگ مانتے ہیں اس لیئے ان کا حوالہ اس عنوان کے تحت دیا جا رہا ہے۔ اس نکتہ کو ہمیشہ ذہن میں رکھا جائے۔ چنانچہ اپنے ایک نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں ؎

روشنی عرش نور لامکاں — شمع بزم عالم کون و مکاں
راحت و روح روان کائنات — زندگانی پرور جانِ حیات
باعث ایجاد عالم ہے تو ہی — موجب و بنیاد آدم ہے تو ہی
گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہ نکو — نہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا میں نہ تو

ہے وہ بے شک بالیقین نخل وجود اوّل وآخر وہی اصل وجود
گر ہوا آخر میں وہ شاہ جلیل پر ہے ظاہر اس کے سبقت کی دلیل
گر ہے پیچھے انبیاء کے ظاہرا پر حقیقت میں ہے سب کا پیشوا

ملاحظہ ہو (مثنوی تحفۃ العشاق مشمولہ کلیات امدادیہ، صفحہ ۱۳۱، طبع دارالاشاعت، کراچی)۔

بانیٔ فکرِ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب سے:

حدیث ''کنت نبیا وادم بین الماء والطین'' بھی اسی جانب مشیر ہے''۔ (تحذیر الناس، صفحہ ۷، طبع رحیمیہ دیوبند)۔

نیز نانوتوی صاحب نے حدیث ''لولاك لما خلقت الافلاك'' کو صحیح مانا ہے۔ ملاحظہ ہو (آبِ حیات، صفحہ ۱۸۶، طبع قدیمی دہلی)۔

پیشوائے فکرِ دیوبند رشید احمد گنگوہی صاحب وغیرہ سے:

''نبوت جناب رسول اللہ ﷺ میں پوشیدہ تھی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں: ''کنت نبیا وادم بین الماء والطین'' میں نبی تھا اور آدم ہنوز، روح اور بدن ہی میں تھے۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ پانی اور مٹی ہی میں تھے (کہ ابھی پتلہ بھی نہ بنا تھا)۔ پس جب اس عالم ظاہر میں نبوت کا ظہور چاہا تو خلوت اختیار کی اور ماسوی اللہ سے انقطاع فرمایا'' اھ بلفظہ۔

ملاحظہ ہو (امداد السلوک مترجم صفحہ ۹۳، طبع انارکلی لاہور، ترجمہ مقرظ المہند مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، تقدیم از مولوی زکریا سہارنپوری، مؤلف تبلیغی نصاب) نیز العطور المجموعہ صفحہ ۴۴، ۴۵، مؤلفہ مولوی محمد اقبال مہاجر دیوبندی، طبع لاہور)۔

نانوتوی، عثمانی اور عماد شیر کوٹی سے:

عبارت خطبۂ مرقاۃ فی المنطق ''والصلاۃ والسلام علی من کان نبیا وادم بین الماء والطین'' کے تحت دیوبندی مولوی عماد الدین شیر کوٹی نے مولوی شبیر احمد عثمانی کے حوالہ سے لکھا کہ نانوتوی صاحب کہتے تھے اس میں حدیث مشہور (کنت نبیا وادم بین الماء والطین) کے مضمون اور آپ ﷺ کی اس خصوصیت کی جانب اشارہ ہے کہ آپ از روئے حقیقت جملہ انبیاء و رسل کرام علیہم السلام سے پہلے ہیں ولہٰذا آپ نے فرمایا کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''واذا اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح الخ'' ملاحظہ ہو (صفحہ ۲، حاشیہ ۷، طبع ملتان)۔

حکیم مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سے:

''فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا''۔

نیز صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لیۓ نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ جس وقت آدم علیہ السلام ہنوز ہورح اور جسد کے درمیان تھے یعنی ان کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی''۔

نیز ''شعبی سے روایت ہے (الیٰ) آپ نے فرمایا کہ آدم اس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے جب کہ مجھ سے میثاق (نبوۃ کا) لیا گیا''۔

نیز فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا''۔

تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ آپ کا خاتم النبیین مقدر ہو چکا تھا'' اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی۔ تقدیر تمام اشیاء مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہٗ کے ثبوت کی پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا۔ اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لیۓ نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا''۔

نیز لکھتے ہیں کہ ''نبوت کا آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطاء ہونے کا'' تأخر مرتبۂ ظہور میں ہے۔ مرتبۂ ثبوت میں نہیں۔ جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد''۔ ملاحظہ ہو (نشر الطیب صفحہ ۷ مع حاشیہ ۔ نیز ۹،۸ طبع تاج کمپنی لاہور کراچی)۔ نیز العطور المجموعہ صفحہ ۹ مع حاشیہ ۳۔ نیز صفحہ ۱۰، ۱۱ طبع مذکور)۔

مفتی شفیع دیوبندی صاحب سے:

''آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت سے پہلے شروع ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ طبع ادارۃ المعارف کراچی ۱۴)۔

صدر مدرسہ دیوبند مولوی انور کشمیری صاحب سے:

''نبی کریم ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے نبی ہو چکے تھے اور احکام نبوت بھی اسی

وقت سے ان پر جاری ہو گئے تھے بخلاف دوسرے انبیاء سابقین کے کہ ان پر احکام نبوت ان کی بعثت کے بعد جاری ہوئے ہیں جیسا کہ مولانا جامی نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام نشأۃ عنصریہ سے پہلے ہی نبی ہو گئے تھے''۔ ملاحظہ ہو (العرف الشذی حاشیہ ترمذی' صفحہ ۶۳۲۔ نیز ترمذی مع عرف' جلد ۲' صفحہ ۲۲۱' ۲۲۲ طبع دہلی۔ نیز (ملفوظات ''محدث کشمیری''، صفحہ ۲۰۳' ۲۰۸' مؤلفہ احمد رضا بجنوری دیوبندی' طبع اشرف اکیڈمی لاہور)

نیز مشکلات القرآن صفحہ ۴۷ فنبواتهم ايضا متقدمة على الوجود العنصرى لكن نبوة خاتم الانبيا اقدم ولذا قدم فى آية الاحزاب ''یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں ان کے عنصری وجودوں سے پہلے ہیں لیکن آپ ﷺ کی نبوت سب سے مقدم ہیں اور آپ ہی فاتح باب نبوت ہیں بناء بریں آیت احزاب میں میثاق میں آپ کا ذکر سب سے پہلے واقع ہے۔

صدر مدرس دیوبند مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب سے:

''ہمارے حضرات اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی' عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی' ان سب میں آپ کی ذات پاک ایسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرض کہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیاں ہیں۔ یہی معنیٰ لولاك لما خلقت الافلاك اور اول ما خلق الله نورى اور انا نبى الانبياء وغیرہ کے ہیں۔ اس احسان و انعام میں جملہ عالم شریک ہے اھ۔ ملاحظہ ہو۔ (الشہاب الثاقب' صفحہ ۴۷' طبع کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)۔

نیز صفحہ ۵۴ پر لکھا ہے ''جملہ کمالات خلائق علمی ہوں یا عملی' نبوت ہو یا رسالت' صدیقیت ہو یا شہادت' سخاوت ہو یا شجاعت' علم ہو یا مروت' فتوحات ہو یا وقار وغیرہ وغیرہ' سب کے ساتھ اوّلاً بالذات آپ کی ذات والاصفات' جناب باری عز شانہٗ کی جانب سے متصف کی گئی۔ اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا اور قمر سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ بلکہ وجود جو اصل جملہ کمالات کی ہے اس کی نسبت بھی یہی عقیدہ ہے۔ اھ۔

قاضی سجاد حسین سے:

''حدیث میں ہے کہ میں نبی تھا اور آدم اس وقت مٹی کا پتلہ تھے''۔ ملاحظہ ہو (بوستان سعدی فارسی' صفحہ ۶' حاشیہ ا' طبع کراچی)۔

مولوی عبدالرشید نعمانی دیوبندی صاحب وغیرہ سے:

''نور مبین ﷺ'' نامی ایک ضخیم کتاب (آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل) سامنے ہے۔اس پر مؤلف کے طور پر کسی ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی صاحب کا نام لکھا ہے جب کہ دیگر کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ مشہور دیوبندی مصنف مولوی عبدالرشید نعمانی صاحب کی تصدیق وتقریظ ثبت ہے اس طرح سے اس کے مضامین کے وہ بھی ذمہ دار قرار پاتے ہیں۔ کتاب ہٰذا میں پیش نظر عنوان کے مطابق ایک ایک شق جگہ جگہ صراحت کے ساتھ موجود ومرقوم ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کا اصل ومنبع ومخزن جملہ کمالات، اول الخلق نیز متقدم فی النبوۃ والرسالۃ اورآدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی منصب نبوت پر فائز اور بالفعل نبی ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۹، ۶۴، ۶۷، ۶۹، ۷۱، ۷۲، ۳۰۳، ۳۱۹، وغیرہا، طبع فیروز سنز لاہور، پنڈی، کراچی)۔

مفتی رشید احمد دیوبندی صاحب سے:

دیوبندی عقیدہ کے ایک شخص نے ایک مضمون لکھا اور اس میں متعدد احادیث کے حوالہ سے ثابت کیا کہ آپ ﷺ نہ ہوتے تو افلاک، دنیا، جنت جہنم کچھ نہ ہوتا حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ فرماتا۔ نیز لکھا کہ یہ احادیث صحیح ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ''ان آدم وجمیع المخلوقات خلقوا لاجل محمد ﷺ'' آدم علیہ السلام اور جملہ مخلوقات آپ ﷺ کی وجہ سے پیدا کیے گئے۔تحریر کنندہ نے اسے تصدیق یا تردید کے لیے اپنے بزرگ مفتی رشید احمد (مالک اخبار ضربِ مؤمن نیز الرشید ٹرسٹ) کے پاس بھیجا۔ موصوف نے لکھا: ''میں اس تحریر سے متفق ہوں''۔ ملاحظہ ہو (احسن الفتاویٰ، صفحہ ۱۵۱، طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)۔

قاری طیب مہتمم دیوبند سے:

''آپ ﷺ سے نبوت چلتی ہے (الیٰ) آپ ﷺ نے اپنی نبوت کی اولیت کا تو ان الفاظ میں اعلان فرمایا کہ میں نبی بن چکا تھا جب کہ آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان ہی تھے (الیٰ) جمع کرنے کی صورت یہ فرمائی میں خلقت میں سب سے پہلا ہوں اور بعثت کے لحاظ سے سب سے پچھلا'' ملاحظہ ہو (آفتاب نبوت، صفحہ ۸۲، ۸۳)۔

بزرگان وہابیہ غیر مقلدیہ سے

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی:

''ثبتت نبوته وادم جدنا قد كان فی اسر الثرىٰ والماء''یعنی آپ کی نبوت ثابت تھی جب کہ ہمارے دادا آدم پانی اور مٹی کی قید میں تھے۔(الشمامة العنبریه'صفحہ۵۹'طبع قدیم)۔

اوّل النبین تھے خلق میں اور آپ کی نبوت متقدم تھی اور آدم اپنی طینت میں منجدل تھے۔اور سب سے پہلے آپ ہی سے میثاق لیا گیا اور سب سے پہلے آپ ہی نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں بلی کہا۔اور آدم وجمیع مخلوقات آپ کے لیۓ پیدا ہوۓ اور آپ کا نام عرش پر لکھا گیا اور ہر آسمان وجنت میں بلکہ سائر ملکوت میں''اھ۔ملاحظہ ہو(الشمامة العنبریه'صفحہ۴۰'طبع بھوپال)۔

صفحہ۱۰ پر لکھا ہے:''حدیث عرباض بن ساریہ میں فرمایا ہے میں اس کا بندہ اور خاتم النبین تھا اس وقت کہ آدم اپنی خاک میں منجدل تھے''اھ۔

صفحہ۹۹ پر لکھا ہے کہ ان کی اس کتاب کی جملہ روایات صحیح ہیں(ملخصاً)۔

مولوی داؤد راز گوڑگانوی سے:

''مسند میں ہے خدا کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا تھا اس وقت جب کہ آدم پورے طور پر پیدا بھی نہیں ہوۓ تھے''(حاشیہ ترجمہ قرآن ثنائی'صفحہ۵۰۸'طبع فاروقی'ملتان)۔

مولوی عبدالرحمن مبارک پوری صاحب سے:

حدیث''متى وجبت لك النبوة''کی شرح میں لکھا ہے:''ای ثبتت (الی) ای وجبت لی النبوة والحال ان ادم بین الروح والجسدیعنی وانه مطروح علی الارض صورة بلاروح والمعنی انه قبل تعلق روحه بجسده''وجبت بمعنی ثبتت ہے اور معنی یہ ہے کہ مجھے نبوت اس وقت ملی جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ان کا پتلہ بغیر روح کے جسم پر رکھا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی ان کی

روح آدم علیہ السلام کے جسم سے متعلق نہیں ہوئی تھی''۔ ملاحظہ ہو (تحفۃ الاحوذی' جلد۴' صفحہ ۲۹۳' طبع فاروقی' ملتان)۔

نوٹ: واضح رہے کہ مبارک پوری صاحب نے کتاب کے مذکورہ صفحہ پر اس مضمون کی احادیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔

مولوی اشرف سلیم صاحب غیر مقلد سے:

زیر بحث حدیث کا ایک مطلب یہ لکھا ہے کہ: ''رسول پاک کو حضرت آدم علیہ السلام میں نفخ روح سے پہلے سے نوازا جا چکا تھا'' (شان مصطفیٰ ﷺ' جلد۲' صفحہ ۵۰۵' طبع)

مولوی ابراہیم سیالکوٹی صاحب سے:

میں اس کا بندہ ہوں اور میں (خدا کے علم میں) اس وقت بھی خاتم النبین تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام گیلی مٹی میں پڑے تھے۔ ملاحظہ ہو (سیرۃ المصطفیٰ ﷺ' صفحہ ۱۹۳' طبع نعمانی کتب خانہ' لاہور)۔

اقول: سیالکوٹی صاحب نے (خدا کے علم میں) کے الفاظ از خود لکھے ہیں۔ حدیث شریف میں ایسے لفظ نہیں ہیں جن کا یہ ترجمہ ہو۔ خدا کے کرنے سے یہ الفاظ انہوں نے بریکٹ میں لکھ دیئے ہیں تا کہ بآسانی ان کے تصرف کو سمجھا جا سکے۔

قاضی سلیمان منصور پوری سے:

''مسند آرائے نبوت بوداو در قدس گاہ۔ منجدل چو بود آدم درمیان ماء وطین (الجمال والکمال' صفحہ ۳۵' طبع مکتبۃ اثریہ)۔

مولوی عبدالستار دہلوی صاحب سے:

موصوف سے ''کنت نبیا وادم بین الماء والطین'' کے متعلق سوال ہوا تو جواب میں انہوں نے لکھا: ''یہ ٹھیک ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ لوح محفوظ میں پہلے سے نبی لکھا ہوا ہوں پھر آپ کو نبی نہ تسلیم کرنا کس قدر غلط ہے''۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ ستاریہ' جلد۴' صفحہ ۱۳۰' طبع کراچی' تحت سوال ۶۱۹)۔

اقول: موصوف نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہاں لکھنا بمعنی متعین کرنا ہے تب ہی تو انہوں نے نبی نہ تسلیم کرنے کو کسی قدر غلط کہا ہے۔ اس سے ابراہیم سیالکوٹی صاحب کے ''خدا کے علم میں'' ہونے یعنی بالفعل نبی نہ ہونے کے پروپیگنڈہ کا بھی رد ہو گیا۔ واہ مالک تیری قدرت۔

مولوی عبدالستار صاحب سے مزید:

سب تھیں اول نور نبی دا رب کریم او پایا اول سب نبیاں تھیں اسنوں قرب حضور آیا

(اکرام محمدی ﷺ صفحہ ۲۶۸' طبع لاہور)

مفتی اعظم سعودیہ ناصر الدین البانی صاحب سے:

موصوف نے حدیث کنت نبیا وادم بین الروح والجسد" کو اپنی کتاب سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں رکھا ہے ملاحظہ ہو (جلد ا صفحہ ۴۷۱ نمبر ۱۹۵۶)

جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز مشکوٰۃ المصابیح کی تحقیق میں حدیث وادم بین الروح والجسد کے متعلق لکھا ہے: حدیث صحیح کماقال الترمذی یعنی یہ صحیح ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

نیز حدیث عرباض" وان ادم لمنجدل فی طینته " کے بارے میں بھی لکھا ہے "حدیث صحیح" یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز کہا ہے کہ وجبت بمعنی ثبتت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ واقع میں بالفعل نبی تھے محض علم الٰہی میں نہیں۔ ملاحظہ ہو: (مشکوٰۃ المصابیح بتحقیق الالبانی جلد ۳ صفحہ ۱۶۰۴ حدیث ۵۷۵۸ نیز ۵۷۵۹ طبع بیروت)۔

خود مصنف تحقیقات سے اس کا ثبوت

خدا کے کرنے سے مصنف تحقیقات اپنی متنازع فیہ کتاب نیز سابقہ کتب میں بھی جگہ جگہ یہ تصریحات کر چکے ہیں کہ حضور سیّد عالم ﷺ تخلیق حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے بھی پہلے واقعۃً بالفعل نبی تھے بلکہ ارواح انبیاء نیز ملٰئکہ کرام علیہم السلام کی تربیت بھی فرماتے اور انہیں اپنی نبوت و رسالت کا فیض دیتے تھے۔ نیز یہ کہ آپ کے اس جہان میں نبی ہونے کو محض علم الٰہی میں نبی ہونے پر محمول کرنا غلط ہے جس کی تغلیط کے ٹھوس دلائل موجود ہیں۔ اس سلسلہ کی ان کی عبارات مقدمۃ الکتاب میں ہم نے من وعن نقل کر دی ہیں انہیں ادھر ہی دیکھا جائے۔ بخوف طوالت یہاں محض تکمیل عنوان کی غرض سے ان کے نشانات صفحات پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

اس کی وجہ ضرورت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زیر بحث اس رسوائے زمانہ کتاب میں ایک جگہ عالم ارواح میں آپ ﷺ کے بمعنیٰ حقیقی نبی ہونے سے انکار کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵)

اس سلسلہ کی عبارت بھی مقدمہ میں گزر چکی ہے فمن شاء اللہ الاطلاع علیها فلیرجع الیها۔

بناء بریں ان کے اس سلسلہ کے اعترافات کو بکرشمۂ قدرت اقراریات سے تعبیر کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہوں ان کے کتب کے متعلقہ صفحات نمبرز:

کوثر الخیرات: مطبوعہ شعبان ۱۳۹۵ھ، مطابق، اگست ۱۹۷۵

صفحہ نمبر ۵۵ نیز ۸۴، ۸۵ نیز ۸۹، ۱۰۰ نیز ۶۵، ۶۹، ۸۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۲۶ نیز ۸۷ نیز ۶۰، ۶۱ نیز ۶۴، ۷۰ نیز ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶۔

سیرۃ سیّد الانبیاء ﷺ ترجمہ الوفا لابن الجوزی: مطبوعہ شعبان ۱۳۹۹ھ۔

صفحہ ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸ مع حاشیہ (ولفظہ: "آنحضرت ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے موجود تھے اور احادیث سابقہ سے آنحضرت ﷺ کا صرف وجود ہی نہیں۔ جب کہ منصب نبوت پر فائز ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے"۔ (ملخصاً بلفظہ)۔

تنویر الابصار بنور النبی المختار ﷺ: مطبوعہ ۱۹۸۵ء

صفحہ ۲۰، ۲۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۱۵۲، ۱۵۳۔ نیز ۱۲۹ نیز ۲۷، ۱۰۸، ۱۳۶، ۱۴۷، ۱۶۴، ۱۷۹، ۱۸۳۔ نیز ۲۲، ۲۳ نیز ۲۰، ۸۲۔ نیز ۲۰، ۲۴، ۲۵، ۳۳، ۷۰، ۸۰، ۸۲، ۱۱۱۔ نیز ۲۱ نیز ۱۰۹ نیز ۳۴، ۳۵۔

نوٹ: لفظ ”نیز“ کے بعد نشانات صفحہ کا مقصد الگ حوالہ اور مختلف صفحات پر ایک ہی حوالہ کا اظہار ہے۔

تحقیقات:

صفحہ ۲۶، ۲۷، ۳۶، ۴۵، ۴۶، ۵۱، ۵۲، ۵۶، ۶۳، ۷۲، ۸۸، ۸۹، ۹۲، ۹۴، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۲۰۵، ۲۰۹۔

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری



باب پنجم

دلائل تسلسل نبوت سید عالم ﷺ

گزشتہ صفحات میں ٹھوس اور وزنی قسم کے ہمہ قسم (منقولی و معقولی نیز تحقیقی اور الزامی) دلائل سے اس امر کا ثبوت مہیا کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ حضرت ﷺ ابوالبشر آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل واقعۃً بالفعل نبی بنائے اور منصب نبوت پر فائز فرمائے گئے۔ اب اس کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں کہ اس کے بعد کے ادوار میں آپ ﷺ کی وہی نبوت باقی رہی جسے ہم تین ابواب میں تقسیم کرتے ہیں۔

- باب پنجم: عالم اصلاب وارحام میں ثبوت نبوت از عہد آدم وحوا علیہم السلام تا والد ماجد حضرت عبداللہ ﷺ'
- باب ششم: زمانہ حمل شریف میں ثبوت نبوت عند والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا'
- باب ہفتم: ثبوت نبوت از زمانہ ولادت باسعادت تا اعلان نبوت۔

اقول: یہاں بھی قدرت کفایت کو ملحوظ رکھا گیا ہے دلچسپی رکھنے والے اہل علم حضرات اسی نہج پر اس میں مزید اضافہ فرما کر دلائل کو بڑھا سکتے ہیں۔

تو لیجیے پڑھئے اس کی تفصیل:

(عالم اصلاب وارحام میں ثبوت نبوت یعنی از آدم علیہ السلام تا والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ)

دلیل نمبر ا: (مذکورہ عبارات واحادیث)

اس کی پہلی اور بنیادی دلیل باب نمبر ۳ میں تحریر کئے گئے قرآن وحدیث کے نصوص کا وہ مجموعہ ہے جس میں آپ ﷺ کے تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے منصب نبوت پر فائز فرمائے جانے کا ذکر ہے اور اس میں خصوصیت

کے ساتھ وہ احادیث صحیحہ کثیرہ اس کی اٹل دلیل ہیں جن میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس سؤال کے جواب میں کہ آپ نبی کب سے ہیں؟ ''وادم بین الروح والجسد'' وغیر ہا کے الفاظ وارد ہیں اور اس سؤال کی تغلیط کا آپ سے ثبوت نہیں۔

جس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ وہ نصوص عام و مطلق ہیں جن کا عموم واطلاق بعد کے ادوار کو بھی شامل ہے جب کہ علیحدہ سے ایسی کوئی معیاری شرعی دلیل بھی نہیں ہے جو بعد کے زمانوں میں کلاً یا بعضاً مخصوص منہایا مقیّد اور مستثنیٰ ہونے کی صالح ہو۔

بالفاظ دیگر جس میں یہ مذکور ہو کہ آپ کو وہ نبوت ایک خاص وقت کے لیے دی گئی تھی یا یہ کہ بعد کے زمانے کلاً یا بعضاً اس حکم سے خارج ہیں یا یہ کہ آپ ان میں سے کسی زمانہ میں نبی نہ رہے (معاذ اللہ)

بلکہ حدیث عرباض رضی اللہ عنہ (مرقوم فی الباب المذکور) کے الفاظ ''انی عند اللہ خاتم النبیین'' اس کے برعکس اس نبوت کے دوام کی جانب واضح اشارہ کرتے ہیں۔ پس جو اس کے برخلاف کہتا ہے تو اس کا یہ قول ان نصوص میں تخصیص وتقیید اور استثناء کرنے کے مترادف ہے جو اس کا دعویٰ ہے اور قائل مدعی۔ جب کہ دلیل کا لانا اصولاً مدعی ہی کے ذمہ ہوتا ہے جس کی ایک مثال یہ ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ اور صلاۃ وسلام عند الاذان جیسے صدہا مسائل میں اہل سنت کی مانعین سے اصولی گفتگو ہمیشہ اسی نہج پر کی جاتی ہے کہ ''اجیب دعوۃ الداع اذا دعان'' نیز ''ادعونی استجب لکم'' اور ''صلّوا علیه وسلموا تسلیماً'' وغیر ہا نصوص عام اور مطلق ہیں جن کا عموم واطلاق بعد نماز جنازہ اور قبل وبعد اذان سمیت تمام اوقات کو شامل ہے۔ پس مانعین بعد نماز جنازہ اور قبل وبعد اذان کی تخصیص تقیید اور استثناء علیحدہ سے کسی آیت یا حدیث میں دکھائیں نیز اس حوالہ سے ''من ادعٰی علیه البیان بالبرهان ثم علینا الجواب ان شاءاللہ الرحمن'' کی صدائیں بھی بلند کی جاتی ہیں۔

مصنف تحقیقات اپنی باری میں اس سب کو یکسر کیوں بھول گئے؟؟

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لا تخص العمومات الشرعیة الابالدلیل واین الدلیل عمومات شرعیہ کی تخصیص دلیل کے بغیر نہیں کی جاسکتی اور دلیل ہے کہاں؟ (المستند صفحہ ۱۲۶ نیز فتاویٰ رضویہ جلد صفحہ طبع کراچی، جلد صفحہ)۔ نیز خود مصنف تحقیقات نے بھی اسے لازم بتایا اور اس کے برخلاف اقدام کو خیر کثیر سے محرومی، طریقۂ سلف سے ہٹنا یعنی گمراہی اور غلط طریقہ قرار دیا ہے۔ (تنویر الابصار، صفحہ ۱۰۴)۔

نباءً علیہ ما نحن فیہ کی عمومی واطلاقی نصوص ان ادوار میں بھی آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہیں جس کے بعد تخصیص وتقیید اور استثناء کی حسب بالا دلیل کا لانا بھی اصولاً مصنف تحقیقات کے ذمہ ہے

ہمارے ذمہ قطعاً نہیں ہے۔ لہٰذا ان نصوص کو تسلیم کر لینے کے باوجود ان کا پھر بھی ہم سے ہی مزید دلیل کا طلب کرنا سلب منصب ہے جو اہلِ علم کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ بریں تقدیر آئندہ سطور میں ہمارے پیش کردہ دلائل محض تبرّعاً ہیں۔

ضروری وضاحت:

جن کے ملاحظہ سے قبل یہ تفصیل ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ بے شمار احادیث کثیرہ مقبولہ نیز کتب معتمدہ سیر و تواریخ میں آپ ﷺ کے حق میں تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد سے اعلان نبوت کے زمانہ تک درمیان کے اوقات میں نبی اور اس کا مفہوم ادا کرنے والے الفاظ کا اطلاق ثابت ہے جب کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل عطاء کی گئی نبوت کا معاذ اللہ سلب، عزل نیز عدم اعتبار ثابت نہیں اور نہ ہی کسی علیحدہ معتبر فی الباب دلیل سے ان ادوار میں اس کا منتفی ہونا ثابت ہے۔

نیز یہ بھی مسلّمہ اصول سے ہے کہ اذا ثبت الشیئ ثبت بجمیع لوازمہ لہٰذا ان دلائل کو مستقبل میں ہونے والے نبی کے معنٰی پر محمول کرنا بے بنیاد اور غلط بھی ہے۔ حقائق ثابتہ کے خلاف بھی ہے جب کہ مزید بھی کچھ دلائل ایسے ہیں جنہیں آپ ﷺ کے حق میں مستقبل میں ہونے (اور مجاز مشارفت) کے معنٰی میں قطعاً کسی طرح نہیں لیا جا سکتا (لما ذکرنا)۔

دلیل نمبر۱: (عالم بالا میں تعارف طینۂ مبارکہ):

''چونکہ آدم علیہ السلام ابوالبشر یعنی سب انسانوں کے جسمانی باپ ہیں اس لیۓ ضروری تھا کہ ان کے جسد مبارک میں ہر جسم انسانی کے اجزاء اصلیہ موجود ہوں۔ سیّد عالم ﷺ بھی بشریت مطہر کے حوالہ سے اولاد آدم علیہ السلام سے ہیں اس لیۓ حضور کے اجزاء جسمیہ مبارکہ بھی ان کے جسد مبارک میں رکھے گئے۔

متعدد کتب تفسیر اور کتب سیر میں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ آدم علیہ السلام کے جثۂ مبارک کے بنانے سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ اقدس کی قبر انور کی جگہ سے آپ کے اجزاء جسمیہ مبارکہ کی مٹی مبارک لے گئے جسے آبِ تسنیم سے گوندھایا گیا اور جنت کی نہروں میں غوطے دیئے گئے اور چودہ طبقوں میں اسے پھرایا گیا اور ملٰئکہ کرام سے اس کا تعارف کرایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی بشریت طاہر کے اجزاء ہیں۔ پھر اسے جسد آدم علیہ السلام کی مٹی میں شامل کر کے ان کا جسم مبارک تیار کیا گیا اور اس میں روح پھونکی گئی، آپ کا جوہر نور بھی اس کے ساتھ تھا جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک سے شعاعیں نکلتی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدم علیہ السلام کو اس کے متعلق بتایا گیا کہ ''ھذا سید ولدك من الانبیاء والمرسلین'' یہ آپ کی اولاد میں سے

ہونے والے تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں۔ ملخّصاً)۔

ملاحظہ ہو (الوفاء لابن الجوزی ، صفحہ ۳۴، طبع مصر و پاک۔ نیز تفسیر التبیان لغزالی العصر العلامۃ السیّد الکاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ، صفحہ ۱۳۰، بحوالہ خلاصۃ التفاسیر، جلد ۱، صفحہ ۲۵، از تفسیر ثعالبی۔ طبع کاظمی پبلی کیشنز، انوار العلوم ملتان)۔ نیز جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۳۳۱، جلد ۴، صفحہ ۱۶۹)۔

اقول: اس سے مانحن فیہ کے لیے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں آپ ﷺ کے اجزاء جسمیہ مبارکہ اور جوہر نور مبارک پر ان کے صورۃ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں آنے سے قبل ہی نبوت و رسالت کا اطلاق کر کے اس زمانہ میں آپ کو نبی و رسول کہا گیا بلکہ ''سیّد الانبیاء والمرسلین'' فرمایا گیا ہے باقی تفصیل وہی ہے جو اس دلیل کے شروع میں گزر رہی ہے۔ پس یہ اس دور میں آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

جسماً نوراً مقدم:

بعض عرفاء نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی بشریت مبارکہ کے اجزاء جسمیہ کی تخلیق تمام عناصر میں سب سے پہلے واقع ہوئی جب کہ آپ کا نور مبارک مطلقاً اوّل الخلق ہے۔ لہٰذا آپ جسماً، روحاً، نوراً ہر حوالہ سے مقدم ہیں۔

چنانچہ امام علامہ سید احمد عابد (۱۳۲۰ھ) نے فرمایا: ''وقیل انہ صلی اللہ علیہ وسلم سابق علی سائر الانبیاء روحا لما مر و جسدا لان مادۃ جسدہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت قبل سائر المواد لحدیث کعب الاحبار الذی تقدم'' (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۳۵۷)۔

نیز علامہ امام علی ددہ البوسنوی (متوفی ۱۰۰۷ھ) نے فرمایا: ''اوّل ماخلق اللہ تعالی من العناصر الکلیۃ الجامعۃ کما قالہ ابن وھب رحمہ اللہ تعالی جوھرۃ مضیۃ وھی طینۃ خاتم الانبیاء الخ'' ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد ۴، صفحہ ۱۶۸، ۱۶۹)

دلیل نمبر ۳: (صلب آدم علیہ السلام میں منتقلی):

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لما خلق اللہ آدم القی ذلک النور فی صلبہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی تو اس نور کو اس نے ان کی پشت میں رکھ دیا۔

نیز خود آپ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''فأھبطنی اللہ الی الارض فی صلب آدم علیہ السلام'' بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم علیہ السلام میں منتقل فرما کر زمین پر اتارا۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۳۹، بحوالہ مسند ابن ابی عمر العدنی۔ نیز حجۃ اللہ العٰلمین، صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳، بحوالہ حاکم و طبرانی)۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس قصیدہ کے حوالہ سے (جوانہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے آپ کی موجودگی میں ہزاروں کے مجمع میں پیش کیا تھا جس کا ایک شعر اس طرح ہے ؎

من قبلها طبت فی الظلال وفی　　　مستودع حیث یخصف الورق

زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایوں میں ودیعت گاہ (یعنی صلب آدم علیہ السلام) میں تھے جب کہ پتوں کو چپکایا گیا یعنی جنتی لباس کے اتر جانے کے وقت آدم علیہ السلام نے جنتی درختوں کے پتوں کو جوڑ کر اپنا بدن مبارک ڈھانکا۔ علامہ کی روایت مذکورہ کے مضمون کی تائید حضرت عباس کے اس قصیدہ سے بھی ہوتی ہے جو حضرت خریم بن اوس سے مروی ہے جسے امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ۴۹' طبع مصوپاک)۔

نیز قصیدہ ہٰذا کے لیئے ملاحظہ ہو (البدایہ والنہایہ' جلد۲' صفحہ۲۱۲' بحوالہ ابو السکن الطائی' طبع دارالفکر بیروت)۔

نیز اسی میں اسی صفحہ پر حاشیہ نمبر۴ پر اس کے لیئے مستدرک حاکم' حدیث ۱۰۱۵' ۵۴۱۷ اور حلیہ ابی نعیم' جلد۱' صفحہ۳۶۴ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

نیز پیشوائے دیوبند مولوی حکیم اشرف علی تھانوی صاحب نے اسے نشر الطیب صفحہ ۱۳۳۹ میں استناداً پیش کیا ہے۔

ابن کثیر نے ابن عساکر کے حوالہ سے لکھا ہے قصیدہ ہٰذا کے ابتدائی اشعار حضرت حسان سے بھی منقول ہیں لیکن "قال الحافظ ابن عساکر هذا حدیث غریب جدّا۔ قلت بل منکر جدّاو المحفوظ ان هذه الابیات للعباس رضی اللہ عنہ"۔

اقول: کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک ہی منظوم کلام مختلف شعراء سے بے ساختہ صادر ہوتا ہے "اسے توافق" کہتے ہیں (ولا تخفی امثلة علی اهل هذا الشان) پس یہ دونوں روایتیں دو موقعوں کی ہیں دونوں قصیدوں کا مضمون توافق پر محمول ہے فلا حاجة الی التعریف او التنکیر کما فعله ابن کثیر۔

فائدہ: امام اہل سنّت غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: "بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نور محمدی' آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نور محمدی ﷺ پیشانی آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھا جیسا کہ رازی کی تفسیر کبیر میں ہے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ وہ نور مبارک پشت آدم ہی میں تھا لیکن کمال نورانیت اور شدت چمک کی وجہ سے پیشانی آدم علیہ السلام میں چمکتا تھا"۔ (مقالاتِ کاظمی' جلد۱'

صفحہ۵۹)۔

وجہ استدلال:

اجزاءِ جسمیہ تمام اولاد کے صلب آدم علیہ السلام میں تھے پس خصوصیت کے ساتھ ”القی ذلك النور“ اور ”اهبطنی الله “ فرمایا کسی امتیازی شان کی بنیاد پر ہوسکتا ہے اور وہ شان نبوت ہے جس کا مدلل بیان ہو چکا ہے پس یہ بھی مانحن فیہ کی مؤید ہے۔

دلیل نمبر۴ (عہدِ اَلست کے مجیب اول):

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی صلب پاک سے ان کی تمام اولاد کو بمقدار ذرات دنیوی صورتوں کی امثال پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے باہر نکالا اور ہر ایک کی روح کا اس کے اس جسم سے تعلق قائم کیا پھر ان سے اپنی ربوبیت کی گواہی لیتے ہوئے فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّکُم۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

تو اس موقع پر جس نے سب سے پہلے اس کا جواب دیا اور عرض کیا: بلٰی۔ کیوں نہیں ضرور تو ہمارا رب ہے۔ وہ سید عالم ﷺ ہی تھے۔

”عهد الست “ کے بیان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: قرآن مجید پارہ۹، الاعراف آیت نمبر۱۷۲ مع کتب تفسیر۔

نیز مشکوٰۃ صفحہ۲۱-۲۴ عربی بحوالہ ترمذی اور مسند احمدوغیرهما عن الفاروق الاعظم وسید القرأ وغیرهما رضی الله عنهم۔

سب سے پہلے بَلٰی کہنے کے حوالہ جات باب نمبر۳ میں گذر چکے ہیں۔ مزید سنئے۔

حضرت مفتی اعظم ہند، اعلیٰ حضرت کی زبانی، امام شعرانی کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں:۔ ”حضور اقدس ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اتذکر یوم یوم “ کیا تمہیں اس دن والا دن یاد ہے؟ عرض کی ہاں یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ اس دن سب سے پہلے حضور نے بَلٰی فرمایا تھا“۔ (الملفوظ حصہ اول صفحہ۶۲ طبع کراچی)

وجہ استدلال:

اس سے آپ ﷺ کے ”عهد ألست “ کے موقع پر بالفعل نبی ہونے پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ نے سب سے پہلے جواب دے کر سب کی رہنمائی اور ان کی عملاً تربیت فرمائی کہ یوں جواب دو۔

اکابر نے اس کا یہی معنی لیا ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت غزالی زماں قدس سرہ رقم طراز ہیں: ”تمام

نفوس بنی آدم سے پہلے حضور ﷺ کے نفس قدسی نے بلیٰ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی نفوس بنی آدم نے حضور ﷺ کے اقرار پر اقرار کیا۔ (مقالات کاظمی جلد اول صفحہ ۵۰ طبع اول)۔

فائدہ:

استخراج ذرية آدم علیہ السلام پھر ان سے عهد ألست عندالبعض قبل نفخ الروح فيه ہوا۔ نیز سجود ملائکہ لآدم علیہ السلام عہد الست کے بعد ہوا۔ ولكن اكثر السلف علىٰ ان استخراج ذرية آدم عليه السلام منه كان بعد نفخ الروح فيه وعلىٰ هذا يدل اكثر الاحاديث۔ (**لطائف المعارف لابن رجب** صفحہ ۹۶،۹۷ طبع بیروت)

دلیل نمبرہ (میثاق نبوت):

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے جو خصوصی میثاق لیا گیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ **وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ** اور سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۷ **وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ** ۔ نیز ان کے تحت احادیث اور کتب تفسیر میں ہے جس کی باحوالہ تفصیل باب سوم میں گذر چکی ہے۔

ایک روایت کے مطابق ان سے یہ میثاق عہد اُلست کے بعد لیا گیا تھا جیسا کہ باب سوم میں بحوالہ مسند احمد، مستدرک حاکم ومشکوٰۃ صفحہ ۲۴ (وغیرہا) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پیش کی جا چکی ہے کہ: "ورأى الانبياء فيهم مثل السرج عليهم النور خصّوا بميثاق اخر في الرسالة والنبوة" یعنی ابو البشر آدم علیہ السلام نے عہد الست کے موقع پر اپنی اولاد میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ وہ روشن چراغوں کی مثل تھے جن پر انوار وتجلیات کا پہرہ تھا۔ ان سے **عہد الست** کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ رسالت اور نبوت کا عہد بھی لیا گیا تھا۔ اھ۔

محل استدلال:

حدیث "قال رجل للنبي و متى استنبئت؟ قال وادم بين الروح والجسد حيث اخذ مني الميثاق" (جو باب نمبر ۳ میں باحوالہ گذر چکی ہے) کی رو سے تین باتیں ایک حقیقت ثابتہ ہیں۔

نمبر ۱۔ یہ کہ آپ ﷺ بالفعل اور عملی طور پر اس وقت منصب نبوت پر فائز ہوئے جب آپ سے میثاق لیا گیا۔

نمبر ۲۔ یہ کہ جب آپ سے میثاق لیا گیا تو آدم علیہ السلام کی تخلیق نہیں ہوئی تھی۔

اور نمبر۳۔ یہ کہ انبیاء علیہم السلام سے عہد الست کے بعد جو میثاق نبوت لیا گیا تھا آپ ﷺ سے اخذ کردہ میثاق اس سے الگ واقع ہوا کیوں کہ میثاق انبیاء علیہم السلام اور میثاق نبی ﷺ کا زمانہ الگ الگ ہے۔ اس کی مکمل باحوالہ تحقیق باب نمبر۳ میں گذر چکی ہے۔

البتہ ''وادم بین الروح والجسد'' کے مفہوم کی تعیین میں آراء مختلف ہوئیں۔ بعض نے اسے تقدم اور سبق سے کنایہ کہا بناءً علیہ ان کے نزدیک معنی یہ ہے کہ آدم ﷺ کا نام ونشان ہی نہیں تھا کہ ہم اس وقت بھی نبی تھے۔ کما مرّ فی الباب۔

جب کہ بعض دیگر نے ظاہر الفاظ کا لحاظ کرتے ہوئے یہ معنیٰ کئے کہ جب آپ سے میثاق لیا گیا تو جسد آدم علیہ السلام تیار ہو چکا تھا مگر اس میں روح نہیں ڈالی گئی تھی۔ بایں ہمہ وہ بھی اس کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ کا میثاق تخلیق آدم ﷺ کی تکمیل سے پہلے نیز دیگر انبیاء علیہم السلام کے میثاق سے علیحدہ واقع ہوا۔ انہوں نے یہ تاویل کی کہ جسد آدم علیہ السلام کے تیار ہونے کے بعد ان کے جسم میں شامل آپ علیہ السلام کے اجزاء جسمیہ مبارکہ کو الگ کر کے آپ کی روح مبارک کو اس سے متعلق کیا گیا پھر آپ سے میثاق لینے کے بعد آپ کے ان اجزاء جسمیہ مبارکہ کو دوبارہ جسد آدم علیہ السلام میں لوٹا دیا گیا اس کے بعد اس میں روح مبارک پھونکی گئی جس کے بعد ان کی پوری ذریت کو ان کی صلب پاک سے نکال کر ان سے عہد الست پھر انبیاء کرام علیہم السلام سے میثاق نبوت لیا گیا۔

حضرت شیخ محقق کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فریق مطلقاً تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل بھی آپ ﷺ کی بالفعل نبوت کا قائل ہے اس کے ساتھ ساتھ نشاۃ میثاق میں بھی حسب بالا امتیازی شان کے ساتھ دوبارہ بھی اخذ میثاق کے قائل ہیں جس سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ کم از کم اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کے تیار ہو جانے کے بعد قطعی طور پر فی الواقع نبی تھے۔ (وھو المقصود فی ھذا المقام)۔ امام ابن حجر مکی شافعی کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہے وسیأتی۔

بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں:۔

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی المالکی (متوفی ۵۴۳ھ) حدیث ابی ہریرہ ؓ متی وجبت لک النبوۃ الخ کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ان اللہ سبحانہ اوجب النبوۃ لمحمد ﷺ بوجوہ کثیرۃ۔ فوجبت النبوۃ بعلم اللہ انہ نبی کما وجب وجود کل شئی علمہ کما علمہ۔ ووجبت لہ حین خلق القلم فقال لہ اکتب فکتب مایکون الی یوم القیامۃ وفیہ ذکر محمد ﷺ بصفاتہ الکریمۃ وحلاہ

الشریفة۔ ووجبت له النبوة حین خلق آدم من طین وقدر ھیئته وآدم جسد لم یخلق الروح بعد (الی) والحکمة فی تخصیص ذکرالوجوب بحالة خلق آدم قبل ذلك کان مقولا لامفعولا وعند خلق آدم کان مفعولاً اذ خلق الاصل خلق للفرع لاسیما وقد استخرج من ظھره ذریة حین خلقه موجود ین احیاء الخ۔ ملاحظہ ہو:(**عارضة الاحوذی بشرح صحیح الترمذی جلدہفتم صفحہ۸۷ ابواب المناقب حدیث نمبر۳۶۰۹طبع دار الکتب العلمیه بیروت**)۔

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی ۷۹۵ھ) حدیث عرباض رضی الله عنه انی عبدالله فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینته الخ ۔ کےتحت لکھتے ہیں: المقصود من ھذا الحدیث ان نبوة النبی ﷺ کانت مذکورة معروفة من قبل ان یخلقه الله ویخرجه الی دار الدنیا حیاوان ذلك کان مکتوبا فی ام الکتب من قبل نفخ الروح فی ادم علیه السلام وفسر ام الکتاب باللوح المحفوظ وبالذکر (الی) ثم انه تعالیٰ کتب ذلك فی کتاب عنده قبل خلق السمٰوٰت والارض (الی) ومن حینئذ انتقلت المخلوقات من مرتبة العلم الیٰ مرتبة الکتابة وھو نوع من انواع الوجود الخارجی (الی) وجاء فی احادیث اخرانه فی تلك الحال وجبت له النبوة وھذه مرتبة ثالثة وھی انتقاله من مرتبة العلم والکتابة الی مرتبة الوجود العینی الخارجی،فانه ﷺ استخرج حینئذ من ظھر ادم و نبی فصارت نبوته موجودة فی الخارج بعد کونها کانت مکتوبة مقدرة فی ام الکتاب (الی) فتحمل علی ھذا ان یکون محمد ﷺ خص باستخراجه من ظھر آدم قبل نفخ الروح فیه (الی) فیکون حینئذ من حین صور آدم طینا استخرج منه محمد ﷺ ونبیٔ واخذ منه المیثاق ثم اعید الی ظھر آدم حتٰی خرج فی وقت خروجه الذی قدر اللّٰه خروجه فیه (الی) فان نبوته ﷺ وجبت له من حین اخذ المیثاق منه حین استخرج من صلب ادم فکان نبیا من حینئذ لکن کانت مدة خروجه الی الدنیا متأخرة عن ذلك و ذلك لایمنع کونه نبیا قبل خروجه۔ اھ۔ ماااردناملخصاً ۔ملاحظہ ہو: (لطائف المعارف،صفحہ۹۵،۹۶،۹۷،۹۸،طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں: ''ان الله تعالیٰ شرف نبیه ﷺ بسبق نبوته فی سابق ازلیته ولما کان آدم طینا استخرج منه نبینا ﷺ ونبیٔ ثم اخذ منه المیثاق قبل الانبیاء ثم اعید الیٰ ادم فنفخت فیه الروح ثم استخرجت ذریته لاخذ المیثاق علیهم فنبینا ﷺ ھو المقصود من الخلق وواسطة عقدھم ورسول الرسل الخ۔ملاحظہ ہو۔(**جواھر البحار جلدسوم صفحہ۲۶۵**)

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق حنفی محدث دہلوی قدس سرہٗ المعنوی رقم طراز ہیں: ''وے ﷺ نبی مرسل بوددرآں عالم بالفعل درخارج نہ درعلم الٰہی فقط (الـــی) وبعضے گفتہ اند کہ درنشاۃ میثاق نیز بایں صفت بودواگر چہ وجودآں نشاۃ واستخراج ذرائر ازظہرآدم بعداز نفخ روح است درجسدآدم چنانکہ اکثراحادیث براں دال است ولیکن استخراج ذرہ آنحضرت ازظہراومقدم است براستخراج ذرائر دیگر واللہ اعلم''۔

ملاحظہ ہو۔(مدراج النبوۃ فارسی جلددوم صفحہ ۳طبع نوریہ رضویہ لاہور)۔

دلیل نمبر۶ (روزِ میثاق انبیاء علیہم السلام کا آپ ﷺ کے کلمہ پڑھنا):

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ آیت میثاق کے مفہوم کی تفصیل کے بیان میں بعض احادیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے سید عالم ﷺ کے نورمبارک کودیکھ کراللہ تعالیٰ سے پوچھا: مالک! یہ کون ہیں کہ ان کے سامنے ہمارے نور مدھم پڑ گئے ہیں؟ فرمایا: ''ایں نورمحمد بن عبداللہ است اگرایمان آرید بوے میگردانم شمار انبیاء، گفتندایمان آوردیم یارب بوے وبہ نبوت وے الخ''۔

یعنی یہ عبداللہ کے جگر پارہ محمد (ﷺ) کا نور ہے۔اگرتم ان پرایمان لاؤ(اوران کا کلمہ پڑھ لو)تو میں تمہیں نبی بناؤں گا۔سب نے کہامالک!ہم ان پراوران کی نبوت پرایمان لائے (اورہم نے ان کے کلمہ پڑھے)۔

ملاحظہ ہو(مدارج النبوۃ فارسی جلددوم صفحہ ۳) نیز جواہرالبحار جلد چہارم صفحہ ۲۰۰،عن الشیخ محمد السلاوی)۔

وجہ استدلال:

روایت اپنے اس مضمون میں واضح ہے کہ آپ اس وقت اللہ تعالیٰ کے بالفعل نبی تھے ورنہ انبیاء علیہم السلام کے کلمہ پڑھنے اورآپ ﷺ پرایمان لانے کا کیا مطلب؟

دلیل نمبر۷ (آیت میثاق وغیرہ کی رو سے آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں):

ائمہ ومشائخ اہل سنت اورعلماءشان نے آیت میثاق نیز مذکورۃ الصدرروایت وغیرہا کے پیش نظرفرمایا کہ سید عالم ﷺ جملہ انبیاء ورسل کرام علیہم السلام کے بھی نبی اور رسول ہیں اورتمام نبی ورسول بشمول حضرت آدم علیہ السلام آپ کے نائب اورامتی ہیں۔یہ بھی آپ کےاس دور میں بمعنیٰ حقیقی نبی ورسول ہونے کی دلیل ہے۔

بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

چنانچہ امام علامہ تقی الملۃ والدین سبکی شافعی نوراللہ مرقدہ پھرامام علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں: ''وانہ نبیھم ورسولھم''۔(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۵بحوالہ التعظیم

والمنة)۔

جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۴۸ طبع مصر میں ان کے حوالہ سے یہ لفظ لکھے ہیں: ''ان محمدا ﷺ نبی الانبیاء''

امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فنبینا ﷺ (الیٰ) رسول الرسل'' نیز ''انہ نبی الانبیاء'' (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۲۷، جلد سوم صفحہ ۳۵۴)

امام المحدثین شیخ محقق شاہ عبدالحق حنفی محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا:۔

''پس آنحضرت ﷺ نبی الانبیاء است وظاہر گردد ایں معنیٰ درآخرت کہ جمیع انبیاء تحت لوائے وے باشند ﷺ وہم چنیں در شب اسراء امامت کرد ایشاں را''۔

ملاحظہ ہو۔(مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۳ طبع لاہور)

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی حنفی برد اللہ مضجعہ نے فرمایا: ''فھو نبی الانبیاء والمرسلین''۔ (جواہر البحار جلد دوم صفحہ ۱۹۱ طبع مصر)۔

امام علامہ صاوی مالکی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''انہ ﷺ نبی الانبیاء''۔(جواھر البحار جلد سوم صفحہ ۲۰)

شیخ العرب والعجم امام اہل سنت مجدد ملت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تمام انبیاء و مرسلین اپنے عہد میں بھی حضور کے امتی تھے اور اب بھی امتی ہیں، جب بھی رسول تھے اور اب بھی رسول ہیں کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۲، طبع مکتبہ رضویہ کراچی)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فھم ارسالہ و نوابہ فی الارض لغیبۃ جسمہ''۔(جواھر البحار جلد اول صفحہ ۱۲۷)

امام علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فھو کالسلطان الاعظم و جمیع الانبیاء کامراء العساکر فکانت الانبیاء کلھم نوابہ مدۃ غیبۃ جسمہ الشریف''۔ (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۴۸)۔

نیز الخصائص الکبری جلد اول صفحہ ۵ میں ان کے حوالہ سے لکھا ہے: ''وفی اخذ المواثیق وھی فی معنی الاستخلاف''

امام شعرانی نے فرمایا: ''فکل نبی تقدم علیٰ زمن ظھورہ ﷺ فھو نائب عنہ فی بعثتہ بتلك الشریعۃ''۔(جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۴۴)۔

امام شیخ عبدالرحمٰن عیدروس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فقد آمنت بہ جمیع الانبیاء علیھم السلام

فی الازل ولھذا کان ھو نبیھم وھم نوابه وورا ته ﷺ"(جواھر البحار جلددوم صفحہ۳۴۱)۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"فکل من بدأ بعد وجود المصطفیٰ علیہ السلام فھم نوابه وخلفائه"۔(جواہرالبحار جلددوم صفحہ۲۳۱)۔

شیخ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"کل من تقدم من الانبیاء والرسل قبله فعلی سبیل النیابة عنه"۔(جواہرالبحار جلددوم صفحہ۳۶۴)

علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"ان الانبیاء نوابه"۔(جواہرالبحار جلدسوم صفحہ۲۰)

علامہ عبدالقادرالجزائری علیہ الرحمہ نے فرمایا:"والرسل کلھم نوابه وخلفاؤه من اول رسول الیٰ آخررسول"۔(جواہرالبحار جلدسوم صفحہ۳۵۷)

علامہ سیداحمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ وسائر الانبیاء علیھم السلام خلفاءه۔ (جواہرالبحار جلد۳ صفحہ۲۶۵)۔

علامہ سیدنبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"ھو سلطانھم الاعظم وھم نوابه"(جواہرالبحار جلداول صفحہ۳)۔

دلیل نمبر۸(آپ ﷺ مبعوث الی جمیع الخلق ہیں):

دلیل بالا سے ملتی جلتی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ مبعوث الی جمیع الخلق ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام (آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام) سب شامل ہیں یہ بھی اس دور میں آپ کے نبی اور رسول ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"کان ﷺ مبعوثاً الی الخلق اجمعین فی عالم الارواح والاجسام من لدن آدم الی قیام الساعة"(جواہرالبحار جلددوم صفحہ۴۸)۔

نیز شیخ سلیمان الجمل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:"فھو الرسول المطلق لکافة الخلق من الاولین والآخرین فرسالته عامة ودعوته تامة ورحمته شاملة"۔ (جواہرالبحار جلددوم صفحہ۳۶۴)۔

شیخ ابوعثمان فرغانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:"والانبیاء والرسل وجمیع اممھم وجمیع المتقدمین والمتأخرین داخلون فی کافة الناس"(جواہرالبحار جلددوم صفحہ۱۹۵ بحوالہ علامہ فاسی)۔

امام علامہ احمد عابدین علیہ الرحمہ نے فرمایا:"رسالته عامة لجمیع الخلق"۔(جواہرالبحار جلدسوم صفحہ۳۵۹)

امام علامہ سبکی پھر امام جلال الدین سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔"فتکون نبوته ورسالته عامة لجمیع الخلق من زمن آدم الیٰ یوم القیامة وتکون الانبیاء واممھم کلھم من امته ویکون قوله

"بعثت الی الناس کافة'' لایختص به الناس من زمانه الٰی یوم القیامة بل یتناول من قبلهم ایضاً و یتبین بذلك معنی قوله ﷺ کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد ''۔(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۴،بحوالہ التعظیم والمنة فی لتؤمنن ولتنصرنه)۔

مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکور بیان ذیشان کا خلاصہ بیان فرماتے ہوئے ارقام فرمایا:۔

''ہمارے حضور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء ومرسلین اوران کی اُمتیں سب حضور کے امتی۔حضور کی نبوت ورسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے اور حضور کا ارشاد''کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد ''اپنے معنیٰ حقیقی پر ہے۔اگر ہمارے حضور حضرت آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کے زمانہ میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسراء تمام انبیاء ومرسلین نے حضور کی اقتداء کی اوراس کا پورا ظہور روز نشور ہوگا جب حضور کے زیر لواء آدم ومن سواء کافہ رسل وانبیاء ہوں گے۔صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ (الیٰ) امام جلال الدین سیوطی نے خصائص اورامام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اورائمہ مابعد نے اپنی تصانیف منیعہ میں نقل کیا اوراسے نعمت عظمیٰ ومواہب کبریٰ سمجھا (الیٰ) محمد ﷺ اصل الاصول ہیں۔محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں،امتیوں کو جو نسبت انبیاء ورسل سے ہے وہ نسبت انبیاء ورسل کو اس سید الکل سے ہے۔ امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ اور رسولوں سے عہد وپیان لیتے ہیں محمد ﷺ سے گرویدگی فرماؤ'' اھ۔ ملخصاً ما اردنا۔(تجلی الیقین مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد۳۰صفحہ۱۳۷،۱۳۸،طبع لاہور)۔

نیز صفحہ۱۴۹ پر لکھا ہے:حضور کی رسالت زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ سب کو حاوی''

نیز صفحہ۱۵۰''جس کا خدا خالق ہے محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔(بحوالہ مدارج النبوۃ فارسی جلداول صفحہ۳۴)۔

نیز المستند صفحہ۱۲۶ میں مسئلہ ہذا کے بارے میں فرمایا:''وهو المختار عندنا وبه نقول''۔

اقول:۔عنوان ہذا کی مکمل تائید اس ارشاد نبوی سے بھی ہوتی ہے۔''ارسلت الی الخلق کافه''یعنی میں بلا استثناء تمام مخلوق کا نبی ورسول ہوں۔(رواہ الامام احمد ومسلم وغیرهما)۔

حضرت غزالی زماں نے فرمایا:حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''ارسلت

الی الخلق کافہ''۔(مقالات کاظمی جلد دوم صفحہ ۸۸ طبع اول)۔

نیز خطبات کاظمی جلد چہارم صفحہ ۱۷ میں ہے:''حضور تاجدار مدنی ﷺ کائنات کے ہر فرد کی طرف مبعوث ہوئے اور عالم کا ہر ذرہ حضور کی رسالت کے دائرہ میں ہے۔

دلیل نمبر ۹(آپ ﷺ اصل وواسطۂ جملہ کمالات انبیاء علیہم السلام ہیں):

مناسب مقام مزید ایک دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ جملہ کمالات انبیاء علیہم السلام میں اصل اور واسطہ ہیں۔آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک نبوت ورسالت سمیت جس کو جو کمال ملا آپ ہی کے توسط سے ملا۔یہ بھی اس دور میں آپ کے نبی ورسول ہونے کی دلیل ہے ورنہ اصل اور واسطہ ہونا بے معنیٰ ہو کر رہ جائے گا۔

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''اما القطب الواحد فھو روح محمد ﷺ وھو الممدلجمیع الانبیاء والرسل علیھم السلام والاقطاب من حین النشأالانسانی الیٰ یوم القیامۃ''۔ (جواہر البحار جلد اول صفحہ ۱۱۵)

علامہ علی القاری،علامہ تلمسانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:''ان النبی ﷺ حاز خصال الانبیاء کلھا واجتمعت فیہ اذھو عنصرھا ومنبعھا (الی) لیقتبسوھا منہ الخ۔(شرح الشفا صفحہ ۳۶۷)

شیخ عمر بن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:'' وانی وان کنت ابن آدم صورۃ۔ فلی فیہ معنی شاھد بابوتی۔

اس کی شرح میں امام عبدالرزاق کاشانی نے فرمایا''یعنی وانی اصل آدم وابوہ من حیث المعنی وان کنت فرعہ وابنہ من حیث الصورۃ''۔(جواھر البحار جلد اول صفحہ ۱۸۴)

علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں:''انہ ﷺ الممد لکل انسان کامل مبعوث''۔ (جواہر البحار جلد دوم صفحہ ۹)

نیز انہوں نے علامہ بوصیری کے شعر''وکل ای اتی الرسل الکرام بھا الخ''کے تحت علامہ ابن مرزوق کے حوالہ سے لکھا ہے یعنی ان کل معجزۃ اتی بھا کل واحد من الرسل فانما اتصلت بالکل واحد منھم من نور محمد ﷺ (الیٰ) الانبیاء قبل وجودہ علیہ الصلاۃ والسلام کانوا یظھرون فضلہ بجمیع ماظھر علی ایدی المرسل علیھم الصلاۃ والسلام من الانوار انما ھو من نورہ الفائض ومددہ الواسع ﷺ من غیران ینقص بشیئی''۔(جواہر البحار جلد دوم صفحہ ۹)۔

علامہ شیخ عبدالرحمٰن العیدروس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''لانہ المظھر التام والواسطۃ العظمٰی ''۔ (جواہرالبحار جلد دوم صفحہ ۳۴۱)۔

شیخ ابوالعباس تیجانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''ما بعث اللہ نبیا ولا رسولا فی الارض الا کان ھو ﷺ ممد ذلک الرسول او النبی من الغیب ''۔ (جواہرالبحار جلد سوم صفحہ ۵۳)۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ آیت وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ کے پیش نظر فرماتے ہیں: ''ازل سے ابد تک ارض وسماء میں، اُولیٰ و آخرت میں، دنیا و دین میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی بہت یا تھوڑی جو نعمت و دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی، سب حضور کی بارگاہ جہان پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔'' اھ۔ ملاحظہ ہو۔ (تجلی الیقین صفحہ ۱۳ طبع لائل پور (فیصل آباد) فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰ صفحہ ۱۴۱ رضا فاؤنڈیشن)

نیز حدائق بخشش میں فرمایا۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

نیز

ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول، حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

امام اہل سنت مرشد کریم غزالی زماں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:۔

''اظہار کمالات محمدی ﷺ کے بارے میں علماء امت کا ہمیشہ یہ مسلک رہا ہے کہ جب انہوں نے کسی فرد مخلوق میں کوئی ایسا کمال پایا یا جواز روئے دلیل بہ ہیئت مخصوصہ اس کے ساتھ مختص نہیں تو اس کمال کو حضور ﷺ کے لیے اس بناء پر تسلیم کر لیا کہ حضور ﷺ تمام عالم کے وجود اس کے ہر کمال کی اصل ہیں۔ جو کمال اصل میں نہ ہو فرع میں نہیں ہو سکتا لہٰذا فرع میں ایک کمال کا پایا جانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اصل میں یہ کمال ضرور ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ اصول بالکل صحیح ہے۔ معمولی سمجھ رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب فرع کا ہر کمال اصل سے مستفاد ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کمال فرع میں ہو اور اصل میں نہ ہو'' الخ۔

ملاحظہ ہو۔(مقالات کاظمی جلد دوم صفحہ ۲۶۲، رسالہ الحق المبین، طبع اول)۔

نیز ملاحظہ ہو: (خطباتِ کاظمی جلد سوم صفحہ ۲۳۲ طبع ملتان ولفظہ، ہر کمال کی اصل حضور ﷺ ہیں۔اگر کمال نبوت حضور ﷺ میں نہ ہوتا تو کوئی نبی حضور ﷺ سے پہلے دنیا میں نہ آتا۔(الـــی) آپ ﷺ کی نبوت کا حسن وجمال حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی میں چمکا ہے"

نیز ماہنامہ السعید جلد ۷ اشارہ نمبر ۵ مئی ۲۰۱۰ء۔

اقول:۔دعوت رجوع صفحہ ۳۰ میں فقیر نے توضیحاً یہ لفظ لکھے تھے کہ "مسلم امر ہے کہ وجود فرع، وجود اصل کی دلیل ہوتا ہے چنانچہ اولاد کا وجود والدین کے وجود کی نیز نہر میں پانی کا ہونا دریا وغیرہ میں پانی کے پائے جانے کی دلیل ہے۔شاخوں کا ہر بھرا ہونا جڑوں کے تر ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ٹیوب لائٹس اور قمقموں کی جگمگاہٹ پاور ہاؤس میں بجلی کی موجودگی پر دال ہوتی ہے(وغیر ذلك من الامثلة)اھ۔

والآن اقول ایضاً:

جب سرکار ﷺ نبوت ورسالت میں انبیاء ورسل کرام علیہم السلام کے لیے اصل وواسطہ ہیں تو لازم آیا کہ حضور ان سے پہلے ان کمالات سے موصوف ومتصف ہوں۔

دلیل نمبر۱(روزِ میثاق اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو"رَسُوْلٌ" کہا):

روز میثاق اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ ﷺ کے متعلق انتہائی اہتمام کے ساتھ جو عہد لیا تھا اس میں یہ لفظ بھی ہیں:

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ یعنی جب تمہارا دور دورہ ہو اور چرچے ہوں اتنے میں تم میں سے کسی کے پاس ایک عظیم الشان رسول آجائے جو تمہاری شریعتوں کی تصدیق کرے گا تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور ضرور اس کی مدد کرو گے اور ساتھ دو گے۔

ملاحظہ ہو۔(پارہ ۳، آل عمران آیت)

از روئے تفسیر اس آیت میں "رسول" سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے(کـمـا سيـأتـی) تو قرآن سے ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد کے زمانہ میں بھی نبی ورسول تھے۔مستقبل میں نبی بن کر آنا بھی مراد نہیں ہوسکتا کیوں کہ اس سے قبل آپ نبی بن چکے تھے اور آپ کا یہ نبی بننا وقتی یا عارضی بھی نہیں تھا۔(كما قد مرّ تفصيله قبيل الدليل الثانی)

دلیل نمبر ۱۱ (آپ ﷺ کی رسالت کا چرچا ہر نبی کے دور میں رہا):

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر رسول اور ہر نبی کے دور میں اس میثاق کے حوالہ سے آپ ﷺ کا بحیثیت نبی چرچا رہا جو مانحن فیہ کی ایک اور دلیل ہے۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سمیت تمام انبیاء علیہم السلام سے سید عالم ﷺ کے متعلق یہ عہد لیا تھا کہ: ''**لئن بعث وھو حی لیؤمنن به ولینصرنه وامر بأخذ العهد علیٰ قومه**'' کہ آپ ﷺ ان میں سے کسی کے زمانہ میں تشریف لے آئیں تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ آپ پر ضرور ضرور ضرور ایمان بھی لائے اور ضرور ضرور ضرور آپ کی مدد بھی کرے اور ہر نبی کو اپنی قوم سے آپ پر ایمان لانے کا پابند کرنے کا عہد بھی لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یونہی منقول ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد اول صفحہ ۹۰ بحوالہ ابن جریر)۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ طریق کریب مروی ہے آپ نے فرمایا: ''لم یزل اللہ تعالیٰ یتقدم فی النبی ﷺ الیٰ ادم فمن بعدہ ولم تزل الامم تتباشربه وتستفتح به حتی اخرجه اللہ الخ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا اور تمام امتیں ایک دوسرے کو آپ کی آمد کی بشارتیں دیتی رہیں اور آپ کے وسیلے سے اپنی مشکلات کے حل کی دعائیں کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں ظاہر فرمایا۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸، ۹، بحوالہ ابن عساکر، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۹۰)۔

اسی کی مانند سدی سے بھی منقول ہے: ملاحظہ ہو: (خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸ بحوالہ ابن ابی حاتم، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۹۰)۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امر ارواح الانبیاء بان یومنوا به ﷺ واخذ علیهم المیثاق''۔ (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۲۱۳ طبع مصر)

دلیل نمبر ۱۲ (آدم علیہ السلام کو سجدۂ ملائکہ وغیرہ نور مبارک کی وجہ سے تھا):

مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۴ میں ہے: ''تعلیم کرد حق تعالیٰ بہ برکت ایں نور آدم را اسمائے جمیع مخلوقات وامر کرد ملائکہ را بسجود وے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام کو جملہ مخلوقات کے ناموں کا علم دینا نیز ملائکہ کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دینا (ان کی پشت پاک میں رکھے ہوئے اور پیشانی سے چمکنے والے) اسی نور (محمدی ﷺ) کی برکت سے تھا۔

نیز امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر (جلد اوّل صفحہ ۴۵۵) میں فرمایا: "ان الملائکۃ امروا بالسجود لآدم لاجل ان نور محمد ﷺ کان فی جبھۃ آدم" یعنی فرشتوں کو آدم کے لیے سجدے کا حکم اسی لیے ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک ان کی پیشانی میں تھا"۔

ملاحظہ ہو: (تفسیر التبیان صفحہ ۱۳۱ الامام اہل السنۃ السید الکاظمی رحمۃ اللہ علیہ نیز جواہر البحار جلد دوم صفحہ ۱۰)۔

نیز سبل الھدیٰ والرشاد المعروف سیرت شامی جلد دہم صفحہ ۲۶۴ طبع بیروت)

وجہ استدلال:

یہ اعزاز و اکرام اس نور مبارک کے وصف نبوت سے موصوف ہونے کی بناء پر تھا۔ اس وقت اتصاف بالنبوت کے دلائل باب سوم میں گذر چکے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۳ (آدم علیہ السلام کے دوشانوں کے درمیان کی تحریر):

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کے دو کندھوں کے درمیان یہ الفاظ (قدرتی طور پر) لکھے ہوئے تھے: "محمد رسول اللہ خاتم النبیین" محمد اللہ کے رسول، سب نبیوں سے آخری ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۷ بحوالہ ابن عساکر)۔

وجہ استدلال:

حدیث ہذا ظاہراً موقوف مگر امور قیاسیہ سے متعلق نہ ہونے کے باعث حکماً مرفوع اور اپنے مضمون میں واضح ہے جو محتاج بیان نہیں۔

دلیل نمبر ۱۴ (اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم سے ارشاد سید ولدک من المرسلین):

ایک بار حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پیشانی کی لکیروں سے پرندے کے چہچہانے کی سی آواز سنی اللہ تعالیٰ سے عرض کی مولا! یہ کیا ہے؟ فرمایا: "یاآدم ھذا تسبیح خاتم النبیین و سید ولدك من المرسلین" یعنی اے آدم! یہ خاتم النبیین اور سید المرسلین کی تسبیح ہے جو آپ کی اولاد سے ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۱۷ بحوالہ کتاب البشائر والاعلام لابن القطان)۔

دلیل نمبر ۱۵ (عہد آدم علیہ السلام میں اذان میں اشھد ان محمداً رسول اللہ):

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدم علیہ السلام (جنت سے) سرزمین ہند پر اترے، یہاں انہیں اداسی محسوس ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے ان کے ہاں آکر اذان دی جس میں اللہ اکبر، اللہ اکبر کے علاوہ دو دو مرتبہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمدارسول اللہ کے لفظ بلند

آواز سے کہے۔ آدم علیہ السلام نے کہا: محمد کون ہیں؟ فرمایا: "آخر ولدك من الانبياء" آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸ بحوالہ حلیہ ابی نعیم، ابن عساکر من طریق عطاء)۔

اقول: قرآن مجید میں ہے: ۔**وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ** خلاصۂ مفہوم یہ ہے کہ ملائکہ اللہ ہی کے حکم سے اترتے ہیں۔ نیز **وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ** وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔

جس کا واضح نتیجہ یہ ہوا کہ جبریل علیہ السلام کا آنا نیز ان الفاظ سے اذان دینا وغیرہ سب اللہ کے حکم سے تھا۔ لہٰذا اس زمانہ میں جبریل علیہ السلام نے اَنّ کی تاکید کے ساتھ "محمد رسول الله" (محمد اللہ کے رسول ہیں ﷺ) کی گواہی دے کر یہی نظریہ دیا کہ حضور اس زمانہ میں بھی نبی تھے۔ یہ نہیں کہ مستقبل میں بنیں گے کیوں کہ یہ الفاظ "جملہ اسمیہ ہیں جو حدوث کے برعکس دوام وثبوت کے لیۓ موضوع ہوتا ہے۔

معترضین پھر بھی نہ مانیں تو کم از کم عوام کو یہ سمجھا دیں کہ اب جو بعینہٖ وہی الفاظ (اشهد ان محمدا رسول الله) اذان واقامت میں کہے جاتے ہیں کیا ان کا یہی ترجمہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول بنیں گے؟ کچھ تو خدا کا خوف کریں۔

دلیل نمبر ۱۶ (حضرت حوا کا حق المهر صلوٰة على النبى ﷺ):

شیخ محقق نے ایک روایت لکھی ہے کہ ملائکہ کرام نے حضرت حواء کے متعلق حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: "آہستہ باش ای آدم تا نکاح کنی اورا وبدہی مہر او گفت مہر او چیست؟ گفتند درود فرستی بر محمد سہ بار وور روایتے بست بار آمدہ" یعنی اے آدم! ٹھہریں پہلے ان سے نکاح کرلیں اور حق المہر ادا فرمائیں، فرمایا: ان کا حق المہر کیا ہے؟ ملائکہ نے کہا محمد ﷺ پر تین بار اور ایک اور روایت کے مطابق بیس بار درود بھیجیں۔

ملاحظہ ہو۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۴)۔

نوٹ: دیوبندی حضرات کے پیشوا تھانوی صاحب نے بیس دفعہ درود کی روایت لکھی ہے۔ (نشر الطیب صفحہ ۱۴)۔

اقول: علی التحقیق غیر نبی پر مستقلاً صلوٰۃ اور درود بھیجنا درست نہیں پس آدم علیہ السلام کو آپ ﷺ پر مستقلاً صلوٰۃ اور درود بھیجنے کا حکم ملنا اس دور میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ والحمد لله۔

دلیل نمبر ۱۷ (حضور کی شان رسالت دیکھ کر آدم علیہ السلام کا آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا):

باب سوم میں متعدد کتب حدیث کے حوالہ سے بروایت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، سید عالم ﷺ کا یہ

ارشاد گذر چکا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے آپ کے وسیلہ سے دعا کی اور اللہ نے ان سے فرمایا آپ نے انہیں کیونکر پہچانا؟ تو انہوں نے عرض کی تھی جب تو نے مجھے اپنے ید قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے جسم میں جان ڈالی، میں نے اوپر کو اپنا سر اٹھایا: ''فرأیت علیٰ قوام العرش مکتوبا لا الٰه الا الله محمد رسول الله'' الخ۔ تو میں نے عرش کے پایوں پر لا الٰه الا الله محمد رسول الله لکھا دیکھا۔ (جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ تجھے تیری ساری مخلوق میں سب سے عزیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیان کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: واقعی ایسا ہی ہے۔ یہ نہ ہوتا تو نہ تو ہوتا نہ تیری مغفرت)۔

دلیل نمبر ۱۸ (حضرت شیث علیہ السلام کی یکتا پیدائش):

حضرت حوا کا ہر حمل جڑواں بیٹی بیٹے سے ہوتا تھا۔ ''الا شیث علیہ السلام کہ جد حضرت خاتم الانبیاء ست ﷺ تنہا بوجود آمد تا نور نبوی مشترک نباشد میان دے وغیر وے'' مگر شیث علیہ السلام حمل میں تنہا تھے کیوں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ ان کی لڑی سے ہیں جس سے مقصود یہ تھا کہ نور نبوی میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ (حضرت آدم علیہ السلام نے شیث علیہ السلام کو انہوں نے اپنے بیٹے کو الی الاسفل سب نے اس نور کو پاک رحموں میں منتقل کرنے کی وصیت کی اسی طریقہ سے یہ نور حضرت عبدالمطلب پھر ان کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ کے پاس پہنچا)۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۵)۔

اقول: یہ اعزاز حضور کی شان نبوت کے پیش نظر تھا نیز شیث علیه السلام کا تنہا حمل میں ہونا آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ یہ عادت سے ہٹ کر ہوا جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے لہٰذا یہ بھی مانحن فیه کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ شیث علیہ السلام کے دور میں نبی تھے۔

علامہ نبہانی نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے: ''خلق الله شیثا فی بطن امه وحده کرامة لنبیه ﷺ'')۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ ۲۱۷)

دلیل نمبر ۱۹ (آپ ﷺ کی نبوت در زمانہ نوح علیہ السلام):

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وجعلنی فی صلب نوح ''اللہ تعالیٰ نے مجھے نوح علیہ السلام کی پشت پاک میں رکھا'' ۔ ملاحظہ ہو: (حجة الله علی العالمین صفحہ ۲۲۲، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳۹ بحوالہ مسند عدنی)۔

نیز حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ نعتیہ میں جو انہوں نے آپ ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام کے اجتماع عظیم میں آپ کی اجازت سے پیش کیا تھا۔ کشتی نوح علیہ السلام میں موجود ہونے کو بیان فرمایا جسے آپ نے ردّ

نہ فرمایا بلکہ سن کر برقرار رکھا۔قصیدہ ہذا کے حوالہ جات ابھی کچھ پہلے گذرے ہیں۔
عاشق مصطفی ﷺ علامہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

گر نام محمد رانیاوردے شفیع آدم نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

یعنی آدم علیہ السلام کی توبہ نیز نوح علیہ السلام کی کشتی کا کنارے لگنا حضور کی برکت سے تھا۔ﷺ۔ نیز فرمایا:۔

زجودش گر نگشتے راہ مفتوح بجودی کے رسیدے کشتی نوح

اگر حضور کی نظر کرم نہ ہوتی تو نوح علیہ السلام کی کشتی کبھی کنارے نہ لگتی۔

اقول: ظاہر ہے کہ یہ سب حضور کی نبوت کے کرشمے تھے نیز آسمان سے باتیں کرنے والے سیلاب اور طوفان میں کشتی کا بچ نکلنا معجزہ ہے۔ جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے۔

دلیل نمبر۲۰ (ولادت ھود علیہ السلام کے وقت نور محمدن النبی ﷺ کی ندائیں):

حضرت ھود علیہ السلام ہمارے حضور کے اجداد میں ہیں۔ ان کی پیدائش کے وقت ان کی والدہ ماجدہ حضرت مرجانہ (زوجہ ارفخشد بن سام بن نوح ﷺ) نے ہر طرف سے یہ ندائیں سنیں کہ کہنے والے کہہ رہے تھے۔ **ھذا نور محمدن النبی** ﷺ۔ یہ اللہ کے نبی محمد ﷺ کا نور ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ علی العالمین علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی الشافعی علیہ الرحمہ صفحہ ۲۱۸)۔

دلیل نمبر۲۱ تا ۲۶ (آپ ﷺ کی نبوت زمانہ خلیل اللہ واسماعیل علیہما السلام میں):

۲۱: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''وقذف بی فی صلب ابراھیم'' یعنی رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابراہیم علیہ السلام کی پشت پاک میں پہنچایا''۔ ملاحظہ ہو: (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۲، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳۹ بحوالہ مسند عدنی عن ابن العباس رضی اللہ عنہما)۔

۲۲: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ میں (جس کے حوالہ جات اسی باب میں گذرے ہیں) عرض کی تھی۔

وردت نار الخلیل مکتتما فی صلبہ انت کیف یحترق

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نار نمرود سے اس لیے محفوظ رہے کہ آپ ان کی پشت پاک میں جلوہ گر تھے۔

اقول: یہ حضور کا معجزہ تھا جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ (ﷺ)

۲۳: حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اپنی زوجہ حضرت ہاجرا اور صاحبزادہ حضرت اسماعیل کو بحکم الٰہی مقام موعود پر چھوڑنے گئے جبریل علیہ السلام ہمراہ تھے۔ آپ جگہ جگہ ان سے فرماتے، یہاں پر انہیں چھوڑنا ہے

وہ نہ کرتے یہاں تک کہ مکۃ المکرّمہ (جو اس وقت غیر آباد تھا) پہنچے۔ یہاں بھی اپنی بات دہرائی، کیا انہیں یہاں پر چھوڑنا ہے۔ فرمایا: ''نعم ھاھنا یخرج النبی الامی من ذریۃ ابنك الذی تتم به الکلمۃ العلیا '' ہاں یہی مقام ہے یہاں سے نبی اُمی (ﷺ) ظہور فرمائیں گے۔ جو آپ کے بیٹے کی ذریت طاہرہ سے ہوں گے جن کی وساطت سے کلمہ علیا (دین اسلام) کا فروغ ہونا ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۹، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۹۵، بحوالہ ابن سعد عن ابن عباس رضی اللہ عنھما)۔

۲۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل کردہ صحیفہ میں ایک بات یہ بھی درج تھی کہ آپ کی اولاد بکثرت شاخوں میں پھیلے گی۔ ''حتّٰی یأتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیاء '' یہاں تک کہ نبی امی جو سب سے آخری نبی ہیں وہ بھی آپ کی اولاد سے ہوں گے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۹، بحوالہ ابن سعد عن الشعبی رضی اللہ عنہ)

۲۵۔ حضرت ہاجرہ سے ہاتف غیبی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق کہا: ''ان ابنك ابو شعوب کثیرۃ و من شعبه النبی الامی ساکن الحرم '' یعنی آپ کے اس بیٹے کی ذریت خوب کثرت سے ہوگی اور نبی امی جن کی سکونت حرم کعبہ میں ہوگی وہ بھی اس کی اولاد سے ہوں گے۔ ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۹، نیز سبل الہدیٰ جلد اول صفحہ ۹۵۔ بحوالہ ابن سعد عن محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ)۔

۲۶: حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کعبہ کے دوران جو اجتماعی دعائیں فرمائی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ۔ مالک! ان میں ایک بڑی شان والے رسول کو بھیج جو انہیں تیری آیتیں سنائے نیز کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے سینوں کو روحانی آلائشوں سے پاک کردے۔ (قرآن مجید پارہ اول البقرۃ آیت نمبر ۱۲۹)۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: ''انا دعوۃ ابی ابراھیم '' یعنی اپنے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا مصداق میں ہوں۔ (الجامع الصغیر جلد ا صفحہ ۱۰۷، بحوالہ ابن عساکر عن عبادہ قال السیوطی ''ح'' یعنی حدیث ''حسن''۔ نیز سبل الھدیٰ جلد ا صفحہ ۹۴، ۹۵ بحوالہ احمد و حاکم عن العرباض، ابن عساکر عن عبادہ، احمد و ابن سعد و طبرانی و ابن مردویه عن ابی امامۃ رضی اللہ عنھم)۔ نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۹ بحوالہ احمد حاکم بیھقی عن العرباض، ابن عساکر عن عبادہ، ابن سعد عن الضحاک۔

علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں: ''ثم استدل علی سبق ذکرہ والتنویه باسمه و نبوته و شرف قدرہ لخروجه الی الدنیا بثلاث دلائل (الیٰ) الدلیل الاول دعوۃ ابیه ابراھیم علیہ السلام الخ ''۔

خلاصہ یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا میں ظہور فرمانے سے پہلے بھی نبی تھے اور آپ کی آمد سے پہلے ہی آپ کے چرچے موجود تھے۔ (لطائف المعارف صفحہ ۹۹ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

اقول:۔ مذکورہ حوالہ جات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور کو نبی بنایا جائے کیوں کہ ان کی اس دعا سے پہلے ان کو بتا دیا گیا تھا کہ اس جگہ نبی اُمی ﷺ کا ظہور ہوگا۔ نیز دیگر دلائل کی رو سے بھی حضور اس سے پہلے نبی تھے پس اس دعا سے ان کا مقصود حضور کا چرچا کرنا تھا، جو منجانب اللہ ان کے ذمہ تھا جو کہ ہر نبی کے ذمہ تھا۔

اس سلسلہ کی ایک ایمان افروز بات مزید سنئے۔

دلیل نمبر ۲۷: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سابقہ کتب کے معروف زبردست عالم جلیل القدر تابعی حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اخبرنا عن فضائل رسول اللہ ﷺ کعب! ہمیں سابقہ کتب سے حضور ﷺ کی شان تو سنائیں۔ انہوں نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے ایک پتھر ملا اس پر ایک بات یہ لکھی تھی: ''انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسولی طوبی لمن آمن بہ واتبعہ ''میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، محمد میرا رسول ہے۔ طوبیٰ (خوش خبری اور جنت) ہے اس کے لیئے جو محمد پر ایمان لایا اور اس کی غلامی کی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ سیدنا الخلیل وآلہ اجمعین)۔ ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۳۶، سبل الہدیٰ جلد اول صفحہ ۸۹، بحوالہ ابن عساکر من طریق الحسن عن سلیمان)۔

دلیل نمبر ۲۸ (زمانہ یعقوب علیہ السلام میں):

اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں آپ کی ذریت سے انبیاء وملوک مقرر کروں گا ''حتیٰ ابعث النبی الحرمی الذی تبنی امتہ ھیکل بیت المقدس وھو خاتم الانبیاء واسمہ احمد ''یہاں تک کہ اس نبی کو بھیجوں گا جو ساکن حرم ہوں گے سب سے آخری نبی ہوں گے جن کا نام احمد ہے جن کی اُمت ھیکل بیت المقدس تعمیر کرے گی۔ (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۹۹، بحوالہ ابن سعد عن القرظی رضی اللہ عنہ)

دلیل نمبر ۲۹ (عہد داؤد وسلیمان علیہما السلام میں آپ ﷺ کی نبوت):

۲۹: اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بھیجی گئی اپنی وحی میں فرمایا: ''انہ سیأتی من بعدك نبی اسمہ احمد ومحمد صادقا نبیا ''یعنی آپ کے بعد کے زمانہ میں ایک انتہائی سچے نبی کی آمد ہونی ہے جس کا نام احمد اور محمد ہے (ﷺ) اور یہ بات شبہ سے پاک ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۱۴، بحوالہ

بیهقی عن وهب بن منبه رضی اللہ عنہ)۔

۳۰: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤد علیہما السلام پر آسمان سے ایک نگینہ اتارا جسے انہوں نے اپنی انگوٹھی میں جڑوایا اس نگینہ پر یہ الفاظ لکھے تھے: ''انا الله لا اله الا انا محمد عبدی ورسولی ''یعنی میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، محمد میرا بندۂ خاص اور میرا رسول ہے۔(ﷺ) (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۷، ۸ بحوالہ طبرانی)۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا نقش خاتم کلمہ طیبہ (لا اله الا الله محمد رسول الله) تھا۔(الضعفاء للعقیلی ابن عدی عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸)۔

دلیل نمبر ۳۶: (آپ ﷺ کی نبوت عہد موسیٰ علیہ السلام میں):

۳۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے ایک گروپ کے خلاف دعا فرمانے کا ارادہ فرمایا جن میں سید عالم ﷺ کے سلسلہ نسب کے بعض افراد تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کلیم کو وحی فرمائی، ''لا تدع علیهم فان منهم النبی الامی النذیر البشیر الخ۔ آپ ان کے خلاف دعا مت کریں کیوں کہ یہ میرے اُمی اور نذیر و بشیر نبی کے اجداد سے ہیں۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۹، بحوالہ طبرانی عن ابی امامة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ) نیز سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۸۔

۳۲: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حلفیہ بیان فرمایا کہ تورات میں حضور ﷺ کی شان بیان فرمائی گئی ہے کچھ کلمات تعریف ایسے بھی ہیں جو قرآن میں ہیں۔

چنانچہ اس میں آپ کی تعریف ایک مقام پر اس طرح ہے: ''يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وحرز للامین انت عبدی ورسولی الخ ''یعنی اے نبی بلاشبہ ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر اور امیین کی پناہ گاہ بنا کر بھیجا ہے آپ میرے عبد خاص اور میرے رسول ہیں۔ ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۱۰، سبل الهدیٰ جلد اول صفحہ ۹۶ بحوالہ صحیح بخاری نیز مسند دارمی، بیہقی، ابن عساکر عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نحوہ)۔

اقول: امام شعرانی نے نبوت کی تعریف ان الفاظ سے فرمائی ہے: ''هو خطاب الله تعالیٰ شخصاً بقوله انت رسولی واصطفیتك لنفسی ''اللہ تعالیٰ کا اپنے کسی بندے کو یہ فرمانا کہ تو میرا پیغمبر ہے میں نے تجھے اپنی طرف سے منتخب کیا ہے، نبوت ہے۔ (الیواقیت والجواهر صفحہ ۲۲۴ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

جب کہ بعینہ یہی خطاب سید عالم ﷺ سے تورات میں موجود ہے پس اس دور میں آپ کے نبی ہونے

میں کچھ شک نہ رہا۔

۳۳: حضرت کعب نے فرمایا تورات کی پہلی سطر میں یہ لفظ ہیں: ''محمد رسول اللّٰہ عبدی المختار ''یعنی محمد اللہ کا رسول ہے، میرا برگزیدہ بندہ ہے۔ دوسری سطر میں یوں ہے: ''محمد رسول اللّٰہ امته الحمادون ''یعنی محمد اللہ کا رسول ہے اس کی امت ہر حال میں حمد وشکر بجالانے والی ہے۔ (ﷺ) (خصائص کبریٰ جلداوّل صفحہ۱۰، بحوالہ مسند دارمی، ابن عساکر)۔

۳۴: حضرت ابوالدرداء کی اہلیہ حضرت ام الدرداء نے حضرت کعب سے پوچھا تورات میں تم نے حضور کی کیا شان لکھی دیکھی؟ فرمایا: ''کنا نجد موصوفا فیها محمد رسول اللّٰہ اسمه المتوکل الخ ''ہم نے اس میں آپ کی یہ تعریف پائی، محمد اللہ کے رسول ہیں جن کا نام متوکل ہے۔ الخ۔ (خصائص کبریٰ جلداولٰ صفحہ نمبر۱۱، بحوالہ بیہقی وابونعیم)۔

دلیل نمبر۳۵ (کنز مکنون پر کلمہ طیبہ):

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جس چھپے خزانے کا ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ ایک تختی تھی جس پر یہ لکھا تھا: ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ''اور آخر میں لکھا تھا: ''لا الٰه الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ''۔ (خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۷، سبل الھدیٰ جلداول صفحہ۸۹، بحوالہ بیہقی عن عمر وعلی، البزار عن ابی ذر الخرائطی عن ابن عباس رضی اللہ عنہم)۔

۳۶: حضرت کعب الاحبار ﷺ فرماتے ہیں میرے والد نے اپنی وفات سے قبل مجھ سے فرمایا: بیٹے میں نے تم سے کوئی چیز نہیں چھپائی سوائے دو ورقوں کے جن میں ایک نبی کا ذکر ہے جن کا زمانہ ظہور قریب ہے تا کہ ان کے حوالہ سے تمہیں کوئی بدراہ نہ کر سکے اور صحیح سمت میں ان تک پہنچ سکو۔ اگر اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی اور اس نبی کا ظہور ہو گیا تو تم ان کے غلام بنو گے۔

بہرحال ان کی وفات ہوگئی ہم نے آپ کی تجہیز و تکفین کی مجھے ان اوراق کے پڑھنے کا سخت شوق ہوا، کھول کر دیکھا تو ان میں یہ لکھا تھا: محمد رسول اللّٰہ خاتم النبیین لانبی بعدهٗ مولده بمکة ومهاجره بطیبة الخ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں، اس معنی میں سب سے آخری نبی ہیں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا ان کی ولادت مکہ میں ہوگی ہجرت طیبہ میں الخ۔ (ﷺ) ملاحظہ ہو:۔ (خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۱۳،۱۴، سبل الہدیٰ جلداوّل صفحہ۱۰۰،۱۰۱، بحوالہ ابو نعیم)۔

دلیل نمبر۳۷ (عہد تبع میں):

تبع نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی، سامول یہودی نے کہا: ان هذا البلد یکون الیه نبی من بنی اسماعیل

مولدہ بمکۃ اسمہ احمد وھذہ دار ھجرتہ ۔یعنی یہ شہر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک نبی کی ہجرت گاہ ہے جن کی ولادت مکہ میں ہوگی ان کا اسم گرامی احمد ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۷ سبل الہدیٰ جلد اول صفحہ ۱۲۰ بحوالہ ابن سعد عن ابن عباس)۔

دلیل نمبر ۲۸ (عہد دانیال علیہ السلام میں):

کافر بادشاہ بخت نصر نے ایک انتہائی پریشان کن خواب دیکھا، جاگنے پر وہ اسے بھول گیا، تعبیر کے لیے ساحرین وکاہنین کو جمع کیا انہوں نے کہا بیان کروگے تو تعبیر دیں گے۔ اس نے کہا مجھے یاد نہیں ہے کہنے لگے پھر ہم اس کی تعبیر بتانے سے عاجز وقاصر ہیں۔ اس کے بعد اس نے حضرت دانیال علیہ السلام کو مدعو کیا، آپ تشریف لائے، ماجرا سامنے رکھا آپ نے اس کا مکمل خواب بیان فرمادیا۔ اس نے تصدیق کی کہ واقعی میں نے یہی دیکھا ہے۔ عرض کی اس کی تعبیر بتائیں۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے اس کی تعبیر میں فرمایا: ''فیبعث اللہ نبیا امیا من العرب'' الخ۔ عرب سے اللہ تعالیٰ ایک نبی اُمی کو بھیجے گا۔ (جنہوں نے تمام ادیان باطلہ کو پاش پاش کردینا ہے) ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۳، ۲۴، بحوالہ ابونعیم عن کعب ووہب بن منبہ رضی اللہ عنہما، نیز سبل الہدیٰ جلد اوّل صفحہ ۱۳۴)۔

البدایہ والنہایہ جلد اول صفحہ ۴۹۲، ۴۹۳، میں ابن ابی الدنیا کی کتاب احکام القبور کے حوالہ سے ہے:

''ان دانیال دعا ربہ عزوجل ان تدفنہ امۃ محمد ﷺ'' یعنی حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ ان کی تدفین حضرت محمد ﷺ کی امت کے ہاتھوں ہونی چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسد مبارک کو محفوظ رکھا، حضرت فاروق اعظم کے دور میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب تستر کا علاقہ فتح فرمایا تو ''وجدہ فی تابوت تضرب عروقہ ووریدہ'' انہیں ایک تابوت میں پایا، جسم مبارک بالکل تروتازہ تھا۔ حضرت ابوموسیٰ نے جسد مبارک کو چوما۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من دل علی دانیال فبشروہ بالجنۃ'' جو حضرت دانیال علیہ السلام کے تابوت مبارک کی نشاندہی کرے اسے میری طرف سے جنت کی بشارت دے دینا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے یہ بشارت سنائی۔ (ملخصاً)۔

اقول: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے دور میں بحیثیت نبی ہمارے حضور کے چرچے تھے۔ نیز آپ کے مقام کا بھی پتہ چلا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے حضور کی امت کے صلحاء کے ہاتھوں تدفین کی دعا کی۔ حضور کی ذات سے ان کا ادب بھی واضح ہوا کہ یوں دعا نہیں کی کہ خود حضور مجھے دفن فرمائیں کہ عمل تدفین میں محنت اٹھانی پڑتی ہے جو باعث تکلیف تھی۔ نیز بوجوہ کثیرہ ان کے علوم باطنہ کی وسعت بھی واضح

ہوئی۔ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام۔

فائدہ: ظالم بادشاہ کے ایک خواب کی تعبیر میں اسے بتایا گیا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تیری تباہی کا باعث بنے گا۔ اس نے پیدا ہونے والے ہر بچہ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ دانیال علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کو جنگل میں شیروں کے آگے ڈال دیا گیا۔ شیروں نے ان کی رکھوالی کی، جوان ہوئے تو بادشاہ نے اندھے کنویں میں پھینک کر دو بھوکے شیر اوپر سے ڈال دیئے جو اندر جاتے ہی کتے کی طرح دم ہلانے لگے۔ (فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۸۰، طبع کراچی بحوالہ حیوۃ الحیوان للدمیری، از ابن ابی الدنیا و شعب الایمان للبیہقی، نیز البدایہ والنہایہ جلد اوّل صفحہ ۴۹ مختصراً)۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ مولیٰ کائنات علی المرتضیٰ نے فرمایا: اذا کنت بوادو تخاف فیہا السباع فقل اعوذ بدانیال وبالجب من شر الاسد۔ جب تو ایسے جنگل میں ہو جہاں شیر کا خوف ہو یوں تو کہہ: میں پناہ لیتا ہوں حضرت دانیال علیہ السلام اور ان کے کنویں کے شیر کے شر سے۔ (فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰ بحوالہ عمل الیوم واللیلۃ لتلمیذ الامام النسائی ابی بکر بن السنی، باب مایقول اذا خاف السباع)۔

دلیل نمبر ۳۹:۔ (عہد اشعیاء علیہ السلام میں)

وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اشعیاء علیہ السلام کو اپنی وحی میں فرمایا: "انی باعث نبیا امیّا (الیٰ) عبدی المتوکل المصطفیٰ المرفوع الحبیب المتحبب المختار الخ۔ میں ایک نبی اُمی کو بھیجوں گا جو میرا بندۂ خاص ہے، توکل شعار، برگزیدہ، بلندرتبہ، دلکش و دل آویز اور پسندیدہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۱۳، سبل الھدیٰ والرشاد جلد اول صفحہ ۱۰۱، بحوالہ ابن ابی حاتم و ابونعیم)

دلیل نمبر ۴۱ تا ۴۵ (زمانہ سیدنا عیسیٰ روح اللہ کلمۃ اللہ علیہ السلام میں):

۴۱: قرآن مجید میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: **وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ** ۔ میں ایک بڑی شان والے رسول کی خوش خبری دینے آیا ہوں جو میرے بعد آرہے ہیں، ان کا نام نامی احمد ہے۔ (پارہ ۲۸، سورۃ الصف، صفحہ نمبر ۶)۔

انجیل کے سب سے صحیح نسخہ انجیل برنباس (فصل نمبر ۴۲، ۴۴، ۹۷) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی خطاب موجود ہے۔ جس میں انہوں نے بارگاہِ مصطفوی میں انتہائی تواضع کا مظاہرہ فرماتے ہوئے آپ کی تعظیم و تکریم کی حد کردی، جس میں آپ کے کلمات مبارکہ ہیں کہ: حضور کی تخلیق سب سے اول ہوئی اور دنیا میں تشریف آوری آخر میں ہوگی، پورا نظام کائنات، یہ سب رونقیں اور بہاریں آپ ہی کے دم قدم

سے ہیں، آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، ان کی کیا کیا شانیں بتاؤں، میں تو اس قابل بھی نہیں ہوں کہ ان کے جوڑے سیدھے کروں، اگر مجھے ان کے نعلین کے تسمے یا بند کھولنے کی سعادت مل جائے تو اللہ کے ہاں میرا بہت بڑا رتبہ ہوگا۔(ملخصاً)۔

نوٹ: انجیل برنباس کا نسخہ سنٹرل لائبریری بہاول پور اور دوسرا جھنڈیر لائبریری میلسی میں محفوظ ہے۔

۴۱۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: ''آمن بمحمدو مرمن ادرکه من امتك ان یؤمنوا به فلولا محمدماخلقت آدم ولا الجنة ولاالنار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن'' آپ محمد پر ایمان لائیں اور اپنی امت سے بھی کہہ دیں کہ جو ان کا زمانہ پائے تو ان پر ایمان لائے، محمد نہ ہوتا تو میں آدم کی تخلیق نہ کرتا، نہ ہی جنت ودوزخ بناتا، میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو اس میں لرزہ کی کیفیت ہوئی پس میں نے اس پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھ دیا جس سے وہ سکون میں آ گیا۔(ﷺ)
(الخصائص الکبریٰ، جلد اول صفحہ۷، قال السیوطی اخرج الحاکم وصححه)۔

۴۲:ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا آپ لوگوں کو کہہ دیں کہ ''صدقوا النبی الامی'' نبی اُمی کی تصدیق کرو۔(ﷺ)۔(سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ۹۷،۹۸ بحوالہ یعقوب بن سفیان نیز خصائص کبری جلد۱صفحہ۷۶، بیھقی وابن عساکر)۔

۴۳:حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے سرکار ﷺ کے ظہور کے بعد آپ کی علامات سن کر بے ساختہ زبان سے کہا: ''اشھد ان محمدا رسول اللہ وانه الذی بشربه عیسیٰ'' یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں نیز یہ کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔اس کے بعد کہا: ملکی انتظامات کی رکاوٹ حائل نہ ہوتی تو ''لاتیته حتی احمل نعلیه'' آپ کے حضور حاضر ہو کر آپ کے نعلین شریفین اٹھا کر چلنے کی سعادت حاصل کرتا۔(سبل الھدیٰ والرشاد جلد اول صفحہ۹۸، طبع بیروت بحوالہ بیھقی عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنه)۔

۴۴:سہل مولیٰ غثیمہ کہتے ہیں کہ میں نصرانی المذہب تھا اپنے چچا کے زیر کفالت تھا انجیل میں میں نے حضور کی شان دیکھی اور ورق نکال کر اپنے پاس رکھ لیا، چچا نے مجھے مارا، میں نے کہا: ''فیھا نعت النبی احمد'' اس میں اللہ کے نبی حضرت احمد ﷺ کی تعریف ہے۔(الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ۱۵۔بحوالہ ابن سعد وابن عساکر)۔

۴۵: سید عالم ﷺ نے فرمایا: "وبشارة عیسٰی" یعنی جس رسول کی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بشارت دی تھی وہ میں ہوں۔ (الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۹ بحوالہ احمد، حاکم، بیہقی عن العرباض بن ساریہ، ابن عساکر عن عبادة بن الصامت (رضی اللہ عنہ) نیز سبل الھدیٰ جلداول صفحہ۹۴، ۹۵ بحوالہ احمد، حاکم، ابن عساکر، ابن سعد، طبرانی، ابن مردویہ عن العرباض وعبادة بن الصامت وابی امامة رضی اللہ عنھم)۔

اقول: علامہ ابن رجب حنبلی نے فرمایا: حضرت عیسٰی علیہ السلام کی یہ تبشیر اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی نبی تھے۔ ملاحظہ ہو۔ (لطائف المعارف صفحہ۹۹، ۱۰۳ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

دلیل نمبر۴۶تا۵۰ (سابقہ کتب میں تذکرے بحیثیت نبی ورسول):

۴۶: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: **اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ** (پارہ۹، الاعراف ۱۵۷)

آیت ہذا اپنے اس مفہوم میں واضح ہے کہ آپ ﷺ کے تذکرے تورات وانجیل میں تھے اور بفضلہٖ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کی شدید تحریفات کے باوجود محرف نسخوں میں بھی آپ کے تذکرے موجود ہیں۔

۴۷: سورۂ فتح کی آخری آیت سے واضح ہے کہ تورات میں آپ ﷺ کا ذکر "محمد رسول اللہ" کے مفہوم سے تھا۔ عہد موسیٰ علیہ السلام کے زیر عنوان صحیح بخاری نیز دارمی، بیہقی اور ابن عساکر کے حوالہ سے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کی یہ روایتیں بھی گذری ہیں کہ تورات میں بصیغۂ خطاب یہ الفاظ بھی تھے۔ "انت عبدی ورسولی" یعنی محبوب! آپ میرے عبد خاص اور میرے رسول ہیں۔ ﷺ۔

۴۸: نیز حضرت کعب الاحبار کا یہ ارشاد بھی گذرا ہے کہ تورات میں آپ کے تذکرے میں محمد رسول اللہ کے لفظ تھے۔

۴۹: علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "وکانوا یجدون محمداً رسول اللہ ﷺ مبعوثا فی کتبھم وانه سیظھر فی بعض القری العربیة فی ارض ذات نخل" یعنی اہل کتاب اپنی کتب میں حضور اقدس ﷺ کے تذکرے اس طرح پاتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کی تشریف آوری کھجوروں والے شہر (مدینہ طیبہ) میں ہوگی۔ (سبل الھدیٰ جلداول صفحہ۱۲۲، بحوالہ ابونعیم، ابن عساکر)

۵۰: نیز خویصہ بن مسعود نے فرمایا: "کانوا یذکرون نبیا یبعث بمکة اسمه احمد ولم یبق من الانبیاء غیره وھو فی کتبنا" اہل کتاب اس امر کا برملا اقرار کرتے تھے کہ ہماری کتابوں میں ایک نبی کی آمد

کے تذکرے ہیں جو مکہ سے ظہور فرمائیں گے ان کا نام احمد ہے اور وہ سب سے آخری نبی ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۶، بحوالہ واقدی، ابو نعیم، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۲۳)۔

دلیل نمبر ۱۰ (اِخبارِ سطیح وشق):

تبابعہ یمن سے ربیعہ بن نصر لخمی نے ایک ہولناک خواب دیکھا کہ اندھیرے سے دہکتی آگ کے انگارے نمودار ہو کر ایک نشیبی علاقے میں گرے ہیں، جنہوں نے وہاں کے ہر ذی روح کو اپنی لپیٹ میں لے کر سب کو جلا دیا اور فناء کر دیا ہے۔ جس کی تعبیر لینے کے لیئے اس نے اپنے ملک کے تمام کاہنوں، جادوگروں، قیافہ شناسوں اور نجومیوں کو جمع کر کے ان سے اس کی تعبیر پوچھی۔ سب نے کہا: خواب بیان کریں گے تو تعبیر بتائی جائے گی۔ اس نے کہا خواب بھی تم نے بتانا ہے اور اس کی تعبیر بھی۔ اس کے بغیر مجھے تعبیر کے صحیح ہونے کا یقین نہیں آئے گا۔ ان میں سے ایک نے کہا اس کے لیئے شق اور سطیح (کاہنوں) کو بلایا جائے، وہی اس طرح سے اس کی تعبیر دے سکتے ہیں کیوں کہ ان کے پاس بہت علم ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں مدعو کیا۔ سطیح پہلے پہنچا۔ بادشاہ نے ماجرا رکھا، سطیح نے بلا کمی وکاست اس کا خواب از خود بیان کر دیا اور کہا: ''رأیت حممة خرجت من ظلمة فوقعت بارض تھمة فأکلت منھا کل ذی جمجمة'' (مفہوم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا)۔

بادشاہ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی تعبیر چاہی۔ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ حبشہ آپ کے علاقہ پر حملہ آور ہو کر تباہی پھیلائیں گے اور اس پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیں گے۔ اس نے کہا یہ میرے زمانہ میں ہوگا یا بعد میں؟ جواب دیا کہ آپ کے بعد ساٹھ ستر سال سے زیادہ عرصہ جب گذر جائے گا تو ایسا ہوگا۔ افیدوم نے کہا کہ وہ ہمیشہ مسلط رہیں گے یا ان کا کنٹرول ختم بھی ہوگا؟ اس نے کہا ستر سال سے کچھ عرصہ زائد کے بعد ان کا تسلط ختم ہو جائے گا۔ ان میں سے کچھ مارے جائیں گے اور کچھ یہاں سے بھاگ نکلیں گے۔

افیدوم نے کہا ان کے خلاف یہ کاروائی کون کرے گا؟ اس نے کہا: عدن سے ارم بن ذی یزن۔

افیدوم نے کہا اس کا تسلط باقی رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ اس نے کہا بلکہ ختم ہو جائے گا۔

افیدوم نے پوچھا: ''ومن یقطعه'' اسے کون ختم کرے گا؟ سطیح نے جواب دیا: ''نبی ذکی یأتیه الوحی من قبل العلی'' ایک برگزیدہ نبی جنہیں اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے وحی ہوتی ہوگا۔

افیدوم نے پوچھا:"وممن هذا النبی "اس نبی کا کس قبیلہ سے تعلق ہوگا؟ جواب دیا:"من ولد غالب بن فهر بن مالك بن النضر يكون الملك فی قومه الیٰ آخر الدهر "غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد سے ہوں گے جن کی بادشاہت دنیا کے اختتام تک چلی جائے گی۔

افیدوم نے کہا:وهل للدهر من آخر ؟ کیا دنیا کا اختتام ہے؟ اس نے کہا:"نعم يجمع فيه الاولون والآخرون يسعد فيه المحسنون ويشقى فيه المسيئون "یقیناً ایک دن آئے گا جس میں تمام اگلوں پچھلوں کو جمع کیا جائے گا جس میں نیک کامیاب اور بدخائب وخاسر ہوں گے۔

اس نے کہا کیا یہ سچ ہے؟ کہا:"نعم والشفق والغسق والفلق اذا اتسق ان ما انبأتك به لحق " یعنی میں حلفیہ کہتا ہوں یہ سب حق ہے جو ہوکر رہے گا۔

اس کے بعد شق کی بھی آمد ہوگئی، بادشاہ نے سطیح کے بیان کو ظاہر کئے بغیر اس سے بعینہ وہی سوالات کئے جو سطیح سے کئے تھے تاکہ ان کی موافقت اور عدم موافقت کا پتہ چلے۔ پس شق نے اپنے لفظوں میں تمام جوابات وہی دیئے جو سطیح نے دیئے تھے جس میں قیامت کی حقانیت کا بھی حلفیہ ذکر کیا۔

موصوف نے حضور اقدس ﷺ کا ذکر خیر ان لفظوں میں کیا:"بل ينقطع برسول مرسل يأتی بالحق والعدل من اهل الدين والفضل يكون الملك فی قومه الی يوم الفصل "یعنی ابن ذی یزن کا تسلط ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ ایک عدل گستر صاحب وحی نبی مرسل کے ذریعہ ختم ہوجائے گا جن کی بادشاہی فیصلہ کے دن (روزِ قیامت) تک رہے گی۔ (ملخصاً) ملاحظہ ہو: (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۸۹ تا ۹۱ طبع دار الفکر بیروت، لبنان)۔

تعارف سطیح وشق:

سطیح کا نام ربیع ہے، شق اور وہ ایک ہی دن میں پیدا ہوئے تھے جنہیں علم کہانت میں پیشوائی کا درجہ رکھنے والی مشہور کاہنہ "طريفه بنت خير حميرية " نے گھٹی لگائی تھی۔ عجیب اتفاق کہ وہ اسی دن فوت ہوگئی پس اس گھٹی کے باعث اس کا علم کہانت ان دونوں کی طرف منتقل ہوگیا۔

شق کا آدھا جسم تھا یعنی ایک ہاتھ ایک پاؤں ایک آنکھ، سطیح بالکل گوشت کا ڈھیر تھا، آدمی والی شکل بھی نہ تھی نہ اس کی ہڈیاں تھیں نہ اعصاب، صرف سر، گردن اور ہاتھوں میں کچھ نہ کچھ تھیں۔ اس کا چہرہ سینہ کی جگہ پر تھا، اس کی بھی صرف زبان ہلتی نظر آتی تھی، اسے کپڑے کی طرح لپیٹ دیا جاتا تھا، کہیں لے جانے کے لیۓ اسے پھٹے پر رکھ دیا جاتا۔

ایک قول کے مطابق اس نے جب اسے غصہ آتا تو پھول جاتا اور اس حالت میں وہ بیٹھنے کے قابل

ہوتا تھا۔ سطیح لقب اس کی جسمانی ساخت کے باعث ہے۔

ایک قول کے مطابق سات سو سال عمر پائی اور تیں زمانے پائے، بعض نے کہا کہ پانچ سو سال اور بعض دیگر کے حسب قول تین سو سال عمر ہوئی۔ شام کے اطراف میں عراق سے متصل سرحدی علاقہ میں فوت ہوا۔

''وکان ذلك بعدمولد الرسول الله ﷺ بشهر اوشية اي اقل منه ''یعنی اس کی فوتگی کے وقت رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کو کم وبیش ایک ماہ ہوا تھا۔

ابن کثیر نے کہا: ''وظاهر هذه العبارات تدل على علم جيد لسطيح وفيها روائح التصديق لكنه لم يدرك الاسلام كما قال الجريري ''ان عبارات کے ظاہر سے ایک تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا علم صحیح تھا دوسرا ان میں تصدیقی جھلکیاں پائی جاتی ہیں لیکن جریری کے قول کے مطابق اس نے اسلام نہیں پایا۔

نیز ''وقد مات شق قبل سطيح بدهر ''شق نے سطیح سے عرصہ دراز پہلے وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ' جلد دوم صفحہ ۸۹، نیز صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸ طبع دار الفکر بیروت) نیز سبل الہدیٰ والرشاد المعروف سیرت شامی طبع' دار الکتب العلمیہ بیروت۔ طبع ثانی ۲۰۰۷ء بحوالہ ابن عساکر نیز الخصائص الکبریٰ' صفحہ ۳۵' بحوالہ ابن عساکر)

نوٹ: رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر بادشاہ ایران (کسریٰ) کے محل کے کنگرے خود بخود گر گئے، نیز نار فارس خود بخود بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے دہک رہی تھی۔ اس وقت کسریٰ نے پریشانی کے عالم میں کاہنوں اور جادوگروں سے اس کی وجہ پوچھی ان میں سطیح کا بھانجا عبد المسیح بھی تھا اس نے اس کے لیے سطیح کا نام پیش کیا۔ بہرحال سطیح نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے جو ایک بار پھر آپ ﷺ کے متعلق تقریر کی اس کا بیان ساتویں باب میں آگے آرہا ہے۔

دلیل نمبر ۵۲ تا ۵۷ (تبشیرات اجداد کرام):

۵۲: بخت نصر کے تسلط کے دور میں حضور اقدس ﷺ کے جد کریم معد بن عدنان بارہ سال کی عمر کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی حضرت ارمیاء علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ آپ انہیں دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ ''كي لاتصيبه النقمة فيهم فاني مستخرج من صلبه نبيا كريماا ختم به الرسل'' تاکہ انہیں گزند نہ پہنچے کیوں کہ میں اس کی پشت سے ایک عالی رتبہ نبی کو پیدا کرنے والا ہوں جن پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگا۔ (حضرت ارمیاء نے انہیں شام میں پہنچا دیا) ملاحظہ ہو۔ (البدایہ والنہایہ' جلد ۲ صفحہ ۱۹۴، مسالک الحنفاء' صفحہ ۳۹' سیرت حلبیہ' جلد ۱ صفحہ ۲۸)۔

۵۳: حضور انور ﷺ کے جد کریم کنانہ اپنے عہد میں لوگوں کو بتاتے تھے کہ: ''قد آن خروج نبي من

مکة یدعی احمد ''عن قریب مکہ سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جن کا نام احمد ہے۔(ﷺ)۔(سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۶)۔

۵۳: آپ ﷺ کے جد کریم حضرت کعب بن لوئ جمعہ کے دن لوگوں کو جمع فرما کر ہفتہ وار خطاب فرماتے جس کا ایک حصہ حضور کی آمد کے بیان سے مختص تھا۔آپ اس میں فرماتے:''فسیأتی لہ نبأ عظیم وسیخرج منہ نبی کریم" نیز "علی غفلة یأتی النبی محمد، یخبر اخبارا صدوق خبرھا''نیز''یالیتنی شاھدا بخواء دعوتہ۔ حین العشیرۃ تبغی الحق خذلانا''یعنی عن قریب بہت اچھی خبر آنے والی ہے۔حرم سے عن قریب ایک بزرگ نبی کا ظہور ہوگا۔اسم گرامی محمد ہوگا، اچانک آمد ہوجائے گی، رب تعالیٰ کی سچی خبریں دیں گے، کاش میں ان کے اعلان نبوت کے موقع پر موجود ہوں جب قبیلہ قریش حق سے بغاوت پر تُل جائے گا۔(ملخصاً)۔

ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۸، بحوالہ ابونعیم، دلائل النبوۃ لابی نعیم، جلد اول صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷ طبع حلب، البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶)۔

حضرت کعب اور حضور ﷺ کی بعثت کے مابین پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ ہے۔(خصائص کبریٰ جلد اوّل صفحہ ۲۸)۔

نوٹ: مدارج النبوۃ فارسی جلد اول صفحہ ۲۸، میں یہ خطاب حضور کے جد کریم مُرہ بن کعب کی نسبت سے لکھا ہے۔(ﷺ)۔

۵۵: سرکار ﷺ کے جد کریم حضرت قُصی جمعہ کے دن قوم کو جمع فرما کر ان سے خطاب فرماتے اور وعظ و نصیحت کرتے ہوئے حرم شریف کی تعظیم کی تلقین فرماتے ویخبرھم انہ سیبعث فیھم نبی ۔اور انہیں بتاتے کہ ان میں عن قریب ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ملاحظہ ہو۔(زرقانی جلد اول صفحہ ۷۳، ۷۴)۔

نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۷ میں ہے کہ مشہور کاہن سطیح کا مکۃ المکرّمہ میں آنا ہوا تو ابناء حضرت قُصی وغیرہم نے اس سے سوالات کئے جواب میں اس نے ایک بات یہ کہی لیخرجن من ذا البلد نبی مھتد یھدی الی الرشد الخ۔اسی شہر سے ایک مرکز ہدایت نبی کا ظہور ہونا ہے جنہوں نے گمراہی سے بچانا ہے الخ۔(نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳۳، ۳۴، بحوالہ ابونعیم، ابن عساکر)۔

۵۶: حضور ﷺ کے جد کریم حضرت ہاشم کو بادشاہ روم (ہرقل) نے اپنی شہزادی سے نکاح کرنے کی پیشکش کی۔علماء نے اس کی یہ وجہ لکھی کہ''انما اراد بذلك نور المصطفیٰ الموصوف عندھم فی

الانجیل ''اس سے اس کا مقصد مصطفیٰ ﷺ کے نور کو حاصل کرنا تھا جس کا اسے انجیل کے حوالہ سے علم تھا۔(یعنی انجیل میں اس کی تفصیل موجود تھی کہ حضور کا نور مبارک فلاں دور میں حضرت ہاشم کی صلب میں منتقل ہوگا۔ چنانچہ حضرت ہاشم کی پیشانی سے اس کی چمک دیکھی جاتی تھی اور اس کا دور دور تک شہرہ بھی تھا۔ پس ہرقل نے اس کا علم پا کر آرزو کی کہ یہ سعادت اس کے خاندان کو مل جائے) لیکن حضرت ہاشم نے اس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ (زرقانی جلداول صفحہ ۷۳)۔

۵۷: حضرت عبدالمطلب کی یمن میں ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی اس نے آپ کا بدن مبارک اور ناک کے دونوں نتھنے سونگھ کر کہا ''اشھد ان فی احدی یدیك ملکا وفی الاخری نبوۃ ''یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کی ذات میں نبوت اور بادشاہت دونوں چھپی ہوئی ہیں۔ (سبل الہدیٰ، جلداول صفحہ ۳۲۵، بحوالہ ابن سعد، ابن البرقی، طبرانی، حاکم، ابونعیم، خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۴۰، حاکم بیہقی، طبرانی، ابونعیم، کتاب الشریعۃ للامام الاجری، صفحہ ۳۴۶ حدیث نمبر ۹۲۰، عن ابن عباس عن ابیہ عن جدہ)۔

دلیل نمبر ۵۸ تا ۶۰ (ظہور معجزات):

۵۷: سیدعالم ﷺ کے جدامجد حضرت الیاس کے متعلق مروی ہے کہ: ''کان یسمع فی صلبه تلبیة النبی ﷺ بالحج ''انہیں ان کی پیٹھ سے نبی کریم ﷺ کے تلبیہ حج (لبیك اللھم لبیك الخ) کہنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ملاحظہ ہو: (زرقانی جلداول صفحہ ۷۸، ۷۹، سیرت حلبیہ جلداول صفحہ ۲۷، مسالک الحنفاء، صفحہ ۳۰، مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۹)

۵۹: جدامجد حضرت عبدالمطلب کے بارے میں منقول ہے کہ: ''فائح میشد از وے رائحہ مشک اذفر'' ''ونور رسول اللہ روشن بود در غرہ وے'' وچوں حادثہ پیش آمدے بجبل ثبیر مے بردند وے را وبحضرت عزت وسیلہ مے ساختند ودر ایام قحط باراں بوے استسقاء میکردند'' وبہ برکت نور محمدی کہ در جبین حال وے مے تافت مہم ایشاں بکفایت مے رسید'' چوں نور آنحضرت بعبد المطلب رسید وایں فضل را دریافت روزے در حجر خواب کردہ بود پس بیدار شد مکحول مدھون کہ پوشیدہ است حلہ بیش بہا وجلال وجمال را''۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلداول صفحہ ۷)۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم، جلداول صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۹، طبع حلب میں بھی بعض امور مذکورہ موجود ہیں مثلاً ''نام یوماً فی الحجر فانتبه مکحولا مدھونا''۔

اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کا نور مبارک حضرت عبدالمطلب کی صلب پاک میں منتقل ہوا

تو اس کی برکت سے ان سے خالص کستوری کی خوشبو پھوٹتی تھی اور ان کی پیشانی سے روشنی نکلتی تھی۔ اہل مکہ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ انہیں ثبیر پہاڑی پر لے جا کر بارگاہ ایزدی میں ان کے وسیلہ سے دعا کرتے اور قحط سالی میں باران رحمت طلب کرتے تو حضور کے نور کی برکت سے مشکل ٹل جاتی اور مسئلہ حل ہو جاتا تھا۔ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ نور مبارک ان میں منتقل ہو چکا ہے تو ایک دن حطیم کعبہ میں آرام فرما ہوئے، بیدار ہونے پر دیکھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے اور زلفوں پر تیل کے اثرات ہیں انتہائی قیمتی لباس میں ملبوس ہیں اور پیکر جلال وجمال بنے ہوئے ہیں۔

۶۰: حضرت عبداللہ (والد ماجد) ذبح سے بچ گئے۔ واقعہ بہت معروف ہے۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۱، ۱۲)۔

نیز یہود نے علامات سے جانا کہ ''وجود پیغمبر آخر الزمان از صلب عبداللہ بود'' حضور کی آمد حضرت عبداللہ کی صلب پاک سے ہوگی لہٰذا وہ دشمن بن گئے اور قتل کے درپے ہوئے۔ اسی مقصد سے مکۃ المکرّمہ بھی آئے مگر آثار غریبہ اور امور عجیبہ مشاہدہ کر کے خائب وخاسر واپس لوٹے۔

ایک بار آپ شکار کی غرض سے صحرا میں گئے، شام سے یہود کی ایک جماعت تلواریں سونتے آئی، دھاوا بول دیا تو غیب سے کچھ سواروں نے ظاہر ہو کر دفاع کیا اور انہیں دفع کر دیا۔

مختلف کاہنہ اور سابقہ کتب کی عالمہ عورتوں نے آپ کی پیشانی سے نورِ مصطفوی ﷺ کا مشاہدہ کر کے اسے حاصل کرنے کے لیئے آپ سے خواستگاری کی ان میں سے کچھ نے سو سو اونٹوں کی پیشکش بھی کی مگر آپ نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ نکاح کے بغیر اس کام سے ڈوب کر مر جانا بہتر ہے۔

شیخ محقق فرماتے ہیں: ''حق سبحانہ اورا در پردہ عفت وعصمت محفوظ داشت'' ملاحظہ ہو: (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۱، ۱۲، ۱۳)۔

نیز البدایہ والنہایۃ جلد دوم صفحہ ۲۱۸ میں ہے: ''وھذاہ الصیانۃ لعبداللہ لیست لہ وانما ھی لرسول اللہ ﷺ'' یعنی حضرت عبداللہ کا محفوظ رہنا محض رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے تھا۔ اھ۔

اقولُ: یہ سب حضور ﷺ کے معجزات ہیں جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ پس یہ سب بھی مانحن فیہ کی دلیل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے نور مبارک کا چمکتے رہنا۔ شیث علیہ السلام کی جبین مبارک سے اس کی روشنی کا پھوٹنا، کشتی نوح علیہ السلام کا پار لگنا، نارِ خلیل علیہ السلام کا گلزار بن جانا وغیرہ نیز حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبح سے بچ جانا بھی اسی قبیل سے ہیں۔

تصریحات ائمہ شان وعلماء اسلام

دلیل نمبر ۶۱: امام آجری سے:

امام ابوبکر محمد بن حسین آجری شافعی (متوفی ۳۶۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔"ان نبینا محمدا لم یزل نبیا من قبل خلق آدم یتقلب فی اصلاب الانبیاء وابناء الانبیاء بالنکاح الصحیح حتیٰ اخرجہ اللہ عزوجل من بطن امہ" الخ۔یعنی ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے نبی بنے، پھر ہمیشہ نبی رہے، یہاں تک کہ نکاح صحیح سے اصلاب وارحام طیبہ سے ہوتے ہوئے والدہ ماجدہ کے بطن پاک سے بحکم الٰہی ظہور پذیر ہوئے۔

ملاحظہ ہو: (کتاب الشریعۃ صفحہ ۴۳۵، باب ذکر مبعثہ ﷺ حدیث نمبر ۹۲۵ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

دلیل نمبر ۶۲: شیخ عبدالکریم جیلی سے:

امام محقق الشیخ عبدالکریم الجیلی الیمنی الشافعی (متوفی ۸۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔"فلم یغفل عن اللہ تعالی طرفۃ عین ولا فی الارحام والاصلاب لانہ کان نبیا وھو فی الارحام والاصلاب والنبی لایغفل عن اللہ تعالی "یعنی آپ ﷺ کبھی پلک جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوئے۔ارحام واصلاب میں بھی یہی کیفیت تھی کیونکہ آپ اس وقت بھی نبی تھے جب کہ نبی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔

(جواھر البحار جلد اول صفحہ ۲۵، طبع مطبع مصطفیٰ حلبی بابی مصر)۔

دلیل نمبر ۶۳: علامہ ابن رجب سے:

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی ۷۹۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:"انہ ﷺ ولد نبیا فان نبوتہ وجبت لہ من حین اخذ المیثاق منہ حین استخرج من صلب آدم فکان نبیا من حینئذ لکن کانت مدۃ خروجہ الی الدنیا متأخرۃ عن ذلک وذلک لایمنع کونہ نبیا قبل خروجہ کمن یولی ولایۃ ویؤمر بالتصرف فیھافی زمن مستقبل فحکم الولایۃ ثابت لہ من حین ولایتہ وان کان تصرفہ یتأخر الی

حین مجئی الوقت ''یعنی آپ ﷺ نبی ہوکر پیدا ہوئے کیوں کہ آپ کی نبوت آپ کے لیئے اس وقت سے ثابت ہے جب آپ کے اجزاء جسمیہ مبارکہ کو طینۂ آدم علیہ السلام سے نکال کر تخلیق آدم سے پہلے آپ سے میثاق نبوت لیا گیا تھا۔ لہٰذا آپ اسی وقت سے نبی ہیں، البتہ دنیا میں آپ کا ظہور عرصہ بعد ہوا اور یہ قبل از ظہور آپ کے نبی ہونے کے منافی نہیں جس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کسی کو کسی علاقہ کا حاکم متعین کر کے مستقبل میں اسے اپنا حکم چلانے کا آرڈر دے دیا جائے تو اس کا حاکم ہونا پہلے سے ثابت ہوگا جب کہ اس کے آرڈرز وقت آنے پر ظاہر ہوں گے۔ (لطائف المعارف صفحہ ۹۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

دلیل نمبر ۶۴: امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی شامی قدس سرہٗ سے:

امام علامہ محمد بن یوسف صالحی (متوفی ۹۴۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ بن رجب حنبلی کی مذکورہ عبارت مسئلہ ہذا کے لیے استناداً نقل فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو: (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ جلد نمبر صفحہ نمبر). (طبع دار الکتب العلمیہ بیروت مطبوعہ ۲۰۰۷ء)

دلیل نمبر ۶۵ تا ۷۴: متعدد ائمہ اسلام سے:

نبی سے نبوت کا سلب وزوال اور تعزل شرعاً محال ہے اور اس کا جائز کفر ہے۔

چنانچہ امام ابوالشکور سالمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ھذا کفر ''یعنی سلب وزوال نبوت کا قول کفر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (تمہید صفحہ ۷۶ طبع حزب الاحناف لاہور)۔

واضح رہے کہ مصنف کتاب ہذا حضور داتا صاحب علیہ الرحمہ کے ہم عصر ہیں۔ امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں انہیں اکابر علماء حنفیہ سے لکھا ہے۔ (مکتوبات جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۵۹ طبع مکتبہ القدس کوئٹہ)۔

شیخ الاسلام گنج شکر قدس سرہٗ نے یہ کتاب پڑھی حضرت سید نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو سبقاً پڑھائی اور اسے نعم الکتاب فرمایا۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت شیخنا علامہ سید ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب ہذا بہت پسند تھی۔ اپنے تلامذہ کو اسکا درس بھی دیتے تھے۔ اسے اپنے زیر اہتمام، شارح بخاری صاحبزادہ علامہ سید محمود رضوی علیہ الرحمہ کے ذریعہ شائع کرایا اور مدارس پر زور دیا کہ اسے داخل نصاب کیا جائے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی فرمایا۔ خود مصنف تحقیقات نے بھی تحقیقات میں اس سے استناد کیا ہے۔

فاضل اجل رئیس التحریر علامہ شرف قادری علیہ الرحمہ نے ترجمہ کی تصحیح فرمائی اور زوردار تقدیم بھی لکھی۔

حضرت سید صاحب ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''یہ قول کفر ہے''۔ (تمہید اردو صفحہ ۱۸۳، بارہواں قول طبع فرید

بک سٹال لاہور)۔

امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ التمہید کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں: ''من جوززوال النبوۃ من نبی فانہ یصیر کافراً'' یعنی جو نبی سے زوال نبوت کو جائز کہے وہ کافر ہے۔ (المعتقد المنتقد، صفحہ ۱۱۷، طبع مکتبہ حامدیہ لاہور)۔

امام اہل سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کی تعلیق میں اسے ردّ نہیں فرمایا بلکہ برقرار رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد، صفحہ ۱۱۷ طبع مذکور)۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:۔ ''جو شخص نبی سے نبوت کا زوال جائز جانے کافر ہے''۔ (بہارِ شریعت حصہ اول صفحہ ۱۰ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

بہارِ شریعت، اعلیٰ حضرت کی پسندیدہ کتاب ہے، حصہ دوم پر اپنی تصدیق وتقریظ میں آپ نے فرمایا: ''ایسی کتاب کی ضرورت تھی'' اور جملہ مسائل اس کی تالیف کی تکمیل اور اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ (صفحہ ۹۲)

خلاصہ یہ کہ نبی سے نبوت کے سلب وتعزل کا قول کفر اور قائل کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ شریف جلد نہم صفحہ ۱۲ طبع کراچی میں فرمایا: ''حاشا نہ کوئی رسول رسالت سے معزول کیا جاتا ہے'' الخ۔

بناءً علیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمیت وہ جملہ اکابر ائمہ دین اور علماء اسلام جو سید عالم ﷺ کے تخلیق آدم علیہ السلام کے قبل سے بالفعل نبی ہونے کے قائل ہیں اور یہ تصریحات فرما چکے ہیں کہ حضور کا دائرہ نبوت و رسالت آپ کے زمانہ بعثت سے خاص نہیں بلکہ جملہ ادوار کو محیط ہے۔ (مکمل حوالہ جات باب نمبر ۴ میں گذر چکے ہیں) وہ اس کے بھی قائل ہوئے کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے حمل شریف تک بھی حضور کی وہ نبوت باقی تھی کیوں کہ باقی نہ ماننا سلب زوال اور تعزل نبوت کو لازم کرتا ہے جو کفر ہے۔ اس طرح سے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وہ قائلین کافر قرار پائیں گے جو کسی طرح درست نہیں۔

آخر میں عدم انقطاع نبوتِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق ایک، دوٹوک حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

دلیل نمبر ۷۵: امام علامہ محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ سے:

چنانچہ امام ربانی علامہ سید محمد بن جعفر الکتانی (متوفی ۱۳۴۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فکان نبیا و رسولا بالفعل عالما بنبوتہ و رسالتہ فی عالمی الحقائق والارواح کمامرثم فی عالم الاجسام والذر واتصلت نبوتہ بجمیع الخلائق من غیر انقطاع الیٰ زمن وجود جسدہ المکرم'' یعنی آپ

ﷺ عالم حقائق، عالم ارواح پھر عالم اجسام اور عالم ذُرّا اور عالم اجسام (جملہ عوالم) میں بالفعل نبی اور رسول تھے اور آپ کو اپنے نبی اور رسول ہونے کا علم تھا اور آپ کی نبوت جسمانی حیثیت سے اظہار سمیت تمام ادوار میں برابر سے باقی رہی جس میں کبھی کسی قسم کا انقطاع (عدم تسلسل) واقع نہیں ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ (جلاء القلوب من الاصداء الغينية ببيان احاطته ﷺ بالعلوم الكونية ' صفحہ ۳۸۵ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان)۔



باب ششم

ثبوت نبوت در زمانہ حمل شریف و بطن والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا

دلیل نمبر ۷۶ تا ۷۷ (نور نبوت منتقل ہوا):

خصائص کبریٰ (جلد اول صفحہ ۴۰) کے حوالہ سے ابھی گذرا ہے کہ یمن کے یہود کے ایک عالم نے حضرت عبدالمطلب کو دیکھ کر کہا کہ آپ کی ذات میں نبوت و بادشاہت پوشیدہ ہے۔

اس کا اگلا حصہ یہ ہے کہ اس نے یہ بھی کہا تھا: ''وانا نجد ذلك في بني زهرة'' ہم اس کے متعلق یہ بھی علم رکھتے ہیں کہ اس کا ظہور بنو زہرہ کی ایک خاتون سے ہوگا، تو کیا اس قبیلہ کی کوئی خاتون آپ کے نکاح میں ہے؟ فرمایا نہیں۔ تو اس نے آپ کو اس قبیلہ میں شادی کرنے کا مشورہ دیا۔ واپسی پر آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو ساتھ لے کر تلاش رشتہ کی غرض سے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں فاطمہ خثعمیہ نامی عورت سے ان کا گذر ہوا جو کاہنہ تھی اور سابقہ آسمانی کتب کی عالمہ بھی۔ ''فرأت نور النبوة في وجه عبدالله'' تو اس نے حضرت عبداللہ کے چہرہ سے نورِ نبوت کو چھلکتا دیکھ کر کہا: ''يافتى هل لك ان تقع علي الآن واعطيك مائة من الابل'' نوجوان! اگر آپ ابھی میرے ساتھ جنسی تعلقات استوار کر لیں تو میں آپ کو اس کے بدلے میں سو اونٹ پیش کروں گی۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا: اما الحرام فالممات دونه الخ۔ یعنی ایسا ناجائز کام کرنے سے موت بہتر ہے اور یہ کام ایک خاندانی آدمی کی آبرو اور دین کے لیے بدنما دھبہ ہے تو میں آپ کا کہنا کیونکر مان سکتا ہوں؟ یہ کہہ کر اپنے والد گرامی کے ساتھ چلے گئے۔

حضرت عبدالمطلب نے حضرت آمنہ بنت وہب سے ان کی شادی کر دی اور خود ھالہ بنت وھب سے تزویج فرمائی۔

حضرت عبداللہ کا اس کے تین دن بعد اس عورت سے گذر ہوا تو اس نے آپ سے پوچھا آپ نے اس دن کے بعد کیا کیا ہے؟ فرمایا میرے والد گرامی نے آمنہ بنت وہب سے میری شادی کر دی ہے۔جن کے پاس میں نے تین دن گذارے ہیں۔اس نے کہا اللہ کی قسم! میں کوئی بدکردار عورت نہیں ہوں'' ولکنی رأیت فی وجھك نورا فاردت ان یکون فی وابی اللہ الاان یصیرہ حیث احب ''میں نے تو محض اس نور کو اپنے اندر لینے کا ارادہ کیا تھا جو آپ کے چہرے سے چھلک رہا تھا لیکن اللہ کو اس ناپسندیدہ طریقہ سے اس کی منتقلی منظور نہ ہوئی اس لیئے اس نے اسے پسندیدہ طریقہ سے منتقل فرمایا۔''فاخبرھا انھا قدحملت بخیر اھل الارض ''تو آپ آمنہ کو بتادیں کہ ان کے حمل میں روئے زمین کی سب سے افضل ہستی جلوہ گر ہو چکی ہے۔

حضرت ابن عباس اور ابن شہاب نیز عروہ کے لفظ ہیں:''فحملت بالنبی ﷺ وفی روایۃ ''فحملت برسول اللہ ﷺ ''یعنی اللہ کے رسول معظم اور نبی محترم سے حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں۔ (علیہا السلام)(ملخص از خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۰ تا ۴۲ بحوالہ کتب عدیدہ)۔

اقول:۔ان روایات میں نور مبارک کے لیے صلب والد ماجد سے بطن والدہ ماجدہ میں منتقل ہونے کے زمانہ میں نبوت ورسالت کا اطلاق مذکور ہے۔جو مانحن فیہ کی دلیل ہے۔

۷۷:۔ سبل الہدیٰ والرشاد المعروف سیرت شامیہ میں ہے کہ اس عورت نے یہ بات کتب سماویہ کے عالم حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے سن رکھی تھی کہ''انہ لکائن فی ھذہ الامۃ نبی من بنی اسمٰعیل فرأت نور النبوۃ فی وجہ عبد اللہ ''اولاد اسماعیل علیہ السلام سے اس امت میں ایک نبی نے ظہور پذیر ہونا ہے پس اس نے اس نورِ نبوت کو حضرت عبداللہ کے چہرے میں دیکھا۔(اور بھانپ گئی کہ یہ اس نبی کے والد ماجد ہیں)۔

اسی میں ہے کہ اگلی ملاقات میں اس عورت نے یہ لفظ کہے:''فارقك النور الذی معك بالامس فلیس لی بك الیوم حاجۃ ''جو نور میں نے گذشتہ ملاقات میں دیکھا تھا وہ اس وقت آپ کے پاس نہیں ہے پس اب مجھ کو آپ کی کچھ حاجت نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو۔(جلد دوم صفحہ ۳۲۶،بحوالہ ابونعیم عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)۔نیز حجۃ اللہ علی العالمین للعلامۃ النبہانی صفحہ ۲۲۰ بحوالہ البشائر والاعلام لابن القطان۔

دلیل نمبر ۷۸(اسماء کتب ائمہ اسلام بحوالہ نبوت):

متعدد ائمہ شان اور علماء اسلام نے سیرت طیبہ پر چھوٹی بڑی کئی کتب ایسی تحریر فرمائیں جن کے نام نبوت کے حوالے سے تجویز کئے جیسے امام بیہقی اور امام ابونعیم کی ''دلائل النبوۃ'' امام ماوردی کی ''اعلام النبوۃ''

علامہ جامی کی ''شواہد النبوۃ'' امام المحدثین شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی ''مدارج النبوۃ'' اورعلامہ کاشفی کی ''معارج النبوۃ'' وغیرہا۔ جن میں آپ ﷺ کے وہ کمالات بھی ذکر فرمائے گئے ہیں جو عالم ارواح، عالم ذر، عالم اصلاب وارحام، عالم بطن وغیرہا میں ظاہر ہوئے۔ یہ بھی پیش نظر عنوان کے حوالہ سے ہمارے موقف کی دلیل ہے کیوں کہ ان سب کو آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے درجات میں شمار کیا گیا ہے۔ اگر آپ ان ادوار میں نبی نہیں تھے تو قبل تخلیق آدم علیہ السلام وبعدہٗ وہ کمالات، دلیل نبوت اور ثبوت رسالت کیوں؟ یعنی نبی (صاحب نبوت) کے بغیر نبوت کیسے موجود ہوگئی؟ بالفاظ دیگر موصوف کے بغیر صفت کیسے پائی گئی، تولامحالہ ماننا پڑے گا۔ آپ ان ادوار میں بھی وصف نبوت سے متصف وموصوف تھے۔ صلی اللہ علیہ والہ عدد کمالہ وقدر حسنہ وجمالہ)۔

دلیل نمبر ۷ (جہنی کا اسلام):

زمانۂ قبل از اسلام قبیلہ جہنیہ کا ایک شخص بے ہوش ہوگیا۔ لوگوں نے اسے مردہ سمجھ کر رسومات موت شروع کردیں۔ اتنے میں وہ اٹھ بیٹھا اور اس حالت میں اس نے جو دیکھا اس کی تفصیل بیان کرنی شروع کردی۔ اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ''اتؤمن بالنبی المرسل وتشکر لربك وتصل وتدع سبل من اشرك فأضل قلت نعم فاطلقت '' کیا تو نبی مرسل پر ایمان لائے گا، اپنے رب کے شکریہ میں نماز پڑھے گا اور بت پرست گمراہوں کا راستہ چھوڑ دے گا؟ میں نے کہا ہاں۔ پس اس بندھن سے مجھے خلاصی دے دی گئی۔ (یعنی اگر اس نبی پر ایمان لاؤ تو تمہیں چھوڑتے ہیں جب اس نے آمادگی ظاہر کی اسے چھوڑ دیا گیا) (ملخصاً) ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۹ بحوالہ ابن ابی الدنیا، بیہقی ابونعیم عن الشعبی رضی اللہ عنہ)۔

دلیل نمبر ۸ (ظہور معجزہ درزمانہ انتقال نور مبارک):

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ امام ماوردی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت عبداللہ کو اس عورت کی غلط پیشکش سے بچانا جب کہ آپ ﷺ ان کی پشت پاک میں جلوہ فرما تھے۔ ''من آیات اللہ فی رسولہ ﷺ'' اپنے رسول ﷺ کے بارے میں اس کے نشانات قدرت سے ہیں۔ (یعنی یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے ایسا نہ ہوتا تو نسب شریف پر معاذ اللہ حرف آتا)۔

ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۰ بحوالہ اعلام النبوۃ للماوردی)۔

اقول: معجزہ نبی کا ہوتا ہے پس یہ زمانہ حمل شریف میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر۸۱(''نورنبی'' کا اعلان از خازن جنت):

خازن جنت حضرت رضوان علیہ السلام نے سید عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ کے بطن پاک میں جلوہ گر ہو جانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنۃ الفردوس کے دروازے کھول دیئے۔ نیز آسمانوں اور زمینوں میں اعلان کیا: ''الا ان النور المخزون المکنون الذی یکون منه النبی الهادی فی هذه اللیلة یستقر فی بطن امه '' الخ۔ پوری توجہ سے سنو! ہادی عالم تاجدار نبوت کا نور جو حجابات میں تھا اور اس زمانے کے لیۓ چھپایا ہوا تھا آج کی رات ان کی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں مستقر ہو چکا ہے۔

ملاحظہ ہو: (حجۃ اللہ صفحہ ۲۲۶، بحوالہ مواہب از: خطیب بغدادی عن سہل بن عبداللہ التستری رضی اللہ عنہ)۔

نیز حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مضمون منقول ہے کہ استقرار حمل مبارک کی شب میں زمینوں اور آسمانوں میں منادی کی گئی: ''ان النور المکنون الذی منه رسول اللہ ﷺ یستقر اللیلة فی بطن امه فیاطوبی لها ثم یاطوبیٰ '' رسول اللہ ﷺ کی ذات کا نور آج رات ان کی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں جلوہ فگن ہو چکا ہے لہٰذا ان کو مبارک بادی پر مبارک بادی دی جاتی ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷ بحوالہ مذکورہ مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۳ نحوہ)۔

دلیل نمبر۸۲(حیوانات کی گواہی):

حضرت کعب الاحبار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا: ''ان کل دابة کانت لقریش نطقت تلك اللیلة وقالت حمل برسول اللہ ﷺ ورب الکعبة وهو امان الدنیا وسراج اهلها '' اس رات قریش کے تمام چوپائے بزبان فصیح بولنے لگے اور کہنے لگے رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ حمل شریف میں جلوہ گر ہو گئے ہیں آپ کے صدقے دنیا کو امان ملے گی اور دنیا والوں کو آپ سے ہدایت اور روشنی حاصل ہو گی۔اھ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۳ بحوالہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۴۔ نیز مدارج میں ہے کہ ایک روایت کے مطابق روئے زمین کے سب چوپایوں نے یہ بات کہی۔ (جلد دوم صفحہ ۱۴)

اقول:۔ روایت ہذا میں آغاز زمانہ حمل شریف میں ذات اقدس پر رسول اللہ کے الفاظ کا اطلاق صراحت کے ساتھ موجود ہے، پھر جانور، انسانوں جیسا کلام کرنے والی مخلوق نہیں لہٰذا ان کا کلام، انہیں اللہ تعالیٰ کے بلوانے سے ہے پس یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہلوائے۔

بلفظ دیگر یہ خرق عادت اور معجزہ ہے جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں تو یہ زمانہ حمل شریف سے آپ ﷺ کے نبی ہونے کی صریح دلیل ہے۔ اس زمانہ میں مزید بھی بے شمار خوارق عادات کا ظہور ہوا جو

مانحن فیہ کی مزید دلیل ہے۔

دلیل نمبر۸۳ (ظہور معجزات):

چنانچہ جملہ قبائل عرب خصوصاً قریش کے کاہنوں کی کہانت بے اثر ہوگئی، علم کہانت محو ہوگیا، بادشاہوں کے تخت خود بخود الٹ گئے، بادشاہ گنگ اور بولنے سے قاصر ہوگئے، مشرق ومغرب کے جنگلی جانوروں نے ایک دوسرے کومبارک بادیاں دیں، دریاؤں اور سمندروں کی مخلوقات نے بھی باہمی خوشیوں کا اظہار کیا، ہر ماہ زمینوں آسمانوں میں ندائیں دی گئیں کہ سراپا برکت ہستی کے ظہور کا وقت بہت قریب ہوگیا ہے، بت سرنگوں ہوگئے، قحط سالی تھی جو خوش حالی میں بدل گئی، زمین سرسبز ہوئی درخت ثمر بار ہوئے،''فسمیت تلك السنة التی حمل فیها برسول الله ﷺ سنة الفتح والابتهاج''حمل شریف والے سال کوکشادگی اور خوش حالی کے سال کا نام دیا گیا۔

ملاحظہ ہو: (حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ۲۲۳، ۲۲۷، ۲۳۲، الباب الثانی)۔ نیز مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم ۱۳، ۱۴) **نحوہ**

نیز حمل شریف کی کیفیات عام عورتوں کی کیفیات حمل سے مختلف تھیں۔ (خصائص کبریٰ، جلد ا صفحہ ۴۶، ۵۸)۔

شیخ محقق نے اس سلسلہ کی دو مختلف روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے بحوالہ ابونعیم ارقام فرمایا:''در ابتداء علوق ثقل داشت ونزد استمرار حمل خفت وایں ہر دو خلاف معہود ومعتاد است''یعنی عام عورتیں ابتداء حمل میں کچھ بوجھ محسوس نہیں کرتیں پھر جوں جوں مدت حمل بڑھتی جاتی ہے ثقل بڑھتا جاتا ہے لیکن یہاں اس کے برعکس ہوا اور یہ دونوں امر خرق عادت (معجزہ) ہیں۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۱۳، ۱۴، خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۷)۔

امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ حمل شریف کے اس جیسے واقعات پر یہ عنوان قائم فرمایا: **باب ما وقع فی حمله ﷺ من الایات** ۔یعنی آپ ﷺ کے حمل شریف میں ہونے کے زمانہ کے معجزات کا بیان۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۰)۔

اسی طرح امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی سرخی قائم کی ہے۔ان کے لفظ ہیں:''**الباب الثانی فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادات مدة حمله (الیٰ)** ﷺ''یعنی کتاب ہذا کا دوسرا باب ان بعض خوارق اور معجزات کے بیان میں ہے جو آپ ﷺ کے حمل شریف میں ہونے کے زمانہ میں ظاہر ہوئے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ ۲۲۳)

دلیل نمبر۸۴ (والد ماجد کی وفات کے موقع پر درخواست ملائکہ علیہم السلام):

ایک قول کے مطابق والد ماجد حضرت عبداللہ ﷺ کی وفات، حمل شریف کے زمانہ میں ہوئی، تو حسب قول مذکور اس موقع پر ملائکہ کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا: ''الھنا و سیدنا یبقی نبیك ھذا یتیما'' ''الٰہنا و سیدنا یتیم شد محمد پیغمبر تو وحبیب تو'' یعنی ہمارے معبود و مالک! تیرے نبی اور حبیب محمد تو یتیم ہو گئے۔ (ﷺ)

فرمایا: ''انا له ولی و حافظ و نصیر'' ''من اورا حافظ ونصیرم وکفیل اویم'' یعنی ہر طرح سے میں خود ہی ان کا نگہبان ہوں۔

ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ علی العالمین' صفحہ ۲۲۴، نیز مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۴)۔

دلیل نمبر۸۵ (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو بشارت):

جب حمل شریف کی مدت چھ ماہ ہوئی، تو حضرت والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ ایک آنے والے نے آ کر مجھ سے کہا (وانا بین النائم والیقظان، جب کہ میں نینداور بیداری کی کیفیت میں تھی کہ) ''ھل شعرت انك حملت بسید ھذه الامة و نبیھا'' پتہ ہے آپ کے حمل میں اس امت کا آقا اور نبی جلوہ گر ہے؟

ملاحظہ ہو: (الوفاء لابن الجوزی نیز الخصائص الکبریٰ' جلد اول صفحہ ۴۲ بحوالہ ابن سعد عن الواقدی، نیز سبل الھدیٰ' جلد دہم صفحہ ۳۲۸ بحوالہ ابن سعد عن یزید بن عبداللہ وبیہقی عن ابن اسحاق' نیز طیبی شرح مشکوٰۃ' جلد دہم' صفحہ ۳۵۵، مرات شرح مشکوٰۃ' جلد ہشتم' صفحہ ۲۱، مشکوٰۃ' صفحہ ۵۱۳ حاشیہ نمبر ۸ نیز حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ ۲۲۴، و لفظہ ''مرلی من حمله ستة اشهر (الیٰ) انک قد حملت بخیر العٰلمین طرّا'' نیز صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸، بحوالہ اعلام النبوة للامام الماوردی و لفظه : انک قد حملت بسید هذه الامة ۔ نیز خصائص کبریٰ' جلد اول صفحہ ۴۲ بحوالہ ابو نعیم عن بریدة و ابن عباس رضی الله عنهم ، انک قد حملت بخیر البریة و سید العٰلمین ، نیز جلد اول صفحہ ۵۸: هو سید العٰلمین، بحوالہ ابن سعد وغیرہ، نیز سبل الھدیٰ' جلد اول صفحہ ۳۲۸، ولفظه انك حبلی ۔ الخ۔

دلیل نمبر۸۶ (شہرت نبوت قبل ولادت):

حضرت ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: ''شاع قبل وجوده ﷺ ان نبیا یبعث اسمه محمد'' یعنی آپ کی پیدائش پاک سے پہلے ہی یہ بات شہرۂ آفاق تھی کہ ایک نبی کی جلوہ گری ہونے والی ہے جن کا نام نامی حضرت محمد ہے۔ (ﷺ)۔ (سبل الھدیٰ' جلد اول صفحہ ۳۲۸، بحوالہ طبرانی، بیہقی، ابن سعد وغیرہم)۔ مرثد بن کلال نے خواب دیکھا ایک کاہنہ نے اس کی تعبیر دی: ''الداعی..... نبی شافع'' داعی نبی شافع ہیں۔ (سبل

الہدیٰ جلداول صفحہ ۱۳۰ بحوالہ ابن ظفر)۔

نیز کاہنہ نے سفیان بن مجاشع کو بتایا: نبی مؤید قد اتی حین یوجد و دنا اوان یولد........ اسمه محمد۔ ایک صاحب المعجزات نبی کی آمد اور ولادت کا وقت آچکا ہے۔ ان کا اسم گرامی محمد ہے۔(ﷺ) (سبل الہدیٰ، جلداول، صفحہ ۱۲۰، بحوالہ ابن ظفر)۔

دلیل نمبر ۸۷ (معجزۂ واقعۂ فیل):

واقعۂ فیل جس کا اجمالی ذکر سورۂ فیل میں اور تفصیل کتب سیر وتفسیر میں ہے۔ علی الصحیح اس زمانہ میں رونما ہوا تھا جب حضرت ﷺ حمل شریف میں تھے یہ بھی آپ ﷺ کے اس زمانہ میں نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ یہ مجموعہ وگلدستہ معجزات ہے جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ (کما مرّا مراراً).

ائمہ شان وعلماء اسلام نے اسے حضور اقدس ﷺ کا معجزہ اور اس کے وقوع کی وجہ ذات اقدس کو نیز اسے آپ کی نبوت ورسالت کی دلیل قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کے بیان کے ساتھ مختص حصہ کتاب پر یہ عنوان دیا ہے"باب کیف فعل ربك با صحب الفیل عام ولادته ﷺ تشریفاً له ولبلده "یعنی اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو آپ ﷺ کے سال ولادت میں آپ کے نیز آپ کی وساطت سے آپ کے شہر کے اعزاز کے لیے کیسے ہلاک فرمایا۔(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۴۳)۔

علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے اسے اس عنوان کے تحت ذکر فرمایا: فی بعض ما وقع من الآیات و خوارق العادات مدة حمله ﷺ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۳)۔

نیز امام ماوردی پھر علامہ نبہانی نے ارقام فرمایا:"ولما دنا مولد رسول الله ﷺ تقاطرت آیات نبوته وظهرت آیات برکته فکان من اعظمها شاناواظهرهابرهانا واشهر ها عیانا وبیانا قصة اصحاب الفیل "یعنی جب آپ ﷺ کی پیدائش پاک کا وقت قریب ہوا تو آپ کی نبوت کے معجزات بارش کے قطرات کی طرح ظاہر ہونے لگے اور آپ کی بکثرت برکات رونما ہونے لگیں، ان میں سے ہر حوالہ سے سب سے بڑا، سب سے واضح اور مشاہدہ وبیان کے اعتبار سے سب سے کھلا معجزہ واقعۂ اصحاب فیل ہے۔(حجة الله علی العالمین صفحہ ۲۲۸)۔

علامہ نبہانی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ دوسری بعض کتب کو چھوڑ کر امام ماوردی کی کتاب اعلام

النبوۃ سے اس لیئے نقل کیا ہے کہ: ''فی عدھا آیۃ للنبی ﷺ'' انہوں نے اسے حضور کا معجزہ قرار دیا ہے۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۲۳۰)

نیز حضور اقدس ﷺ کی وجہ تکریم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اصحاب الفیل غالب آجانے کی صورت میں مردان قریش کو غلام اور خواتین کو کنیزیں بنالیتے جس میں زمانۂ حمل شریف میں اور اس کے بعد حضور بھی شامل ہوتے جو آپ کی عظمت کے خلاف تھا۔ اس لیئے انہیں شکست فاش ہوئی۔ پھر قریش اپنی بت پرستی کی وجہ سے اس کے کسی طرح مستحق نہیں تھے کیوں کہ اہل کتاب نہیں تھے بلکہ بدترین کفر (شرک) کے مرتکب تھے پس انہیں اصحاب فیل کے شر سے بچالینا محض آپ ﷺ کے اعزاز کے لیئے تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۲۳۰، وآیۃ الرسول ﷺ من قصۃ الفیل انہ کان فی زمانہ حملا فی بطن امہ بمکۃ الخ'')۔

اقول: فقیر کے استاذ گرامی مستغنی عن الالقاب حضرت سیدی علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی رضوی مدظلہم نے اس حوالہ سے ایک نکتہ افادہ فرمایا کہ قدرت نے اصحاب الفیل کو حرم کعبہ کے قریب ہی نہیں پہنچنے دیا، اگر وہ شہر مبارک میں داخل ہوجاتے تو شدید خوف وہراس پھیل جاتا جب کہ ایسے مواقع پر حاملہ خواتین کے حمل بھی بعض اوقات ضائع ہوجاتے ہیں تو حمل شریف کے متاثر ہونے کا حسب اسباب ظاہرہ قوی امکان تھا اس لیئے ان نابکاروں کا قصہ دخول شہر سے پہلے ہی تمام کردیا گیا۔ بہرحال اس سے اصل مقصود ذات محبوب کی عظمت وحفاظت تھی۔ (ﷺ)۔

شیخ محقق نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ کے معجزات کی تین قسمیں ہیں: (۱) جو قبل ظہور نبوت صادر ہوئے۔ (۲) جو بعد از ظہور نبوت براہِ راست صادر ہوئے۔ (۳) جو بعد ظہور نبوت اولیاء امت سے صادر ہوئے۔ جنہیں کرامات کہا جاتا ہے۔

قصۂ فیل کے متعلق فرمایا: ''وایں قصہ از معجزات آنحضرت ﷺ کہ پیش از نبوت ظاہر شد وایں قسم از معجزات راارہاصات گویند'' یعنی یہ واقعہ آپ ﷺ کے ان معجزات سے ہے جو قبل از ظہور نبوت ظاہر ہوئے جب کہ معجزات کی اس قسم کو ارہاصات کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۷، ۸ طبع لاہور)۔

اقول: اس سے دو امر ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ واقعہ ہذا آپ ﷺ کے زمانہ حمل شریف میں، نبی ہونے کی دلیل ہے کہ اسے معجزات سے کہا گیا ہے جب کہ بالاتفاق معجزہ نبی کا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ''ارہاص'' بھی معجزہ ہی ہے کہ اس کا مقسم معجزہ ہے۔ بالفاظ دیگر ارہاص معجزہ کی ایک قسم ہے جیسے اسم فعل حرف، کلمہ ہیں کہ کلمہ کی قسم ہیں اور ان کا مقسم کلمہ ہے۔ یہ فرق صرف اصطلاح کا ہے یا یوں کہیں کہ یہ اصطلاح صرف باعتبار زمانہ ظہور

وصدور، فرق کرنے کے لیے مقرر کی گئی ہے۔

یہ بتانے کے لیے نہیں کہ معاذ اللہ آپ نبی نہیں تھے اس لیئے اسے معجزہ کی بجائے ارہاص کہتے ہیں کیوں کہ یہ مفہوم، معترض کی ذاتی اختراع ہے، ائمہ شان میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی، اگر یہ مطلب ہوتو اس کا یہ مفہوم بھی نکلے گا کہ زمانۂ وحی کے بعد بھی آپ ﷺ نبی نہ ہوں، والعیاذ باللہ۔ کیوں کہ معجزات کی ایک قسم بعد از زمانۂ وحی بھی ہے جو کرامات اولیاء ہے جیسا کہ حضرت شیخ کی عبارت بالا سے واضح ہے اور مذکورہ بات کوئی پکا کافر ہی کہہ سکتا ہے۔

رہا ارہاص بمعنیٰ ''تاسیس وبنیاد کردن''۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۸)۔

تو یہ آپ ﷺ کی نسبت سے نہیں کہ آپ تو پہلے سے نبی ہیں بلکہ یہ اس زمانہ کے لوگوں کی نسبت سے ہے جن کے سامنے ظہور نبوت ہوا جس کا مفہوم ہے نبوت کے لیئے راہ ہموار کرنا اور حالات کا ساز گار بنانا یعنی یک دم ظاہر کردینے کی بجائے تدریجی طریقہ سے اسے ظاہر کرنا۔ فاحفظه فانه ینفعك فی کثیر وعلی کثیر۔

''تدل علیٰ نبوته ورسالته'' یعنی یہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی دلیل ہے۔ (مستفاداً)۔

ملاحظہ ہو: (لطائف المعارف لابن رجب الحنبلی، حجة اللّٰه علی العالمین صفحہ ۲۳۱)۔

واقعہ ہٰذا کے تکریماً للنبی ﷺ ہونے کی دلیل:

واقعہ ہٰذا کے تکریماً للنبی ﷺ ہونے کی ایک دلیل اس موقع پر حضرت عبدالمطلب کا وہ ارشاد بھی ہے جو آپ نے کوہ ثبیر پر پناہ گزین ہونے کے وقت فرمایا تھا۔

چنانچہ شیخ محقق ارقام فرماتے ہیں: جب یہ یقین ہوگیا کہ ابرہہ کا لشکر کعبہ شریف پر حملہ کا عزم بالجزم رکھتا ہے اور یہ خطرہ کسی طرح ٹلنے والا نہیں تو آپ کچھ افراد قریش کے ہمراہ کوہ ثبیر پر تشریف لے گئے، اتنے میں ان کی پیشانی سے رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک انتہائی تیز روشنی سے چمکا جیسے روشن چراغ ہو، اس کی روشنی سیدھی بیت اللہ شریف پر پڑی، حضرت عبدالمطلب نے نور کی یہ کیفیت دیکھ کر قریش سے فرمایا: اب یہاں پناہ لینے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں: ''برگردید بتحقیق کفایت کردہ شد شما ایں مہم را بخدا سوگند کہ نمے گردد ایں نور از من مگر می باشد ظفر مارا'' واپس چلو تمہاری مشکل حل ہوچکی ہے۔ کیوں کہ قسم بخدا جس بھی موقع پر یہ نور اس کیفیت سے چمکے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فتح ہمارا مقدر بن گئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۷)

وجوہ اعجاز واقعہ ہٰذا:

واقعہ ہٰذا کئی طرح سے معجزہ ہے بعض وجوہ یہ ہیں:

دہشت پھیلانے کی غرض سے ابرہہ کی طرف سے ایک مسلح جنگو بھیجا گیا۔ ”چوں درآمد مکہ مکرمہ ونظر کرد بروے عبدالمطلب افتاد برزمین وبے ہوش گشت وآواز کرد مثل گاوے کہ ذبح کردہ شود وچوں بہوش آمد سجدہ کرد عبدالمطلب راالــــخ۔ جب وہ مکۃ المکرّمہ میں داخل ہوا، حضرت عبدالمطلب نے اس پر نظر ڈالی تو وہ زمین پر دھڑام سے گر گیا، بے ہوش ہوگیا اور ایسی آواز نکالی جیسے ذبح کے وقت گائے سے نکلتی ہے، جب ہوش میں آیا تو جناب عبدالمطلب کے آگے سجدہ ریز ہوا (اور آپ کی عظمت وسیادت کو تسلیم کرکے چلتا بنا)۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۷)۔

اَلَمْ تَرَكَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ (الـــی) **وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ** یعنی آہنی بدن لشکر جرار اور بھیانک شکل، پہاڑوں سے پنگا لینے والے ہاتھیوں کے سامنے بظاہر بے وقعت چھوٹے چھوٹے اور قلیل المقدار پرندوں کو کھڑا کردینا بہت اچنبھے کی بات ہے جو اعجاز نہیں تو اور کیا ہے **تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ** ان پرندوں کا اسلحہ آگ پر پکے ہوئے کنکر تھے جن کے حجم کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ: کـان اصغر حجر کرأس الانسان ومنها ماهو کالابل ”چھوٹا کنکر آدمی کے سر جیسا تھا اور بڑا ایسے جیسے اونٹ ہو۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۱۰۶ بحوالہ ابـن هشـام ابـن اسـحاق عن ابن عباس رضی الله عنهما)

دوسری روایت کے مطابق ”کـانت صغارا“ وہ کنکر بالکل چھوٹے چھوٹے تھے۔ (البـدایـه والنهایه جلد دوم صفحہ ۱۰۶ بحوالہ مذکور)۔

کتنے چھوٹے تھے؟ ”وهـو اکبرمن العدسة واصغر من الحمصة “ (تفسیر جلالین مع الجمل، جلد چہارم صفحہ ۵۸۸، طبع کراچی)۔ حـجـر فی منقاره وحجران فی رجلیه امثال الحمص والعدس۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۱۰۵ بحوالہ سہیلی)۔

باہر یک سہ سنگ ریزہ یکے در منقار ودو در پائے بر مقدار عدس نمے رسد۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۷)۔

ہر پرندے کے پاس تین تین کنکر تھے ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں جن میں سے کچھ چنے سے کچھ چھوٹے اور کچھ مسور کے دانے سے بھی چھوٹے تھے۔

کیا اثر دکھاتے تھے؟ ”لاتـصـیـب منـهـم احـدا الا هـلك“، جس کو بھی کنکر لگتا وہ ہلاک ہوجاتا۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۱۰۵)۔

”ان وقـع عـلیٰ رأسه خرج من دبره وان وقع علیٰ شئی من جسده خرج من جانب اخر“

سر پہ لگتا تو نیچے سے نکل جاتا اور جسم کے جس حصہ پر لگتا آر پار ہو جاتا۔ (البدایہ و النھایہ' جلد دوم' صفحہ ۱۰۷، بحوالہ ابن ابی حاتم، نیز خصائص کبریٰ' جلد اول' صفحہ ۱۴۳ بحوالہ سعید بن منصور عن عبید بن عمیر اللیثی)۔

نیز تفسیر جلالین مع الجمل جلد چہارم صفحہ ۵۸۸ میں ہے: ''یخرق البیضة و الرجل و الفیل و یصل الی الارض'' کنکر، خود آدمی اور ہاتھی کو چیرتا ہوا زمین پر جا گرتا۔

''مے افتاد بر زمین...... افتادند انگشتان او پارہ پارہ و رواں شد ازاں زرد آب و پیہ و خون و شگافت تا دل وے'' یعنی کچھ زمین پر گرتے جن کی انگلیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتیں خون رواں ہوتا پیپ پڑ جاتی اور دل تک بڑا سوراخ ہو جاتا جس سے وہ مر جاتے۔ (ملخصاً)۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۷)

بعض جو بچ گئے ان کو خارش کا مرض لاحق ہو گیا۔ فکان لایحك انسان منھم جلدہ الاتساقط لحمہ۔ (الخصائص الکبریٰ' جلد اول صفحہ ۱۴۳، بحوالہ بیہقی، ابونعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

خلاصہ یہ کہ کھجانے سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ جاتے۔ ''ولیس کلھم اصابت و خرجوا ھاربین۔ ان میں سے کچھ بھاگ نکلے تھے۔ (البدایہ والنہایہ' جلد دوم صفحہ ۱۰۵، بحوالہ سہیلی)۔

ابرہہ بھی بھاگ نکلنے اور مرض آکلہ میں مبتلا ہونے والوں میں تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۰، بحوالہ ماوردی)۔

''کان یسقط من جسدہ عضو عضو حتیٰ ھلك'' نیز البدایہ و النھایہ جلد دوم صفحہ ۱۰۷ نحوہٗ۔

قرآن مجید میں ان کی مجموعی کیفیت کو **كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ** کی جامع تشبیہ سے بیان فرمایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کنکروں کے پھینکنے میں اعجاز کی دو وجہیں ہیں۔ اگر وہ آدمی کے سر یا اونٹ جتنا تھے تو انیس بیس کے فرق سے چڑیا کی جسامت کے پرندوں کا انہیں فضا میں لے جا کر نیچے پھینکنا اعجاز ہے اور اگر وہ چنے اور مسور کے دانوں جیسے تھے تو آدمیوں اور ہاتھیوں کا کچومر نکال دینا اعجاز ہے۔

مزید سنئے:

''بحجر مکتوب علیه اسمه'' جو پتھر جس آدمی کو مارنا ہوتا تھا اس پر اس کا نام لکھا ہوتا۔ (تفسیر جلالین مع الجمل' جلد چہارم' صفحہ ۵۸۸)۔

تو پرندوں کا اس تحریر کو پڑھ اور سمجھ لینا نیز مقررہ نشانہ کو پہچان لینا بھی سب وجوہِ اعجاز میں سے ہیں۔
ہاتھیوں کے لشکر میں ایک سفید رنگ کا ہاتھی تھا جو سب سے عظیم الجثہ اور قوی القامہ تھا اس کے متعلق

منقول ہے کہ: "لما نظر الی وجه عبدا لمطلب برك كما يبرك البعير و خر ساجدا و انطق الله سبحانه و تعالیٰ الفيل فقال السلام على النور الذى فى ظهرك يا عبدالمطلب "اس نے جب حضرت عبد المطلب کے چہرہ مبارک کو دیکھا تو آپ کے سامنے فوراً سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ کے کرنے سے بآواز بلند اور بزبان فصیح کہنے لگا: "السلام على النور الذى فى ظهرك يا عبدالمطلب "جناب عبد المطلب! میں اس نور کو سلام پیش کرتا ہوں جو آپ کی صلب میں جلوہ گر رہا ہے۔

ملا حظہ ہو۔ (سیرت حلبیہ، جلد اول، صفحہ ۶۰، طبع مکتبہ اسلامیہ بیروت نیز مدارج، جلد دوم، صفحہ ۷)۔

اقول: عبارت ہذا اپنے مفہوم میں نہایت واضح اور ما نحن فیہ کی دلیل ہے۔

کعبہ شریف کے ایک حامی (نفیل بن حبیب نامی ایک شخص) نے اس ہاتھی کا کان ہاتھ میں پکڑ کر کہا: "ابرك محمود او ارجع من حيث اتيت فانك فى بلد الله الحرام و ارسل اذنه فبرك "محمود! کعبہ کا رخ نہیں کرنا کیوں کہ تو اللہ کے قابل احترام شہر میں ہے، پس زمین سے چپک جا یا پھر وہیں بھاگ جا جہاں سے آیا ہے۔ یہ کہہ کر اس کا کان جونہی چھوڑا تو وہ فوراً بیٹھ گیا۔ ملا حظہ ہو۔ (البدایہ والنہایہ، جلد دوم، صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵ بحوالہ ابن اسحاق) (نیز سیرت حلبیہ، جلد اول، صفحہ ۶۱)۔

علامہ ماوردی نے فرمایا: "اذا بعث على الحرم احجم و اذ عدل عنه اقدم "جب اسے حرم کی طرف ہانکتے تو ضد کرتا اور جب دوسری جانب چلاتے تو تیزی سے چل پڑتا۔ (حجة الله على العلمين صفحہ ۲۲۹)

شیخ محقق فرماتے ہیں: "برنخاست ایں فیل ہر چہ زدند در سروے پس برگشت بجانب یمن" اس کے سر پر جتنا تشدد کیا گیا اس نے اٹھنے کا نام ہی نہ لیا بالآخر وہ یمن کی طرف بھاگ گیا۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۷)۔ یعنی اس طرح سے وہ اپنے اس ادب کی برکت سے تباہی سے بچ گیا۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "رأيت قائد الفيل و سائسه بمكة اعميين يستطعمان "یعنی ہاتھی کی باگ پکڑ کر حرم شریف کی جانب اسے کھینچنے نیز اسے ہانکنے والے دونوں کو مکۃ المکرمہ میں اس حال میں دیکھا گیا کہ وہ اندھے ہو چکے تھے۔ جو در در کی بھیک مانگتے اور دھکے کھاتے پھر رہے تھے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد دوم، صفحہ ۱۰۷، بحوالہ ابن اسحاق، حجۃ اللہ علی العلمین، صفحہ ۲۳۱ بحوالہ ابن رجب)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے سید عالم ﷺ سے اس طرح کلام فرمایا: **اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ**۔ یعنی ہم نے ہاتھیوں والوں کا جو حشر کیا تھا کیا آپ نے اسے نہیں دیکھا تھا؟

اقول: یہ استفہام انکاری ہے یعنی دیکھا تھا۔ حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے اس کے مخاطب حضور ہی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ حمل شریف میں ہوتے ہوئے اس سب کو نگاہِ نبوت سے دیکھ رہے تھے جب کہ قرینہ صارفہ کے بغیر معنیٰ حقیقی سے عدول اصولاً جائز نہیں جب کہ یہ امر شان نبوت کے پیش نظر کچھ مستبعد تو کجا متعذر بھی نہیں جس کی ایک مثال حدیث مناغاۃ قمر بھی ہے۔ جس میں یہ جملہ ہے: ''اسمع وجبته حين يسجد تحت العرش'' عرش کے نیچے جب سورج اللہ کے حضور سجدہ کرتا تو میں اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں اس کی سجدہ میں جانے کی آواز کو سنتا تھا۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۳ بحوالہ **بیهقی، صابونی ابن عساکر ابن العباس رضی اللّٰه عنه، قال السیوطی: نزهته عن الاخبار الموضوعة ومایرد الخ، خصائص** جلد اول صفحہ ۳، نیز **السیرة النبویة علی هامش الحلبیه** جلد اول صفحہ ۴۵، مؤلفہ امام علامہ احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ)

بہر حال **اَلَمْ تَرَ** کے خطاب کے حوالہ سے یہ آپ ﷺ کا اس موقع کا ایک مستقل معجزہ ہے۔ (وهو المقصود ـ والحمدلله تعالیٰ)۔

مزید یہ کہ کنکر پرندوں نے پھینکے مگر اجاڑنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی۔ **فَجَعَلَهُمْ** حالانکہ فرمانا چاہیے تھا فجعلتهم كعصف مأكول ۔ یہ بھی اس کے معجزہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ پشت پر کوئی اور طاقت تھی۔

یہ بھی واضح ہوا کہ بھیجے ہوئے کا فعل حقیقت میں بھیجنے والے کا ہوتا ہے **وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا** پس انبیاء و اولیاء کرام علیہم السلام کے تصرفات درحقیقت اللہ کے تصرفات ہیں لہٰذا ان کی امداد اللہ کی امداد ہوئی۔

فائدہ: واقعہ ہذا کب ہوا؟

عند البعض چند سال، تیس سال، چالیس سال قبل ولادت باسعادت رونما ہوا۔ عند الاکثر زمانہ حمل شریف میں پیش آیا۔

امام سیوطی نیز علامہ الشیخ سلیمان الجمل فرماتے ہیں: ''كان هذا عام مولد النبی ﷺ'' ای قبل مولده بخمسين يوماً ـ وهذا هو القول الاصح فانهم يقولون ولدعام الفيل ويجعلونه تاريخا لمولده الخ ۔ یعنی جس سال یہ واقعہ پیش آیا اسی سال آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور اصح قول بھی یہی ہے کیوں کہ علماء اس سال کو عام الفیل کہہ کر آپ ﷺ کی تاریخ ولادت کے سال کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ واقعۂ فیل آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ سے پچپن ایام پہلے ہوا۔ (تفسیر الجلالین مع الجمل جلد چہارم صفحہ ۵۸۸، نیز

البدایہ والنہایۃ جلد دوم صفحہ ۱۰۷، کان قبل مولدہ بسنین وبه الثقة)۔

پچاس دن کا قول امام محمد الباقر سے بھی منقول ہے۔علامہ ماوردی اور ابن رجب وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ ،جلد اول صفحہ ۴۳، حجۃ اللہ علی العالمین' صفحہ ۲۳۱۲۳۰ نیز سیرت حلبیہ' جلد اول صفحہ ۶۰)

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یا پنجاہ وپنج روز وایں قول اصح اقوال است'' یعنی ایک قول یہ ہے کہ ولادت باسعادت اس واقعہ کے پچپن ایام کے بعد ہوئی اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

ملاحظہ ہو۔(مدارج جلد دوم صفحہ ۱۴، طبع لاہور)۔

اقول: اس سے واضح ہوا کہ جب پچپن ایام کا قول ہی زیادہ معتمد ہے تو جنہوں نے پچاس ایام کہا انہوں نے اس میں الغاء کسر فرمایا ہے جیسے عمر شریف ۶۳ برس کو اسی بنیاد پر ۶۰ سال کہہ دیا جاتا ہے۔وغیرہ۔

وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ یہ امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جو نواسہ رسول حضرت امام حسین ﷺ کے حقیقی پوتے اور آپ ﷺ کے گھرانہ کے فرد ہیں۔ وصاحب البیت ادریٰ بما فیه ۔گھر کی بات کو گھر والا ہی بہتر جانتا ہے۔

خصائص کبریٰ (جلد اول صفحہ ۴۳) میں امام الباقر کا یہ قول ان لفظوں میں لکھا ہے: ''بین الفیل و بین مولد رسول اللہ ﷺ وخمسون لیلة'' پس خمسون سے پہلے ''و'' کا لفظ نشاندہی کر رہا ہے کہ اس سے قبل کوئی لفظ غلط کتابت سے رہ گیا ہے جو عبارت شیخ محقق کی رو سے ''خمسة'' کا لفظ ہے۔

حیث قال ''پنجاہ وپنج'' لہٰذا یہ اس میں صریح ہوا کہ حضور کے گھرانے کے افراد کے نزدیک ''پچپن'' ہی کی روایت ہے۔صلی اللہ علیه وعلیٰ اله الطیبین واصحابه الطاهرین وعلینا معهم اجمعین۔

دلیل نمبر ۸۸ تا ۱۱۵: مصنف تحقیقات سے ثبوت:

اس سلسلہ کے بعض حوالہ جات خود مصنف تحقیقات سے ملاحظہ ہوں:

لکھتے ہیں: ''صحابہ کرام نے عرض کیا آپ کب سے نبی بنے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس وقت سے جب کہ آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق جسم سے مکمل نہیں ہوا تھا اور نہ ان کی تخلیق مکمل ہوئی تھی''۔

ملاحظہ ہو۔(کوثر الخیرات صفحہ ۲۹۴)۔

نیز سیرت سید الانبیاء ﷺ (صفحہ ۴۵، ۴۶، ۴۷) میں لکھا ہے: ''فرمایا میں اس وقت سے صفت نبوت سے موصوف ہوں جب کہ آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے''۔

نیز تنویر الابصار (صفحہ ۲۳) میں رقم کیا ہے: ''میں اس وقت سے نبی ہوں جب تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا روح

ان کے جسم میں پھونکا نہیں گیا تھا''

اقول: ''سے'' کا لفظ تسلسل اور عدم انقطاع کو ظاہر کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کی عالم ارواح اور روز میثاق والی نبوت جاری رہی لہٰذا اسی کے ساتھ ہی ظہور ہوا جو مانحن فیه کی دلیل ہے۔

مصنف تحقیقات نے تنویر کے مذکورہ صفحہ پر اسی کو دربار رسالت سے صحابہ کرام کا مہر تصدیق یافتہ نظریہ وعقیدہ لکھا ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

○ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر استناداً لکھا ہے:۔

ان کی ابوت ان کی نبوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہی کے پسر کی ہے
(کوثر الخیرات صفحہ ۸۹)

اقول: اس سے بھی واضح ہے کہ خصوصیت کے ساتھ دور آدم علیہ السلام سے زمانہ عیسیٰ علیہ السلام تک آپ نبی تھے ورنہ ''ان کی نبوت ہے سب کو عام'' کا کیا مصرف ہوگا؟ ان عبارات سے بھی یہ امر واضح ہے: ''تمام اجزاء عالم اور ذرات موجودات کی طرف مبعوث ہیں۔ فرمایا میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں۔ (کوثر الخیرات صفحہ ۸۹)۔

○ نیز ''نبوت کا مبدأ بھی آپ کی ذات ہے اور منتہیٰ بھی، درخت نبوت ورسالت کی جڑ اور تخم بھی آپ ہیں اور اس کا ثمر و پھل بھی۔ (کوثر الخیرات صفحہ ۶۱، نیز تنویر الابصار صفحہ ۲۳، ۲۵، ۲۹ بالفاظ متقاربہ)

○ نیز تنویر الابصار صفحہ ۸۲، ۸۳، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱ میں لکھا ہے: اس عالم میں اللہ تعالیٰ نے ارواح وانوارِ انبیاء علیہم السلام کو حضور کا نور دکھا کر فرمایا: ''اگر تم ان پر ایمان لاؤ تو میں تمہیں نبی بناؤں گا، تو انہوں نے کہا ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے''۔

○ نیز تنویر الابصار صفحہ ۲۷، ۱۰۸، ۱۳۶، ۱۴۷، ۱۶۴، ۱۷۹، ۱۸۳، نیز سیرت سید الانبیاء ﷺ صفحہ ۴۹، ۵۰ نیز انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین ﷺ صفحہ ۵۱ میں مصنف تحقیقات نے آپ ﷺ کو ''نبی الانبیاء ﷺ'' لکھا ہے۔ نیز کوثر الخیرات صفحہ ۸۸ میں لکھا ہے: ''انه نبيهم ورسولهم''۔

○ نیز تنویر الابصار صفحہ ۳۴، ۳۵ میں ہے کہ آپ ﷺ نبوت ورسالت سمیت ہمہ قسم حسی ومعنوی انوار کی اصل اور نور الانوار ہیں۔

O　جنت کے دروازہ اور آسمان (عالم ملکوت) میں کلمہ طیبہ ''لا الـہ الا اللہ محـمـد رسـول اللہ'' لکھا ہونے کو ثابت مان کر اس سے موصوف نے یہود و نصاریٰ پر حجت قائم کرتے ہوئے لکھا ہے: ''واضح دلیل ہے کہ جہاں جہاں نقش الوہیت موجود ہے وہاں وہاں نقش رسالت بھی موجود ہے۔(الـی) آسمان وزمین کی ہر شئے کو الوہیت خداوند تعالیٰ کی طرح رسالت مصطفیٰ ﷺ محیط ہے اور روز ازل سے آپ کی رسالت کا اس طرح اعلان آپ کے دوام رسالت کی بھی دلیل ہے۔(الیٰ) پہلے نبی ان کے خلفاء اور نائبین کی حیثیت سے کام کرتے رہے دراصل وہ دور بھی آپ کی ہی رسالت کا تھا جس طرح یہ زمانہ (الی) اصلی رسالت آپ کی ہے اور باقی سب طفیلی ہیں اور آپ کی فرع'' (ملخصاً بلفظہٖ)

ملاحظہ ہو۔(انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین ﷺ صفحہ ۲۲)۔

اقول:۔انبیاء علیہم السلام فرع، خلفاء و نائبین ہوئے، نیز ''روز ازل سے اور دوام رسالت'' کے الفاظ مانحن فیه کی واضح دلیل ہیں۔

O　تحقیقات صفحہ ۹۳، ۲۰۷ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سلیمان الجمل اور حضرت شیخ محقق رحمہما اللہ عالم ارواح میں بالفعل نبی و رسول قرار پانے کے بعد بغیر کسی شائبہ سلب وانقطاع کے آپ ﷺ کی نبوت کے دوام وتسلسل کے قائل ہیں۔(ملخصاً)۔

O　نیز کوثر الخیرات صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں:۔نبی کا نبوت سے معزول ہونا بالکل باطل ہے۔(ملخصاً) اور تحقیقات صفحہ ۱۹۸ میں لکھا ہے: ''نبوت کا حصول کے بعد زوال اور سلب ہونا جائز نہیں''۔

اقول: پس آپ ﷺ کی اس نبوت کے تسلسل و دوام میں کیا شک رہا۔ پھر بایں ہمہ مصنف تحقیقات کا اسے بلا دلیل غیر معتبر فی عالم الاجسام وغیرہا ٹھہرانا صریح البطلان اور بغی وطغیان نہیں تو اور کیا ہے؟

دیگر حوالہ جات:

بعض حوالہ جات وہ ہیں جنہیں مصنف تحقیقات نے اپنی کتب میں استناداً لیا ہے اور وہ گذشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں۔ہم یہاں ان کے اشاریہ پر اکتفاء کر رہے ہیں۔تفصیل مع وجوہ استدلال ادھر ہی دیکھ لی جائے کہ نقل عبارات موجب طوالت ہے۔مثلاً:

O　زمانہ آدم علیہ السلام میں اذان میں ''اشھد ان محمداً رسول اللہ'' کے الفاظ۔(کوثر الخیرات صفحہ ۸۸)۔

O　نیز ابناء آدم علیہ السلام کے مباحثہ اور ''محـمـد رسـول اللہ'' کے کلمہ سے استدلال کی بناء پر آدم علیہ السلام کی ثالثی۔(سیرت سید الانبیاء ﷺ صفحہ ۴۸)۔

- نیز اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام سے فرمانا:۔

هـذا سيـد ولـدلك من الانبياء والمرسلين ۔ نیز طینہ مبارکہ کا آسمانوں اور زمینوں میں حضور کے حوالہ سے تعارف نیز آپ ﷺ کا روحاً وجسداً سب سے مقدم ہونا۔ (سیرت صفحہ ۴۹، تنویر الابصار صفحہ ۷۹، ۸۷، ۸۸، تنویر الابصار صفحہ ۸۵، ۹۷) نحوہٗ۔

- نیز آپ ﷺ کے جدامجد حضرت شیث علیہ السلام کی بطن حوا علیہا السلام میں تنہا پیدائش حضور کے اعزاز کی بناء پر۔ ﷺ۔ (سیرت صفحہ ۴۹)۔
- نیز یہ ارشادات کہ میں صلب آدم ونوح وابراہیم علیہم السلام میں رہا جب کہ وہ جنت پھر زمین نیز کشتی اور آگ کے الاؤ میں تھے۔ (سیرت صفحہ ۴۹، مع قصیدۂ حضرت عباس، سیرت صفحہ ۵۰)۔
- نیز تنویر الابصار صفحہ ۷۶ اور ۸۴ نحوہ، نیز یہ کہ میں دعائے خلیل اور مژدہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ (سیرت صفحہ ۵۲)۔

جن میں حضور کے لیے لفظ ''رسول'' استعمال کیا گیا ہے۔ (کوثر الخیرات صفحہ ۸۸، بشارات صفحہ ۱۲)۔

- نیز تمام نبیوں کے ادوار میں حضور ﷺ کے چرچے۔ (سیرت صفحہ ۵۴)۔
- نیز کتب سابقہ میں ''محمد رسول اللہ'' ﷺ کے الفاظ سے آپ کے تذکرے۔ (سیرت صفحہ ۵۵)۔
- نیز آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''هذا نور نبی من ذریتك'' الخ۔ (تنویر الابصار صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳)۔
- نیز آیت میثاق میں **ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ** کا مصداق سرکار ﷺ ہیں۔ (تحقیقات صفحہ ۲۸)۔
- نیز عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی وحی کہ میں نے عرش پر کلمہ طیبہ لکھا تو اسے قرار آ گیا۔ (سیرت صفحہ ۴۸، تنویر صفحہ ۱۴۳)۔
- نیز آپ ﷺ کے جدامجد حضرت الیاس کا اپنی پشت سے آپ کا تلبیہ حج لبيك اللهم لبيك الخ سننا۔ (تنویر صفحہ ۹۷)۔
- نیز حضرت عبد المطلب سے حضور کے کئی معجزات کا ظہور جیسے نور کا چمکنا، جسم سے مشک کی خوشبو کا آنا، آپ کے وسیلہ سے حل مشکلات، پیشانی کے نور کی شعاع کا کعبہ پر پڑنا، ہاتھی کا سجدہ ریز ہو کر السلام علی النور الذی فی ظهرك یا عبدالمطلب کہنا وغیرہ۔ (تنویر صفحہ ۵۳، ۵۴)
- نیز فاطمہ خثعمیہ وغیرہا کا آپ ﷺ کے والد ماجد کی پیشانی سے نور دیکھ کر اسے ''نور النبوة'' وغیرہ کے الفاظ سے بیان کرنا۔ وغیرہ۔ (تنویر الابصار صفحہ ۸۵، ۸۶)۔
- نیز یہ کہ تمہید سالمی نہایت معتبر کتاب اور اس کے مصنف جلیل القدر ائمہ شان میں سے ہیں۔ (تحقیقات

صفحہ ۲۳۹)۔

O　نیز یہ کہ احادیث کو اپنے ظاہری معانی پر محمول کرنا لازم ہے اس کے برعکس کرنے والا خیر کثیر سے محروم اور طریقہ سلف کا مخالف ہے لہٰذا اپنے آپ کو حدیثِ رسول ﷺ کے تابع کرنے کی بجائے حدیث کو اپنے تابع کریں، یہ طریقہ درست نہیں۔ (تنویر الابصار صفحہ ۱۰۴)۔

اقول: یہ حوالہ جات زمانہ حمل شریف میں آپ ﷺ کے وصف نبوت سے متصف و موصوف ہونے پر شاہد عدل ہیں۔



باب ہفتم

ثبوت نبوت از زمانہ ولادت باسعادت تا اعلانِ نبوت

دلیل نمبر۱۱۶ (آیات واحادیث اعطاء نبوت در عالم حقائق وغیرہا):

اس کی بھی پہلی اور بنیادی دلیل قرآن وحدیث کے نصوص کا وہ مجموعہ ہے جس میں آپ ﷺ کے تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے منصب نبوت پر فائز فرمائے جانے کا ذکر ہے۔

وجہ استدلال وہی ہے جو باب پنجم میں دلیل نمبر ا کے تحت مذکور ہے۔ جب کہ آنے والے دلائل میں مذکور وہ روایات اور عبارات جن میں ولادت باسعادت تا اعلان نبوت کے زمانہ میں آپ ﷺ کے حق میں نبی یا اس کا مفہوم ادا کرنے والے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ ان کے دلیل نبوت ہونے میں بھی وہی تفصیل ہے جو باب پنجم میں دلیل نمبر ا کے بعد ''ضروری وضاحت'' کے زیر عنوان گذر چکی ہے۔ کچھ اپنے مفہوم میں ہر طرح سے صریح بھی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۱۷ تا ۱۱۹ (ظہور معجزات قریب بوقت ولادت باسعادت):

جب اس عالم رنگ وبو میں آپ ﷺ کی جسمانی جلوہ گری (ولادت باسعادت) کا وقت قریب آیا تو اس موقع پر بے شمار معجزات کا ظہور ہوا جو اس وقت میں آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔

اس سلسلہ کے تمام واقعات کی تفصیلات دیکھنے کے لیے کتب سیرت طیبہ (خصائص کبریٰ، مدارج النبوۃ اور حجۃ اللہ علی العلمین وغیرہا) کے متعلقہ مقامات کا مطالعہ کیا جائے۔ تکمیل عنوان کے لیے بطور نمونہ بعض مثالیں لکھی جاتی ہیں۔

۱۱۷: چنانچہ مخدومۂ عالم سیدہ طیبہ طاہرہ والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا اس وقت کے حالات کے بیان کے

ضمن میں فرماتی ہیں:''فاضاء منی نورعال (الیٰ) فکشف الله عنی بصری فابصرت ساعتی تلك مشارق الارض ومغاربها ورأیت ثلثةاعلام مضروبة علماً فی المشرق وعلماً فی المغرب وعلماً علی ظهر الکعبة ''یعنی آپ ﷺ کی آمدمبارک تیز روشنی پھیلی جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات ہٹادیئے تو میں نے اس وقت پوری روئے زمین کا مشاہدہ کیا۔ نیز مجھے تین جھنڈے نظر آئے جن میں سے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا جھنڈا کعبہ شریف کی چھت پر گاڑا ہوا تھا۔

ملاحظہ ہو:۔(ماثبت من السنة صفحہ ۸۸، بحوالہ ابونعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۶، نیز حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۴ بحوالہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ)۔

حجۃ اللہ کے حوالہ سے امام ماوردی کا یہ قول پیش کیا جا چکا ہے کہ لمادنا مولدرسول الله ﷺ تقاطرت آیات نبوته، ولادت باسعادت کے قریب میں آیات نبوت کا بارش کے قطروں کی طرح (کثرت سے) ظہور ہوا۔

۱۱۸: نیز امّ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ نے جب آپ ﷺ کو جنم دیا اس موقع پر میں ان کے پاس تھی۔''فمامن شئی انظر الیه من البیت الا نور واننی انظرالی النجوم تدنو حتیٰ انی اقول لیقعن علیّ''سیدہ کا گھر بقعہ ءِ نور بنا ہوا تھا اور آسمان کے ستارے اتنے قریب آ گئے جیسے ابھی مجھ پر گر پڑیں گے۔(البدایہ والنہایہ' جلد دوم' صفحہ ۲۲۰ بحوالہ بیهقی نیز حاشیہ نمبر ۲ بحوالہ مختصر ابن عساکر' جلد دوم صفحہ ۳۵، خصائص کبریٰ' جلد اول صفحہ ۴۵ بحوالہ بیہقی، طبرانی ابونعیم، ابن عساکر عن اُم عثمان رضی اللہ عنہا، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۵ حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۸ بحوالہ اعلام النبوۃ للماوردی)۔

اقولُ: ولادت باسعادت دن میں ہوئی یا رات میں؟ دونوں قسم کے قول ملتے ہیں۔ قائلین دوم نے ایک دلیل یہ دی کہ ولادت باسعادت کے وقت ستارے اترے تھے جب کہ یہ رات میں ممکن ہے۔ علامہ بدرالدین زرکشی نے فرمایا کہ یہ توجیہہ معتبر نہیں کیوں کہ ستارے دن کو موجود ہوتے ہیں جب کہ دن میں ستاروں کا اترنا اور نظر آنا خرق عادت ہوگا جو شان نبوت کے عین مطابق ہے۔ اس سلسلہ کی عبارت سبل الہدیٰ' جلد اول' صفحہ ۳۳۳، ۳۳۴ سے مقدمۃ الکتاب میں گذر چکی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو۔(مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۵' مطبوعہ بیروت)۔

علامہ علی القاری نے اس طبقہ کی توجیہہ کو غیر صحیح قرار دے کر لکھا ہے۔ لان سقوطها خارق للعادةفلافرق فیه بین اللیل والنهار علی انه بعد الفجر۔(موردالروی صفحہ ۹۹) جس سے واضح ہوگیا کہ ان علماء نے ستاروں کے اترنے کی روایت کو معتمد قرار دیا ہے ورنہ اس کی بنیاد پر اس بحث کا کچھ فائدہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''التأویل دلیل التعویل'' (المستند)۔

۱۱۹: نیز ''و کان قد اذن اللہ تلک الساعۃ لنساء الدنیاان یحملن ذکوراً کرامۃ لمحمد ﷺ'' یعنی حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر آپ کے اعزاز کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ماؤں کو بیٹے عطا فرمائے۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ، جلد اول، صفحہ ۴۷، بحوالہ ابو نعیم عن عمرو بن قتیبۃ عن ابیہ و کان من اوعیۃ العلم)۔

دلیل نمبر ۱۲۰: (قبض علی مفاتیح النبوۃ)۔

حضرت والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''واذا قائل یقول قبض محمد ﷺ علی مفتاح النصرۃ و مفتاح الربح و مفتاح النبوۃ'' (حضور کی ولادت باسعادت کے فوراً بعد میں نے دیکھا کہ آپ نے انتہائی سفید قسم کا لباس زیب تن فرمایا ہوا ہے جب کہ آپ کے نیچے سبز ریشم کا کپڑا بچھا ہوا ہے اور آپ کے ہاتھ مبارک میں سفید آبدار ہیرے کی تین چابیاں ہیں) اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ محمد ﷺ نے مدد نفع اور نبوت کی چابیاں اپنے کنٹرول میں لے لی ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۴ بحوالہ محاضرۃ الابرار و مسامرۃ الاخیار للشیخ الاکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ)۔

اقول: ''قبض علی مفتاح النبوۃ'' کے الفاظ اپنے منطوق میں صریح اور مانحن فیہ کی روشن دلیل ہیں۔

دلیل نمبر ۱۲۱: (رَبِّ هَبْ لِیُ اُمَّتِیُ):

امام اہل سنت، مجدد دین وملت الامام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''جب وہ جانِ راحت، کانِ رافت پیدا ہوا، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور رَبِّ هَبْ لِیُ اُمَّتِی فرمایا''۔

ملاحظہ ہو۔ (قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام ﷺ صفحہ ۶ طبع ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)۔

اقول: شاگرد استاد کے، مرید، مرشد کے اور عوام اور رعایا حکمران کے ہوتے ہیں اسی طرح اُمتی، نبی کے ہوتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ اس وقت میں نبی نہیں تھے تو اُمتی فرمانے کا کیا مطلب؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سرکار ﷺ کے اس جیسے فضائل کے منکرین کو جھنجھوڑ کر نصیحت فرماتے ہوئے اس مقام پر لکھتے ہیں۔ (جو مصنف تحقیقات وامثالہ کے لیے خصوصی طور پر درس عبرت ہے)۔

''عشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولیٰ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟ آیا نشر فضائل وتکثیر مدائح اور ان کی خوبی، حسن سن کر باغ باغ ہو جانا جامے میں پھولا نہ سمانا، یا ردّ محاسن، نفی کمالات

اوران کے اوصاف حمیدہ سے بہ انکار وتکذیب پیش آنا، (الیٰ) خدااور رسول سے شرما اور اس حرکت بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد ﷺ کی خوبیاں تیرے مٹائے نہ مٹیں گی۔ (الیٰ) مٹانے والے خود مٹ گئے اور ان کی خوبی روز بروز مترقی رہی'' اھ ملخصاً بلفظہ۔ ملاحظہ ہو۔ (قمر التمام صفحہ ۷، ۸ طبع مذکور)

دلیل نمبر ۱۲۲ تا ۱۲۷: (معجزات فوراً بعد ولادت مقدسہ):

ولادت باسعادت کے فوراً بعد بھی بے شمار معجزات کا ظہور ہوا یہ بھی ہمارے موقف کی روشن دلیل ہے۔ بعض معجزات تبرکاً ذکر کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ۔

۱۲۲: **گھر بقعۂ نور بن گیا:** ام عثمان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اس موقع پر حاضر تھی ''خرج منها نور اضاء له البيت والدار حتىٰ جلعت لا ارىٰ الا نوراً'' سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک ایسی روشنی ظاہر ہوئی کہ اس سے پورا گھر اور پوری حویلی روشن ہوگئی میں ہر طرف نور ہی نور دیکھتی تھی۔

ملاحظہ ہو۔ (**خصائص کبری جلد اول صفحہ ۴۵ بحوالہ بیھقی ، طبرانی ، ابن عساکر نیز حجة الله على العلمين للنبهانی صفحہ ۲۲۸ نیز مدارج النبوۃ فارسی جلد ۲ صفحہ ۱۵**)۔

داؤد بن ابی الھند کا بیان ہے کہ لما ولد النبی ﷺ نارت الظراب لوضعه جب نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو پورا ایریا نور ہی نور ہوگیا۔ ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبری جلد ۱ صفحہ ۵۰ بحوالہ ابونعیم)۔

۱۲۳: **پوری روئے زمین جگمگا اٹھی:** (البدایہ والنهایه جلد دوم صفحہ ۲۱۲) وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور قصیدہ نعتیہ کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ اس کا ایک شعر اس طرح ہے۔

وانت لما ولدت اشرقت ال ارض وضاءت بنورك الافق

جب (میرے آقا) آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو پوری روئے زمین آپ کے نور سے چمک اٹھی اور آسمان کے کنارے جگمگ کرنے لگے۔

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''والیٰ هذا اشار العباس بن عبد المطلب فی شعره حيث قال الخ ۔ یعنی حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے اس شعر میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت ظہور نور کے واقعہ کی جانب اشارہ فرمایا۔

ملاحظہ ہو۔ (ماثبت من السنة عربی اردو صفحہ ۹۰ طبع نعیمیہ رضویہ لاہور)۔

عکرمہ نے کہا جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو: اشرقت الارض نورا۔ پوری زمین جگمگا اٹھی۔
(خصائص، جلد اول، صفحہ ۵۱، بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم)۔

۱۲۴: **والدہ ماجدہ نے اسی نور سے شام کے محلات اور مشرق ومغرب دیکھے**: رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ حمل شریف میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: ''انك حملت بسيد هذه الامة واية ذلك ان يخرج معه نور يملأ قصور بصرىٰ من ارض الشام'' آپ کے حمل میں اس امت کے آقا ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ ان کی ولادت کے وقت ان کے ساتھ ایک نور نکلے گا جس سے خطۂ شام کے شہر بُصریٰ کے محل روشن ہو جائیں گے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶ بحوالہ ابن اسحاق)۔

حضرت سیدہ خود فرماتی ہیں: ''فلما فصل منى خرج معه نور اضاء له ما بين المشرق والمغرب'' جب آپ کا مجھ سے ظہور ہوا تو آپ کے ساتھ ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے مشرق تا مغرب روشنی پھیل گئی۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶ بحوالہ ابن سعد، ابن عساکر عن ابن عباس، البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۱۹ بحوالہ ابن سعد ما ثبت من السنۃ صفحہ ۹۰ ابن سعد عن عطاء وابن عباس)۔

فی روایة ''رأيت ليلة وضعته نورا اضاء ت له قصور الشام حتى رأيتها'' میں نے آپ کی ولادت باسعادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات چمک اٹھے جنہیں میں نے ملاحظہ کیا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابو نعیم عن ام سلمہ، نیز ابو نعیم عن بریدہ عن مرضعته من بنی سعد، نیز ابن سعد عن اسحاق بن عبداللہ وابن القبطیہ، نیز مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۵، ۱۶ نیز حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۷)۔

وفی روایة ''رأيت قصور الشام كلها شعلت ناراً'' میں نے شام کے محلات روشن دیکھے جیسے ان سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۶)۔

امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حضرت آمنہ نے یہ نور دو بار دیکھا تھا۔ ایک بار زمانہ حمل شریف میں اور وہ خواب کا واقعہ ہے۔ دوسری بار ولادت باسعادت کے وقت اور وہ بیداری کا واقعہ ہے۔ ''واما ليلة الولادة فرأت ذلك روية عين'' یعنی والدہ ماجدہ نے شب میلاد یہ روشنی بہ چشم سر دیکھی تھی''۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶)۔

اقول: اس کی تائید صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ (جو اس وقت دایہ کی حیثیت سے موجود تھیں، فرماتی ہیں) ''فاضاء لى مابين المشرق والمغرب حتىٰ نظرت الى بعض قصور الروم'' یعنی اس نور سے مشرق تا مغرب بمعنی حقیقی روشنی پھیلی حتیٰ کہ اس کی روشنی سے مجھے بھی روم کے کچھ محلات نظر آئے۔

مزید فرماتی ہیں کہ اس طرح کے اور بھی کئی عجائب میں نے دیکھے جو میرے اسلام لانے کا سبب بنے

''حتی بعثه الله فکنت فی اول الناس اسلاما'' جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے شروع شروع میں آپ کا کلمہ پڑھا''۔

ملاحظہ ہو۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۶، حجۃ اللہ علی العلمین صفحہ ۲۲۷، خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، ۴۷ بحوالہ ابو نعیم عن عبد الرحمن بن عوف عن امہ رضی اللہ عنہما)۔

رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کی تصدیق مروی و ثابت ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: میں (خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کا مژدہ، اور) اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت کرتے ہوئے ایک نور دیکھا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۵، ۴۶ بحوالہ احمد، بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی عن العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ، نیز ماثبت من السنہ صفحہ ۹۰ وحجۃ اللہ صفحہ ۲۲۷ بحوالہ جات مذکور مع مزید کہ قال الحافظ ابن حجر صححه ابن حبان و الحاکم)۔

فی روایة قالوا یارسول الله! اخبرنا عن نفسك الخ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ہمیں اپنی ذات پاک کے حوالہ سے تو بتائیں۔ (پس آپ نے مذکورہ مضمون بیان فرمایا)

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶ بحوالہ حاکم و صححه و بیهقی عن خالد بن معدان رضی الله عنه)۔

وفی روایة قیل یارسول الله ماکان بدؤا امرك الخ۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! آپ کی نبوت کے ظہور کا آغاز کیونکر ہوا؟ (تو اس پر آپ نے مذکور بالا ارشاد فرمایا)

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد، احمد، طبرانی، بیہقی ابو نعیم عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ)

ابو العجفاء سے بھی ظہور نور کا واقعہ مرفوعاً مروی ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد)۔

اقول: ظہور نور کا یہ واقعہ کئی معجزات پر مشتمل ہے جیسے خود نور کا ظاہر ہونا، اس کا گھر اور حویلی محلات شام و روم بلکہ روئے زمین اور کنارہائے آسمان تک کو روشن کر دینا، نیز حضرت سیدہ آمنہ اور ان کی برکت سے حضرت ام عثمان کا چشم سر سے روم و شام کی عمارتوں کو دیکھنا اور اس بارے میں گھر کی دیواروں، درمیان میں آنے والی عمارتوں اور پہاڑوں وغیرہا کا ان کی نگاہوں کے آگے رکاوٹ نہ بننا وغیرہ اور یہ سب حقیقت واقعیہ ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی جو ''لاعطر بعد العروس'' کے محاورہ کا مصداق ہے۔

مزید سنئے (ظہور نور کی ایک مزید شہادت آئندہ عنوان کے تحت بھی دیکھئے)۔

۱۲۵: **بت اوندھے ہو گئے:** ''تنکست الاصنام کلها'' سب بت خود بخود اوندھے ہو گئے۔

(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۴۷بحوالہ ابونعیم عن عمرو بن قتیبة عن ابیه و کان من اوعیة العلم)۔

نیز اسی میں بحوالہ مذکورہ مرقوم ہے: اما اللات والعزی فانهاخرجا من خزانتهما الخ۔یعنی دومشہور بت لات وعزیٰ اپنے مکان سے بھاگ نکلے اور کفار قریش کو کوستے ہوئے جگہ جگہ آپ ﷺ کے ظہور جسمانی کے نعرے لگائے۔ نیز قریش کی ایک جماعت اپنے ایک بت کے سامنے حسب نظریہ خود حاضر تھی، دیکھا کہ وہ اوندھا ہوگیا سیدھا کیا تو وہ پھر اوندھا ہوگیا،اس طرح سے تین بار ہوا ان میں سے ایک نے کہا کوئی ناراضگی ہے تو ہم معافی مانگتے ہیں اور حادثہ ہے تو بتا کہ کیا ہوا؟ تو اس کے اندر سے جو بآواز بلند جواب آیا اس میں ایک بات یہ تھی:تردی لمولد انارت بنوره جميع فجاج الارض بالشرق والغرب ۔یعنی میرا یہ اوندھا ہو جانا اس جہان میں ولود پذیر ہونے والی ایک ہستی کی وجہ سے ہے کہ جس کے نور سے مشرق ومغرب میں زمین کا گوشہ گوشہ چمک اٹھا ہے۔

ملاحظہ ہو:(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۵۲،بحوالہ الهواتف للخرائطی ابن عساکر عن عروة رضی الله عنه، نیز حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ۲۳۲ نیز مدارج النبوۃ جلد۲) نیز شیخ محقق نے فرمایا:ایں واقعہ دوشب ولادت آنحضرت بود۔ (مدارج جلد۲صفحہ۱۸)۔

امام علامہ احمد بن زینی دحلان مکی شافعی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:''ان الاصنام تنكست عند ولادته ﷺ'' آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت تمام بت اوندھے ہوگئے۔(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ۲۳۲ بحوالہ السيرة النبوية)۔

جدامجد حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے آپ نے فرمایا:''رأيت الاصنام سقطت من اماكنها وخرت سجدا ''میں نے اس وقت اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ کیا کہ تمام بت اپنی جگہوں سے گر کر سجدہ ریز ہوئے پڑے تھے۔(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ۲۳۲)۔

۱۲۶: **کعبہ شریف خوشی سے جھومنے لگا**: ولادت باسعادت کے موقع پر قریش نے پہلی نمایاں علامت یہ دیکھی کہ''لم تسكن زلزلة البيت ثلثة ايام ولياليهن ''(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۴۷بحوالہ عمرو بن قتيبة)۔

علامہ نبہانی نے یہ بات ان لفظوں سے لکھی ہے:''تزلزلت الكعبة واضطربت اى من الفرح ليلة ولادته ولم تسكن ''الخ۔یعنی آپ ﷺ کے میلاد پاک کی خوشی میں کعبہ جھومنے لگا اور اس پر یہ کیفیت مسلسل تین دن رات تک رہی۔(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ۲۳۳)۔

نیز جناب عبدالمطلب ﷺ سے مروی ہے فرمایا میں نے کعبہ شریف کی دیوار سے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''ولد المصطفیٰ المختار الذی تهلك بيده الكفار و يطهر من عبادة الاصنام و يأمر بعبادة الملك العلام ''یعنی اس ہستی کی ولادت ہوئی ہے جو برگزیدہ نبی ورسول ہے جس کے ہاتھوں کفار کی ہلاکت ہوگی جس نے بتوں کی پرستش کو مٹا دینا اور اللہ کی عبادت کی ترویج فرمانی ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۲ بحوالہ علامہ ابن رجب حنبلی)۔

مدارج جلد دوم صفحہ ۱۷ میں یہ لفظ بھی منقول ہے: ''الله اكبر ،الله اكبر رب محمد المصطفیٰ الان قد طهرنی ربی من انجاس الاصنام وارجاس المشركين''۔

۱۲۷: کسریٰ کا محل لرزہ میں آ گیا، اس کے کنگرے گر پڑے: ''لما كانت الليلة التي ولد فيها رسول الله ﷺ ارتجس ايوان كسرىٰ و سقطت منه اربعة عشر شرافة ''یعنی رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی شب میں کسریٰ کا محل ہل گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۱ بحوالہ بیهقی، ابونعیم خرائطی ابن عساکر عن هانی المخزومی بعمر ۱۵۰ سال۔ البدایه و النهایه جلد دوم صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶ بحوالہ خرائطی و بیهقی نیز مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۷، ۱۸، نیز حجة الله علی العالمین صفحہ ۲۳۳، نیز مورد الروی صفحہ ۸۹)۔

شیخ محقق نے اسے آپ ﷺ کا اشہر، ابہر اور اعجب معجزہ قرار دیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۷، نیز ما ثبت من السنة صفحہ ۹۲، ''من عجائب ولادته'' رواه غير واحد وهو مشهور)۔

نیز علامہ نبہانی نے فرمایا اس کی عمارت اتنی محکم تھی کہ اس پر کلہاڑے بھی اثر نہیں کرتے تھے لہٰذا اس کی یہ کیفیت کسی فنی خرابی کی بناء پر نہ تھی ''وانما اراد الله ان يكون ذلك اية لنبيه ﷺ باقية على وجه الارض'' یہ محض اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے معجزہ کو زمین پر باقی رکھنے کے لیے کیا۔

آگے فرماتے ہیں کہ رشید نے اسے منہدم کرانے کا ارادہ کیا تو اس کے وزیر یحییٰ برمکی نے کہا: ''ياامير المومنين لاتهدم بناء هو اية الاسلام ''امیر المومنین! آپ اسے منہدم مت کرائیں کیوں کہ یہ اسلام کی نشانی ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۳)۔

۱۲۸: آتش کدۂ فارس بجھ گیا: ''وخمدت نار فارس و لم تخمد قبل ذلك الف عام'' آتش کدہ فارس جو ہزار سال سے بھڑکا ہوا تھا (جس کی مجوس پرستش کرتے تھے) خود بخود بجھ گیا۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۱، بحوالہ جات مذکورہ، نیز البدایه و النهایه جلد دوم صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶

بحوالہ مذکورہ، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۷، ۱۸ حجۃ اللّٰہ علی العالمین صفحہ ۲۳۳، نیز ما ثبت من السنۃ صفحہ ۹۲، من عجائب ولادتہ رواہ غیر واحد وھو مشھور مورد الروی صفحہ ۸۹)۔

۱۲۹: **بحیرہ ساوہ خشک ہوگیا:** ''وغاضت بحیرۃ ساوۃ'' بحیرہ ساوہ کا پانی یکا یک خشک ہوگیا۔ (الخصائص الکبری جلد ا صفحہ ۵۱، بحوالہ جات مذکورہ۔ البدایہ والنھایہ' جلد ۲ صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶، بحوالہ مذکورہ، مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷، حجۃ صفحہ ۲۳۳ نیز ماثبت من السنۃ صفحہ ۹۲ مورد الروی صفحہ ۸۹)۔

۱۳۰: **وادی ساوہ بہہ نکلی:** ''وروان شدن رود خانہ کہ آں را وادی ساوہ گویند وپیش ازاں بہزار سال منقطع شدہ بود'' یعنی وادی ساوہ جو ہزار سال سے خشک تھی یکا یک پانی سے پُر ہوکر بہہ نکلی۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۱۷، نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۱ بحوالہ بیھقی، ابونعیم، خرائطی، ابن عساکر عن ھانی حاکیا عن قول السطیح الکاھن وفاض وادی السماوۃ ایضاً مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۸)۔

۱۳۱: **ابلیس اور دیگر شیاطین پر پابندی لگ گئی:** ابلیس پر شروع میں آسمانوں پر آنے جانے کی کوئی پابندی نہیں تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پاک کے بعد تین آسمانوں پر اس کا آنا جانا ممنوع کردیا گیا۔

فلما ولد رسول اللہ ﷺ حجب من السبع۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد اس پر بالکلیہ پابندی لگادی گئی۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۱، بحوالہ زبیر بن بکار ابن عسا کر عن معروف بن خربوز)۔

شیخ محقق ارقام فرماتے ہیں: ومن ذلك ما وقع من زیادۃ حراسۃ السماء بالشھب وقطع رصد الشیاطین ومنعھم من استراق السمع۔ یعنی آسمان پر شیاطین کے آنے جانے اور کان لگا کر ملائکہ کرام کا کلام سننے پر پابندی لگادی گئی۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں ستاروں کو ان پر حملہ کرنے کے لیئے الرٹ کردیا گیا۔ (ماثبت من السنۃ صفحہ ۹۴)۔

۱۳۲، ۱۳۳: **سجدہ اور کلام وغیرہ:** آپ ﷺ نے ولادت باسعادت کے وقت رکوع فرمایا، سجدہ فرمایا، سر مبارک آسمان کی جانب اٹھایا، مٹی کی مٹھی بھری، انگشت شہادت کھڑی فرمائی۔ یہ سب خوارق عادت اور معجزات ہیں جو پیش نظر بحث میں ہمارے موقف کی دلیل ہیں۔

چنانچہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فنظرت الیہ فاذا ھو ساجد قد رفع اصبعیہ کالمتفرع المبتھل یعنی میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ سجدہ میں تھے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کے بیان کی غرض سے انگشتان مبارک آسمان کی طرف اٹھا رکھی تھیں۔

ملاحظہ ہو: (ماثبت من السنة صفحہ ۹۰ بحوالہ ابونعیم عن ابن عباس. نیز حجة اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۴ بحوالہ محاضرة شیخ اکبر)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "وقع علی الارض معتمدا علی یدیه" یعنی زمین پر اس طرح سے تشریف لائے جیسے سجدہ کرنے والا سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتا ہے۔ (خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد، ابن عساکر، نیز ماثبت من السنة صفحہ ۹۰ بحوالہ ابن سعد عن عطا عن ابن عباس، نیز البدایه و النهایه جلددوم صفحہ ۲۱۹ بحوالہ ابن سعد)۔

حسان بن عطیہ سے روایت ہے: لما ولد وقع علی کفیه و رکبتیه۔ یعنی وقت ولادت مبارکہ اپنے گھٹنے مبارک اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔ (خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد)۔

داؤد بن ابی ہند کی روایت میں یہ لفظ ہیں: واتقی الارض بکفیه حین وقع۔ (خصائص جلداوّل صفحہ ۴۶)

ابن کثیر نے لکھا: وقال بعضهم وقع جا ثیا علی رکبتیه۔ (البدایه و النهایه جلددوم صفحہ ۲۲۰)

ماثبت من السنه صفحہ ۹۰ میں بحوالہ طبرانی نیز مدارج جلداول صفحہ ۱۱۶ میں ہے: وقع مقبوضة اصابع یدیه مشیرا بالسبابة کالمسبح بها۔ انگشتان شہادت اٹھائی ہوئی تھیں اور باقی انگلیاں بند کر رکھی تھیں۔ جیسے کلمہ شہادت پڑھتے وقت اٹھائی جاتی ہیں۔ اھ۔

نیز سبل الهدیٰ (جلداول صفحہ ۳۴۳) میں ہے سیدہ فرماتی ہیں: میں نے گھٹنے کے بل بیٹھا پایا نظریں آسمان کی جانب تھی پھر آپ نے مٹی کی مٹھی بھری: واهوی ساجدا۔ بعدازاں آپ سجدہ میں چلے گئے۔ (الوفاء لابن الجوزی)۔

علامہ علی القاری ارقام فرماتے ہیں: واهوی ساجدا۔ پیدا ہوتے ہی آپ سجدہ میں تشریف لے گئے۔ (مورد الروی فی المولد النبوی ﷺ صفحہ ۸۳)۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: در وقت ولادت ساجد و راکع، نظر بجانب آسمان داشتہ و انگشت شہادت برداشتہ۔ (مدراج النبوۃ جلداول صفحہ ۱۱۶)

خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۴۶ میں بحوالہ ابن سعد و ابن عساکر عن ابن عباس نیز البدایه و النهایه جلددوم صفحہ ۲۲۰ میں بحوالہ ابن سعد لکھا ہے: "ورفع رأسه الی السماء"۔

نیز الخصائص میں بحوالہ ابن سعد عن حسان بن عطیه نیز عن موسیٰ بن عبید عن اخیه مرقوم ہے: شاخصا بصره الی السماء۔ (جلداول صفحہ ۴۶)۔

نیز داؤد بن ابی الہند کی روایت میں اس طرح ہے: واصبح یتأمل السماء بعینیه ۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابو نعیم)۔

اقول: ان روایات میں کچھ تخالف نہیں بلکہ بنظر غائر دیکھا جائے تو پورے سجدہ کی کیفیت بنتی ہے جو مختلف روایات میں متفرقاً مذکور ہے۔ گھٹنوں کے بل بیٹھنا اور انگشتان شہادت کو اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھنا، وقت تحریمہ کی کیفیت کے قائم مقام ہوا۔ سجدہ میں جاتے ہوئے گھٹنے زمین پر رکھے جاتے ہیں پھر ہاتھوں کے رکھنے کی باری آتی ہے پھر جبیں سائی کی جاتی ہے۔ (سجدہ کرنے کا ایک حوالہ شروع میں بھی آ چکا ہے)۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں: ''ثم اخذ قبضة من تراب فقبضها'' بعد ازاں آپ نے مٹی کی مٹھی لے کر مٹھی بند فرمالی۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد، ابن عساکر عن ابن عباس، نیز البدایہ والنھایہ جلد دوم صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰، بحوالہ ابن سعد، نیز ما ثبت من السنة صفحہ ۹۰ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما)۔

حضور کی ولادت مبارکہ کی یہ کیفیت سن کر اس دور کے ایک شخص نے کہا: ''لئن صدق ھذا الفال لیغلبن ھذا المولود اھل الارض'' اگر یہ خبر درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بچہ بڑا ہو کر اہل زمین پر غلبہ پائے گا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶ بحوالہ ابن سعد عن موسیٰ بن عبیدہ عن اخیہ)۔

خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۳ میں حافظ ابن حجر کے حوالہ سے لکھا: ''تکلم اول ماولد'' آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا۔ نیز ملاحظہ ہو: (حجة اللہ صفحہ ۲۳۳)۔

نیز حجۃ اللہ میں بحوالہ سہیلی لکھا ہے: آپ نے یہ لفظ ارشاد فرمائے تھے: ''جلال ربی رفیع'' مرا رب سب سے بزرگ و برتر ہے نیز یہ لفظ بھی منقول ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرة واصیلا ۔(صفحہ ۲۲۸، ۲۵۶)۔

اقول: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ابھی گذرا ہے کہ آپ ﷺ نے رب ھب لی امتی کے لفظ بھی فرمائے تھے۔

۱۳۴: **ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدائش:** حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ولد النبی ﷺ مختوناً مسروراً'' نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ جد امجد حضرت عبدالمطلب نے یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا: لیکونن لابنی ھذا شانا فکان له شان'' میرا یہ بیٹا بڑی شان والا ہے جس کے چرچے ہوں گے۔ (حضرت عباس نے فرمایا) پس ایسا ہی ہوا۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۳، بحوالہ ابن سعد، بیھقی، ابو نعیم عن ابن عباس عن ابیه، نیز

البدایه و النهایه جلد دوم صفحہ۲۲۱،بحوالہ ابن سعد ابو نعیم۔نیز حجة الله علی العالمین صفحہ۲۲۷)۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی موقوفاً مروی ہے:حیث قال ''ولد مسروراً مختوناً''ملاحظہ ہو۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ۵۳،بحوالہ ابن عساکر حجة اللّٰہ صفحہ۲۲۷بحوالہ ابن عساکر)۔

نیز خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ۵۳،بحوالہ ابن عدی و ابن عساکر حضرت ابن عباس سے روایت ہے:ولدالنبی ﷺ مسروراً مختوناً۔

اسی میں بحوالہ ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے:''ان النبی ﷺ ولد مختونا''

شیخ محقق نے فرمایا:''ولدﷺ معزورا ای مختوناً مسروراً ای مقطوع السرة''(ماثبت من السنه صفحہ۹۴ نیز مدارج جلد اول صفحہ۱۱۶)

امام ابوعبداللہ الحاکم نے المستدرک میں فرمایا:''تواترت الاحادیث انه ولد مختونا''یعنی احادیث سے بالتواتر ثابت ہے کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔(خصائص جلد اول صفحہ۵۳،ماثبت من السنه صفحہ ۹۴، حجۃ اللہ صفحہ۲۲۷)۔

نوٹ: بعض روایات میں حکایۃً مذکور ہے کہ''ختنه جده عبد المطلب''۔ (ماثبت من السنه صفحہ۹۴ لفظ''حکی'')۔

نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ۲۲۱، بصیغۂ تمریض روی سے لکھا ہے، ظاہر ہے کہ یہ حکایت بکثرت روایات کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتی جن میں ایک روایت کا تعلق خود حضرت عبدالمطلب سے بھی ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے۔

نیز بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ان جبریل علیہ السلام ختنه حین طهر قلبه۔یعنی شق صدر کے وقت جبریل علیہ السلام نے آپ کا ختنہ بھی کیا۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ۵۳،بحوالہ معجم اوسط طبرانی"ابو نعیم" ابن عساکر عن ابی بکر رضی اللہ عنہ)۔

ابن کثیر نے کہا:''هذا غریب جداً''یہ انتہائی نادر بات ہے۔(یعنی احادیث مشہورہ شق صدر میں یہ جملہ نہیں ملتا صرف اسی طریق میں مذکور ہے)۔(البدایه و النهایه جلد دوم صفحہ۲۲۱)۔

نیز شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا:''قال الذهبی و هذا منکر''یعنی علامہ ذہبی نے کہا یہ روایت منکر ہے۔(ماثبت من السنه صفحہ۹۴طبع لاہور)۔

رسول اللہ ﷺ کا تصدیقی ارشاد کریم: خود رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ملاحظہ کیجئے: ارشاد فرمایا:''من کرامتی

علی ربی انی ولدت مختونا ولم یر احد سوأتی ۔یعنی میرے رب نے مجھے جن اعزازات سے نوازا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا کیا گیا ہوں اور اس حوالہ سے میرے جسم کا لائق ستر حصہ کسی نے نہیں دیکھا۔(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۵۳،بحوالہ طبرانی الاوسط، ابونعیم خطیب، ابن عساکر وغیرہ عن انس ﷺ، نیز البدایہ والنہایہ جلددوم صفحہ۲۲۱،بحوالہ ابن عساکر ،حجة اللہ علی العالمین صفحہ۲۲۷،بحوالہ طبرانی وغیرہ، مدارج النبوۃ جلددوم صفحہ۱۷نیز ماثبت من السنة صفحہ۹۴بحوالہ طبرانی،ابو نعیم ،خطیب،ابن عساکر عن انس ﷺ)۔

اقول: خصائص جلداول صفحہ۵۳، ماثبت من السنة صفحہ۹۴،اورحجة اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۷ میں ہے:''صححه الضیاء فی المختارة ''یعنی محدث ضیاء مقدسی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب''مختارة''میں صحیح قراردیا ہے۔

تنبیہ نمبرا: روایت ہذا میں''کرامت'' بمعنی تکریم لغوی ہے پس اس سے مغالطہ نہ کھایا جائے۔ واللہ الموفق۔

تنبیہ نمبر۲: بعض نے جو اس کے خصائص نبی ﷺ سے ہونے کی نفی کی ہے یہ معجزہ ہونے کے خلاف نہیں کیوں کہ اس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ بعض دیگر انبیاء علیہم السلام بھی مختون پیدا ہوئے پس یہ مشترک قسم کا امر ہوا لیکن ہے تو یہ معجزہ ہی کیوں کہ یہ خوارق سے ہے۔فافهم و تدبر۔

۱۳۵: **ہانڈی دو ٹکڑے ہوگئی**: خواتین قریش میں یہ رسم مروّج تھی کہ وہ نومولود بچہ کو پتھر کی ایک ہانڈی کے نیچے چھپا کر رکھ دیتیں جسے صبح نکالا جاتا۔سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے ساتھ بھی یونہی کیا گیا لیکن اس موقع پہ عجیب بات دیکھی گئی کہ''فلما اصبحن اتین فوجدن البرمة قد انفلقت عنه باثنتین فوجدنه مفتوح العین شاخصا ببصره الی السماء ''یعنی عورتیں جب صبح آئیں تو پتھر کی وہ ہانڈی دو ٹکڑے ہوکر ایک طرف پڑی ہوئی تھی اور آپ ﷺ معنیٰ خیز نظروں سے آسمان کی جانب دیکھ رہے تھے۔

ملاحظہ ہو۔(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۵۰،بحوالہ بیهقی، ابن عساکر ،عن ابی الحکم التنوخی، نیز بحوالہ ابو نعیم عن ابن عباس وداؤد بن ابی الهند نیز بحوالہ ابن سعد عن عکرمه ، نیز حجه اللہ صفحہ۲۲۸عن ام عثمان رضی اللہ عنها، نیز البدایہ والنہایہ جلددوم صفحہ۲۲۲بحوالہ بیهقی عن ابی الحکم)

اقول: یہ بھی خرق عادت اور معجزہ ہے جو حضور اقدس ﷺ کی عظمت وشان کے اظہار کے لیئے ظاہر ہوا کیوں کہ اس طرح سے ہانڈی کے نیچے رہنا آپ کے وقار کے منافی تھا پس یہ بھی ما نحن فیه کی دلیل ہے۔

۱۳۶: جھولا فرشتے جھولاتے ، چاند کھلونے کا کام دیتا: حضرت عباس ﷛ نے عرض کی: ''یارسول اللہ دعانی الی الدخول فی دینك امارة لنبوتك رأیتك فی المهد تناغی القمر وتشیر الیه باصبعك فحیث اشرت الیه مال قال انی کنت احدثه ویحدثنی ویلهینی عن البکاء واسمع وجبته حین یسجد تحت العرش ''یعنی یارسول اللہ ﷺ آپ کے دین میں مجھے آپ کے نبی ہونے کی ایک نشانی لائی تھی جو آپ کے گھوارے میں ہونے کے زمانہ کی ہے جو میرے علم میں آئی تھی اور وہ یہ ہے کہ آپ چاند سے کلام فرماتے اور وہ آپ کے اشارہ پر چلتا تھا۔ فرمایا واقعی میں اس سے اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اس طرح سے وہ میرا دل بہلاتا تھا (یہ تو معمولی بات ہے اس سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ) میں اس وقت عرش الٰہی کے نیچے اس کے سجدہ میں جانے کی آواز کو بھی سنا کرتا تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۳، بحوالہ بیہقی، صابونی، خطیب، ابن عساکر رضی اللہ عنہ، نیز حجۃ اللّٰہ صفحہ ۲۳۳، بحوالہ جات مذکورہ نیز ماثبت من السنہ صفحہ ۱۰۸، بحوالہ جات مذکورہ، سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۴۹ بحوالہ طبرانی، بیہقی)۔

سبل، خصائص اور ماثبت میں ہے امام صابونی نے فرمایا: ''المتن فی المعجزات حسن ''یعنی معجزات نبی ﷺ میں ہونے کے باعث اس کا متن حسن (لائق احتجاج) ہے۔

۱۳۷: امام ابن سبع نے فرمایا: حضور کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ ''ان مهده کان یتحرك بتحریك الملائکه'' آپ ﷺ کا جھولا فرشتے جھولاتے تھے۔ ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۳، حجة الله علی العالمین صفحہ ۲۳۳، کلاهما عن الخصائص لابن سبع رحمۃ اللہ علیہ)۔

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''مے جنبید مہد وے بجنبانیدن ملائکہ'' ''سخن مے کرد باوے قمر در مہد ومیل مے کرد بہر جانب کہ اشارت مے کرد'' یعنی آپ کا جھولا فرشتے جھولاتے تھے اور چاند گھوارے میں آپ سے سرگوشی کرتا اور آپ کے اشارے پر چلتا تھا۔ ﷺ۔ (مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۱۶)۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

(حدائق بخشش صفحہ ۴ ۷ اطبع مسلم کتابوی لاہور)

اقول: یہ بھی آپ کے معجزات ہیں اور اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل۔ ﷺ.

علامہ صابونی پھر سیوطی پھر محدث دہلوی رحمہم اللہ نے فی المعجزات کہہ کر اسے معجزہ کہا جب کہ معجزہ

نبی کا ہوتا ہے۔

مضمون روایت کی تائید واقعہ غزوۂ بدر کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو حضرت عباس کے قتل نہ کرنے کا فرمایا تھا اور وجہ یہ بیان فرمائی تھی کہ وہ دل سے مسلمان ہیں۔

۱۳۸: **خرق عادات**: حضرت سیدہ والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فولدته نظیفا مابه قذر ''یعنی آپ انتہائی صاف ستھرے پیدا ہوئے، جسم مبارک پر کسی قسم کی کوئی آلائش نہ تھی۔ (خصائص کبری، جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد عن اسحاق بن عبداللہ، حجة اللہ صفحہ ۲۲۷ بحوالہ ابن سعد)۔

اقول: بعض روایات میں ''طیباً طاھراً'' کے الفاظ ہیں۔

یہ بھی منقول ہے کہ ''ولد ﷺ کحیلا فی لفظ مکحولاً وفی آخر مکتحلا ومدھونا وعندالبعض مدھّنا'' یعنی سر اقدس ﷺ کے بالوں پر تیل لگا ہوا تھا اور چشمان مبارک میں سرمہ ڈلا ہوا تھا۔

خلاصہ یہ کہ ولادت باسعادت کے وقت بے شمار معجزات کا ظہور ہوا جن کی بعض مثالیں ہم نے پیش کردی ہیں۔ بالاستیعاب دیکھنے کے لیے متعلقہ کتب سیر کے مطلوبہ مقامات کا مطالعہ کیا جائے۔

ائمہ شان اور علماء اسلام نے انہیں آپ ﷺ کے معجزات میں شمار کیا ہے پس وقت ولادت باسعادت ان روایات کے دلیل نبوت ہونے میں کچھ اشتباہ نہ رہا۔

چنانچہ امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے اس موقع پر بعض واقعات پر عنوان قائم فرمایا ہے: ''باب ماظھر فی لیلة مولدہ ﷺ من المعجزات والخصائص''۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۴۵)۔

علامہ نبہانی نے یہ عنوان دیا: ''الباب الثانی فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادات مدة حمله وولادته ﷺ''۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۲۲۳)۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا: ''فصل فیما وقع من الآیات لیلة مولدہ علیه الصلاة والسلام''۔ (بدایه والنهایه جلد دوم صفحہ ۲۲۲)

شیخ محقق فرماتے ہیں: ''وآیات وکرامات کہ در ولادت آنحضرت ﷺ ظاہر شد زیادہ بر آنست کہ در حد حصر واحصار در آمد وآنچہ مذکور شد پارۂ ازاں است'' یعنی حضور اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت آپ کے اعزاز میں آپ کے معجزات اس قدر کثرت سے ظاہر ہوئے کہ انہیں گنتی اور شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔ جو بیان ہوا ہے وہ محض بطور نمونہ ہے۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۱۷)۔

اقول: ''کرامات'' کا لفظ یہاں بمعنی اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی ہے، اعنی تکریمات جس کی دلیل

''آیات'' کا لفظ بھی ہے۔ جو اس سے قبل متصلاً موجود ہے جب کہ اس جیسے موقع کے حوالہ سے لفظ ''آیۃ'' کا بمعنیٰ معجزہ ہونا قرآن سے ثابت ہے جو متعدد آیات قرآنیہ میں مذکور ہے۔ مثلاً
وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

اور اگر بمعنیٰ علامت اور نشانی بھی ہو جیسے آیت کریمہ **قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ** الآیہ میں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیوں کہ مانحن فیہ میں آیت سے آپ ﷺ کے نبی ہونے کی علامت اور نشانی مراد ہے۔ (والحمد للہ)

دلیل نمبر ۱۳۹ (انی رسول اللہ ﷺ):

بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے وقت ولادت سجدہ سے سر مبارک اٹھانے کے بعد بزبان فصیح و بلیغ یہ لفظ ارشاد فرمائے: ''لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ'' ''اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، میں بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں'' ملاحظہ ہو۔ (شواہد النبوۃ مترجم اردو صفحہ ۵۶، ۵۷ رکن دوم مؤلفہ علامہ جامی قدس سرہ السامی، طبع لاہور)۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی (متوفی ۱۱۳۷ھ) پھر علامہ نبہانی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو بڑا رتبہ عطا فرمایا: ''حیث ان اللہ اکرمہ بالسجدۃ عند الولادۃ والشہادۃ بانہ رسول اللہ'' کیوں کہ اللہ کے فضل سے آپ نے اپنی ولادت باسعادت کے وقت اللہ کے حضور سجدہ فرمایا اور اپنے ''رسول اللہ'' ہونے کا اظہار فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔ (جواہر البحار جلد دوم صفحہ ۲۳۱ طبع مصر)۔

دلیل نمبر ۱۴۰ (نهلة سطيح):

دلیل نمبر ۵۰ کے تحت تفصیل سے گذرا ہے کہ وقت ولادت مبارکہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا، اس کے چودہ کنگرے گر گئے، اس کا اگلا حصہ یہ ہے کہ وہ اس سے بہت خوف زدہ ہوگیا۔ تخت پر بیٹھا پریشانی کو چھپانے کی بڑی کوشش کی مگر سخت بے چینی کے آثار اس کے چہرہ پر نمودار تھے۔ اتنے میں اسے ہزار سال سے روشن نارِ فارس (آتش کدہ ایران) کے سرد پڑ جانے کی اطلاع بھی ملی جس سے اس کی فکر اور بڑھ گئی۔

اس دوران اس کی سلطنت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) ''موبذان'' نے اسے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ انتہائی موٹے تازے اونٹ ہیں جو تیز بھاگتے آئے ہیں اسی طرح چاک و چوبند گھوڑوں کا گلہ دوڑتا نمودار ہوا ہے جنہوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور پوری سلطنت میں پھیل گئے ہیں۔ بادشاہ نے جھنجھلا کر اس سے پوچھا اس کا کیا مطلب ہوگا؟ اس نے کہا سرزمین عرب سے لگتا ہے کوئی حادثہ پیش آئے گا۔

بحیرۂ ساوہ کے یکا یک خشک ہوجانے اور ہزار سال سے خشک پڑی ''وادیٔ سماوہ'' کے پانی سے لبالب پُر ہوجانے کی خبروں نے اسے مزید غم میں ڈالا اور ہیبت زدہ کیا۔

اس سب کی صحیح حقیقت معلوم کرنے کی غرض سے اس نے نعمان بن منذر کو لکھا کہ وہ اس کے پاس کسی عالم کو بھیجے۔ اس نے عبد المسیح غسانی کو بھیجا۔ کسریٰ نے پورا ماجرا اس کے سامنے رکھا۔ عبد المسیح نے کہا: ''علم ذلك عند خال لی یسکن مشارف الشام یقال له سطیح'' اس کا صحیح پتہ میرا ماموں دے سکتا ہے جس کا نام ''سطیح'' ہے جو اطراف شام میں رہتا ہے۔ چنانچہ وہ سطیح کے پاس پہنچا جس کا آخری وقت تھا۔ بڑی کوشش سے اس نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا ویسے بھی اسے متوجہ کرنے میں کافی زور لگانا پڑتا تھا کیوں کہ وہ عجیب الخلقت شخص تھا جس کے جسم میں سر، گردن اور ہاتھوں کے علاوہ کہیں ہڈیاں نہیں تھیں۔ تفصیل باب نمبر ۵ میں گذر چکی ہے اور اب تو سکرات کی کیفیت بھی تھی۔ فی روایۃ سات سو برس کی سن رسیدگی اس پر مستزاد تھی۔ بہر حال سطیح نے عبد المسیح کو پہچان لیا اور اسکے آنے کا مقصد اور مضمون سوال بھی خود بیان کیا پھر ہنس کر اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: ''اذا کثرت التلاوۃ وظھر صاحب الھراوۃ وفاض وادی السماوۃ وغاضت بحیرۃ ساوۃ وخمدت نار فارس فلیس الشام لسطیح شاما یملك منھم ملوك وملکات علیٰ عدد الشرفات وکل ما ھو آت آت''۔

خلاصہ یہ کہ جب چند نشانیاں ظاہر ہوگئیں تو سلطنت فارس کا خاتمہ ہوجائے گا قرآن کی کثرت سے تلاوت کرنے والے صاحبِ عصا (مراد سید عالم ﷺ) کا جب ظہور ہوگا اور وادی سماوی پانی سے لبالب پُر ہوکر بہہ نکلی نیز بحیرہ ساوہ کا پانی زمین میں دھنس گیا اور آتش کدۂ ایران سرد پڑ گیا تو اس وقت سطیح کا شام سے کچھ علاقہ نہیں رہے گا۔ یعنی وہ فوت ہوجائے گا، کسریٰ کے محل کی تعداد کے مطابق حکمران، حکومت کریں گے پھر جو ہونا ہے ہوگا۔ ''ثم قضیٰ سطیح مکانه'' جونہی یہ بات مکمل ہوئی، سطیح فوت ہوگیا۔

عبد المسیح نے واپس آکر بادشاہ کو اس سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے دل میں کہا جب تک ہمارے اتنے بادشاہ گذریں گے ہم بہت کچھ سوچ لیں گے لیکن ان کے دس حکمران چار سالوں میں بھگت گئے، باقی بچے چار جن کا خاتمہ حضرت امیر المومنین عثمان ذوالنورین اور ایک روایت کے مطابق حضرت فاروق اعظم کے زمانہ تک ہوگیا۔ لشکر اسلام نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت ایران (فارس) کے آخری حکمران یزدجر پر چڑھائی کی ایران فتح ہوا۔ یزدجر بھاگ نکلا پھر کئی بار لشکر تیار کر کے اہل اسلام سے جنگ کی مگر ہر بار اسے شکست ہوئی۔ عاجز آکر خراسان کا رخ کیا اور کچھ عرصہ بعد مرو میں مارا گیا (ملخصاً)

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۱ بحوالہ بیھقی، ابو نعیم، خرائطی، ابن عساکر عن ھانی المخزومی نیز مدارج النبوۃ فارسی، جلد دوم صفحہ ۱۷، البدایہ و النھایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸ بحوالہ خرائطی، بیھقی، نیز حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۳)۔

ابن کثیر لکھتے ہیں: کان آخر ملوکھم الذی سلب منه الملك یزدجربن شھر یار (الیٰ) وھو الذی انشق الایوان فی زمانه۔ (البدایہ و النھایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۶)۔

یعنی سلطنت فارس کا آخری حکمران یزدجر بن شہر یار تھا جس سے حکومت چھن گئی اور جس کے زمانہ میں محل متزلزل ہوا تھا۔

نیز اسی کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھا ہے: "وکان ذلك بعدمولد رسول اللّٰہ ﷺ بشھر او شیة ای اقل منه" یعنی سطیح کا یہ بیان اس وقت کا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کو کم و بیش ایک ماہ ہوا تھا۔

اقول: سطیح کا یہ بیان اس امر کی دوٹوک تصدیق ہے کہ یہ خوارق عادات حضور اقدس ﷺ ہی کی وجہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ نیز اس نے آپ ﷺ کی بحیثیت نبی و رسول آمد کو آپ کے ظہور سے تعبیر کیا ہے، اشارف زمانہ کی طرح نبی بننے کے معنیٰ میں نہیں لیا۔

فائدہ: نمبرا:۔ البدایہ و النھایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۸ میں بحوالہ ابن عساکر لکھا ہے کہ ایک بادشاہ نے سطیح سے سوال کیا کہ آپ کے اس علم کا ماٗخذ کیا ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ ایک ایسے جن سے میری دوستی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فیض یافتہ ہے اور وہ ہر مرحلہ پر میرے ساتھ رہتا ہے۔

فائدہ: نمبر۲:۔ اسی میں اسی صفحہ پر ہے کہ عبدالمسیح غسانی وہی شخص ہے جس کے ہاتھ سے حضرت سیف اللہ خالد بن لید رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر زہر پی لی تھی جس کا کوئی منفی اثر آپ پر نہ ہوا تھا۔

دلیل نمبر ۱۴۱: (اَنَّهٗ لَنَبِيٌّ يُبْعَثُ):

بعض روایات میں یہ بھی ہے کسریٰ نے سب سے پہلے اپنے ملک کے کاہنوں اور نجومیوں کو جمع کر کے ان سے ماجرا کی وجہ پوچھی تھی سب نے اس کا ایک ہی مطلب لیا لیکن کسریٰ کے سامنے کھول کر بیان کرنے کی بجائے اسے گول کر گئے، پھر جب وہ اکیلے بیٹھے تو انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ "انه لنبی یبعث او ھو مبعوث یسلب ھذا الملك ملکه" یعنی ایک نبی مبعوث ہو چکا ہے یا عنقریب اس کی بعثت ہو گی جو اس بادشاہ کی بادشاہی کے سلب و زوال کا سبب بنے گا۔ (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۵۳ بحوالہ ابن جریر طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

اقول: عبارت اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ نبی اسی وقت بھی ہیں البتہ بعثت بعد میں ہوگی یا بعد میں ہوئی۔

دلیل نمبر ۱۴۲ (وُلِدَهٰذِهِ اللَّيْلَةَ نَبِيّ):

ایک طویل حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ کی ولادت کی شب مکۃ المکرّمہ میں رہائش پذیر (سابقہ کتب سماویہ کے شناسا) ایک یہودی تاجر نے پریشان ہوکر قریش مکہ سے پوچھا کیا تمہارے ہاں آج کی رات کسی بچے کی ولادت ہوئی ہے؟ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ اس نے جواباً کہا: ''احفظوا ما اقول لکم ولد هذه الليلة نبي هذه الامة الاخيرة بين كتفيه علامة ''یعنی میری بات خوب ذہن نشین کرلو کہ آج رات اس آخری امت کے نبی کی ولادت ہوچکی ہے جن کے دونوں کندھوں کے درمیان ان کے نبی ہونے کی علامت ثبت ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت کی خبر پھیلی وہ یہودی حضرت سیدہ آمنہ ؓ کے حضور پہنچا اور اس نے آپ علیہ السلام کی زیارت کی درخواست کی، علامت نبوت کو دیکھتے ہی غش کھا کر گر گیا۔

افاقہ ہونے کے بعد لوگوں نے کہا اس میں اس قدر پریشانی والی کیا بات ہے؟ کہنے لگا: ''والله ذهبت النبوة من بني اسرائيل ''قسم بخدا نبوت خاندانِ بنی اسرائیل سے ختم ہوچکی ہے۔

پھر اس نے قریش مکہ سے کہا: خوش تم بھی نہ ہو، اب روئے زمین پر اسی آنے والے کا سکہ چلے گا۔
(ملخصاً) (اخرجه ابن سعد والحاكم والبيهقي وابو نعيم عن ام المومنين عائشه رضی اللہ عنہا)
(الخصائص الكبرىٰ جلد اول صفحہ ۴۹، نیز الوفاء صفحہ ۹۵، نیز سبل الهدىٰ جلد اول صفحہ ۳۳۹ بحوالہ ابن سعد، حاكم وابو نعيم بسند حسن عنها)۔

اقول: روایت ہذا کے الفاظ ''نبي هذه الامة'' ''بين كتفيه علامة'' اور ''ذهبت النبوة'' اپنے منطوق میں صریح ہیں جو قطعاً محتاج بیاں نہیں۔

دلیل نمبر ۱۴۳ (خاتم نبوت):

رسول اللہ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کی درمیان آپ کے نبی ہونے کی خاص نشانی قدرتی طور پر ثبت تھی جسے مہر نبوت کہا جاتا ہے جو مجموعی طور پر بالتواتر ثابت اور حدیث وسیر کی سینکڑوں کتب میں مذکور اور ''خاتم النبوة'' وغیرہ کے زیر عنوان مرقوم ومزبور ہے کتب سابقہ میں بھی اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔

حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، مسند احمد، بیہقی، طبقات ابن سعد، تاریخ بخاری، حاکم فی المستدرک والتاریخ، ابویعلیٰ، طبرانی ابن عساکر، ابونعیم، ابن ابی خیثمہ فی التاریخ عن السائب بن یزید وجابر بن سمرۃ وعبداللہ بن سرجس وقرۃ وابی رمثۃ وابی سعید وسلمان الفارسی وابی زید وعباد بن عمرو وام المؤمنین الصدیقہ وامیر المؤمنین علی ووہب بن منبہ رضوان اللہ علیہم

اجمعین۔ الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۵۹ تا ۶۱، نیز صفحہ ۷۳، نیز الخصائص جلداول صفحہ ۴۹، بحوالہ حافظ ابوزکریا یحییٰ بن عائذ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن السیدۃ آمنہ رضی اللہ عنہا)۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا: ''اختلف العلماء هل ولد وهو به او وضع بعد ولادته ''یعنی علماء کا اس میں اختلاف کہ یہ مہر نبوت پیدائشی تھی یا بعد از ولادت باسعادت ثبت کی گئی۔ (الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۶۰)۔

جس کا صریح مفاد یہ ہے کہ مہر نبوت کے ثبوت میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں یہ بھی پیش نظر موقف کی دلیل ہے اور اس امر کا بیّن ثبوت کہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے اور آپ کی یہ علامت مبارکہ سب پر عیاں تھی ورنہ غیر نبی کے جسم پر مہر نبوت کے کیا معنیٰ؟ والله الهادی والموفق۔

حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: ''خاتم نبوۃ'' کی تحریر کلمہ طیبہ تھی دو لائنیں تھیں اوپر کی لائن میں ''لا اله الا الله'' اور نیچے والی میں ''محمد رسول الله'' لکھا تھا۔ (خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۷۵ بحوالہ ابن عساکر عن ابن عمر)۔

دلیل نمبر ۱۴۴ (رَنّ ابلیس حین وُلد النبی ﷺ):

امام بقی بن مخلد سے منقول ہے: ابلیس چار مرتبہ بہت رویا۔ ''رنة حين لعن ورنة حين اهبط ورنة حين ولدالنبی ﷺ ورنة حين انزلت فاتحة الكتاب ''(۱) جب وہ ملعون قرار پایا۔ (۲) جب اسے جنت سے نیچے پھینکا گیا۔ (۳) جب حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور (۴) جب سورۂ فاتحہ اتاری گئی۔ ملاحظہ ہو۔ (سبل الهدیٰ جلداول صفحہ ۳۵۰ بحوالہ سهيلى وابو الربيع وغيرهما)۔

دلیل نمبر ۱۴۵ (شب میلادت سے نداء نیز شہادت نجاشی):

زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دونوں واقعۂ فیل کے بعد نجاشی (شاہِ حبشہ) کے پاس گئے۔ بادشاہ نے کہا: قرشی دوستو سچ سچ بتانا کیا تمہارے ہاں ایسا کوئی بچہ پیدا ہوا تھا جسے اس کے والد نے ذبح کرنے کا پروگرام بنایا پھر قرعہ اندازی سے اسے نجات ملی اور بطور فدیہ اس کی جگہ بے شمار اونٹ ذبح کئے گئے ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ بادشاہ نے کہا اس کے بعد اس کا کیا بنا؟ جواب دیا اس نے آمنہ نامی ایک خاتون سے شادی کی جو حاملہ ہوئیں۔ پوچھا: پتہ ہے کہ اس خاتون نے کوئی بچہ جنم بھی دیا یا نہیں؟ ورقہ نے کہا: میں ایک شب اپنے ایک بت کے پاس تھا اچانک اس کے اندر سے یہ نداء آئی۔

ولــد الــنبـــی فـــذلـــت الامـــلاك

ونـــأی الـــضـــلال وادبـــر الاشـــراك

یعنی اللہ کے نبی کی ولادت ہوگئی ہے اب کفر کے سرغنے کافر بادشاہوں کی شامت آئی نیز گمراہی دفع ہوئی اور ابھی شرک مٹا۔

زید بن عمرو بن نفیل نے بھی اس شب کے کچھ عجائب کے مشاہدہ کا ذکر کیا۔

بادشاہ نے کہا میں نے اس شب رؤیا میں دیکھا کہ زمین سے گردن تک ایک سر نمودار ہوا ہے جس نے اپنے کلام میں کہا: ''ولـد الـنبی الامی الحرمی المکی من اجابه سعد ومن اباه عند ''یعنی حرم مکہ کے باسی نبی اُمی کی ولاست باسعادت ہوگئی ہے جس نے ان کا کہنا مانا وہ نیک بخت ہوا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ بدبخت ہوا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۲ بحوالہ خرائطی عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۵۱ بحوالہ مذکورہ)۔

دلیل نمبر ۱۴۶ (شب میلاد اطلاعات نبوت از یہود):

حضرت حسان فرماتے ہیں: میری عمر سات برس تھی ایک شخص نے میرے والد کو آکر بتایا کہ قریظہ میں ایک یہودی کہہ رہا ہے: ''قد اظل خروج نبی ''ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے۔ حسان فرماتے ہیں: اسی شب صبح صادق کے وقت میں نے سخت چیخنے کی آواز سنی، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ایک یہودی نے ہاتھ میں آگ کا شعلہ لیا ہوا ہے اور ٹیلہ پر کھڑا شور کررہا ہے لوگوں نے جمع ہوکر پوچھا کیا ہوا تجھے؟ اس نے کہا: ''هـذا کوکب احمد قد طلع هذا کوکب لایطلع الا بالنبوة ولم یبق من الانبیاء الا احمد ''یعنی میرے سامنے ایک ستارہ ہے جو ہمیشہ اس وقت طلوع ہوا جب کسی نبی کی پیدائش ہوئی نبیوں میں ایک ہی نبی باقی رہ گئے تھے جن کا نام احمد ہے اب وہ طلوع ہوگیا ہے لہٰذا اس نبی کی ولادت ہوگئی ہے ﷺ۔

حسان فرماتے ہیں لوگ اس پر اظہار تعجب کرنے اور اس کا تمسخرہ اڑاتے ہوئے چلے گئے۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۵، ۲۶ بحوالہ ابو نعیم عن حسان بن ثابت)۔

حویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور کی آمد سے پہلے یہود کا یہ معمول تھا کہ کـــانـــوا یـذکـرون نبیا یبعث بمکة اسمه احمد ولم یبق من الانبیاء غیره ''وہ ایک نبی کا ذکر کرتے جن کا ظہور مکہ سے ہوگا نام نامی احمد ہوگا اور نبیوں میں صرف وہی رہ گئے ہیں۔ ایک رات ہم نے کسی کے چیخنے کی آواز سنی، لوگ گھبرا اٹھے کہ کوئی حادثہ ہوگیا ہے۔ پھر وہ آواز دھیمی ہوگئی پھر اسی طرح چیخنے کی آواز آئی، ہم نے غور کیا تو وہ

چیخنے والا کہہ رہا تھا: ''یـااھـل یثرب ھذا کوکب احمد الذی ولد بہ ''یثرب والو! یہ ستارہ نشاندھی کر رہا ہے کہ اس احمد کی ولادت ہوچکی ہے۔ الخ۔ (ﷺ) (ملخصاً) (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۶، بحوالہ واقدی، ابونعیم)

بعض روایات میں اس سلسلہ کے یہ لفظ منقول ہیں: ''یـا اھل یثرب قد ذھبت و اللہ نبوۃ بنی اسـرائیل ھذا نجم قد طلع بمولد احمد وھو نبی آخر الانبیاء ''الخ۔ یعنی اے اہل یثرب! قسم بخدا آج خاندان بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہوچکی ہے یہ ایک ستارہ ہے جو احمد کی ولادت کے باعث طلوع ہوا ہے جو سب سے آخری نبی ہیں۔ ﷺ ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ، جلد اول صفحہ ۲۷ بحوالہ ابـو نـعیم عـن زیـاد بن لبید)۔

دلیل نمبر ۱۴۷ (صبح ولادت باسعادت شہادت عیص الراہب):

مرالظہر ان نامی مقام پر عیص نام کے ایک انتہائی کثیر العلم اور صالح راہب کا قیام تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً مکۃ المکرّمہ میں آ کر لوگوں سے کہتا: عنقریب ایک ہستی کی ولادت ہونے والی ہے، عرب و عجم جس کے زیر پا ہوں گے جو ان کی پیروی کرے گا مقصد کو پالے گا اور نافرمانی کرنے والا خائب وخاسر ہوگا میں بھی گھر بار چھوڑ کر انہی کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ تمام صعوبتیں انہی کی جستجو میں جھیل رہا ہوں۔

مکۃ المکرّمہ میں جہاں کوئی بھی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کے بارے میں معلومات لیتا۔

جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اسی کی صبح میں حضرت عبد المطلب اس راہب کی طرف تشریف لے گئے پس آپ نے اس کی خلوت گاہ کے قریب کھڑے ہوکر اسے پکارا۔ اس نے آپ کا نام پوچھا آپ نے وضاحت کی، اس نے جھانک کر کہا آپ کے ہاں اس بچہ کی ولادت ہوئی ہے جس کے متعلق میں آپ لوگوں سے کہتا تھا، پیر کا دن ان کا یوم پیدائش ہے اور یہی دن ان کی نبوت کے ظہور کا ہے، ان کی وفات بھی اسی دن میں ہوگی، آج رات وہ ستارہ طلوع ہوا ہے جو آپ کی ولادت کی علامت ہے۔ نشانی یہ ہے کہ وہ اس وقت علیل ہیں، تین دن کے بعد صحت یاب ہو جائیں گے۔

آپ ان کے متعلق اپنی زبان کو بند رکھیں کسی کو برملا کچھ نہ بتائیں ایسا نہ ہو کہ کوئی حاسد اور معاند انہیں گزند پہنچائے۔ حضرت عبد المطلب نے کہا ان کی عمر کتنی ہوگی؟ جواب دیا کہ ستر سال بھی پوری نہ ہوگی۔ ساٹھ، اکسٹھ یا تریسٹھ برس۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۰، بحوالہ ابو نعیم، ابن عساکر عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ نیز البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹، بحوالہ ابو نعیم عن عمرو بن شعیب الخ)

دلیل نمبر ۱۶۸ تا ۱۶۵ (معجزات زمانہ رضاعت):

زمانۂ رضاعت میں بھی بکثرت خوارق کا ظہور ہوا جنہیں ائمہ شان اور علماء اسلام نے معجزات کے نام سے یاد کیا ہے۔

چنانچہ امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''باب ماظهر في زمان رضاعه ﷺ من الآيات والمعجزات'' یعنی آپ ﷺ کے ان معجزات اور علامات نبوت کا بیان جن کا ظہور آپ کے زمانۂ رضاعت میں ہوا۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۴)۔

علامہ ابن کثیر نے انہیں ان لفظوں سے معنون کیا ہے: ''ماظهر عليه من البركة وايات النبوة''

ملاحظہ ہو۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۳۰)۔

امام علامہ نبہانی نے '' في بعض ماوقع من الآيات وخوارق العادات '' کے الفاظ سے عنوان دیا ہے ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ علی العلمین صفحہ ۲۵۴)۔

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اس حوالہ سے لکھتے ہیں: ''آنچہ واقع شدہ است دراں از فضائل و کرامات ومعجزات آنحضرت ﷺ خارج از حد حصر واحصاء است'' یعنی اس دوران آپ ﷺ کے جو فضائل' آپ کی جو تکریمات اور آپ کے جو معجزات ظاہر ہوئے اس قدر بکثرت ہیں کہ گنتی اور شمار میں نہیں آسکتے۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۱۹)۔

نیز شیخ نے ان سب عجائب کو تصریحاً معجزات میں رکھا ہے۔ (مدارج جلد اول صفحہ ۱۷۴، ۲۱۶ نیز جلد دوم صفحہ ۲۱) لفظہ: وسخن کردن آنحضرت ﷺ درمہد با قمر واشارت کردن بجانب قمر ومیل کردن قمر بجائے کہ اشارت میکرد وجنبانیدن ملائکہ گہوارہ اوراد رمعجزات مذکوراست۔ یعنی گہوارہ میں چاند سے کلام فرمانا، چاند کو اشارہ فرمانا اور چاند کا اشارہ پر چلنا اور ملائکہ کرام کا آپ ﷺ کا جھولا جھولانا یہ سب آپ کے معجزات ہیں۔

جلد اوّل میں خمود نار فارس وغیرہ کو بھی صراحت کے ساتھ معجزات سے شمار کیا ہے۔

یہ بھی آپ ﷺ کے اس زمانہ میں نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔

بعض معجزات حسب ذیل ہیں

دلیل نمبر ۱۴۸ (کستوری کی خوشبو کا پھوٹنا):

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میں آپ ﷺ کو لینے کے لیئے دولت کدہ پر حاضر ہوئی اور زیارت کی تو ''تفوح منه رائحة المسك '' آپ سے کستوری کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ (حجة الله علی العالمین صفحہ ۲۵۵)۔

دلیل نمبر ۱۴۹ (تبسم اور شعاع نور):

میں نے آپ کے سینہ پر ہاتھ رکھا تو ''تبسم ضاحکاوفتح عینیه الیّ'' آپ نے آنکھیں مبارک کھول کر میری طرف دیکھا اور بہت مسکرائے۔ (حجة الله علی العالمین صفحہ ۲۵۵)

عند البعض یہ لفظ ہیں: ''نظر الیها و تبسم'' ''فخرج منهما نورحتی دخل عنان السماء و انا انظر'' پس چشمان مبارک سے ایک نور حسّی برآمد ہوا جو میرے دیکھتے دیکھتے آسمان پر جا پہنچا''۔ (حجة الله علی العالمین صفحہ ۲۵۵)۔

دلیل نمبر ۱۵۰ (اونٹنی دودھ دینے لگی اور چھاتی میں دودھ اتر آیا):

فرماتی ہیں: سخت خشک سالی کی وجہ سے اونٹنی کی کھیری بالکل خشک تھی جس سے دودھ کا قطرہ بھی نہیں آتا تھا، میری چھاتی میں بھی دودھ نام کی کوئی چیز نہ تھی، آڑے وقت کے باعث ہماری اور ہمارے بچوں کی راتیں جاگ اور رو کر بیتتیں، لیکن جب میں آپ ﷺ کو مکۃ المکرّمہ میں اقامت گاہ پر لے آئی تو ''فاقبل علیه ثدیای بما شاء من لبن فشرب حتی روی و شرب اخوه حتی روی '' آپ ﷺ کے دہن پاک کو لگاتے ہی میری چھاتی میں وافر مقدار میں دودھ پیدا ہو گیا جسے آپ نے اور آپ کے دودھ شریک نے سیر ہو کر نوش کیا۔

''فحلب منها و شرب و شربت حتی روینا '' میرے شوہر نے اونٹنی کا رخ کیا تو وہ بھی دودھ دینے لگی جسے میں نے اور انہوں نے پیٹ بھر کر پیا۔'' وبتنابخیر لیلة '' اور ہم سب نے رات بڑے مزے سے گذاری۔

رفیق حیات نے کہا: ''والله انی لاراك قد اخذت نسمة مباركة '' حلیمہ! اللہ کی قسم تم تو کوئی بہت بابرکت ہستی کو لائی ہو۔'' فلم یزل الله یزیدناخیرا '' پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر حوالہ سے ہمیشہ روز افزوں بہتر

یوں سے نوازا۔(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۵۴،بحوالہ ابن اسحق ابن راھویہ ،ابویعلیٰ طبرانی، بیھقی ، ابو نعیم ،ابن عساکر عن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، نیز البدایہ و النھایہ جلددوم صفحہ۲۳۱ بحوالہ ابن اسحق، نیز حجة اللہ علی العالمین صفحہ۲۵۵ بحوالہ السیرة النبویة نیز مدارج النبوۃ جلددوم صفحہ۱۹،۲۰)۔

ابن کثیر نے کہا:''ھذا الحدیث قدروی من طرق اخر وھو من الاحادیث المشھورة المتداولة بین اھل السیر و المغازی۔(البدایہ جلددوم صفحہ۲۳۲)۔

دلیل نمبر۱۵۱ (چھاتی ہری ہوگئی):

ایک روایت کے مطابق''ان احد ثدیی حلیمة کان لایدر اللبن فلما وضعتہ فی فم رسول اللہ ﷺ در اللبن منہ''

سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی چھاتی کا ایک حصہ خشک تھا جس میں دودھ کی صلاحیت نہ تھی جب حضرت حلیمہ نے اپنا وہ پستان آپ ﷺ کے دہن پاک پر پیش کیا تو اس سے دودھ جاری ہوگیا۔(حجة اللہ علی العالمین صفحہ۲۵۵)۔

دلیل نمبر۱۵۲ (دایاں حصہ کو اختیار فرمایا):

''کنت اعطیہ الثدی الایمن فیشرب منہ ثم احولہ الی الثدی الایسر فیأبی ان یشرب منہ''میں آپ کو اپنا دایاں پستان پیش کرتی تو آپ اس سے نوش فرماتے، بایاں پیش کرتی تو بالکل قبول نہ فرماتے۔(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۵۹،بحوالہ خصائص امام ابن سبع،حجة اللہ صفحہ۲۵۵)۔

حجة اللہ علی العالمین صفحہ۲۵۵، نیز مدارج النبوۃ جلددوم صفحہ۲۰ میں اتنا مزید ہے:''وکانت تلك حالہ بعد'' یہ کیفیت ہمیشہ رہی۔

اقول: ہوسکتا ہے خشک پستان وہی دایاں پستان ہی ہو جسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ ہی کے لیے مخصوص فرما کر دوسروں سے محفوظ رکھا ہو جو آپ کی جلوہ گری پر آپ کی برکت سے جاری کیا گیا۔

دایاں کو اختیار فرما کر اشارہ فرمایا کہ ہم اصحاب الیمین ہیں ہمارے دامن سے وابستہ ہونے والوں کو اصحاب الیمین ہونے کی بشارت ہے کہ روز قیامت انہیں نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جو کامیابی کی علامت ہوگا جب کہ روگردانوں کو بائیں ہاتھ میں ملے گا جو ان کی ناکامی کی نشانی ہوگا۔

اسی لیے ہر امر میں آپ کو تیامن (دائیں طرف سے آغاز کرنا) پسند تھا۔''کان یحب التیامن فی کل شئی حتی التنعل و الترجل''حتیٰ کہ کنگھا کرنے اور جوڑا مبارک پہننے میں بھی اسی کو پسند فرماتے۔

ایک ہی پستان کے نوش کرنے میں بالقاء الٰہی عدل کو قائم فرماتے ہوئے اپنے دودھ شریک کا خیال فرمانا بھی کارفرما تھی جو آپ کے اس وقت نبی ہونے کی ایک مستقل دلیل ہے۔ بناءً علیہ اس کا بیان علیحدہ سے آرہا ہے۔

دلیل نمبر ۱۵۳ (کمزور سواری توانا بن گئی):

فرماتی ہیں: اب ہم آپ کو لے کر اپنی انہی کمزور سواریوں پر وطن کو واپس روانہ ہوئے تو ان میں ایسی طاقت اور تیز رفتاری پیدا ہوئی کہ آگے چلی ہوئی دیگر تمام سواریوں کو انہوں نے پیچھے چھوڑ دیا۔ میری ہم منصب مجھ سے کہتیں حلیمہ! کیا یہ وہی سواری ہے۔ جس پر تم آئی تھیں؟

میں کہتی: ''نعم و الله انها لهی'' میں کہتی واللہ بالکل وہی ہے۔

جواب دیتیں: و الله ان لها شأنا ۔ اللہ کی قسم اس کی تو شان ہی اور ہو گئی ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد صفحہ و حوالہ جات مذکورہ) نیز مدارج، حجة الله، البدایه و النهایه)

ایک روایت میں ہے حضرت حلیمہ نے جواباً فرمایا تھا: ''اخذت خیر مولو د'' یعنی یہ سب اس بچے کی برکات ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۷، بحوالہ ابن سعد، ابو نعیم ابن عساکر عن یحیٰ السعدی)

دلیل نمبر ۱۵۴ (بکریوں کے دودھ وغیرہ میں برکت):

گھر پہنچے تو تروح غنمی شباعالبنا فلم یزل الله یرینا البرکة و نتعرفها میری بکریاں چر کر آتیں تو ان کی کھیریاں دودھ سے پُر ہوتیں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیں ہر حوالہ سے ہر چیز میں نمایاں برکت دی۔ (خصائص کبریٰ جلد اوّل صفحہ ۵۴، بحوالہ جات مذکورہ، نیز البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۲۳۱، مدراج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۹، ۲۰، حجة الله علی العالمین صفحہ ۲۵۵)۔

خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۸ میں ابن سعد وغیرہ کے حوالہ سے حضرت زید بن اسلم سے مروی ہے فکانوا یحلبون منها غبوقا و صبوحا، دن رات جب مرضی آتی دودھ دوہتے جو ختم ہونے میں نہ آتا۔

دلیل نمبر ۱۵۵ (پورے محلہ میں خوشبو):

فرماتی ہیں جب ہم آپ کو اپنے گھر لے کر پہنچے تو ''لم یبق منزل من منازل بنی سعد الاشممنابه ریح المسك'' قبیلہ بنو سعد کے ہر گھر سے ہمیں کستوری کی خوشبو آتی۔ (حجة الله صفحہ ۲۵۶)۔

دلیل نمبر ۱۵۶ (حضرت حلیمہ کا گھر مرکز صحت بن گیا):

فرماتی ہیں: جب کسی کو کسی قسم کی بیماری ہوتی یا کسی کا اونٹ یا بکری بیمار ہو جاتے تو ''اخذ کفه ﷺ و

یضعها علی موضع الاذی فیبرأ باذن اللّٰہ تعالٰی ''مقام ماؤف پر آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر مل دیتا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ فوراً صحت یاب ہو جاتا۔(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۵۶)

دلیل نمبر ۱۵۷ (کپڑوں میں کبھی ضرورت پوری نہ کی):

مدارج جلد دوم صفحہ ۲۱ میں ہے: ''ہرگز آنحضرت ﷺ در جامۂ خود بول وغائط نکردے چنانکہ عادت اطفال مے باشد ہر روز وقتے معین داشت'' اھ۔

دلیل نمبر ۱۵۸ (ستر پوشی غیب سے ہو جاتی):

زمانۂ رضاعت مبارکہ میں جسم مبارک کے لائق ستر حصہ سے کپڑا ہٹ جاتا تو گریہ فرماتے جسے فوری ڈھانپ دیا جاتا۔اگر کسی وجہ سے تھوڑی دیر ہو جاتی تو ''از غیب پوشیدہ شدے'' غیب سے اس کا انتظام ہو جاتا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۱)۔

دلیل نمبر ۱۵۹ (نشوونما ممتاز شان سے):

فرماتی ہیں: ''فکان یشب شبابا لایشبه الغلمان فو اللہ ما بلغ السنتین حتیٰ کان غلاما جفرا'' آپ کی نشوونما دوسرے بچوں کی نشوونما سے مختلف انداز سے ہوئی۔ میں اللہ کی قسم اٹھا کر حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ آپ جب دو برس کے ہوئے تو اس عمر کے لگتے تھے جس میں بچہ مکمل طور پر کھانا کھاتا ہے۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۴، بحوالہ جات مذکورہ نیز البدایہ و النهایه، مدارج، حجۃ اللہ جلد و صفحہ مذکورہ)۔

ایک روایت میں ہے: ''ینبته اللہ نباتا حسنا لما یرید به کرامته'' اللہ تعالیٰ نے آپ کے اعزاز کے پیش نظر دوسروں سے ہٹ کر نشوونما فرمائی۔(البدایه و النهایه جلد دوم صفحہ ۲۳۷)۔

ایک اور روایت میں ہے: ''و کأنه ابن اربع سنین'' دو سال کی عمر شریف میں آپ چار سال کے لگتے تھے۔(ﷺ) (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۷،۵۸، بحوالہ ابو نعیم عن عبدالصمد بن محمد السعدی عن ابیه عن جده)۔

حجۃ اللہ علی العالمین (صفحہ ۲۵۵) میں ہے: آپ دو ماہ کی عمر میں پہلو خود بدل لیتے تھے۔تین ماہ کی عمر میں اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے، چار ماہ کی عمر میں دیوار کے سہارے چلنے لگ گئے اور پانچ ماہ کی عمر میں پوری طرح خود چلنے لگے تھے۔آٹھ ماہ کی عمر میں بولنا شروع فرمایا اور نو ماہ میں فصیح کلام فرمانے لگے تھے۔ جب عمر شریف دس ماہ کی ہوئی تو تیر اندازی فرما لیتے۔اھ۔(ملخصاً)

دلیل نمبر۱۶۰ (دودھ چھڑانے کے وقت کلام):

دودھ چھڑانے کے وقت آپ ﷺ نے ان لفظوں میں حمد و ثناء فرمائی۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا ۔(خصائص جلد اول صفحہ۵۵،بحوالہ بیھقی،ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنھما) نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۸۷ بحوالہ ابو نعیم عن ابن عباس)۔

ایک روایت میں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' کے لفظ کہنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ۲۱)۔

نیز یہ لفظ بھی منقول ہیں:''لا الہ الا اللہ قدوسا نامت العیون والرحمن لاتأخذہ سنۃ ولا نوم'' ملاحظہ ہو۔(مدارج جلد دوم صفحہ۲۱، نیز حجۃ صفحہ ۲۵۶)۔

دلیل نمبر۱۶۱ (بسم اللہ فرمانا):

''لایمس شیئا الا قال بسم اللہ'' آپ ﷺ اس عمر شریف میں ہر کام سے پہلے بسم اللہ فرمانے لگے تھے۔(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ۲۵۶)۔

دلیل نمبر۱۶۲ (شق صدر مبارک):

بی بی فرماتی ہیں کہ مدت رضاعت کی تکمیل پر ہم آپ ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے ہاں لے گئے،لیکن آپ کی عظمت وبرکت جو ہم نے دیکھی تھی اس کے پیش نظر یہ بہانہ بنا کر ہم نے آپ کو واپس لے آنے کی درخواست کی کہ یہاں کی آب وہوا بہت سخت ہے، والدہ ماجدہ نے بھی اجازت دے دی واپسی پر جب دو یا تین ماہ ہوئے تو آپ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ آج میں بھی بکریوں کے ساتھ جاؤں گا۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے تو میرا بیٹا چیختا چلاتا اور دوڑتا ہوا آیا کہ ہمارے قرشی بھائی کو چند آدمیوں نے مل کر قتل کر دیا ہے۔ہم گھبرا کر جائے وقوعہ پر پہنچے تو آپ کو صحیح سالم بیٹھا پایا۔تفصیل پوچھی کہ کیا ہوا؟ تو آپ نے ''شق صدر'' کا معاملہ بیان فرمایا۔(ملخصاً) ملاحظہ ہو۔(الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ۵۴ بحوالہ جات مذکورہ)۔

اقول:شق صدر آپ کے عظیم معجزات سے ہے جس کے معجزہ ہونے کی بے شمار وجوہ ہیں جیسے بغیر آلہ کے سینہ مبارک کا چاک کیا جانا،اس کے باوجود خون نہ نکلنا تکلیف نہ ہونا،قلب مبارک کو چیر دینے کے باوصف زندگی مبارک کا اس طرح سے حقیقی معنیٰ میں باقی رہنا کہ اس دوران ملائکہ کرام علیہم السلام نے آپس میں جو کلام فرمایا آپ ﷺ بقائمی ہوش وحواس مبارک کہ اسے سنتے اور مکمل سمجھتے رہے وغیرہ وغیرہ۔

جن کی تفاصیل متعلقہ کتب میں مرقوم ومذکور ہیں۔

یہ بھی مانحن فیہ کی زبردست دلیل ہے کیوں کہ یہ معجزہ ہے جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔

بلکہ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے خود بھی اسے اپنے نبی ہونے کی دلیل کے طور پر بیان فرمایا ہے۔
علاوہ ازیں شق صدر کرنے والے جبریل علیہ السلام تھے آپ ﷺ کا انہیں دیکھنا اور ان کا کلام براہ راست سننا بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔اس کی باحوالہ تفصیل عنقریب آرہی ہے۔

دلیل نمبر ۱۴۳ (گھر گھر خوشبو):

فرماتی ہیں (شق صدر کے بعد آپ ﷺ کو ایک کاہن کے پاس لے جایا گیا جس کا قصہ مشہور ہے اور آگے اس کا بیان آرہا ہے، واپسی پر) ''فما اتیت به منزلا من منازل بنی سعد الا وقد شممنا منه ریح المسك ''قبیلہ بنو سعد کے جس بھی فرد کے گھر کے قریب سے میں آپ کو لے کر گذری تو ہم نے اس سے کستوری کی خوشبو پھوٹتی پائی۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۵ بحوالہ بیھقی، ابن عساکر عن ابن عباس)۔

دلیل نمبر ۱۴۴ (نور کی برسات اور نوریوں کی آمد):

فرماتی ہیں:''وکان ینزل علیه رجلان ابیضان فیغیبان فی ثیابه ولا یظهران ''(بحوالہ مذکورہ بالا)''کان ینزل علیه ﷺ کل یوم نور کنور الشمس ثم ینجلی ''آپ ﷺ کے پاس دو نوری شخص آئے جو آپ کے کپڑوں میں غائب ہوتے نظر آئے پھر ظاہر نہ ہوئے، نیز آپ پر روزانہ ایسی تابناک روشنی پڑتی کہ جیسے سورج آگیا ہو پھر کچھ دیر کے بعد یہ کیفیت ختم ہو جاتی۔

دلیل نمبر ۱۴۵ (بادل نے سایہ کردیا):

ایک بار آپ کی رضاعی بہن حضرت حذافه المعروف شیما آپ کو ریوڑ کے ساتھ لے گئیں، گرمی کا موسم تھا، حضرت حلیمہ، بیٹی پر خفا ہوئیں کہ اتنی شدت کی گرمی میں تم انہیں کیوں لے گئیں؟

عرض کی:''ما وجد اخی حرا رأیت غمامة تظل علیه اذا وقف وقفت واذا سار سارت حتی انتهی الی هذا الموضع ''گرمی، میرے بھائی کا کچھ نہیں بگاڑ سکی ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک بادل نے ان پر سایہ کیا ہے آپ رک جاتے تو وہ بھی رک جاتا، چل پڑتے تو وہ بھی چل پڑتا اسی شان سے آپ یہاں پہنچے ہیں۔

فرمایا: بیٹی کیا یہ سچ ہے؟ جواب دیا:''ای والله ''قسم بخدا بالکل سچ ہے۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۷ بحوالہ ابن سعد، ابو نعیم، ابن الطراح عن ابن عباس رضی الله عنهما، البدایه والنهایه جلد دوم صفحہ ۲۳۲ بحوالہ

واقدی، مدارج فارسی جلد دوم صفحہ ۲۱)۔

خلاصہ یہ کہ زمانۂ رضاعت میں سید عالم ﷺ کے بکثرت معجزات کا ظہور ہوا جن میں سے بعض کا بطور نمونہ ذکر ہوا جو آپ ﷺ کے اس وقت نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔

دلیل نمبر ۱۲۶ (رضاعت میں وحی):

ابھی گذرا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ ﷺ کے دہن پاک پر اپنی چھاتی پیش کی تو آپ ﷺ نے ایک پستان کو قبول فرمایا، دوسرے کے قبول کرنے سے عملاً انکار فرمادیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کا ایسا کرنا القاء الٰہی کی بنیاد پر تھا جس پر اجلّہ علماء اسلام نے اعتماد فرمایا۔

یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ پر اعلانِ نبوت سے پہلے بھی وحی اتری تھی جو اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ وحی نبی پر آتی ہے غیر نبی پر نہیں۔

باقی نبی ہونے کے لیے وحی جلی کے لازم ہونے کی کوئی دلیل نہیں جس کی تفصیل عنقریب اپنے مقام پر آرہی ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ محقق ارقام فرماتے ہیں:۔''ابن عباس گفت کہ حق تعالیٰ در ابتداء حال اورا الہام عدالت کرد وانصاف نگاہ داشت ودانست کہ اورا شریکے است کہ پسرک حلیمہ باشد۔ حلیمہ می گوید پس ازاں حال آنحضرت ﷺ ایں بود کہ یک پستان رابرائے برادر رضاعی خود نگاہداشتے'' یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شروع شروع میں ہی آپ ﷺ کو القاء فرمادیا تھا کہ آپ نے اس مقام پر عدل وانصاف قائم فرمانا ہے بناءً علیہ آپ جانتے تھے کہ حضرت حلیمہ کا ایک شیر خوار بچہ بھی ہے جو آپ کا دودھ شریک ہے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ شروع ہی سے حضرت ﷺ کی کیفیت یہ تھی کہ آپ ایک پستان اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیتے۔ (مدارج فارسی جلد دوم صفحہ ۲۰ طبع لاہور)۔

اقول: القاء فی القلب بھی وحی کی ایک قسم ہے جسے شراح بخاری وغیرہ نے حدیث وحی کی شرح میں ذکر فرمایا ہے''ان روح القدس نفث فی روعی''۔

علامہ ابن الجوزی کے لفظ ہیں:''لعلمه ان له شریکا'' یعنی آپ کو اپنے شریک فی الرضاعۃ کا علم تھا۔ (مولد العروس صفحہ ۳۱ طبع بیروت)۔

نیز امام جلال الدین سیوطی بحوالہ خصائص ابن سبع لکھتے ہیں:''وذلك من عدله لانه علم ان له

شریکا فی الرضاعة۔ یعنی آپ نے ایسا بر بناء عدل کیا کیوں کہ آپ کو علم تھا کہ رضاعت میں آپ کا ایک شریک بھی ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۹)۔

اسی کے صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں: ''نزھتہ عن الاخبار الموضوعة و مایرد ''میں نے اس کتاب کو موضوع اور مردود قسم کی روایات سے بالکل پاک رکھا ہے۔ جس سے پیش نظر امر کی توثیق واضح ہو جاتی ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی ارقام فرماتے ہیں: ''وذلك من عدله ﷺ لانه علم ان له شریکا فی الرضاعة وکان ﷺ مفطورا علی العدل مجبولا علی جمیل المشارکة والفضل۔ (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۹۱ بحوالہ ابن سبع)۔

حضرت شیخ محقق رقمطراز ہیں: ''قال اھل العلم اعلمه الله الیٰ ان له شریکا فالھمه العدل فقالب فروی وروی اخوه'' (ماثبت من السنة صفحہ ۱۰۴ طبع لاہور)۔

دلیل نمبر ۱۶۷ (قول حبشه هٰذَا وَاللّٰهِ نَبِیٌّ):

مدت رضاعت (دو سال) کی تکمیل کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو والدہ ماجدہ سے ملوانے کے لیے مکہ مکرمہ آ رہی تھیں کہ راستہ میں وادیٔ سدر میں حبشہ کے کچھ لوگ ملے۔ انہوں نے حضرت حلیمہ سے کچھ باتیں پوچھیں۔ پھر آپ ﷺ کو گہری نظروں سے دیکھا بعد ازاں مہر نبوت اور آپ ﷺ کی چشمان مبارک کی سرخی کو دیکھ کر بی بی سے سوال کیا کہ کیا انہیں آشوب چشم ہے؟

فرمایا: نہیں بلکہ یہ سرخی ہمیشہ ایسے ہی رہتی ہے۔

کہنے لگے: ''ھذا و الله نبی ''ہم اللہ کے نام کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۷، ۵۸ بحوالہ ابو نعیم عن محمد السعدی عن ابیہ نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۸۸ طبع بیروت)۔

دلیل نمبر ۱۶۸ (قول عرّاف ھذا نبی):

حضرت حلیمہ آپ ﷺ کو والدہ ماجدہ سے ملوانے کے بعد آپ کو واپس اپنے وطن لے جا رہی تھیں راستہ میں ذوالمجاز کے مقام پر ان کا ایک قافیہ شناس سے گزر ہوا جو بچوں کو چیک کر کے ان کی کیفیات بیان کر رہا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے سراپا مبارک خصوصاً چشمان مبارک کی سرخی اور مہر نبوت کو دیکھ کر چیختے ہوئے کہنے لگا: عرب والو! اس بچہ کو ابھی سے قتل کر دو ورنہ تمہاری اور تمہارے بتوں کی خیر نہیں ہو گی۔

حضرت حلیمہ نے آپ کو اس کے ہاتھوں سے چھین لیا اس کے بعد آپ کو موقع بہ موقع باہر نکالنے سے سخت محتاط ہو گئیں۔

وطن پہنچیں تو وہاں ایک اور قیافہ شناس آیا ہوا تھا۔اس نے آپ ﷺ کو بھی دیکھنے کی خواہش کی تو حضرت حلیمہ نے اس سے انکار کر دیا۔اس نے موقع پا کر آپ کو ایک نظر دیکھ لیا" فقال هذا نبي " کہنے لگا یہ بچہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۵۷، ۵۸ عن ابن عباس رضي الله عنهما بحوالہ ابو نعیم)۔

دلیل نمبر ۱۶۹ (اقتلوا هذا الغلام):

پہلی بار جب آپ ﷺ کا شق صدر ہوا جب کہ آپ ابھی حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے تو اس واقعہ سے گھبرا کر اس دور کے حسب رواج آپ کو ایک کاہن کے پاس لے جایا گیا،اس نے آپ کی زبانی شق صدر کی تفصیل سن کر آپ کو مضبوطی سے پکڑا اور زور زور سے چیختے چلاتے ہوئے عرب کو پکار پکار کر کہنے لگا کہ اس بچہ کو ابھی قتل کر دو ورنہ یہ جو دین لانے والا ہے اس سے اس نے زبردست انقلاب برپا کر دینا ہے۔ حضرت حلیمہ نے حضور والا کو اس کاہن کے ہاتھ سے چھینا اور فرمایا تم سے بڑھ کر کوئی بد دماغ نہیں۔تو میرے بیٹے کے متعلق قتل کی بات کرتا ہے۔کسی کو بُلا جو خود تیرا ہی قصہ تمام کر دے۔(ملخصاً)۔

اقولُ : یہ تفصیل خود سرکار ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائی۔

ملاحظہ ہو۔(الخصائص الكبرىٰ ' جلداول' صفحہ ۵۶، ۵۷ بحوالہ ابویعلیٰ ،ابو نعیم، ابن عساکر عن شداد بن اوس ﷺ، نیز سبل الهدیٰ جلداول' صفحہ ۳۸۸)۔

اقول: ظاہر ہے کہ اس کاہن نے قتل کی یہ بات آپ ﷺ کے نبی ہونے کی حقیقت کی بنیاد پر کی۔

دلیل نمبر ۱۷۰ تا ۱۷۵ (شق صدر اول کی دلیل نبوت ہونے کی مزید وجوہ):

ابھی با حوالہ گذرا ہے کہ دو سال کی عمر شریف میں آپ ﷺ کا شق صدر ہوا جو معجزہ ہونے کی وجہ سے دلیل نبوت ہے۔

مزید بعض وجوہ حسب ذیل ہیں جن میں سے ہر وجہ اپنی جگہ پر مستقل دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

فاقول و بالله التوفيق۔

دلیل نمبر ۱۷۰:(موازنہ بالامت):

اس موقع پر آپ ﷺ کا آپ کی امت کے افراد سے متعدد بار موازنہ کیا گیا جس میں آپ کا وزن ہر بار ان سے زیادہ نکلا۔

یہ بھی اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ حدیث میں ان افراد کو آپ کی امت کے افراد کہا گیا ہے جب کہ امت نبی کی ہوتی ہے آپ نبی نہ تھے تو اس وقت "امته" بھی "آپ کی امت" کا کیا مطلب؟

باقی ان افراد کے اجساد کا مثالیہ ہونا آپ کی نبوت کے منافی نہیں کیوں کہ آپ کا وجود تو حقیقی تھا۔ ﷺ۔ ان افراد کا حقیقی وجود سے مستقبل میں امت ہونا صحیح ہے کہ قرینہ قائم ہے لیکن آپ ﷺ کا مستقبل میں نبی ہونا مراد لینا درست نہیں کیوں کہ دلائل وقرائن اس کے خلاف قائم ہیں۔ (مکمل بحث جلد دوم میں آ رہی ہے)۔

چنانچہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت اس فرشتے نے اپنے ساتھی سے کہا: ''زنه بعشرة من امته فوزنوني فرجحتهم ثم قال زنه بمائة من امته فوزنوني فرجحتهم ثم قال زنه بالف فوزنوني بهم فرجحتهم فقال دعوه فلو وزنتموه بامته كلها لرجحهم ''یعنی انہیں ان کی امت کے دس افراد کے ساتھ تول کر دیکھو پس انہوں نے ایسا کیا تو میرا وزن ان سے زیادہ نکلا، سو ۱۰۰ کے ساتھ تولا گیا تو بھی میرا وزن زیادہ رہا، ہزار کے ساتھ تولا تو بھی میں ان سے وزن میں زیادہ ہوا۔ کہنے لگے بس کرو اگر تم انہیں پوری امت کے ساتھ تول کر دیکھو تو بھی ان کا وزن سب سے زیادہ نکلے گا۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۶، بحوالہ ابو یعلی، ابو نعیم، ابن عساکر عن شداد بن اوس ﷺ، نیز صفحہ ۵۵ پر بحوالہ بیهقی وابن عساکر عن ابن عباس رضی الله عنهما نحوهٗ)۔

اس موقع کی ایک روایت میں ہے کہ وزن ترازو میں کیا گیا تھا۔ ''اجعله في كفة واجعل الفا من امته في كفة (الٰى) لو ان امته وزنت به لمال بهم ''۔ **(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۶۴ بحوالہ احمد، دارمی حاکم وصححه، بیهقی، طبرانی ابو نعیم عن عتبة)۔**

ابن کثیر نے اس سلسلہ کی خالد بن معدان کی روایت لکھ کر کہا: ''وهذا اسناد جيد قوى ''۔ **(البدایه والنهایه جلد دوم صفحہ ۲۳۳)۔**

نوٹ: موازنہ بالامت کا ذکر شق صدر ثانی میں بھی ہے جس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔

دلیل نمبر ۱۷ (نور نبوت):

شقِ صدر کے اسی واقعہ کے بیان میں ہے: ''وختم عليه بخاتم النبوة ''فرشتہ نے قلب انور پر خاتم نبوت کا نشان لگایا۔ **(خصائص کبریٰ جلد اوّل صفحہ ۶۴، بحوالہ مسند احمد، دارمی حاکم وصححه، بیهقی، طبرانی، ابو نعیم عن عتبة)**

ایک اور روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''فختم به قلبي فامتلأ نورا وذلك نور النبوة والحكمة ''یعنی ملک کریم نے میرے دل پر نشان لگایا جس سے وہ نور سے بھر گیا اور یہ نبوت اور حکمت کا نور تھا۔ **(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۶ بحوالہ ابو یعلیٰ، ابو نعیم ابن عساکر عن شداد بن اوس ﷺ)۔**

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: ثم ختمه بخاتم من نور۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۵، بحوالہ بیہقی ابن عساکر، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما) نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۸۹)۔

اقول: قلب مبارک میں، نورِ نبوت کے ڈالنے سے مراد پہلے سے موجود نور میں اضافہ ہے کیوں کہ آپ ﷺ نبی پہلے سے ہیں جو ایک نا قابل تردید حقیقت ثابتہ ہے اور یہ بھی آپ کے خصائص سے ہے کہ آپ تنزلی سے پاک اور ہمیشہ ترقی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى**۔ جس کا (علیٰ تفسیرِ ایک) معنیٰ یہ ہے کہ آپ کے حق میں آنے والی ہر گھڑی، پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ (پارہ ۳۰، الضحیٰ)۔

جس کی ایک مثال دعاءِ نور بھی ہے جو آپ ﷺ تہجد کے وقت فرمایا کرتے تھے۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''اللھم اجعل فی قلبی نورا'' الٰہی میرے دل میں نور کر دے۔ (رواہ احمد و مسلم و الترمذی وغیرہم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما و بعضه فی صحیح البخاری ایضاً)۔

حالانکہ اس وقت قلب مبارک قطعی طور پر مہبط انوار تھا پس معنیٰ یہ ہوا کہ میرے دل میں مزید نور کر دے۔ ایسے ہی مانحن فیه میں مقصود ہے۔

دلیل نمبر ۱۷ (قول جبریل علیہ السلام انت محمد رسول اللہ ﷺ):

حضرت جبریل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے دوران ایک بات یہ کہی تھی: ''فیه اذنان سمیعتان وعینان بصیرتان محمد رسول اللہ'' یعنی اس دل کے سننے والے دو کان اور اس کی دیکھنے والی دو آنکھیں ہیں (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد، اللہ کے رسول ہیں) ﷺ۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۶۵ بحوالہ دارمی، ابن عساکر عن ابن غنم)۔

ایک روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے: ''فیه عیناك بصیرتان واذناك تسمعان وانت محمد رسول اللہ'' یعنی حضرت! آپ کے دل میں آپ کی دو باطنی آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں اور حضرت! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ﷺ۔

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۶۵ بحوالہ ابونعیم عن یونس بن میسرة بن جلس)۔

اقول: ''محمد رسول اللہ'' اور ''انت محمد رسول اللہ'' ﷺ جملہ اسمیہ ہیں جو دوام اور ثبوت کے لیے ہوتا ہے اگر آپ ﷺ اس وقت اللہ کے نبی نہ تھے تو جملہ اسمیہ سے اس کا بیان کیوں؟

ملائکہ کا اترنا نیز ان کا کچھ کرنا سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ**۔ الآیہ نیز **وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ**

پس جبریل علیہ السلام کے یہ لفظ درحقیقت حکم الٰہی کی تعمیل کے لیئے تھے۔

لہٰذا آپ ﷺ کا قبل از اعلانِ نبوت نبی ہونا مخلوق کا نہیں، خالق کا فیصلہ ہے۔

دلیل نمبر ۱۷۳ (رسول اللہ ﷺ کا جبریل علیہ السلام کو دیکھنا):

شق صدر اول کے مذکورہ بالا اور گذشتہ حوالہ جات میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کی پوری تفصیل بیان فرمائی جس میں ملائکہ کرام کا آنا اور ان کا آپس میں آپ کے متعلق اشارے کر کے کلام کرنا نیز خود آپ سے کلام کرنے وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔

(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۵ میں بحوالہ ابن عساکر و بیہقی بروایت ابن عباس مرقوم ہے کہ ملائکہ کرام نے آپ ﷺ کو یا حبیب اللہ کہہ کر بھی آپ سے کلام کیا۔ نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۸۹)۔

ایک اور روایت میں تصریح ہے کہ شق صدر جبریل علیہ السلام نے کیا تھا۔

چنانچہ الخصائص الکبریٰ (جلد اول صفحہ ۶۳، ۶۴) میں بحوالہ مسند احمد اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ہے۔ ''اتاہ جبریل ذات یوم وھو یلعب مع الغلمان فاخذہ فصرعہ فشق عن قلبہ'' نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۱۳۴ بحوالہ مسلم عن انس رضی اللہ عنہ، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۸۹)۔

یہ روایت اپنے منطوق میں صریح ہے کہ بچپن مبارک میں آپ کا شق صدر ہوا۔ ''یلعب مع الغلمان'' کے لفظ جس پر شاہد عدل ہیں۔ نیز یہ کہ یہ شق صدر جبریل علیہ السلام نے کیا تھا۔

پس مجموعہ روایات سے یہ واضح ہوا کہ آپ ﷺ نے اس عمر میں جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور ان کا ہر طرح سے کلام بھی سنا جب کہ یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ غیر نبی اگر جبریل علیہ السلام کو دیکھے تو جلد یا بدیر اس کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو جاتی ہے اور یہ بھی ایک قطعی امر ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا نہیں ہوا جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس کو والد ماجد نے کسی سلسلہ میں سید عالم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک شخص سے محو گفتگو ہیں پس وہ آپ کی جانب پشت میں سو گئے۔

کچھ دیر بعد جب آپ متوجہ ہوئے تو فرمایا: ''متیٰ جئت یا حبیبی'' پیارے تمہارا یہاں کس وقت آنا ہوا؟

عرض کی ''مذ ساعۃ'' ایک گھنٹہ سے حاضر ہوں۔

فرمایا:"هل رأيت عندى احدا" میرے پاس کوئی تمہیں بیٹھا نظر آیا؟

عرض کی:"نعم رأيت رجلا" ہاں میں نے ایک اور مرد کو آپ کے پاس بیٹھا دیکھا ہے۔ ارشاد فرمایا:"ذاك جبرئيل عليه الصلاة والسلام ولم يره خلق الاعمى الا ان يكون نبيا ولكن ان يجعل ذلك في آخر عمرك" یعنی یہ جبریل علیہ السلام تھے نبی کے علاوہ جو بھی انہیں دیکھے اس کی بینائی سلامت نہیں رہتی البتہ تمہاری بینائی جلد ختم نہیں ہوگی بلکہ تمہاری عمر کے آخری حصہ میں تمہارے ساتھ ایسا ہوگا۔

ملاحظہ ہو:(المستدرک للحاکم جلد سوم صفحہ ۳۵۶ طبع قدیم، جلد ششم حدیث نمبر ۶۲۸۷ طبع مکتبہ عصریہ مطبوعہ ۱۴۲۰ھ امام حاکم نے فرمایا حدیث هذا صحيح الاسناد ہے بایں ہمہ شیخین نے اسے روایت نہیں کیا)۔

امام ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"رأته عائشة رضى الله عنها وزيد بن ارقم وخلق لما جاء يسأل عن الايمان ولم يعموا لان الظاهر ان المراد من راه منفرداً به كرامة له"۔

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں کسی خاص حالت میں دیکھنا مراد ہونا معلوم ہوتا ہے کہ جس سے مقصود جبریل علیہ السلام کی زیارت سے مشرف کرنا بھی ہو یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن ارقم نے انہیں دیکھا جب کہ جب وہ ایمان وغیرہ مسائل کے مستفسر بن کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تھے تو مجلس میں بکثرت شرکاء نے انہیں دیکھا مگر وہ نابینا نہیں ہوئے۔

ملاحظہ ہو۔(فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۹۱ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت مطبوعہ ۱۴۱۹ھ)۔

اقول: حضرت سیدہ مریم علیہا السلام کا جبریل علیہ السلام کو دیکھنا بھی اس مد میں آتا ہے کہ وہ علی المذهب المحقق الصحيح نبی نہ تھیں حيث قال تعالىٰ **وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا** پھر بھی ان کی بینائی سلامت رہی، **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا**۔ فليتأمل

اب لیجئے شق صدر اول کے حوالہ سے آپ ﷺ کے نبی ہونے کی ایک اور وجہ پڑھیے۔

دلیل نمبر ۱۴۴: حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے مدت رضاعت کے دوران سید عالم ﷺ کے ان گنت کمالات دیکھے اور آپ سے ہزاروں برکتیں پائی تھیں بناء بریں تکمیل رضاعت کے بعد بادل نخواستہ آپ ﷺ کو والدہ ماجدہ کے پاس چھوڑنے آئیں پھر بھی مکۃ المکرّمہ کی شدت گرمی وغیرہ کو آڑ بنا کر اور منت سماجت سے حضور کو واپس لے جانے میں کامیاب ہوگئیں۔ یعنی والدہ ماجدہ کو اس پر ہر طرح سے راضی کر کے آپ کو اپنے وطن میں مزید برکتیں لوٹنے کی غرض سے لے گئیں۔ مگر شق صدر کے واقعہ کے بعد پریشان ہوگئیں کہ کیا خبر انہیں کچھ

ہوتو نہیں گیا ہوگا' لوگوں کے تبصرے اس پر مستزاد ہوئے' سب گھر والے بھی اس پر متفق ہوئے کہ حضرت آمنہ کی امانت ان کو بامن وامان واپس کرنی چاہیئے۔ حضرت آمنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا تم لوگ تو انہیں واپس لے جانے پر بہت مصر تھے جلد کیوں لے کر آ گئے؟ جواباً کہا ہمیں ان کی جان کا خطرہ ہو گیا تھا۔

فرمایا جو معاملہ ہے سچ سچ بتاؤ۔

حضرت حلیمہ اور ان کے خاوند نے شق صدر کا پورا واقعہ بتایا۔

اس پر حضرت آمنہ نے جلالی انداز میں فرمایا: ''اخشیتما علیه الشیطن کلا و الله ماللشیطان علیه سبیل وانه کائن لابنی هذا شان '' کیا تم سمجھتے ہو ان پر کوئی جناتی اثر ہونے لگا ہے اللہ کی قسم ان پر جناتی اثر بالکل قطعاً نہیں ہو سکتا۔ قسم بخدا میرا یہ بیٹا ایک ممتاز شان کا مالک ہے۔ (اس کے بعد حضرت آمنہ نے آغاز حمل شریف سے ولادت باسعادت تک کے کچھ اہم واقعات بیان کر کے آپ کی شان کی وضاحت فرمائی اور تنبیہاً فرمایا کہ میں نے تمہیں اس وقت بھی آپ کی شان سے آگاہ کر دیا تھا جب تم انہیں لے کر گئے تھے) (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۴ بحوالہ ابن اسحق، ابن راهویه ابویعلیٰ، طبرانی، بیهقی، ابونعیم عن عبدالله بن جعفر بن ابی طالب نیز البدایه والنهایه جلد دوم صفحہ ۲۳۲)

علاوہ ازیں شق صدر وغیرہ کے واقعات حضرت حلیمہ نے حضرت عبدالمطلب سے بھی ذکر کئے تو آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ: ''یاحلیمة ان لابنی هذا شانا وددت انی ادرك ذلك الزمان '' حلیمہ! میرا یہ بیٹا بڑی شان کا مالک ہے کاش کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں جس میں ان کی شان کا ظہور ہوگا۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۵ بحوالہ بیهقی ابن عساکر عن ابن عباس رضی الله عنهما)۔

اقول: اس شان سے مراد حضور کی شان نبوت ہے جو حضرت آمنہ اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے کئی مواقع پر مشاہدہ فرمائی تھی جن کی تفصیل گذشتہ صفحات میں آ چکی ہے اور خود ان کی کچھ تصریحات عن قریب آ بھی رہی ہیں۔

بہر حال حضرت آمنہ اور جناب عبدالمطلب کے مذکورہ الفاظ کریمہ بھی اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ آپ اس وقت نبی بھی تھے۔ ﷺ۔

دلیل نمبر ۱۷۵: (خود رسول اللہ ﷺ نے واقعہ ہذا کو اپنی نبوت کی دلیل قرار دیا):

واقعہ ہذا خود آپ ﷺ کے حسب ارشاد اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے جس کے بعد مزید

کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔عربی کا کیا ہی خوب محاورہ ہے:''لاعطر بعد العروس''۔

چنانچہ صحابی رسول حضرت عتبہ بن عبد سلمی ﷛ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:''کیف کان اول شانك یارسول الله''یعنی یارسول اللہ اوائل عمر شریف سے اپنی نبوت کی کوئی نشانی تو بیان فرمائیں۔تو آپ نے فرمایا:''کانت حاضنتی من بنی سعد بن بکر فانطلقت انا وابن لها الخ''۔

خلاصہ یہ کہ آپ نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں زمانہ رضاعت کی تکمیل پر ہونے والے واقعہ شق صدر کو اپنی نبوت کی نشانی ہونے کے طور پر بیان فرمایا۔

ملاحظہ ہو۔(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۶۴ بحوالہ مسند احمد، دارمی، حاکم وصححہ،بیہقی، طبرانی ابونعیم عن عتبة بن عبد السلمی ﷛)۔

تخریج حدیث ہذا:

حدیث ہذا کی تخریج ملاحظہ ہو:

مسند احمد جلد چہارم صفحہ ۱۸۴،۱۸۵ طبع مکہ مکرمہ، نیز جلد ۲۹ صفحہ ۱۹۵،۱۹۶ حدیث نمبر ۱۷۶۴۸، دارمیؒ حدیث نمبر ۱۳،مستدرک جلد دوم صفحہ ۶۱۶،۶۱۷، دلائل النبوة بیہقی جلد دوم صفحہ ۷،معجم کبیر جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۴،مجمع الزوائد حدیث نمبر ۱۳۸۴۱ مؤلف مجمع نے فرمایا حدیث ہذا کی سند مسند احمد حسن ہے۔ نیز تاریخ دمشق جلد اول صفحہ ۳۷۶ الوفاء لابن الجوزی صفحہ ۱۰۸، الاحاد والمثانی حدیث نمبر ۱۳۶۹،مسند الشامین حدیث نمبر ۱۱۸۱، البدایه والنهایه جلد دوم صفحہ ۲۳۳۔

علاوہ ازیں صحابی جلیل حضرت شداد بن اوس ﷛ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے کہ آپ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ''ماحقیقة امرك''شق صدر اول کو بیان فرمایا۔

ملاحظہ ہو۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۶ بحوالہ ابویعلیٰ، ابونعیم، ابن عساکر)۔

خلاصہ یہ کہ واقعہ شق صدر مبارک اول سرسری نظر میں سات وجوہ سے اس وقت آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ والحمد لله علیٰ ذلك۔

مزید دلائل پڑھیے۔

دلیل نمبر ۱۷۶: (سیف ذی یزن کی پیش گوئی):

سیف ذی یزن بہت اہل علم تھا۔جب اس نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو مکة المکرمہ سے عمائدین کا

ایک وفد اسے ملنے کے لیئے گیا جس میں سید عالم ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب ﷺ بھی تھے۔ اس وقت سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کو دو سال ہوئے تھے۔ ایک ماہ اس کے پاس رہے نہ تو وہ وفد سے ملتا اور نہ ہی واپس جانے کی اجازت دیتا۔ ایک دن اس نے صرف حضرت عبدالمطلب کو اکیلے ملاقات کے لیئے بلوا بھیجا۔ آپ تشریف لے گئے تو اس نے اپنے علم کی روشنی میں سرکار ﷺ کے نبی ہونے اور قریب میں آپ کے ظہور فرمانے کی باتیں کرنی شروع کر دیں۔ حضرت عبدالمطلب اس سے اس کی تفصیل در تفصیل پوچھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے اس سے فرمایا آپ دوٹوک لفظوں میں اس نبی کے متعلق صاف صاف بتائیں۔ اس نے کہا صاف بات یہ ہے کہ: "انك لجده یا عبد المطلب غیر کذب"۔

جناب عبدالمطلب آپ اس نبی کے دادا ہیں جو بالکل حقیقت ہے۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو: (سبل الهدیٰ و الرشاد جلد اول صحہ ۱۲۵ تا ۱۲۸ بحوالہ ابو نعیم، بیهقی عن ابن عباس ﷺ عنهما، نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۲ بحوالہ بیهقی، ابو نعیم، ابن عساکر و خرائطی عن ابن عباس رضی الله عنهما)

دلائل النبوة لابی نعیم (جلد اول صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۹ طبع حلب شام قصہ سیف ذی یزن کے بیان کے ضمن) میں یہ بھی ہے کہ جب سیف نے صراحت کے ساتھ پیش گوئی مکمل کی تو "خر عبد المطلب ساجدا" حضرت عبدالمطلب بارگاہ ایزدی میں بے ساختہ سجدہ ریز ہو گئے اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگے۔

دلیل نمبر ۱۷۷: (قول یہودی هٰذَا نَبِیٌّ):

بعمر چھ برس والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ (اس وقت کے یثرب) میں تشریف لے گئے۔ حضرت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ ایک یہودی نے آپ سے کہا "یا غلام ما اسمك" برخوردار! آپ کا کیا نام ہے؟ حضور فرماتے ہیں: "قلت احمد" میں نے اپنا نام احمد بتایا۔ ﷺ۔ نیز اس نے میری پشت بھی دیکھی پس میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: "هذا نبی هذه الامة" یہ اس امت کے نبی ہیں۔

(سبل الهدیٰ جلد دوم صفحہ ۱۲۱ بحوالہ ابو نعیم)۔

دلیل نمبر ۱۷۸ (دو یہودیوں کی مزید گواہی۔ هذا نبی):

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اسی موقع کے حوالہ سے فرماتی ہیں کہ ایک دن دو یہودیوں نے آکر کہا کہ احمد کو لاؤ، آپ جب تشریف لائے تو "فنظر الیه و قبلاه ملیا ثم قال احمد هما لصاحبه هذا نبی هذه الامة و هذه دار هجرته" انہوں نے آپ کو گہری نظر سے دیکھا اور کافی دیر تک آپ کے بوسے لیتے رہے اس کے بعد ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ خطہ ان کی ہجرت گاہ ہے۔

ملاحظہ ہو: (سبل الھدیٰ جلددوم صفحہ۱۲۱ بحوالہ ابو نعیم، نیز خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۷۹ بحوالہ ابن سعد عن ابن عباس عن ام ایمن رضی اللہ عنھم نیز بحوالہ ابو نعیم من طریق الواقدی)۔

دلیل نمبر ۱۷۹ (قول والدہ ماجدہ ''اَنْتَ مَبْعُوْثٌ''):

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور کو ہمراہ لے کر مع ام ایمن واپس مکہ مکرمہ تشریف لا رہی تھیں کہ راستہ میں ان کی وفات ہوگئی، وفات سے پہلے انہوں نے سید عالم ﷺ سے بہت اظہار شفقت کیا اور پیار فرمایا اور فی البدیہہ ایک نظم میں آپ ﷺ سے جو کلام فرمایا اس کا ایک شعر یہ تھا:۔

فانت مبعوث الی الانام
من عند ذی الجلال والاکرام

(میرے بیٹے! میں نہیں ہوں گی ایک وقت آنے والا ہے کہ) آپ کا اللہ ذوالجلال والاکرام کی طرف سے اس کی مخلوق کی طرف بحیثیت نبی ظہور ہوگا۔ (سبل الھدیٰ جلددوم صفحہ۱۲۱ بحوالہ ابو نعیم عن ام سماعۃ، نیز البدایہ والنھایہ جلددوم صفحہ۲۴۱ بحوالہ ابن اسحق نیز الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۷۹ بحوالہ ابو نعیم من طریق الزھری عن ام سماعۃ بنت ابی رھم)۔

دلیل نمبر ۱۸۰: (قول ہاتف ''ان ھذا النبی''):

حضرت عبدالمطلب کے دور کفالت میں ایک بار مکۃ المکرّمہ میں قحط پڑ گیا۔ قریش پریشان تھے کہ کیا کریں۔ ہاتف غیبی نے پکار کر کہا کہ عبدالمطلب اور ان کی اولاد نیز اولاد کی اولاد مل کر دعا کرے تو بارش ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو ایسی بارش ہوئی کہ جل تھل بھر دیئے۔

ہاتف غیبی نے اس ضمن میں یہ بھی کہا: ''ان ھذا النبی المبعوث منکم قد اظلکم ایامہ وھذا اوان مخرجہ'' بلاشبہ وہ نبی جن کا تم میں سے ظہور ہونا ہے ان کی آمد کا زمانہ قریب ہے اور یہی ان کے ظہور کا زمانہ ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۸۰ بحوالہ ابن سعد، ابن ابی الدنیا بیھقی، طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر عن رقیقۃ بنت صیفی)

دلیل نمبر ۱۸۱ (قول جدامجد ''ان لابنی ھذا شانا''):

جدامجد حضرت عبدالمطلب آپ کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھاتے اور پیار سے آپ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرماتے: ''ان لابنی ھذا شانا'' (ابن اسحٰق)

نیز فرمایا کرتے: ''ارجو ان یبلغ من الشرف مالم یبلغہ عربی قبلہ ولا بعدہ'' (المحاملی

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما) یعنی میرے اس بیٹے کی بہت بڑی شان ہے مجھے امید ہے کہ مستقبل میں ان کا وہ رتبہ ہوگا کہ اولین وآخرین میں کسی عربی کو نصیب نہیں ہوا ہوگا ، نہ ہی کسی کو ملے گا۔ ملاحظہ ہو۔(سبل الھدیٰ والرشاد جلددوم صفحہ ۱۲۹)۔

دلیل نمبر ۱۸۲ (نجران کے پادری کا قول ھُو ھذا):

نجران کے ایک پادری نے مکۃ المکرّمہ میں آکر حضرت عبدالمطلب سے کہا: ''انا نجد صفۃ نبی بقی من ولد اسمٰعیل ھذا البلد مولدہ من صفتہ کذا و کذا ''یعنی ہم اپنی کتاب میں ایک نبی کے تذکرے پاتے ہیں جو سب سے آخری نبی ہیں' اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوں گے' یہ یہ آپ کے اوصاف ہیں۔ اتنے میں آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی تو اس نے آپ کی چشمان مبارک ، پشت مبارک اور قدمین شریفین کو غور سے دیکھ کر کہا: ''ھُو ھذَا '' جن کے متعلق میں بیان کررہا تھا وہ یہی ہیں۔

اس کے بعد اس نے حضرت عبدالمطلب سے کہا: ''ماھذا منك '' یہ آپ کے کیا لگے؟

فرمایا: ''اِبْنِی '' یہ میرے بیٹے ہیں۔

اس نے کہا: ''لا ، مانجد اباہ حیا ''یعنی یہ آپ کے بیٹے نہیں ہوسکتے کیوں کہ ہماری کتاب کی روشنی میں ان کے والد ماجد وفات یافتہ ہیں۔

فرمایا: ''ھو ابن ابنی '' واقعی ایسا ہی ہے یہ میرے بیٹے کے بیٹے (اور میرے حقیقی پوتے) ہیں۔

ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۱ بحوالہ ابو نعیم من طریق الواقدی عن شیوخہ، نیز البدایہ والنھایہ جلددوم صفحہ ۲۴۱ بحوالہ ابن اسحاق، نیز سبل الھدیٰ جلددوم صفحہ ۱۳۰ بحوالہ ابو نعیم عن محمد بن عمر الاسلمی)۔

دلیل نمبر ۱۸۳ (جدامجد کی اپنے بیٹوں کو وصیت):

واقعہ مذکورہ میں یہ بھی ہے کہ پادری کے اس قول کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: ''تحفظو بابن اخیکم الاتسمعون مایقال فیہ '' میرے بیٹو! اپنے اس بھتیجے کا خاص خیال رکھیۓ گا، سنتے نہیں ہو ان کے بارے میں علماء اہل کتاب کے کیا کیا بیانات ہیں۔(الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۱ بحوالہ مذکورہ)

دلیل نمبر ۱۸۴ (جدامجد کی اُم ایمن کو وصیت):

جدامجد حضرت عبدالمطلب نے آپ کے بارے میں حضرت ام ایمن سے فرمایا: ''احتفظی بہ لا

تغفلی عنه فان اهل الکتاب یزعمون انه نبی هذه الامة ''یعنی ان کا خاص خیال رکھنا کسی قسم کی اس میں کوتاہی اور غفلت مت کرنا کیوں کہ سب اہل کتاب ان کے متعلق بالاتفاق یہی بیان دے رہے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔

ملاحظہ ہو: سبل الهدیٰ و الرشاد جلد دوم صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ بحوالہ ابن الجوزی، نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۱ بحوالہ ابن سعد ابن عساکر عن الزہری ومجاہد ونافع بن جبیر و لفظهٗ 'ان ابنی نبی هذه الامة''۔

دلیل نمبر ۱۸۵ (جدامجد سے قول راہب ''ان هذا الغلام نبی):

سات برس کی عمر شریف میں آپ ﷺ کو آشوب چشم لاحق ہوا جو کسی طرح سے ٹھیک نہ ہوا۔ قریب میں ایک راہب کے متعلق نشاندھی ہوئی کہ یہ اسی سے ٹھیک ہوگا۔ حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کو ساتھ لے کر اس راہب کی عبادت گاہ کے پاس پہنچے اسے آواز دی، مگر اس نے باہر آنے میں دیر کردی، پس اس کا عبادت خانہ ایسے ہلنے لگا جیسے اس میں زلزلہ آگیا ہو، گھبرا کر باہر آتے ہی کہا کہ میں تھوڑی سی دیر مزید کرتا تو میرے حجرے نے دھڑام سے گر جانا تھا اور حضرت عبدالمطلب کو مخاطب کر کے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ: ''ان هذا الغلام نبی هذه الامة'' یہ برخوردار اس امت کا نبی ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (سبل الهدیٰ جلد دوم صفحہ ۱۳۴ بحوالہ الوفاء لابن الجوزی).

بوقت وفات جدامجد آپ ﷺ کی عمر شریف:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''توفی عبد المطلب و النبی ﷺ ابن ثمان سنین ''یعنی حضرت عبدالمطلب کی وفات کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عمر شریف آٹھ برس تھی۔

(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸۱ بحوالہ ابن اسحاق، بیهقی، ابو نعیم)۔

اقول: اس سے یہ واضح ہوگیا کہ دور حضرت عبدالمطلب کے مذکورہ واقعات نبوت کے وقت آپ ﷺ کی عمر شریف چھ سے آٹھ برس تھی۔

دلیل نمبر ۱۸۶ تا ۲۰۰: (واقعہ بحیرا راہب رضی اللہ عنہ عمر ۱۲ یا ۹ برس):

اعلان نبوت سے پہلے سیّد عالم ﷺ اپنے عم مکرم جناب ابو طالب کے ساتھ ملک شام کی جانب پہلی مرتبہ ایک تجارتی قافلہ میں تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں حضرت بحیرا راہب رضی اللہ عنہ نے اپنی جھونپڑی سے نکل کر نہ صرف یہ کہ قافلے کا استقبال کیا بلکہ تمام شرکاء قافلہ کو کھانا بھی پیش کیا۔ حالانکہ یہ قافلہ ہر سال وہاں سے گذرتا تھا مگر وہ کبھی ان کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔

اس کا طویل قصہ بھی کئی وجوہ سے ہمارے موقف کی (عبارۃً، اشارۃً، دلالۃً واقتضاءً) نص ودلیل ہے۔

دلیل نمبر۱۸۶:

چنانچہ۱۱۴۰ اسی واقعہ میں ہے کہ بعض شرکاء قافلہ نے حضرت بحیرا سے پوچھا کہ آج ہم پر اس قدر فیاضی کیوں ہے پہلے تو ہمیں اس طرح کا اعزاز کبھی نہیں دیا گیا یعنی ان کو بھی احساس ہوا کہ کوئی خاص بات ہے۔

دلیل نمبر۱۸۷:

پھر کھانے کے لیئے جب سب بیٹھ گئے سرکار ابھی تشریف فرما نہ ہوئے تھے، حضرت بحیرا نے اپنے علم کی روشنی میں (حضور کو غیر موجود پا کر) فرمایا: دیکھو کھانا شروع نہ کرو جب تک سب نہ آ جائیں، لوگوں نے حضور کے متعلق کہا وہ نہیں پہنچے باقی سب موجود ہیں۔ فرمایا ان کو بلا لاؤ، ان کے بغیر کھانا نہیں کھانا، چنانچہ آپ تشریف فرما ہوئے اور سب نے کھانا کھایا، اس دوران بحیرا آپ ﷺ کو انتہائی گہری نظر سے دیکھتے رہے اور حضور کے بارے میں جو انہوں نے پڑھ رکھا تھا وہ نشانیاں ملاحظہ کرتے رہے۔

دلیل نمبر۱۸۸:

کھانے کے بعد اس نے حضور ﷺ سے آزمائشاً لات وعزیٰ کی قسم دے کر ایک بات پوچھی تو آپ نے جھٹک کر فرمایا: ان کا نام لے کر مجھ سے بات نہ کرو مجھے ان سے سخت نفرت ہے۔ عرض کی اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ فرمایا جو چاہو پوچھو۔

دلیل نمبر۱۸۹:

انہوں نے پوچھا جناب کی نیند کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا: "تنام عیناى ولا ینام قلبی "میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل بیدار رہتا ہے۔

دلیل نمبر۱۹۰:

سرکار ﷺ کی چشمان مبارک میں پائے جانے والے انتہائی جاذب اور دلکش سرخ ڈوروں کو بغور دیکھ کر انہوں نے ان لوگوں سے پوچھا یہ ڈورے ہمیشہ رہتے ہیں یا کبھی کبھی؟ جواب ملا: ما رأینا منا لها فارقته قط" یہ ڈورے کبھی ختم نہیں ہوتے۔

دلیل نمبر۱۹۱:

اس ضمن میں اس نے قمیص مبارک ہٹا کر آپ کے مبارک کندھوں کو بھی دیکھا۔

دلیل نمبر۱۹۲:

جناب ابوطالب سے پوچھا یہ آپ کے کیا لگتے ہیں؟ فرمایا یہ میرے بیٹے ہیں۔
فوراً کہا: ''ماھو ابنك وماینبغی لهذا الغلام ان یکون ابوه حیا'' یہ آپ کے بیٹے نہیں ہو سکتے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کے والد گرامی بقید حیات ہوں۔
جناب ابوطالب نے جواب دیا واقعی ان کے والد ماجد وفات پا چکے ہیں۔ میں ان کا چچا لگتا ہوں۔
کہنے لگے:
ان کو شام کی طرف مت لے جاؤ یہود نے ان کو دیکھ اور پہچان لیا تو وہ انہیں ایذا دیں گے کیوں کہ انہیں ان سے سخت عداوت ہے۔

دلیل نمبر۱۹۳:

اس موقع پر حضرت بحیرا نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک تھام کر اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''ھذا سید العلمین ھذا رسول رب العلمین، ھذا یبعثه الله رحمة للعلمین'' وفی روایة ''ھذا نبی الله الذی یرسله من العرب الی الناس کافة'' وفی روایة ''ھذا نبی ھذه الامة'' وفی روایة ''وجهه وجه نبی وعینه عین نبی'' یعنی یہ کائنات کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں، جن کی شان رحمۃ للعالمین کا ظہور ہونے والا ہے، یہ اس امت کے نبی ہیں جو ہیں تو عرب سے مگر ان کی نبوت تمام نسل انسانیت کے لیئے ہے۔ ان کا رخ انور بتاتا ہے کہ یہ نبی ہیں، ان کی چشمان مبارک سے بھی ان کی نبوت کا پتہ چلتا ہے۔

دلیل نمبر۱۹۴:

اسی میں ہے کچھ لوگوں نے ان سے پوچھا: ''ما علمك'' آپ کو اس کا علم کیونکر ہوا؟ تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا۔

دلیل نمبر۱۹۵:

''انکم حین اشرفتم من العقبة لم یمر بشجرة ولا حجر الّا خرساجدا ولا یسجدان الانبی'' تم گھاٹی سے گذرے ہو اس کا کوئی درخت نہیں اور نہ ہی کوئی پتھر ہے جس نے آپ کو سجدہ نہ کیا ہو اور یہ نبی ہی کی شان ہے۔

دلیل نمبر۱۹۶:

''وانی اعرفه بخاتم النبوة الخ'' میں انہیں مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے شانے پر ہے۔

دلیل نمبر ۱۹۷:

اسی میں ہے: جب حضور تشریف لائے تو کیفیت یہ تھی ''علیه غمامة تظله '' آپ کو بادل نے سایہ کر رکھا تھا۔ بحیرا نے فرمایا: ''انظروا الیه علیه غمامة تظله '' (ایک نشانی یہ بھی) دیکھو آپ پر بادل نے سایہ کیا ہوا ہے؟

دلیل نمبر ۱۹۸:

نیز یہ بھی کہ تمام لوگ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے تھے، سایہ کی جگہ بالکل ختم تھی حسب عادت کریمہ (کہ جہاں جگہ ملتی تشریف فرما ہو جاتے اور اٹھو ہٹو نہیں فرماتے تھے) آپ سب سے پیچھے غیر سایہ دار جگہ پر تشریف فرما ہوئے۔ ''فلما جلس مال فئی الشجرة علیه '' آپ جوں ہی بیٹھے درخت نے اپنی شاخیں آپ پر پھیلا کر آپ پر سایہ کر دیا۔ جناب بحیرا نے فرمایا: ''انظروا الیٰ فیئی الشجرة مال علیه '' (ایک نشانی مزید) دیکھو درخت نے آپ پر سایہ کر دیا ہے۔

دلیل نمبر ۱۹۹:

اسی میں یہ بھی ہے کہ حضرت بحیرا نے فرمایا کہ ان کی یہ شان ہمیں اپنی آسمانی کتب سے نیز اپنے آباء واجداد سے سینہ بہ سینہ پہنچی ہے اور اس کے متعلق ہم سے انتہائی پختہ عہد لئے گئے۔

جناب ابوطالب نے پوچھا: ''من اخذ علیکم المواثیق '' یہ عہد تم سے کس نے لیے؟ انہوں نے کہا: ''الله اخذ علینا نزل به عیسی بن مریم '' اللہ تعالیٰ نے لئے جو بنیادی طور پر ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر اترے۔

دلیل نمبر ۲۰۰:

اسی میں یہ بھی ہے کہ نشست برخاست نہیں ہوئی تھی کہ اس میں نو (۹) رومی یہودی پہنچے۔ حضرت بحیرا نے ان سے فرمایا کہ کیسے آنا ہوا؟

انہوں نے کہا: ''جئنا الیٰ هذا النبی الذی هو خارج فی هذا الشهر '' الخ۔ یعنی نبی آخر الزمان ﷺ کے متعلق ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ اس ماہ میں اپنے وطن سے باہر نکلے ہیں ان کی تلاش میں ہم نے ہر طرف آدمی بھیجے ہیں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ آپ کے ہاں ہیں۔

حضرت بحیرا نے فرمایا اللہ جب کوئی کام کرنا چاہے تو کیا اس میں کوئی رکاوٹ بن سکتا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ فرمایا: تو اس سے تعرض مت کرو، یہ امر ہو کر رہے گا۔ پس ان یہودیوں نے حضرت بحیرا کے ہاتھ پر تعرض

نہ کرنے کی بیعت کی اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ (ملخصاً)۔ ملاحظہ ہو: (جامع ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۰۲، ابن ابی شیبہ، حاکم، بیہقی ابونعیم، الخرائطی فی الھواتف، ابن سعد، ابن عساکر عن سیدنا علی و ابی موسیٰ الاشعری و ابن اسحاق و عبداللہ بن محمد بن عقیل و ابی مجلز وغیرہم۔ الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۲ تا ۸۶، نیز حجۃ اللہ علی العالمین للامام النبہانی صفحہ ۱۵۷ تا ۱۵۹)۔

اقول: امام ترمذی نے حدیث ہذا کو حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا: ''ولھا شواھد عدۃ ساوردھا تقتضی بصحتھا'' یعنی روایت ہذا کے متعدد شواہد ہیں جو اس کے صحیح ہونے کے مقتضی ہیں۔

امام ابن حجر نے الاصابہ میں کہا: ''رجالہ ثقات'' یعنی اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

ذہبی نے اس میں حضرت بلال کی موجودگی والے جملہ کے حوالہ سے کلام کیا ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں: ''ولیس فیہ منکر سوی ھذہ اللفظۃ فتحمل علیٰ انھا مدرجۃ فیہ متقطعۃ من حدیث اٰخر وھما من احد رواتہ''۔ ملاحظہ ہو: (جامع ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۰۲ نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۳،۸۴،۸۵ بحوالہ ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم، بیہقی، ابونعیم، خرائطی سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۲، نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۶ طبع بیروت، مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۲۴،۲۵،۲۶)۔

ثم اقول: ابن سعد کی روایت میں یہ بھی ہے: ''ان النبی ﷺ کان ابن ثنتی عشرۃ سنۃ'' یعنی نبی کریم ﷺ کی عمر شریف اس وقت بارہ برس تھی۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۵)۔

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''وکان سنۃ تسع سنین علی الراجح'' یعنی راجح یہ ہے کہ اس وقت آپ کی عمر شریف نو سال تھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۱۵۷)۔

خلاصہ یہ کہ حضرت بحیرا رضی اللہ عنہ کا یہ پورا واقعہ بھی ہمارے موقف کی دوٹوک دلیل ہے۔ سرسری طور پر اس کی پندرہ شقوں میں سے ایک ایک شق علیحدہ مستقل دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

مزید دیکھئے۔

دلیل نمبر ۱۳۰۱ تا ۲۰ (عمر ۱۰ برس سفرِ یمن میں ظہورِ معجزات):

○ دس سال کی عمر شریف میں آپ ﷺ نے اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی ہمراہی میں یمن کا سفر فرمایا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے ''رأوا منہ اٰیات فی تلک السفرۃ'' اس سفر میں لوگوں نے آپ کے کئی معجزات دیکھے۔ (آگے بعض کی تفصیل لکھی ہے)۔

دلیل نمبر۲۰۱ ○ایک یہ کہ راستے میں ایک پاگل اونٹ تھا جس نے آنے والے ہر شخص کا راستہ روک رکھا تھا۔"فلما رای رسول اللہ ﷺ برك حتى حك بكلكله الارض فركبه عليه الصلاة و السلام" جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو تشریف لاتا دیکھا تو فوراً زمین پر بیٹھ گیا اور زمین پر اپنے جباڑوں کو رگیدنے لگا پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر سوار ہو کر اسے سواری کے طور پر استعمال فرمایا۔

دلیل نمبر۲۰۲:

دوسرا یہ کہ راستے میں پانی کی گہری جھیل تھی جس سے گذرنے والے اس کے اندر ڈوبنے لگتے، آپ ﷺ کے وہاں پہنچتے ہی خدا کے کرنے سے وہ خشک ہوگئی، آپ نے جب اسے عبور فرمالیا تو پھر حسب سابق پانی سے بھر آئی۔(البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۲۳۵ طبع بیروت بحوالہ الاموی)۔

دلیل نمبر۲۰۳تا۲۰۶ (شق صدر مبارک عمر ۱۰ برس):

دس برس کی عمر شریف میں آپ ﷺ کا ایک بار پھر شق صدر ہوا یہ بھی بوجوہ کثیرہ اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر۲۰۳:

ایک یہ کہ یہ آپ کا معجزہ ہے جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ پھر معجزہ ہونے کی نوعیت میں بھی وہی تفصیل ہے جو شق صدر نمبر ا میں گذری ہے جن میں سے"دو وجہیں خود زبان رسالت سے منقول ہیں۔یعنی "بلا دَم و لا وجع" نہ تو خون نکلا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی درد محسوس ہوا۔(مجمع الزوائد حدیث نمبر ۱۳۸۴۳)۔

دلیل نمبر۲۰۴:(رؤیت جبریل علیہ السلام):

اس میں بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور ان کا کلام بھی سنا۔ جب کہ یہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ جبریل علیہ السلام کو غیر نبی دیکھے تو اس کی بینائی جلد یا بدیر چلی جاتی ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تو یہ آپ کے نبی ہونے کی مزید دلیل ہے۔ﷺ۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اس شق صدر کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:"اذا برجلين فوق رأسي يقول احدهما لصاحبه اهو هو؟ قال نعم "یعنی اچانک جانب فوق میں، میں نے دو مردوں کو دیکھا جن میں سے ایک نے دوسرے سے میرے متعلق کہا کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔(اس کے بعد شق صدر کا بیان ہے)۔

نیز اسی میں ہے فرمایا:"فكان جبريل يختلف بالماء فى طست من ذهب "یعنی جبریل علیہ السلام

سونے کے برتن میں پانی لائے۔(مطلب یہ کہ آپ نے ان کو پانی لاتے دیکھا) ملاحظہ ہو:(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۶۴، بحوالہ زوائد مسند احمد، ابن حبان، حاکم، ابو نعیم، ابن عساکر، ضیاء فی المختارۃ عن ابی بن کعب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنھما)۔

دلیل نمبر ۲۰۵ (رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی نبوت کی دلیل قرار دیا):

سب سے اہم یہ کہ اسے خود آپ ﷺ نے اپنی نبوت کی دلیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے شروع میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ ما اول ما ابتدیت بہ من امر النبوۃ '' یعنی حضور! اپنی نبوت کے اوائل کی کوئی بات تو بتائیں۔

آپ نے فرمایا: ''اذا سألتنی انی لفی صحراء امشی ابن عشر حجج '' الخ۔ یعنی تم نے مجھ سے پوچھا ہے تو سنو میری دس سال عمر تھی میں صحراء میں جا رہا تھا۔(آگے آپ نے شق صدر کی تفصیل بیان فرمائی)۔(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۶۴ بحوالہ جات مذکورہ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ)۔

تخریج حدیث ہذا:

دلائل النبوۃ لابی نعیم حدیث نمبر ۱۶۶، مجمع الزوائد جلد ہشتم صفحہ ۲۲۳، میں مؤلف نے زوائد مسند کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے رواۃ کو ثقہ کہا نیز یہ کہ ابن حبان نے ان کی توثیق کی۔ نیز الوفاء لابن الجوزی صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲ حدیث نمبر ۱۲۹ طبع بیروت۔ نیز جمع الفوائد جلد دوم صفحہ ۵۸ بحوالہ ابن احمد عن ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ)

دلیل نمبر ۲۰۶ (حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ سے اس کی تائید):

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوال اور اس کے جواب نبوی کی تائید حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ! ''کیف علمت انک نبی وبما علمت حتی استیقنت انک نبی '' یعنی آپ کو اپنے نبی ہونے کا علم اور یقین کن ذرائع سے ہوا؟ تو آپ ﷺ نے اس کا ایک ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ''اتانی اتیان'' وفی روایۃ ''اتانی ملکان وانا ببعض بطحاء مکۃ '' الخ۔ یعنی میں مکۃ المکرّمہ کے ایک پتھریلے علاقہ میں موجود تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آگئے۔(اس کے بعد شق صدر نیز موازنہ بالامت اور خاتم نبوت کو بین الکتفین مزید اجاگر کرنے کی تفصیل مذکور ہے)۔(ملخصاً)

ملاحظہ ہو(دلائل النبوۃ صفحہ ۱۶۷، دارمی صفحہ ۱۴، مسند احمد جلد چہارم صفحہ ۱۸۵۱۸۴، مجمع الزوائد جلد ہشتم صفحہ ۲۵۶)

نیز ملاحظہ ہو:(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۶۴ بحوالہ دارمی، بزار، ابو نعیم ابن عساکر عن ابی ذر

رضی اللہ عنہ، نیز البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ۲۳۴)۔

نوٹ: موازنہ بالامت کا ذکر شق صدر اول میں بھی ہے۔ فلیلاحظ ذلک ھناک۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں: وفی الحدیث انہ ﷺ قال ھو ان ذلک اول ما ابتدأیت بہ من امر النبوۃ۔ یعنی آپ ﷺ نے اس شق صدر مبارک کو اپنی نبوت کے امور سے شمار فرمایا ہے۔ (ماثبت من السنۃ صفحہ۱۱ عربی اردو طبع لاہور)۔

خلاصہ یہ کہ شق صدر ثانی بھی متعدد وجوہ سے اس وقت آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے جن میں سے ایک خود آپ کا ارشاد بھی ہے۔ (ﷺ)۔

دلیل نمبر ۲۷ (حضرت بحیرا رضی اللہ عنہ کا ایک اور واقعہ):

حضرت بحیرا کے حوالہ سے اس سلسلہ کا ایک اور واقعہ بھی منقول ہے کہ سید عالم ﷺ نے بیس برس کی عمر شریف میں بھی شام کا سفر فرمایا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی معیت میں تھے۔ آپ ﷺ بحیرا کے علاقہ میں ایک بیری کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوبکر، حضرت بحیرا کے پاس کچھ معلومات لینے گئے، انہوں نے حضرت ابوبکر سے پوچھا، یہ بیری کے درخت کے سائے میں کون بیٹھے ہیں؟ حضرت صدیق نے سرکار ﷺ کا نام مبارک لیا۔ بحیرا نے فرمایا: ''ھذا و اللہ نبی مستظل تحتھا بعد عیسیٰ بن مریم الا محمد ﷺ'' قسم بخدا آپ نبی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور کے سوا کوئی اس درخت کے سائے میں بیٹھا ہی نہیں۔ (حضرت ابوبکر کے دل پر اس کا اثر ہوا اسی کے نتیجہ میں انہوں نے اعلان نبوت کے بعد آپ کی بلاتوقف پیروی کی) (ملخصاً)۔ (اخرجہ ابن مندہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ۸۶)۔

اقول: روایت ہذا بھی ما نحن فیہ کی بیّن دلیل ہے۔ ولایحتاج الی بیان۔

ثم اقول: ''قال السیوطی بسند ضعیف'' جس کا جواب وہ دیباچہ میں خود دے آئے ہیں۔

''ونزھتہ عن الاخبار الموضوعۃ وما یرد وتتبعت الطرق والشواھد لما ضعف من حیث السند''۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ۳،۸۶)

وایضاً: ''قال ابن حجر فی الاصابۃ ان صحت ھذہ القصۃ فھی سفرۃ اخریٰ بعد سفرۃ ابی طالب''۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ۸۶)

دلیل نمبر ۱۰۸ (شہادت نسطورا راہب):

اس کی مزید دلیل نسطورا راہب کی شہادت بھی ہے۔ چنانچہ کتب سیر وغیرہا میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی عمر شریف پچیس برس کے لگ بھگ تھی تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال پر تجارت کی غرض سے شام کا سفر فرمایا اور اس وقت آپ کی غلامی میں حضرت ام المؤمنین کے غلام میسرہ تھے۔ ارض شام میں ایک درخت کے نیچے آپ نے نشست فرمائی۔ نسطورا نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا: "مانزل تحت هذه الشجرة قط الانبی "اس درخت کے سائے میں یہ بیٹھنے والا نبی ہی ہے۔ پھر انہوں نے میسرہ سے پوچھا: کیا ان کی چشمان مبارک میں سرخ ڈورے ہمیشہ رہتے ہیں؟ میسرہ نے ہاں میں جواب دیا۔ انہوں نے کہا "هذا نبی وهو آخر الانبیاء" فی روایة "هوهو" فی روایة "اشهد انك رسول الله النبی الامی الذی بشربك عیسیٰ " "یہ خاتم النبیین کی نشانی ہے آپ آخری نبی ہیں۔ یہ وہی ہیں کہ جن کی یہ بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی کہ آپ اس درخت کے نیچے بیٹھیں گے۔ اھ۔

ملاحظہ ہو: (الوفاء صفحہ ۱۴۳ باب نمبر ۴۴ مؤلفہ علامہ ابن الجوزی حنبلی طبع لائل پور (فیصل آباد) نیز سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۱۳۳، السیرة النبویة للامام احمد بن زینی دحلان المکی، جلد اول صفحہ ۱۰۴ طبع بیروت) نیز سبل الهدیٰ والرشاد جلد دوم صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۰ طبع بیروت، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۹۱ بحوالہ ابن اسحاق، ابن سعد، ابونعیم، ابن عساکر عن نفیسة)

دلیل نمبر ۱۰۹ (عمر ۲۵ برس سفر شام میں ظہور معجزہ):

ابن کثیر نے لکھا ہے: "فكان میسرة اذا كانت الهاجرة واشتد الحريری ملكين يظلانه من الشمس "یعنی جب دوپہر کا وقت ہوتا اور گرمی شدت اختیار کرتی تو (شام کے مذکورہ سفر تجارت میں حضرت خدیجہ کے غلام) میسرہ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھتے کہ دو فرشتے آپ ﷺ کو دھوپ سے بچانے کے لیے آپ پر سایہ کرتے۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۵۵ طبع بیروت)۔

اقول: یہ بھی اس وقت آپ کے نبی ہونے کا بیّن ثبوت ہے کیوں کہ یہ آپ کا معجزہ ہے جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ (کما مرّ مراراً)

دلیل نمبر ۱۱۰ (عمر ۳۵ برس قبل بعثت وحی):

آپ ﷺ کی عمر شریف ایک قول پر پینتیس (۳۵) برس تھی کہ قریش نے از سر نو کعبہ شریف کی تعمیر کی۔ سامان تعمیر اٹھانے میں سب نے حصہ لیا۔ جن میں آپ ﷺ بھی تھے۔ اس موقع پر آپ کے چچا حضرت عباس

نے آپ کو مشورہ دیا کہ نوکیلے پتھروں کی خراش سے خود کو بچائیں اور اس کے لیئے اپنا تہبند اتار کر سر پر پتھر کے نیچے رکھیں۔ آپ نے ان کا کہا مانتے ہوئے جونہی تہبند مبارک اتارا تو بے ہوش ہو کر زمین پر آ رہے، آنکھیں مبارک آسمان کی جانب کھلی تھیں، حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے اتنا پوچھا کہ کیا ہوا آپ کو؟ ''فقام واخذ ازراہ وقال نھیت ان امشی عریانا'' تو آپ تیزی سے کھڑے ہوئے تہبند سنبھالا اور فرمایا مجھے جسم کا لائق ستر حصہ کے کھول کر چلنے سے روکا گیا ہے۔

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات اپنے تک رکھی اور کسی کو بیان نہ کی۔ ''مخافة ان یقولوا مجنون'' اس ڈر سے کہ مجھے لوگ کہیں پاگل نہ قرار دے دیں۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸۸ بحوالہ بیھقی، ابو نعیم عن العباس)۔

دلیل نمبر ۲۱۱ (ایک اور روایت میں ہے):

''اذا انکشف عورته فنودی یامحمد عورتك فذلك اول ما نودی فما رؤیت له عورة بعد ولاقبل'' یعنی جونہی آپ کے جسم مبارک کا لائق ستر حصہ ظاہر ہوا تو فوراً آپ کو پکار کر کہا گیا محمد! اپنے جسم کو ڈھانپ دیجئے۔ ﷺ۔

اور یہ آپ کی پوری حیات پاک کا ایک ہی پہلا اور آخری واقعہ تھا۔ اس کے علاوہ کبھی ایسا نہ ہوا۔

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الکبری جلد اول صفحہ ۸۸ بحوالہ حاکم وصححه، بیھقی وابونعیم عن ابی الطفیل (رضی اللہ عنہ))

دلیل نمبر ۲۱۲ (نیز حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے):

آپ ﷺ نے اس حوالہ سے فرمایا: ''اتانی ات فقال لی استتر'' میرے پاس ایک آنے والے نے آکر مجھ سے کہا اپنا بدن ڈھانپیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: ''فکان اول شئی رای رسول اللہ ﷺ من النبوة ان قیل له استتر'' یعنی (مسئلہ ہذا میں) رسول اللہ ﷺ نے نبوت کی یہ پہلی چیز دیکھی کہ آپ کو اللہ کی طرف سے اِستَتِر کا حکم دیا گیا کہ اپنے بدن کو چھپائیں۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸۸، بحوالہ ابن سعد، ابن عدی حاکم و صححه وابو نعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنھما)۔

اقول: تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ روایات اس بارے میں نہایت واضح ہیں کہ وحی جلی کے اترنے سے کم وبیش پانچ برس پہلے آپ پر پیش نظر مسئلہ کے متعلق وحی اتری جسے حضرت ابن عباس نے ''من

النبوة'' قرار دیا ہے۔

نوٹ: قبل از اعلان نبوت کئی طرح سے نزول وحی کے مزید کچھ واقعات کی تفصیل دلیل نمبر ۲۰۴ (تعریف نبی) کے تحت آ رہی ہے جو اس وقت آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

مزید دیکھئے۔

دلیل نمبر ۲۱۳:

ایک اور روایت میں ہے کہ قبل بعثت آپ ﷺ کو کفار کے ایک میلہ میں لے جایا گیا جس میں بتوں کو سجا کر رکھا گیا تھا۔ حضور فرماتے ہیں: ''کلما دنوت من صنم منها تمثل لی رجل ابیض طویل یصیح بی وراءك یا محمد لا تمسه'' یعنی میرا جب کسی بت کے قریب سے گذر ہوتا تو ایک خوب صورت دراز قد مرد میرے آگے نمودار ہوتا اور چلا کر مجھ سے کہتا محمد! پیچھے ہٹیں۔ اسے ہاتھ نہیں لگانا۔ ﷺ

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸۹ بحوالہ ابو نعیم وابن عساکر عن ابن عباس عن ام ایمن رضی اللہ عنہم)۔

اقول: یہ واقعہ بھی قبل از نزول وحی جلی، نزول وحی کی دلیل اور آپ کے نبی ہونے کا ثبوت ہے۔ جب کہ نبی ہونے کے لیئے کسی طرح کی وحی کا آنا کافی ہے۔ وحی جلی کا نزول شرط نہیں۔ (وسیأتی فی موضعه ان شاء الله تعالیٰ)

دلیل نمبر ۲۱۴ تا ۲۲۳ (متفرق دلائل نبوت قبل از اعلان نبوت):

بعض روایات حسب ذیل ہیں۔ تبصرہ مختصراً آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

دلیل نمبر ۲۱۴:

قیس بن ساعدہ ؓ زمانہ جاہلیت میں پکے اہل ایمان تھے، انہوں نے تین سو تیس برس عمر پائی، رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے لوگوں کو آپ کی آمد کا بتاتے اور آپ کی اتباع کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ اپنے خطاب میں فرماتے: ''ان الله دینا هو احب الیه من دینکم الذی انتم علیه و نبیا خاتماً حان حینه و اظلکم او انه و ادرککم ابانه فطوبیٰ لمن امن به فهداه و ویل لمن خالفه و عصاه'' بلاشبہ اللہ کے ایک دین کی آمد قریب ہے جو تمام ادیان سے اسے محبوب ہے اور اس کا لانے والا ایک نبی ہے جو سب نبیوں میں آخری ہے جن کا زمانہ وقت اور ظہور بہت نزدیک ہے۔ پس خوش خبری ہو اسے جو ان پر ایمان لا کر ان سے رہنمائی حاصل کرے اور ہلاکت ہے اس کے لیئے جو ان کی مخالفت اور نافرمانی کرے۔

ملاحظہ ہو: (سبل الهدیٰ والرشاد جلد دوم صفحہ ۱۸۶ بحوالہ کتاب الزهرة عن سعد، نیز طبرانی، بزار، بیهقی

عن ابن عباس وانس نیزابو نعیم وخرائطی عن عباس نیزازدی عن ابی هریرة رضی الله عنهم نیزابن الامام احمد فی زوائد کتاب الزهدوغیره)۔

دلیل نمبر ۳۴۴:

زید بن عمرو بن نفیل قریش سے تھے جو احد العشرۃ المبشرۃ حضرت سعید کے والد ماجد ہیں پہلے بت پرستی کے ماحول میں تھے پھر اس سے متنفر ہو کر توحید وایمان کو اختیار فرمایا تھا۔ حدیث شریف میں ہے سید عالم ﷺ نے ان کے مؤمن اور اہل جنت ہونے کی گواہی دی۔ انہوں نے حق کی تلاش میں بڑے طویل سفر کئے اور متعلقہ لوگوں سے ملے۔ شام میں ایک راہب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ راہب نے ان سے کہا:

دلیل نمبر ۳۴۶:

”قد اظلك زمان نبی یخرج من بلادك التی خرجت منها“ تم جس علاقہ (مکۃ المکرّمہ) سے نکل کر یہاں آئے ہو وہاں سے ایک نبی کے ظہور کا وقت بالکل قریب آ چکا ہے۔

ملاحظہ ہو:۔(سبل الهدیٰ جلد دوم صفحہ ۱۸۳ بحوالہ ابن اسحاق)۔

ایک روایت میں اس طرح ہے: ”فان نبیا یبعث من قومك فی بلدك یأتی بدین ابراهیم بالحنیفیة وهو اکرم الخلق علی الله“ تمہاری قوم سے تمہارے شہر میں ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے اصل دین کو لائیں گے اللہ کے ہاں جن کا رتبہ تمام مخلوق سے بڑھ کر ہے۔

ملاحظہ ہو۔(خصائص کبری جلد اول صفحہ ۲۴، ۲۵ بحوالہ ابن سعد من طریق الشعبی)۔

دلیل نمبر ۳۴۷:

ایک اور روایت میں ہے کہ جزیرہ میں ایک شیخ نے ان سے کہا: ”قد خرج فی بلدك نبی او خارج قد طلع نجمه فارجع فصدقه وامن به (الی) مات زیدقبل ان یبعث“ آپ کے شہر میں ایک نبی کا ظہور ہو چکا ہے یا عنقریب ظہور ہونے والا ہے ان کا ستارہ طلوع کر چکا ہے آپ یہاں سے واپس جا کر ان کی تصدیق کرتے ہوئے ان کا کلمہ پڑھیں۔ (الیٰ) مگر ہوا یہ کہ حضرت زید آپ ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے وفات پا گئے۔(سبل الہدیٰ جلد اول صفحہ ۱۱۶ بحوالہ ابویعلی، طبرانی، حاکم وصححہ عن زید بن حارثۃ رضی اللہ عنہ، نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۴ بحوالہ ابویعلی، معجم بغوی، طبرانی حاکم وصححہ، بیہقی، وابونعیم عنہ)

دلیل نمبر ۳۴۸:

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت زید بن عمرو نے عامر بن ربیعہ سے کہا: فانا انتظر نبیا من ولد

اسماعیل اسمه احمد ولا اراني ادركه فانا أومن به واصدقه واشهد انه نبي فان طالت بك مدة فاقرأه مني السلام (الى) خاتم النبوة بين كتفيه واسمه احمد وهذا البلدمولده ومبعثه ''یعنی میں اللہ کے نبی کی انتظار کررہا ہوں جو اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے ہوں گے جن کا نام احمد ہے ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت نمایاں ہوگی اور یہ شہر (مکۃ المکرّمہ) ان کی جائے پیدائش ہے اور یہیں سے ان کا ظہور ہوگا لگتا ہے کہ میں آپ کا زمانہ نہیں پاسکوں گا پس آپ کی تصدیق کرتے ہوئے آپ پر ایمان لاتا اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ نبی برحق ہیں اگر تمہاری زندگی رہے تو آپ کو میری طرف سے سلام کہئے گا۔(سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷ بحوالہ ابن سعد ابونعیم الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۳۳ تا ۳۶)۔

دلیل نمبر ۲۱۹ (ابوسفیان اور امیہ بن ابی الصلت):

دونوں شام میں گئے، امیہ نے ایک راہب سے کہا''ان نبیا مبعوث فظننت انني هو ''ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ میں ہوں''اس نے کہا:''ليس منكم ''تو کیا تیرے پورے خاندان سے کوئی بھی وہ نہیں ہے۔(سبل الھدیٰ جلداول صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵، بحوالہ طبرانی وبیھقی عن ابی سفیان نیز الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۲۳ بحوالہ بیھقی عنہ)۔

دلیل نمبر ۲۲۰ (امیہ مذکور نے حضرت ابوبکر صدیق سے کہا):

''اما ان هذا النبي الذي ينتظرمنا اومنكم اومن اهل فلسطين ''توجہ سے بتائیں جس نبی کی آمد کا انتظار کیا جارہا ہے وہ ہم میں سے ہوگا یا تم میں سے ہوگا یا فلسطینیوں سے؟

حضرت ابوبکر نے ورقہ بن نوفل سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہمیں اہل کتاب اور دیگر علماء نے بتایا ہے کہ''ان هذا النبي الذي ينتظر من اوسط العرب نسبا ''یہ نبی منتظر نسب کے اعتبار سے تمام عرب سے افضل ہوں گے۔(الخصائص الکبریٰ، جلداول، صفحہ ۲۴، سبل الھدیٰ، جلداول، صفحہ ۱۱۵ بحوالہ ابن عساکر عن الصدیق رضی اللہ عنہ)۔

دلیل نمبر ۲۲۱ (حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا):

بنوقریظہ کے ایک یہودی نے کہا:''قد اظل زمان خروج نبي يأتي بكتاب مثل كتابنا ''ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے جو ہماری کتاب جیسی ایک کتاب لائیں گے۔(سبل الھدیٰ، جلداول، صفحہ ۱۲۳، الخصائص الکبریٰ، جلداول، صفحہ ۲۵، ۲۶ بحوالہ ابونعیم وابن عساکر)۔

دلیل نمبر ۲۲۲ (یوشع نامی یہودی نے حضرت ابوسعید خدری کے والد سے کہا):

''اظل خروج نبي يقال له احمد يخرج من الحرم ''ایک نبی کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے جن کا نام

احمد ہے جو حرم (مکہ) سے ظہور فرمائیں گے۔

ایک اور نے کہا: "قد طلع الکوکب الاحمر الذی لم یطلع الا بخروج نبی وظھورہ ولم یبق احد الا احمد وھذہ مھاجرہ" یعنی سرخ ستارہ طلوع ہو چکا ہے جو ہمیشہ کسی نبی کے ظہور اور تشریف آوری پر ہی طلوع ہوا جب کہ انبیاء علیہم السلام میں سے احمد کے سوا کوئی باقی نہیں رہا اور یہ ان کی ہجرت گاہ ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد اول صفحہ ۲۴ بحوالہ ابونعیم عن ابی سعید الخدری ص، نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳۶ عنہ، نیز صفحہ ۲۷ بحوالہ ابونعیم عن سعد بن ثابت)۔

دلیل نمبر ۲۲۳:

حضرت اسعد بن زرارہ کو خواب میں کسی نے کہا: "ان نبیا یخرج بمکۃ یا ابا امامۃ فاتبعہ" ابوامامہ! مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے پس تم ان کی پیروی کیجئے گا۔ (آگے ہے کہ اس نے نشانی یہ بتائی کہ مستقبل میں طاعون کی وباء آئے گی جس میں تم اور فلاں شخص دونوں اس سے محفوظ رہو گے) (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۳۳، خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۹ بحوالہ ابن سعد عن حرام بن عثمان)۔

دلیل نمبر ۲۲۴:

عاصم بن عمر بن قتادہ نے بے شمار لوگوں کی روایت سے بیان کیا کہ اہل کتاب ہم سے کہا کرتے تھے: "ان نبیا مبعوث الآن قد اظل زمانہ نتبعہ" الخ۔ ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب آ چکا ہے، ان کی تشریف آوری پر ہم ان کی پیروی کریں گے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۲ بحوالہ ابن اسحاق وبیھقی)

دلیل نمبر ۲۲۵:

علی الازدی سے مروی ہے: "کانت الیھود تقول اللھم ابعث لنا ھذا النبی یحکم بیننا وبین الناس" یہود دعائیں کرتے تھے کہ الٰہی ہمارے لیئے اس نبی کو بھیج جنہوں نے آ کر ہمارے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۲ بحوالہ بیھقی وابونعیم)

دلیل نمبر ۲۲۶:

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور کے ظہور سے قبل یہودی یوں دعا کرتے تھے: "اللھم انا نسئلك بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان الخ" الٰہی ہم تجھ سے نبی اُمی محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں جن کے متعلق تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ تو انہیں ہمارے لیئے ظاہر فرمائے گا (ابن عباس فرماتے ہیں آپ جب تشریف لے آئے تو وہ صاف منکر ہو گئے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یوں تردید

فرمائی۔　وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۲ بحوالہ حاکم وبیہقی)

دلیل نمبر ۲۲۷:

سلمہ بن سلامہ کہتے ہیں ہم بت پرست تھے ایک یہودی نے ہم سے بعث بعد الموت پر بحث کی۔ جب اس سے دلیل پوچھی گئی تو اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''نبی يبعث من ناحية هذه البلاد'' اس کی دلیل وہ نبی ہے جو ان علاقوں سے ظہور پذیر ہوگا۔ (آگے ہے کہ جب آپ کی تشریف آوری ہوئی تو ہم نے تو کلمہ پڑھ لیا مگر وہ منکر ہو گیا جب اس سے سوال ہوتا تو آئیں بائیں شائیں سے کام لیتا)۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۲، ۲۳ بحوالہ ابن اسحاق احمد، تاریخ بخاری، حاکم وصححہ، بیہقی، طبرانی وابونعیم عنہ نیز جلد اول صفحہ ۲۷ بحوالہ ابونعیم)۔

دلیل نمبر ۲۲۸:

محمد بن عدی بن ربیعہ کہتے ہیں ہمارا شام جانا ہوا وہاں کے ایک راہب نے ہم سے کہا: ''سوف يبعث منكم وشيكا نبي فسارعوا اليه وخذوا بحظكم منه ترشدوا فانه خاتم النبيين فقلنا ما اسمه؟ قال محمد الخ'' یعنی بالکل مستقبل قریب میں تم میں سے ایک نبی کا ظہور ہوگا پس ان پر پہلی فرصت میں ایمان لانا اور ان سے کچھ حاصل کرنا تا کہ تمہیں ہدایت مل جائے، آپ خاتم النبیین ہیں۔ ہم نے کہا: ان کا نام؟ اس نے کہا: محمد ﷺ۔

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الكبرىٰ جلد اول صفحہ ۲۳ بحوالہ بيهقي، طبراني، ابونعيم والهواتف للخرائطي)

دلیل نمبر ۲۲۹:

سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اور عرب کے کاہنین لوگوں کو بتاتے تھے: ''ان نبيا يبعث من العرب اسمه محمد فسمى من بلغه ذلك من العرب ولده محمد اطمعاً في النبوة'' عرب سے ایک نبی ظہور فرمائیں گے جن کا نام محمد ہوگا ﷺ۔ تو جن اہل عرب کو یہ بات پہنچی تو نبوت کی طمع میں ان میں سے بہتیروں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھ لیا۔

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۳ بحوالہ ابن سعد)۔

دلیل نمبر ۲۳۰:

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی سے ایک پادری نے کہا: ''هذا حين خروج نبي من اهل حرمكم

یھدی الی الحق ''یہ ایک نبی کے ظہور کا زمانہ ہے جو تم لوگوں کے حرم کے پڑوسیوں سے ظاہر ہو کر حق کی ہدایت دیں گے۔ (سبل الہدیٰ، جلد دوم، صفحہ ۱۹۱ بحوالہ ابن ظفر)

دلیل نمبر ۲۳۱:

ابن الھیبان نامی ایک یہودی شخص نے قبل از اعلانِ نبوت نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں ڈیرہ ڈالا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ ''انما اقدمنی ھذہ البلدۃ ان اتوقف خروج نبی قداظل زمانہ ھذہ البلدۃ مھاجرہ فاتبعہ ''اس شہر کو مسکن بنانے سے میرا مقصود ایک نبی کی آمد کا انتظار کرنا ہے جن کا زمانہ ظہور ہو چکا ہے یہ شہر آپ کی ہجرت گاہ ہے تا کہ آپ جب ظہور پذیر ہوں تو میں آپ کی پیروی کروں۔ (سبل الہدیٰ، جلد دوم، صفحہ ۱۹۳، بحوالہ بیہقی عن عاصم بن عمرو)

دلیل نمبر ۲۳۲:

حضرت عمرو بن معدیکرب نے فرمایا: ''واللہ لقد علمت ان محمداً رسول اللہ ﷺ قبل ان یبعث ''یعنی میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کی بعثت سے پہلے یقینی علم تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پوچھنے پر فرمایا کہ ایک کاہن نے بتایا تھا: ''ظھور نبی صادق بکتاب ناطق وحسام ذالق'' یعنی ایک سچے نبی کے ظہور کا زمانہ ہے جو حق بتانے والی کتاب اور ٹیڑھوں کو سیدھا کرنے والی تلوار لے کر آئیں گے۔ (سبل الہدیٰ، جلد دوم، صفحہ ۱۹۲، بحوالہ ابن ظفر)۔

دلیل نمبر ۲۳۳:

قبل بعثت نبی ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضرت بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان سے کہا: ''یبعث نبی من قومك تکون و زیرہ فی حیاتہ و خلیفتہ بعدموتہ ''قریش سے ایک نبی کا ظہور ہونا ہے جن کی حیات ظاہرہ میں تم ان کے دست و بازو اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنو گے۔

چنانچہ جب بعثت ہوئی تو حضرت ابوبکر نے عرض کی: آپ کے نبی ہونے کی کوئی دلیل؟ فرمایا: ''الرؤیا التی رأیتھا بالشام ''وہ نظارہ جو تم نے شام میں کیا تھا۔ اس پر حضرت صدیق اکبر حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور آپ کو چومنے لگے اور عرض کی: ''اشھد انك رسول اللہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (سبل الہدیٰ، جلد اول، صفحہ ۱۲۴، خصائص، جلد اول، صفحہ ۲۹ بحوالہ ابن عساکر عن کعب)

دلیل نمبر ۲۳۴:

یمن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک راہب سے ملاقات ہوئی جس کی عمر تین سو نوے

سال تھی اس نے آپ سے کہا حرم (مکہ) میں ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے۔ شروع میں دو شخص ان کا بہت ساتھ دیں گے۔ ایک نوخیز ہوگا اور ایک بڑی عمر کا ہوگا جو بڑی عمر کا ہوگا: ''انت هو ورب الكعبة '' مجھے رب کعبہ کی قسم وہ تمہی ہو۔ (الخصائص، جلد اول، صفحہ ۳۰ بحوالہ ابن عساکر عن ابن مسعود)۔

دلیل نمبر ۲۲۵:

حضرت صدیق ﷛ نے ایک درخت سے یہ آواز سنی ''هذا النبي يخرج في وقت كذا و كذا فكنت من اسعد الناس فيه ''یعنی اس نبی کا ظہور فلاں فلاں وقت میں ہوگا جن کے بارے میں سب لوگوں سے بڑھ کر خوش نصیب تم ہوگے۔ (الخصائص الکبریٰ، جلد اول، صفحہ ۲۵ بحوالہ البیاضی)۔

دلیل نمبر ۲۲۶: (واقعۂ اسلام حضرت سلمان الفارسی ﷛):

حضرت سلمان فارسی ﷛ معمر ترین صحابی ہیں جن کی زندگی صدیوں پر محیط تھی۔ آپ کے تلاش حق میں صعوبتیں جھیلنے اور بالآخر مقصود کو پالینے کے واقعہ سے بھی پیش نظر مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ واقعہ بہت طویل ہے جس کا معتبر خلاصہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں فارس کا باشندہ تھا باپ پارسی یعنی مجوسی اور آتش پرست تھا۔ اسے مجھ سے از حد محبت تھی، مجھے وہ کہیں جانے نہیں دیتا تھا، ایک بار میں باہر نکلا تو اس زمانہ کے اہل ایمان عیسائیوں کو عبادت کرتے دیکھا میرے دل میں آیا کہ ان کا مذہب، مجوسی مذہب سے صحیح ہے چنانچہ وہاں میرا آنا جانا ہوگیا، باپ نے غائب پا کر پوچھا کہاں جاتے ہو؟ میں نے سچ سچ بتا دیا۔ جس پر وہ سیخ پا ہوا، میں نے بھی کھل کر کہہ دیا کہ مذہب ان کا صحیح ہے، آگ کی پوجا والا مذہب غلط ہے۔ اس نے پکڑ کر جی بھر کر زدوکوب کیا اور مجھے گھر میں باندھ دیا۔ میں کسی طرح بندھن سے چھوٹا تو وہاں سے بھاگ نکلا چلتے چلتے شام پہنچ گیا، وہاں ایک راہب کی صحبت اختیار کی مگر وہ عمل کا صحیح نہیں تھا۔ اس کے مرنے کے بعد ایک انتہائی صالح راہب کی سنگت مل گئی، آخر دم تک ان کی خدمت میں رہا، جب ان کی وفات ہونے لگی تو میں نے کہا: اپنے جیسے کسی صالح کی جانب میری رہنمائی فرمائیں۔ انہوں نے کہا: موصل میں فلاں کے پاس چلے جانا، میں ان کی خدمت میں چلا گیا۔ ان کی بھی وفات ہوگئی، وفات سے قبل وہی سوال ان سے کیا جو شامی راہب سے کیا تھا۔ انہوں نے نصیبین چلے جانے کو کہا۔ علیٰ ہذا القیاس انہوں نے اپنی وفات کے وقت مجھے عموریہ میں چلے جانے کا مشورہ دیا جو روم میں تھا۔ شام اور روم والے راہبوں نے مجھے ایک ہی جیسی وصیت کی جو رسول اللہ ﷺ کے متعلق تھی کہ ان کے ظہور کا زمانہ ہے ان کا نام احمد ہے، حرم مکہ سے ظہور ہوگا اور مدینہ طیبہ میں ورود۔ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی جس پر ''محمد رسول الله'' وغیرہ کے الفاظ تحریر ہوں گے۔ ﷺ۔ ہدیہ قبول فرمائیں گے

صدقہ تناول نہیں فرماتے ہوں گے۔ ''ھـذا زمـان نبی قـد اظـل یخرج'' قد اظلك نبی یخرج عندھذا البیت'' ہو سکے تو ان کی جستجو میں رہو۔

فرماتے ہیں آپ کی خدمت میں پہنچ کر نعمت حاصل کرنے کا شوق غالب ہوا۔ بنو کلب کا ایک قبیلہ سفر پر تھا میں نے ان سے کہا کہاں جاتے ہو؟ انہوں نے کہا: یثرب۔ (مدینہ طیبہ) کو۔ میں نے کہا مجھے ساتھ لے لو میں تمہیں اتنا مال پیش کروں گا مگر انہوں نے میرے ساتھ غداری کی، مال بھی لے لیا اور مجھے غلام بنا کر ایک یہودی (مرد اور دوسری روایت کے مطابق عورت) کے ہاتھ فروخت کر دیا اس نے مجھے مدینہ طیبہ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچا۔ اتنے میں پتہ چلا کہ حضور اقدس ﷺ کی بعثت ہو چکی ہے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر تشریف لائے، میں صدقہ لے کر پہنچا اور پیش کیا تو آپ نے خود تناول نہ فرمایا بلکہ اپنے بعض اصحاب کو دے دیا۔ اگلے دن ہدیہ لے کر گیا تو قبول فرمایا۔ ''قلت فی نفسی ھذہ من آیاتہ'' یعنی میں نے اپنے جی میں کہا آپ کی ایک نشانی تو دیکھ لی۔ اب میں مہر نبوت کی زیارت کرنے کے لیئے پشت مبارک کی جانب چکر کاٹنے لگا۔ آپ میرا مقصد جان گئے تو آپ نے اپنے مبارک کندھوں سے کپڑا ہٹا دیا تو میں نے مہر نبوت کی زیارت کا شرف حاصل کر لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ مہر نبوت سے لپٹ کر اس کے بوسے لیئے اور فرط محبت میں خوب گریہ کیا بعد ازاں آپ کے سامنے باادب بیٹھ کر عرض کی: ''اشھد ان لا الـه الا اللہ وانك رسول اللہ'' یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ﷺ۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو: (سبل الہدیٰ جلد اول صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۹ نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۱۷ تا ۲۲ بحوالہ حاکم، بیہقی عن سلمان نیز ابن سعد، بیہقی وابونعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہم نیز طبرانی وابن اسحاق وغیرہما)۔

اقول: ان تمام حوالہ جات میں آپ ﷺ کے بارے میں خروج اور ظہور کا مفہوم ادا کرنے والے لفظ ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نبی تو پہلے سے تھے تشریف آوری بعد میں ہوئی۔ جہاں بعثت کے لفظ ہیں وہ بمعنیٰ ارسال ہیں۔ یعنی نبی تھے جنہیں بھیجا گیا۔ یا کھڑا کیا گیا۔

دلیل نمبر ۲۲۷ (قبل بعثت درخت اور پتھر کا یارسول اللہ کہنا):

رسول اللہ ﷺ کا حسب ذیل صحیح ثابت صریح ارشاد بھی ہمارے موقف کا واضح ثبوت ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''انی لاعرف حجرا بمکۃ کان یسلم علی قبل ان ابعث''

ملاحظہ ہو: (صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۴۵، مسند احمد جلد پنجم صفحہ ۸۹، مشکوٰۃ المصابیح عربی صفحہ ۵۲۴، جامع ترمذی جلد دوم

صفحہ۲۰۳ وقال الترمذی حسن۔ مسند طیالسی، جلد سوم، صفحہ ۱۰۶، طبع بیروت، نیز الجامع الصغیر جلد اول، صفحہ ۱۰۴، بحوالہ مسند احمد، مسلم، ترمذی عن جابر قال السیوطی صح یعنی صحیح، حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۴۰ بحوالہ مسلم، طیالسی، ترمذی، بیہقی عن جابر بن سمرۃ ﷺ)

علامہ حلبی نیز علامہ دحلان مکی رحمہما اللہ نے حجر وشجر کے سلام کی نوعیت کی وضاحت کرتے ہوئے ارقام فرمایا: ''فلا بحجر ولا شجر الا قال الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ (سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۲۳، السیرۃ النبویہ جلد اول صفحہ ۱۵۳)۔

نیز علامہ نبہانی قدس سرہٗ النورانی نے لکھا ہے: ''وھی تحیۃ بتحیہ النبوۃ السلام علیک یا رسول اللہ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۴۰، طبع مصر و پاک)

پس ان نصوص علماء کو ساتھ ملا کر حدیث مذکور کا معنیٰ یہ ہوگا کہ مکۃ المکرّمہ میں ایک پتھر ہے جسے میں اب بھی پہچانتا ہوں میرا جب بھی اس سے گذر ہوتا تھا تو وہ مجھے یوں عرض کرتا تھا: ''الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' یارسول اللہ! آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

اقولُ: پتھر بولنے والی مخلوق نہیں، جماد ہے، پس اس کا سلام، تکلیم الٰہی سے تھا یعنی قدرت اسے بلوا رہی تھی، جس کی پکار نبوت ورسالت کا حوالہ دے کر تھی جب کہ اس کا قبل بعثت ہونا خود حدیث میں مصرح ہے جو مانحن فیہ کی واضح دلیل ہے۔ ورنہ اعلان نبوت سے قبل ''یارسول اللہ'' کے الفاظ چہ معنیٰ؟

دلیل نمبر ۲۲۸: (قربِ اعلان نبوت میں وحی خفی):

شیخین (بخاری ومسلم) کی متفق علیہ حدیث میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ''اول ما بدیٔ بہ رسول اللہ ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم فکان لایری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبّب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الیٰ اھلہ ویتزود لذلك ثم یرجع الیٰ خدیجۃ فیتزود لمثلھا حتی جاء الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقرأ الخ۔'' یعنی (وحی جلی کے نزول سے قبل) رسول اللہ ﷺ کو وحی نیند میں سچے خواب سے شروع ہوئی پس آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح صادق کی طرح سچا ثابت ہوتا۔ اس کے بعد آپ کے لیۓ عزلت گزینی محبوب کی گئی اور آپ غارِ حراء شریف میں خلوت نشین ہو کر کئی راتیں اس طرح سے عبادت میں مصروف رہنے لگے کہ اس دوران اپنے دولت خانہ کو واپس تشریف نہ لاتے اور اس کے لیۓ آپ خورد ونوش کا سامان وغیرہ اپنے ساتھ لے جاتے۔ کچھ مدت کے بعد حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اپنے گھر واپس آ کر مثل سابق استعمال کا سامان تیار فرما کر چلے جاتے یہاں تک کہ آپ پر حق

کا نزول ہوا۔ (وحی جلی اتری) جب کہ آپ غارِ حراء میں تھے پس ملک وحی نے آپ کی خدمت میں آ کر آپ سے عرض کی آپ پڑھیں (اور سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں آپ تک پہنچائیں) الخ۔ (ملخصاً)۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ۲ طبع کراچی، صحیح مسلم، جلد اول، صفحہ ۸۸ طبع کراچی، واللفظ للاول نیز مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۱)۔

نوٹ: بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ مدت ایک ماہ تھی بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ خلوت ہر سال ہوتی تھی۔ ملاحظہ ہو۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد اول صفحہ ۳۲ طبع قاہرہ۔ "الوفاء" صفحہ ۶۴ طبع مصر و پاک)۔

اقول: یہ حدیث اپنے اس مفہوم میں واضح ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ پر وحی خفی کا سلسلہ جاری تھا جو قبل از اعلان نبوت آپ کے نبی ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ والحمدللہ علیٰ ذٰلك۔

دلیل نمبر ۲۲۹: (قرب اعلان نبوت میں شق صدر مبارک):

قرب اعلان نبوت میں ایک بار پھر آپ ﷺ کا شق صدر ہوا جو قبل اعلان نبوت آپ کے نبی ہونے کی ایک اور دلیل ہے اور اس میں بھی بیشتر تفصیلات وہی ہیں جو شق صدر اول اور ثانی کے تحت گذری ہیں جیسے شق صدر کا آپ ﷺ کا معجزہ ہونا جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ نیز آپ ﷺ کا اس موقع پر جبریل امین علیہ التحیۃ والتسلیم کو دیکھنا وغیرہ جو گذشتہ تفصیل کے مطابق آپ کے نبی ہونے کی مزید دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۲۳۰ (لَا يَنَامُ قَلْبُهُ):

حدیث شریف میں ہے یہود نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا۔ "اخبرنا عن علامة النبی" ہمیں یہ بتائیں کہ نبی کی خاص نشانی کیا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "تنام عيناه ولا ينام قلبه" اس کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔

ملاحظہ ہو: (صحیح بخاری کتاب التوحید، نیز مسند احمد)۔

ایک اور حدیث میں ہے خود رسول اللہ ﷺ نے یہود کی ایک جماعت سے فرمایا: "انشدكم بالله الذی نزل التوراة علی موسیٰ هل تعلمون ان هذا النبی تنام عيناه ولا ينام قلبه؟ قالوا اللهم نعم، قال اللهم اشهد" میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا میرے متعلق تورات میں یہ بات ہے یا نہیں کہ اس نبی کی خاص نشانی یہ ہوگی کہ اس کی آنکھیں تو سوتی ہوں گی مگر اس کا دل نہیں سوتا ہوگا۔ سب نے کہا ہم اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ بات ایسے ہی ہے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ ہو جا۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ، جلد اول صفحہ ۶۹، بحوالہ ابونعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

اقول: پہلی روایت میں آنکھوں کے سونے اور دل کے بیدار رہنے کو نبی کی علامت فرمایا گیا ہے جب کہ دوسری روایت میں ہے کہ یہ نشانی حضور میں موجود تھی جس کا واضح نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ یقیناً اللہ کے نبی ہیں اور آپ کی یہ نشانی خصوصیت کے ساتھ تورات میں مذکور تھی۔ متبادر یہ ہے کہ وقت پیدائش سے اور بچپن مبارک سے تھی ورنہ ''ھذا النبی ' کی تخصیص کا فائدہ نہیں رہے گا۔ کیوں کہ عمومی حوالہ سے تو یہ وصف ہر نبی میں ہوتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی مذکورہ روایت سے ظاہر ہے بلکہ واقعۂ بحیرا میں پوری صراحت کے ساتھ موجود ہے اور ابھی دلیل نمبر ۱۴۰ کے تحت گذرا ہے کہ بارہ یا نو سال کی عمر شریف میں آپ ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ شام میں پہنچے تو حضرت بحیرا راہب نے ''سأله عن نومه'' آپ کی نیند کے بارے میں آپ سے سؤال کیا کہ جناب کو نیند کیسے آتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا تھا: ''تنام عيناى و لاينام قلبى ''میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ ملاحظہ ہو۔ (مجمع الزوائد' جلد ہشتم' صفحہ ۲۳۷)۔

خلاصہ یہ کہ دل کے نہ سونے کی کیفیت آپ ﷺ میں بچپن پاک سے موجود تھی جسے آپ نے نبی کی خاص نشانی فرمایا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ بعد ولادت باسعادت اور قبل اعلان نبوت بھی نبی تھے۔ والحمد لله علىٰ ذٰلك۔

اسے منطقی زبان میں صغریٰ کبریٰ ملانے کے حسب ضابطہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ: بچپن مبارک سے حضور کی یہ شان تھی کہ آپ کی آنکھیں تو سوتی تھیں مگر آپ کا دل مبارک نہیں سوتا تھا اور بطور اصل جس کی یہ شان ہو وہ نبی ہوتا ہے۔ نتیجہ یہی ہے کہ حضور بچپن میں بھی نبی تھے۔ ﷺ۔ حيث يقال العالم متغير و كل متغير حادث فالعالم حادث۔

اقول: یہاں پر لطف بات یہ ہے کہ یہود نے نبی کی علامت پوچھی جو انہیں یقیناً معلوم تھی لیکن وہ آپ ﷺ سے امتحاناً پوچھ رہے تھے حضور اقدس ﷺ نے اس کی وضاحت فرما دی کہ ''تام عيناه و لاينام قلبه''

پھر حضور نے ان سے (اسی موقع پر یا کسی اور وقت میں) اتمامِ حجت کے طور پر سوال کیا کہ بتاؤ یہ کیفیت میری خصوصیت کے طور پر تمہاری کتاب میں ثابت ہے یا نہیں؟ لامحالہ انہیں ماننا پڑا کہ یقیناً ہے۔ پھر اہل کتاب ہی کے عالم حضرت بحیرا کے حوالہ سے بھی اس کی توثیق اس پر مستزاد تھی۔

مطلب یہ ہوا کہ یہودیو! جب تمہیں معلوم ہے کہ ''تنام عينه و لا ينام قلبه ''نبی کی شان ہوتی ہے اور یہ میرے اندر موجود ہے تو اب تو مانو کہ میں واقعۃً اللہ کا نبی ہوں۔ جس پر وہ ساکت و مبہوت ہو کر رہ گئے یا مان گئے۔ مگر ''کلمہ پڑھنے والے یہ عاشق'' اسے کسی صورت میں بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ فالی الله

المشتکی۔

دلیل نمبر۱۲۱ (عصمت):

عصمت (گناہوں سے معصوم ہونا) نبی ورسول کا خاصہ ہے اور اس پر بھی فریقین کا اتفاق ہے کہ نبی جیسے بعد از نبوت معصوم ہوتا ہے ایسے ہی قبل از نبوت بھی معصوم ہوتا ہے، ہاں ان الفاظ کی جزوی تعبیر میں اختلاف ہے فریق ثانی کہتا ہے ''قبل وبعد از حصول نفسی نبوت'' یعنی نبی بننے سے پہلے اور بعد جب کہ ہم اہل سنت کہتے ہیں قبل از اعلان واظہار وظہور نبوت وبعدہٗ۔

بہر حال عصمت جب خاصۂ نبوت ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قبل از اعلان نبوت بھی آپ ﷺ نبی تھے۔ اب اس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ بندہ ایمان سے ہاتھ دھو کر اور سب کچھ کو مکمل خیر باد کہہ کر سیدھا کہہ دے کہ عصمت خاصۂ نبوت ہی نہیں ہے۔

رہا یہ کہ اس سے تمام انبیاء علیہم السلام کو نبی ماننا پڑے گا؟ تو اسے کسی حد تک مان لینے میں کیا حرج ہے یا کیا ان سے اس عالم میں میثاق نبوت نہیں لیا گیا تھا؟ آخر اچانک پلٹا کھا کر نفی ہی نفی پر کیوں کمر بستہ رہنے کی ٹھان لی ہے۔

اسی طرح یہ کہنا بھی بے کار ہے کہ اس سے نبی کو نبی بننے سے پہلے نبی ماننا پڑے گا کیوں کہ جو نبی ہے وہ پہلے سے نبی ہے اور صحیح اور حقیقت واقعیہ بھی یہی ہے کہ نبی وہاں سے بن کر آتا ہے یہاں آکر نہیں بنتا اور یہاں تو اس عاشق نے بحث ہی حضور کے بارے میں چلائی ہے جب کہ آپ قطعی طور پر پہلے سے بالفعل نبی ہیں پھر بھی نہ مانیں تو کم از کم اسی پر غور کر لیں کہ آپ کے بقول نبی سے پہلے نبی ماننا ہے جو درست نہیں تو نبی ہونے سے پہلے خاصہ نبوت عصمت بھی تو متصور نہیں ہو سکتی۔ ورنہ کیا صفت، موصوف کے بغیر پائی جا سکتی ہے؟ کچھ تو بولیں۔

باقی عصمت نبوت کو مستلزم نہیں کا یہ مطلب نکلے گا کہ نبوت کے لیے عصمت کچھ لازم نہیں تو کیا یہ درست ہے؟ بہر حال قبل از اعلان نبوت، عصمت کا پایا جانا صاحب عصمت کے نبی ہونے کی علامت اور قرینہ ہے۔

حضرت غوث دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نور النبوۃ اصلی ذاتی حقیقی مخلوق مع الذات فی اصل نشأ تھا ولذا کان النبی معصوما فی کل احوالہ۔ (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۲۶۳)۔

دلیل نمبر۱۲۲ (وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى):

سیّد عالم ﷺ ہمیشہ ترقی میں ہیں تنزلی سے بالکل پاک اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ جس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ ہر آنے والی گھڑی آپ کے حق میں گذشتہ گھڑی سے بہتر رہے گی (تفسیر عزیزی وغیرہ) پس عالم حقائق میں بالفعل نبی بننے کے بعد آپ کسی زمانہ میں خصوصاً بعد از ولادت تا اعلان نبوت، معاذ اللہ نبی نہ رہے ہوں تو یہ اس آیت کے خلاف قرار پائے گا۔ اسی طرح نبی تو ہوں مگر اس نبوت کا کوئی اعتبار نہ ہو تو یہ خَیْرٌ ہونے کے منافی ہوگا جو کسی طرح صحیح نہیں۔

دلیل نمبر ۱۳۳ (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ):

اللہ تعالیٰ کو شکر محبوب اور ناشکری مبغوض ہے۔ قَالَ اللہُ تَعَالٰی وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ جب کہ سید عالم ﷺ کائنات کے ہر فرد سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے ہیں کیوں کہ شکر گزاری نعمت کی نوعیت کے مطابق ہوتی ہے اور حضور پر کمّاً کیفاً ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کا انعام سب سے زیادہ ہے نیز یہ امر آپ ﷺ کے نام سے بھی ظاہر ہے کہ آپ حامد ہی نہیں احمد ہیں۔ ای احمد الحامدین لربه۔ یعنی چودہ طبقوں کی جملہ مخلوقات سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد بجالانے والے۔ ﷺ۔

اور صحیح حدیث میں ہے: الحمد رأس الشکر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا شکر اس کی حمد سے ادا ہوتا ہے۔

جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ جملہ افراد عالم سے بڑھ کر اللہ کا شکر ادا کرنے والے ہیں اور آپ نے اللہ کی ہر نعمت کا شکر ادا کیا لہٰذا نبوت جو سب سے بڑی نعمت ہے اور آپ کو عالم حقائق میں عطاء ہوئی۔

آپ نے اس کا بھی مطلوبہ شکر ادا فرمایا ورنہ احمد کیسے؟ اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم میری نعمت کا شکر ادا کرو گے تو نہ صرف یہ کہ میں اس نعمت کو تمہارے لیئے پکا کردوں گا بلکہ اس میں (لام تاکید اور نون ثقیلہ کی ڈبل تاکید سے) ضرور ضرور ضرور اضافہ بھی کردوں گا۔

یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ حضور کو عالم حقائق میں جو نبوت عطا کی گئی تھی بعد کے ادوار میں خصوصاً بعد از ولادت تا اعلان نبوت بھی باقی رہی بلکہ اس کے کمالات میں اور ترقی پیدا کی گئی اور آپ اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے۔ اگر یہ نہ مانا جائے تو دو میں سے ایک بات ماننی پڑے گی کہ حضور نے معاذ اللہ اس نعمت کا شکر ادا نہ فرمایا۔ یا اللہ تعالیٰ نے وعدہ خلافی فرمائی۔ والعیاذ باللہ جب کہ وہ اس سے پاک ہے حیث قال اِنَّ اللہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ لہٰذا جو یہ کہے گا، کم از کم پاکستان میں اس جیسا بے ایمان کوئی نہیں ہوگا۔

دلیل نمبر ۱۳۴ (تعطل وسلب سے پاک):

نبوت کے مل جانے کے بعد اس کے سلب یا معطل ہوجانے کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

کوئی گناہ والی غلطی ہوگئی تھی کیوں کہ نعمت، گناہ والی غلطی سے چھنتی ہے جس سے نبی پاک ہوتا ہے۔

بالفاظ دیگر کمالات انبیاء علیہم السلام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلب وتعطل نیز التواء وتعزل سے پاک ہوتے ہیں۔

یہ بھی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ آپ ﷺ عالم حقائق میں نبی بننے کے بعد اس کمال پر ہمیشہ قائم وثابت رہے لہٰذا آپ قبل از اعلان نبوت بھی نبی تھے۔

دلیل نمبر ۱۴۵ (متصف بہ نبوت روح ونور مبارک):

روح ونور مبارک کو عالم حقائق میں جو متصف بہ نبوت فرمایا گیا سوال یہ ہے کہ بعد از ولادت باسعادت بھی روح ونور مبارک اس سے متصف تھے یا نہیں؟

تھے اور یقیناً تھے تو انکار کی کیا وجہ ہے؟ نہیں تھے تو اولاً اس کی دلیل؟ ثانیاً اس وقت بعد از وفات نبی ﷺ آپ کو نبی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ کہہ سکتے ہیں تو بعد از ولادت کیوں نہیں کہہ سکتے؟ وجہ فرق؟ نہیں کہہ سکتے تو عوام کے سامنے کہہ دو پھر ہمیں کچھ تکلیف نہیں کرنا پڑے گی، قادیانیت کی بلا تو پہلے سے منہ کھولے بیٹھی ہے۔

دلیل نمبر ۱۴۶ (نبی الانبیاء ﷺ):

فریقین کے نزدیک حضور ﷺ بالاتفاق نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام آپ کی امت میں شامل ہیں۔ مکمل حوالہ جات اپنے مقام پر گذر چکے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ حضور کی یہ شان بعد از ولادت تا اعلان نبوت بھی تھی یا نہیں؟ نہیں تھی تو اس کی دلیل؟ نیز نبی الانبیاء کیسے؟ تھی اور یقیناً تھی تو ولادت باسعادت تا اعلان نبوت کے خاص وقت میں آپ کے نبی ہونے سے انکار کی خاص حکمت کیا ہے؟

دلیل نمبر ۱۴۷ (وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ):

اے محبوب ساجدین میں آپ کا منتقل ہونا ہمارے زیر نظر کرم ہے۔ (پارہ ۱۹ الشعراء ۲۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ”من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا“ یعنی آیت میں ساجدین سے مراد بنیادی طور پر وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں جن کی پاک پشتوں میں آپ ﷺ کا نور مبارک رہا اور ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

پس معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ کے اپنی حقیقت مقدسہ کے حوالہ سے ایک نبی کی صلب سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے رہنے کا امر ہمارے زیر نظر کرم رہا یہاں تک کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک سے اس حال میں تشریف لائے کہ آپ میرے نبی تھے۔ (ابن ابی حاتم، قرطبی، ابن کثیر اور روح البیان وغیرہا)

اقول: معنی الفاظ آیت ہذا میں اور اقوال بھی ہیں نیز "حتیٰ اخرجت نبیا " کے معنیٰ میں جو ہم نے مذکورہ لفظوں میں لکھا بھی محتمل ہے جس کی اس سلسلہ کے دیگر دلائل سے تقویت ہوتی ہے جب کہ یہ حقیقت بھی مسلّم ہے کہ القرآن ذو وجوہ نیز القرآن حجة من جمیع الوجوہ الصحیحة۔ بناءً علیہ اسے بالکلیہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ ہے بھی یہ تفسیری معنی، تاویلی نہیں کہ صحابی جلیل ترجمان القرآن اور حبر الامت سے منقول ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فافھم وتدبر وتامل لعلك تدرك مانشیر الیه۔

دلیل نمبر ۱۲۸، ۱۵۰ (وَاٰتَیۡنٰہُ الۡحُکۡمَ صَبِیًّا ، وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا):

سیّد عالم ﷺ کے قبل از اعلان نبوت، نبی ہونے کے لیۓ حضرت سیدنا عیسیٰ وسیدنا یحیٰ علیہما السلام کی نبوت سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے بالکل بچپن میں اس منصب سے سرفراز فرمایا تھا۔ نظم قرآنی سے یہی ظاہر ہے جب کہ نصوص کا ظاہر پر محمول کرنا بھی حتی الوسع لازم ہے جب کہ اس میں کوئی استبعاد بھی نہیں ہے۔ نیز ان قرآنی الفاظ کا تفسیری معنیٰ بھی یہی ہے اور یہ سب حقیقت ثابتہ ہیں جس سے کوئی منصف مزاج اہل علم انکار نہیں کر سکتا۔

علاوہ ازیں محققین ائمہ شان کا بھی اسی پر اعتماد ہے چنانچہ رئیس المتکلمین امام اہل سنت حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۷۹۱ھ) ارقام فرماتے ہیں: "من شروط النبوة الذکورة وکمال العقل والذکاء والفطنة وقوة الرأی ولو فی الصبّی کعیسیٰ ویحیٰ علیھما السلام۔ یعنی نبوت کی شرائط میں سے ایک مرد ہونا ہے نیز عقل، فہم وفراست اور قوت رائے میں کامل ہونا بھی اس کے شرائط سے ہے۔ اگر چہ یہ اوصاف چھوٹی عمر میں ہوں جس کی مثال حضرت عیسیٰ و یحیٰ علیہما السلام ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ (شرح المقاصد، جلد سوم، صفحہ ۳۱۷، مطبع اشاعت اسلام کتب خانہ پشاور)۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں لکھتے ہیں: "انہیں ماں کے پیٹ یا گود میں کتاب عطا فرمائی نبوت دی گئی **اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا**۔

ملاحظہ ہو۔ (الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی، صفحہ ۷)۔

تو قطع نظر اس سے کہ سید عالم ﷺ اصل کمالات، اولیٰ بالکمالات اور جامع کمالات ہیں اور ائمہ شان تصریحیں فرما چکے: "ما اوتی نبی من المعجزات ولافضیلة الاو نبینا ﷺ اوتی نظیرھا واعظم منھا" (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۲۶۴ طبع بیروت)۔

''الحق کسی نبی نے کوئی آیت وکرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی الانبیاء ﷺ کو اس کی مثل اور اس سے امثل عطا نہ ہوئی''۔ (شمول الاسلام' صفحہ ۳۱۔ اعلیٰ حضرت)۔

نیز خصوصیت کے ساتھ یہ بھی لکھ چکے کہ ''کل فضیلة اوتی عیسی فقد اوتیها نبینا ﷺ وانها لم ینکر المتدبر'' جو جو شان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئی ہمارے نبی ﷺ کو بھی دی گئی ہے جس کا کوئی اہل فہم انکار نہیں کرسکتا۔

ملاحظہ ہو۔ (جواهر البحار صفحہ ۸۱ جلد اول از امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ)۔

اسی طرح امام علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (سبل الہدیٰ' جلد اول صفحہ ۲۴۳' طبع بیروت)۔

اور جس کا خود مصنف تحقیقات بھی اقرار کرچکے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے الوہیت ومعبودیت کے علاوہ ہر وصف وکمال اور خلق حسن جو بھی کسی مخلوق کے شایانِ شان ہوسکتا ہے علی الوجہ الاتم والاکمل اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرما دیا ہے اور تمام مخلوقات میں فرداً فرداً جو کمالات موجود تھے وہ ذاتِ مصطفےٰ ﷺ میں یکجا فرما دیئے بلکہ ایسے مراتب ودرجات پر فائز فرمایا جو اور کسی فرد کے لیئے ممکن ہی نہیں ہیں''۔

اور کچھ آگے چل کر حضور کو ''تمام عالم کے کمالات ظاہرہ وباطنہ کے لیے معدن'' نیز عالم کے معقولات محسوسات نیز عالم غیب وشہادت سب کا آپ سے مستفید و مستفیض ہونا تسلیم کیا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (کوثر الخیرات صفحہ ۳۱۰، ۳۱۴)۔

نیز حضور کے بعض دیگر کمالات میں دلالۃ النص سے استدلال کے درست ہونے کو بھی ان کے حلقہ والے عملاً صحیح مان چکے ہیں چنانچہ مصنف تحقیقات کے بیٹے کے لفظ ہیں: ''ہمارا دعویٰ تو قرآن سے بطور دلالۃ النص ثابت ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کا علم اتنا وسیع ہے تو ان کے آقا کا علم کتنا وسیع ہوگا۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ جلد اول صفحہ ۲۵۶ مطبوعہ ناکارۂ خلائق بے دینہ، ضلع جہلم)۔

بہرحال اس سب سے قطع نظر یہ دلیل محض مصنف تحقیقات کے ہواخواروں حلقہء اثر کے طرز پر شرم دلانے کی غرض سے ہے ورنہ یہ ایسی دلیل نہیں کہ جس پر ہمارے استدلال کا دارومدار ہو۔ ہماری بنیادی دلیل قرآن وسنت کی وہ نصوص ہیں جن میں قبل تخلیق آدم علیہ السلام آپ ﷺ کے بالفعل نبی ہونے کا ذکر ہے جن کی مکمل تفصیل باب سوم میں گذر چکی ہے اور علماء شان اس کی بھی تصریح فرما چکے ہیں۔

چنانچہ علامہ فہامہ ملا علی القاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''ان اعطاء النبوة فی سن الاربعین

غالب العادة الالٰهية وعيسىٰ ويحيىٰ عليهما السلام خصا بهذه المرتبة الجليلة كما ان نبينا ﷺ خص بما ورد عنه من قوله كنت نبيا وان آدم لمنجدل بين الماء والطين ''یعنی عام روٹین یہی رہی کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو منصب نبوت پر اس وقت فائز فرمایا جب ان کی عمریں چالیس چالیس برس ہوئیں لیکن حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام نیز ہمارے نبی ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں اور اس عموم میں شامل نہیں کیوں کہ حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام بچپن میں اور ہمارے آقا ﷺ اس وقت اس مرتبہ جلیلہ پر فائز فرمائے گئے جس کا بیان آپ کے اس ارشاد مبارک میں ہے۔ میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔

ملاحظہ ہو۔ (شرح الشفاء جلد اول صفحہ ۲۲۵)۔

الغرض اس دلیل سے ہم وہی کچھ کہنا چاہتے ہیں جو مصنف تحقیقات کے بیٹے نے علم نبی ﷺ کا انکار کرنے پر دیوبندیوں کے بارے میں کہا ہے۔ لکھتے ہیں: ''اگر کوئی عیسائی دیوبندیوں سے کہے کہ ہمارے نبی کی شان تمہارا قرآن بیان کر رہا ہے کہ وہ گھروں میں چھپی ہوئی چیزوں کی خبر دیتے تھے اور جو کچھ لوگ کھا کر آئیں اس کی خبر بھی دیتے تھے جب کہ تم جس نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہو انہیں تو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے لہٰذا ہمارا مذہب قبول کرلو تو کیا جواب دو گے؟ کیا قرآن کی اس آیت کا انکار کرو گے؟۔ جو کچھ تم گھروں سے کھا کر آتے ہو اور جو کچھ گھروں میں چھپا کر آتے ہو میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ شرم کرو عیسائیت کی راہ ہموار نہ کرو۔ توبہ کرو''۔

ملاحظہ ہو۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵ طبع مذکور)۔

اقول: ہم بھی مصنف تحقیقات اور ان کے مقلدین سے ان کے لفظوں میں یہی کہیں گے کہ: ''تحقیقاتیو! اگر کوئی عیسائی تم سے کہے کہ ہمارے نبی کی شان تمہارا قرآن بیان کر رہا ہے کہ انہوں نے گہوارے میں اپنے نبی و رسول ہونے کی خبر دی جب کہ تم جس نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہو وہ تو اپنی ولادت سے چالیس سال کی عمر تک نبوت سے خالی تھے لہٰذا ہمارا مذہب قبول کرلو۔ تو کیا جواب دو گے؟ کیا قرآن کی اس آیت کا انکار کرو گے؟ **اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا** اللہ نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے اور خود تمہارے لفظ ہیں کہ ''شرم کرو عیسائیت کی راہ ہموار نہ کرو، توبہ کرو''۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ثم اقول: تحقیقاتی تو دیوبندیوں سے بھی آگے نکل گئے اور انہیں بھی مات کر گئے ہیں کیوں کہ انہوں نے ''تنقیدی جائزہ'' کی مذکورہ بحث میں صرف علم نبی ﷺ کا انکار کیا جب کہ مصنف تحقیقات بہادر خود

نبوت پر ہاتھ صاف کر گئے ہیں۔ جو جملہ کمالات کا مرکز، مخزن، مصدر اور منبع ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

ثم ثم اقول: انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں سیال کوٹ کے عیسائیوں نے ایک اشتہار دے کر نبوت مصطفیٰ ﷺ کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہوئے مسلمانوں کو عیسائیت کی دعوت دی تھی جس کا مصنف تحقیقات کو بھی علم ہوگا اس وقت بھی علماء اہل سنت نے یہی کہہ کر اس کی ناطقہ بند کی تھی کہ ہمارے نبی تو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود مبارک بھی نہیں تھا اور اس کے لیے اسی حدیث "وادم بین الروح والجسد" سے استدلال کیا تھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گہوارے والی نبوت پر بھی کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ مصنف تحقیقات حسب مقام پر حوالہ سے "اشرف" ہیں کہ اب وہ نبوت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے ساتھ ساتھ نبوت عیسوی علی صاحبہا السلام کا بھی کھلے بندوں انکار کر بیٹھے ہیں جس کے تناظر میں ہم ایک بار پھر یہ کہنے میں قطعاً حق بجانب ہیں کہ سیال شریف سے وہ بالکلیہ الگ ہو گئے ہیں عقیدۃً بھی کیوں کہ حضور شیخ الاسلام قمر الملۃ والدین سیالوی قدس سرہٗ کے یہ نظریات قطعاً نہیں تھے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

نوٹ: اس مقام پر کیے گئے مصنف تحقیقات کے جملہ اعتراضات کے جوابات جلد دوم میں آرہے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰۱ (تعریف نبی):

ولادت باسعادت سے اعلان نبوت تک آپ ﷺ کے نبی ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس زمانہ میں بھی آپ پر نبی کی تعریف صادق آتی ہے۔ بلفظ دیگر نبی جسے کہتے ہیں وہ آپ اس زمانہ میں بھی تھے۔

رہا یہ کہ نبی کسے کہتے ہیں؟ تو اسے کما حقہ اور صحیح معنیٰ میں سمجھنے کے لیئے یہ جاننا ضروری ہے کہ نبی اور رسول میں کیا نسبت ہے۔ بالفاظ دیگر ان میں فرق ہے یا نہیں؟ تفصیل حسب ذیل ہے۔

تحقیق نبی و رسول:

تو اس بارے میں امام شان حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: "واختلف العلماء هل النبی والرسول بمعنی او بمعنیین" یعنی نبی اور رسول میں فرق ہونے یا نہ ہونے کے متعلق علماء کے دو قول ہیں۔ (الشفاء جلد اول صفحہ ۱۶۱ طبع مصر)

قول الاول: (عدم فرق) فرماتے ہیں: "فقیل هما سواء" ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں برابر ہیں۔ یعنی ان میں کوئی فرق نہیں۔ (الشفاء جلد اول صفحہ ۱۶۱)

نیز امام علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "التوافق" ایک قول پر وہ ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ (الحدیقۃ الندیۃ جلد اول صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸ طبع فیصل آباد)۔

علامہ عبدالنبی حنفی احمد نگری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والرسول قد يستعمل مراد فاللنبی'' رسول اور نبی کبھی کبھی ایک معنیٰ میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ (دستور العلماء جلد سوم صفحہ ۳۹۴، ۳۹۵ طبع کراچی)۔

اس مقام کی عبارت العقائد النسفیہ (للعلامة نجم الدين ابی حفص عمر الحنفی المتوفی ۵۳۷ھ) وعبارت شرح العقائد (للعلامة سعد الدين مسعود التفتازانی المتوفی ۷۹۱ھ) کے تحت علامہ احمد رقم طراز ہیں: ''ولعل المصنف اراد بالرسول النبی بطريق ذكرالخاص وارادة العام اوبالقول بالمساواة والترداف بينهما يقتضيه المقام والتقييد بقوله المؤيد بالمعجزة واليه مال الشارح فی شرح المقاصد'' (مجموع الحواشی البہیہ علی شرح العقائد النسفیہ، جلد اول، صفحہ ۳ طبع کوئٹہ)۔

نیز اسی کے تحت علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ المعروف علامہ خیالی (متوفی ۸۷۰ھ) لکھتے ہیں:
''وهو بهذا المعنیٰ يساوی النبی (الیٰ) ولعل الشارح اختيار هنا المساواة''۔ (مجموع الحواشی البہیہ جلد اول صفحہ ۵۴ طبع مذکور نیز حاشیہ الخیالی ۴۰ مطبع یوسفی)۔

نیز عبارت ہذا (خیالی) کے تحت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھا ہے: هذا ما اختاره الشارح حيث قال فی شرح المقاصد ان النبی انسان بعثه الله تعالیٰ لتبليغ الاحكام وكذا الرسول الخ۔ (حاشیۃ السیالکوٹی، صفحہ ۴۰، حاشیہ نمبر ۳ طبع یوسفی)۔

نیز علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی (متوفی ۱۲۳۹ھ) شرح شرح العقائد میں تحریر فرماتے ہیں:
''اختلف فی النسبة بين الرسول والنبی علی مذاهب الاول انهما متساويان وهو مختار المصنف والشارح هنا وفی شرح المقاصد ايضاً''۔ (النبراس، صفحہ ۵۴ طبع ملتان)

علامہ علی القاری الحنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) اس کی بحث میں فرماتے ہیں: ''وقيل هما مترادفان واختاره ابن الهمام''۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع قدیمی کراچی)

نیز شرح وقایہ صفحہ ۴۸ حاشیہ نمبر ۴ ''قيل هما متساويان'' نیز **طحطاوی صفحہ ۷** ''وقيل مرادف'' نیز مناظرہ رشیدیہ صفحہ ۵ حاشیہ نمبر ۱: ''والرسول قيل مرادف له'' نیز **شرح جامی صفحہ ۲** حاشیہ نمبر ۵: ''والرسول اما مرادف للنبی'' نیز **کتاب التعریفات للسید** صفحہ ۱۰۵: ''وقالت المعتزلة لافرق بينهما''۔

خلاصہ یہ کہ کچھ علماء نبی ورسول میں کچھ فرق نہیں سمجھتے ان کے نزدیک ان میں تساوی ہے جسے مترادف، مساوات اور توافق کے لفظوں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ مذکورہ عبارات کا لب لباب یہی ہے اور اس کے قائلین میں کچھ اہل سنت نیز معتزلہ ہیں۔

قول دوم: (دونوں میں فرق) دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ چنانچہ علامہ علی القاری اس بارے میں رقم طراز ہیں: ''والاظہر انہما متغایران'' یعنی زیادہ صاف بات یہ ہے کہ ان دونوں میں مساوات نہیں بلکہ فرق ہے۔ (شرح فقہ اکبر، صفحہ ۶۰ طبع کراچی)۔

نیز فقہ حنفی کی معروف ومتداول کتاب ہدایہ کے خطبہ میں ہے: ''وبعث رسلا وانبیاء'' اللہ تعالیٰ نے ہدایت خلق کے لیے کئی رسول اور نبی بھیجے۔

اس کے تحت حاشیہ نمبر ۶ میں ہے: ''اشارۃ الی الفرق والتغایر بین الرسول والنبی'' یعنی ''رسل'' اور ''انبیاء'' کو علیحدہ ذکر کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول اور نبی میں فرق ہے۔ مساوات نہیں۔
ملاحظہ ہو۔ (صفحہ ۲ طبع اسلام آباد)۔

امام اہل سنت علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ارقام فرمایا ہے: 'التباین' یعنی ایک قول پر ان میں تباین (فرق) ہے۔ (الحدیقۃ جلد اول صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸)۔

فریقین کے بعض دلائل:

قائلین قول اول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بلا تفریق تمام پیغمبروں کو لفظ ''رسول'' سے یاد فرمایا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے: **وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ** یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔ (پارہ اول البقرہ آیت ۸۷)۔

نیز **لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ** ۔ ہم اس کے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے۔ (پارہ سوم البقرہ آیت ۲۸۵)۔

نیز **وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ** ۔ یعنی ہم اس سے قبل آیت میں کچھ رسولوں کا تذکرہ آپ سے کر چکے ہیں اور کچھ رسول ایسے ہیں جن کا تذکرہ (قرآن میں) آپ سے نہیں کیا۔
(پارہ ششم النساء آیت ۱۶۴)۔

علاوہ ازیں ایمان مفصل میں ''ورسلہ'' کے الفاظ بھی اس کے مؤید ہیں۔ جب کہ قائلین قول دوم کی دلیل وہ آیات ہیں جن میں عطف کے ساتھ نبی اور رسول کا ذکر فرمایا گیا ہے جب کہ عطف بمعنی حقیقی مغایرت کے لیے ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرم **وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ** ۔ یعنی اے محبوب! ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول اور جتنے نبی بھیجے شیطان ملعون نے ان کے مشن سے مزاحمت کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ اس کے اس منصوبہ کو ناکام بناتا رہا۔ (ملخصاً) (پارہ ۱۷، الحج آیت ۵۲)۔

محاکمہ: رسول اور نبی میں تساوی ہوتی تو آیت سورۂ حج میں عطف سے دونوں کا ذکر نہ ہوتا۔

علاوہ ازیں سورۂ مریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں کے لیے فرمایا گیا ہے:
وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا کہ وہ رسول نبی تھے۔ (پارہ ۱۶ سورۂ مریم آیت ۵۱۔۵۴) ترادف وتساوی ہوتے تو دونوں کا ذکر بے فائدہ ہوتا۔ بالکلیہ تغایر وتباین ہوتا تو اجتماع محال تھا جس سے یہ متعین ہوگیا کہ دونوں میں عموم وخصوص ہے۔ (والحمد للہ تعالیٰ)۔

جواب از دلائل قائلین اول:

قائلین اول کے دلائل سے یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ ان آیات میں ''رسل کرام'' کا ذکر ہے۔ ان میں سے کسی میں ''انبیاء'' کے الفاظ سے پیغمبران کرام کا ذکر نہیں ہے ان کے علاوہ بھی اس سلسلہ کی کوئی آیت نہیں ہے۔ جب کہ نبی، رسول کے تابع ہوتا ہے لہٰذا متبوع کے ذکر سے ضمناً تابع کا ذکر بھی ہوگیا ہے جیسے **وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ** وغیرہ میں مردوں کا ذکر ہے حالانکہ نماز عورتوں پر بھی فرض ہے پس وہ تبعاً مذکور ہیں۔

نیز ''حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ'' میں والدہ کا صریحاً ذکر نہیں جب کہ وہ بھی اس میں مراد اور شامل ہے۔

تطبیق: نبی اور رسول میں حسب اصطلاح منطقی نسب اربعہ والی بالکلیہ تساوی یا بالکلیہ تباین ہونا کہیں نظر سے نہیں گذرا لہذا جن علماء نے ان میں تباین یا تغایر کا قول کیا ہے ان کی مراد بالکلیہ تباین وتغایر نہیں اسی طرح جنہوں نے کہا کہ ان میں تساوی ہے تو ان کی مراد بھی بالکلیہ تساوی نہیں کہ یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ جب کہ کلام عقلاء اس کے صحیح محامل پر رکھنا لازم ہے اس لیے دونوں میں تطبیق یہی ہے کہ ان میں وتساوی بعض حوالوں سے ہے اسی طرح تغایر وتباین بھی بعض اعتبارات سے ہے مثلاً مہبط مطلق وحی ہونے میں ایک جیسے ہیں البتہ وحی کی نوعیت وغیرہ کی رو سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور یہی مطلب ہے عموم وخصوص کا جسے اعمّ واخصّ کے لفظوں سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

وطریق آخر:

جن علماء نے ان میں تساوی کا قول کیا ان کا مقصد یہ بھی ممکن بلکہ واقع ہے کہ علماء کبھی کبھی لفظ رسول کو بمعنیٰ نبی اور اس کے برعکس بھی استعمال فرماتے ہیں جیسا کہ پیش کردہ کئی عبارات سے مترشح بلکہ واضح ہے جیسے عبارت علامہ عبدالنبی احمد نگری علیہ الرحمۃ ''والرسول قد یستعمل مرادفا للنبی''۔

استاذی الکریم حضرت سیدی مولانا علامہ مفتی محمد اقبال صاحب سعیدی رضوی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ رسالت، ملائکہ اور انسانوں دونوں میں ہے جب کہ نبوت صرف انسانوں میں ہے لہٰذا

بعض اوقات رسل ناس کا ذکر کرتے ہوئے انہیں نبی کہہ دیا جاتا ہے جس سے رسالت کی نفی مراد نہیں ہوتی بلکہ ملائکہ کرام سے ایک طرح کا فرق کرنا مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا سید عالم ﷺ کے متعلق آپ کی چالیس سال عمر شریف کے بعد نُبِّئَ کے الفاظ بمعنیٰ اُرسِلَ ہیں یعنی نبی پہلے سے تھے البتہ بہ ہیئت کذائیہ رسالت کا ظہور اس وقت ہوا کہ جب وحی جلی کے نزول کا آغاز ہوا۔ ہاں اس معنیٰ میں رسول پہلے تھے کہ آپ کو شروع سے رسول قرار دیا جاچکا تھا۔ (اللفظ منی و المعنیٰ منه مدظلهم بتغییر یسیر و تصرف قلیل)۔

اقولُ: اس کی تائید آیت کریمہ کے الفاظ **وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا**۔ نیز حدیث صحیح ''و نبیك الذی ارسلت'' سے بھی ہوتی ہے۔ حدیث ہذا کا بیان عنقریب مستقل عنوان کے تحت آرہا ہے۔

بہر حال لفظ نبی و رسول میں علی الصحیح حسب بالا عدم تساوی ہے۔ اب سنئے کہ قول تساوی جمہور کا مذہب نہیں؟

قول تساوی خلاف جمہور ہے:

نبی و رسول میں ہر طرح سے تساوی اور کا قول بعض کا نظریہ ہے جمہور اس کے خلاف ہیں۔ بعض حوالہ جات حسب ذیل ہیں۔

حاشیہ علامہ احمد میں قول تساوی کے متعلق لکھا ہے: ''لكنه خلاف ماعليه الجمهور'' یعنی نبی و رسول میں تساوی کا قول، خلاف جمہور ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (مجموع الحواشی البہیۂ جلد اول صفحہ ۵۳ طبع مذکور)۔

نبی و رسول میں فرق کا خلاصہ:

نبی و رسول میں فرق ہونے کے متعلق بنیادی طور پر دو قول ہیں: ایک یہ کہ رسول اعم ہے اور نبی اخص۔ جب کہ دوسرا اس کے برعکس ہے۔ یعنی نبی اعم اور رسول اخص۔ اول قول بعض اور ثانی قول جمہور ہے۔

چنانچہ شرح جامی صفحہ ۲ حاشیہ نمبر ۵ طبع ملتان میں ہے: ''وقال بعضهم ان الرسول اعم'' یعنی بعض علماء نے فرمایا رسول اعم (اور نبی اخص ہے)۔

نیز حاشیہ علامہ خیالی علیہ الرحمہ میں ہے: ''لكن الجمهور اتفقوا على ان النبی اعم'' یعنی اس بارے میں بالاتفاق جو جمہور کا مذہب ہے وہ یہی ہے کہ نبی اعم (اور رسول اخص ہے)

ملاحظہ ہو۔ (مجموع الحواشی البہیۂ جلد اول صفحہ ۵۴ طبع کوئٹہ حاشیہ خیالی صفحہ ۴۰ طبع یوسفی)۔

نیز الشمه شرح مائة عامل منظوم صفحہ نمبر ۴ طبع پشاور میں ہے: ''الرسول اخص من النبی عند الجمهور'' یعنی جمہور کے نزدیک رسول، نبی سے اخص ہے۔

(نیز مناظرہ رشیدیہ صفحہ۵ حاشیہ نمبر۱ ''وقیل اخص ''نیز شرح جامی صفحہ۲ حاشیہ۵ نحوہ)۔

نیز شرح الوقایہ جلد اول صفحہ۴۸ حاشیہ نمبر۴: ''ان الرسول خاص والنبی اعم ''نیز النبراس صفحہ ۵۴ طبع ملتان میں ہے: ''قول الجمہور ان النبی اعم''۔

رسول کے اعم اور نبی کے اخص ہونے کی توضیح:

''وفسرہ بانہ انسان اوملك مبعوث بخلاف النبی فانہ مختص بالانسان ''رسول کے اعم اور نبی کے اخص ہونے کی توضیح ان کے قائلین کے نزدیک یہ ہے کہ رسول میں یہ تعمیم ہے کہ وہ انسان بھی ہوتا ہے اور فرشتہ بھی جب کہ نبی صرف انسان ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو: (شرح جامی صفحہ۲ حاشیہ نمبر۵ طبع ملتان)۔

اقول: اس تقدیر پر رسول اور نبی میں عموم خصوص من وجہ ہوا کہ بعض رسول انسان ہیں مگر کوئی نبی رسول نہیں۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد اول صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸ میں ہے: ''ومن وجہ''۔

نبی کے اعم اور رسول کے اخص ہونے کی تصریح:

شرح جامی (صفحہ۲ حاشیہ نمبر۵ طبع ملتان) میں ہے: ''واما اخص منہ کما ذھب الیہ جماعۃ اخریٰ واختلفوا فی وجہ کونہ اخص ''یعنی رسول، نبی سے اخص ہے جیسا کہ ایک اور گروہ (یعنی جمہور کمامر) کا قول ہے اور اس کے اخص ہونے کی نوعیت کی تفصیل میں علماء کا اختلاف ہے۔ اھ۔

خصائص وشرائط رسول: اقول: مجموعی طور پر جو خصائص وشرائط رسول کے لیے بیان کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں ۱۔ مامور بالتبلیغ ہونا ۲۔ وحی جبریلی ۳۔ کتاب الٰہی اور ۴۔ شریعۃ خاصہ۔

چنانچہ دستور العلماء میں لفظ رسول کے حوالہ سے لکھا ہے: ''وقد یخص بالمامور بالتبلیغ الی الخلق اولمن نزل بہ جبریل علیہ السلام اوبصاحب کتاب اوبشریعۃ خاصۃ بمعنی انہ لم یکن ماموراً بمتابعۃ شریعۃ من قبلہ من الانبیاء''۔

یعنی رسول کے لیے کبھی یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ وہ مخلوق کی جانب تبلیغ احکام کا پابند ہو کبھی یہ کہ جبریل علیہ السلام اس کے پاس وحی لائے ہوں، کبھی یہ کہ صاحب کتاب آسمانی ہو اور کبھی یہ کہ اس کی شریعت خاص اپنی ہو یعنی اپنے سے پہلے کسی پیغمبر کی شریعت کا پابند نہ ہو۔ (جلد سوم صفحہ۳۹۴، ۳۹۵)۔

حضرت میر سید سند شریف جرجانی نے فرمایا: ''لان الرسول من اوحیٰ الیہ جبریل خاصۃ بتنزیل الکتاب من اللہ ''یعنی انسانوں میں رسول وہ نبی ہے کہ جس کے پاس خصوصیت کے ساتھ جبریل علیہ السلام کتاب الٰہی کی شکل میں وحی لائے ہوں۔ (کتاب التعریفات صفحہ۱۰۵ طبع مصر وتہران)۔

الشمه صفحہ۴طبع پشاور میں ہے:''لاشتراط الکتاب والشریعة فیه ''رسول اس لیۓ اخص ہے کہ اس میں کتاب اور شریعت کا ہونا شرط ہے۔

مناظرہ رشیدیہ صفحہ۵ میں ہے:''فان کان ذا کتاب وشریعة متجددة یسمیٰ رسولاً ''یعنی نبی اگر صاحب کتاب ہو اور نبی شریعت کا حامل ہو تو اسے رسول کہا جاۓ گا۔

قدوة العلماء امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ الیواقیت والجواہر (صفحہ۱۶۴طبع بیروت) میں فرماتے ہیں: ولاتکون الرسالة الا کما ذکرنا یعنی بواسطه روحی قدسی اھ یعنی رسالت محض روح قدسی کے ذریعہ کی وحی سے ہوتی ہے۔

دستور العلماء صفحہ۳۹۴،۳۹۵ میں ہے: المشهور ان الرسول انسان بعثه الله تعالىٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام ومعه کتاب وشریعة ۔یعنی مشہور قول کے مطابق رسول اس انسان کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب اس کے احکام پہنچانے کے لیۓ بھیجے جب کہ اس کے پاس کتاب الٰہی اور شریعت بھی ہو۔

ضروری وضاحت بابت بعض شرائط رسالت:

ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ شرائط رسالت میں کتاب سے مراد خود اس پر نازل کردہ خصوصی کتاب ہے۔اسی طرح شریعت سے مراد بھی شریعت مستقلہ ہے جو رسول کے لیۓ خصوصی طور پر اتاری گئی ہو لیکن بعض علماء نے لکھا ہے:''والرسول من اوحی الیه وامر به بکتاب له وشریعة مستقلة او بکتاب من تقدمه وشریعة ''یعنی اس میں رسول ہونے کے لیۓ سابق پیغمبر کی کتاب وشریعت کی پابندی کو بھی کافی گردانا گیا ہے۔(قاله العلامة الرحمتی فی حاشیته علی شرح الجامی المسمی بالعقد النامی)۔

نیز علامہ علی القاری شرح الشفاء جلد دوم صفحہ۴۵۴ میں فرماتے ہیں:فانه نبی مأمور بتبلیغ الرسالة سواء تکون هذه الرسالة تقدمت او تجددت۔اھ۔

اقول: یہ شاید بطور کلیہ نہیں بلکہ محض سیدنا اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق وارد ہونے والے اس سوال کے جواب کے لیۓ ہے کہ آپ صاحب کتاب اور حامل شریعت جدیدہ نہیں ہیں پھر بھی قرآن مجید میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۔

بناءً علیہ صرف آپ کے حوالہ سے توجیہ یہ ہوئی کہ آپ کو کتاب سابق یا شریعت متقدمہ کے مأمور بالاتباع ہونے کے حوالہ سے نبی کے ساتھ رسول سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی یہ شق اپنے مورد میں بند ہے۔ والله تعالی اعلم بالصواب فلیتامل ولیحرّر۔

خلاصہ یہ کہ نبی اور رسول میں فرق ہونے کے حوالہ سے بنیادی طور پر دو قول ہیں ایک یہ کہ رسول اعم اور نبی اخص ہے۔ جب کہ دوسرا قول اس کے برعکس ہے اور جمہور کا قول بھی یہی ہے۔

پھر رسول کے اخص ہونے کی نوعیت کے بارے میں چار اقوال ہیں: ا۔تبلیغ احکام۔۲۔وحی جبریلی۔ ۳۔کتاب الٰہی۔۴۔شریعت خاصہ ومستقلہ۔

اب یہ پڑھیے کہ اس میں جمہور کا مذہب قول اول ہے یعنی تبلیغ احکام۔

نبی ورسول میں فرق کی نوعیت عندالجمہور:

جمہور کے نزدیک نبی ورسول میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ نیز ان میں اہم فرق مامور بالتبلیغ ہونا نہ ہونا ہے یعنی مامور بالتبلیغ ہوگا تو رسول ہے مأمور بالتبلیغ نہیں ہوگا تو نبی ہے۔ بعض قول حسب ذیل ہیں:

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:

''والصحیح والذی علیہ الجماء الغفیر ان کل رسول نبی ولیس کل نبی رسولا ''یعنی صحیح قول اور جو علماء کی اکثریت کا مذہب ہے، یہ ہے کہ ہر رسول نبی ہے جب کہ ہر نبی رسول نہیں۔ (الشفاء جلد اول صفحہ ۱۶۱ طبع مصر)۔ نیز شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع کراچی بحوالہ امام قاضی عیاض)۔

شیخ الاسلام میر سید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''قال الکلبی والفراء کل رسول نبی من غیر عکس ''یعنی کلبی اور فراء نے کہا کہ ہر رسول نبی ہے اس کے برعکس نہیں۔ (کتاب التعریفات صفحہ ۹۴ طبع مصر)۔

امام احناف علامہ سید عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''والخلاف فیھما علی اربعۃ اقوال۔ التباین والتوافق والعموم والخصوص المطلق ومن وجہ (الیٰ) والمشھور نسبۃ العموم والخصوص المطلق فکل رسول نبی ولا کل نبی رسول ''یعنی نبی ورسول میں پائی جانے والی نسبت کے متعلق چار مختلف اقوال ہیں: ا۔تباین۔۲۔توافق یعنی تساوی۔۳۔عموم وخصوص مطلق اور نمبر ۴ عموم وخصوص من وجہ۔

قول مشہور کے مطابق ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد اول صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸، طبع مصر و پاک)۔

شرح الوقایہ جلد اول صفحہ ۴۸ حاشیہ نمبر ۴: ''ان الرسول خاص والنبی اعم ''(مفہوم وہی ہے جو اوپر گذرا ہے) شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع کراچی میں ہے: ''بان النبی اعم من الرسول ''نبی رسول

سے اعم ہے۔

عند الجمہور مأمور بالتبلیغ ہونا شرط نبوت نہیں:

امام جلال الدین محلّی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر الجلالین میں سورۂ حج کی آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ کے تحت لکھتے ہیں: "من رسول ھو نبی امر بالتبلیغ"۔ "ولا نبی ای لم یؤمر بالتبلیغ"۔

یعنی رسول سے مراد وہ نبی ہے جو مأمور بالتبلیغ ہو اور نبی وہ جو مأمور بالتبلیغ نہ ہو۔

اس کے تحت کمالین میں ہے: "بماعرفه الشیخ المحلی ارتضاہ کثیر من العلماء اذھو اولیٰ بما ھو المشھور" یعنی شیخ محلی نے نبی و رسول کی جو تعریف فرمائی ہے بکثرت علماء نے اسے پسند کیا ہے کیوں کہ یہ مشہور قول کے مطابق ہے۔

امام علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ **لکھتے ہیں:**

"ھو انسان اوحی الیه بشرع وان لم یؤمر بتبلیغه فان امر بذلك فرسول ایضا" یعنی نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس کی طرف کسی شرع کی وحی کی گئی ہو۔ اگر چہ اس کی تبلیغ کا اسے پابند نہ کیا گیا ہو اگر پابند کیا گیا ہو تو وہ رسول بھی ہوگا۔ (البہجۃ المرضیۃ فی شرح الالفیہ علی ھامش شرح ابن عقیل صفحہ۲ طبع کراچی)۔

امام علامہ صالحی فرماتے ہیں:

"ھو انسان ذکر اوحی الیه بشرع ولم یؤمر بتبلیغه فان امر بذلك فرسول ایضاً" یعنی نبی اس مرد آدمی کو کہتے ہیں جس کی طرف کسی شرع کی وحی فرمائی گئی ہو اور اس کی تبلیغ کا اسے مأمور نہ کیا گیا ہو پھر اگر اسے اس کا مأمور کیا گیا ہو تو وہ رسول بھی ہوگا۔ (سبل الہدیٰ المعروف سیرۃ شامی' جلد دوم' صفحہ ۲۷۸)۔

علامہ علی القاری علیہ الرحمۃ الباری **رقم طراز ہیں:**

"والصحیح ان النبی انسان اوحیٰ الیه سواء امر بالتبلیغ اولا والرسول من امر بتبلیغه" یعنی صحیح یہ ہے کہ نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی گئی ہو عام ازیں کہ وہ تبلیغ پر مأمور ہو یا نہ ہو اور رسول وہ نبی ہے جسے وحی کی تبلیغ پر مامور فرمایا گیا ہو۔ ملاحظہ ہو: (شرح النقایہ جلد اول صفحہ۱۰ طبع کراچی)

نیز ملاحظہ ہو: شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ ولفظه: "الرسول من امر بالتبلیغ والنبی من اوحی الیه اعم من ان یؤمر بالتبلیغ ام لا" اھ۔

نیز مجموع الحواشی البھیة حاشیہ ملا احمد بحوالہ علامہ بیضاوی جلد اول صفحہ ۵۳، ۵۴ طبع کوئٹہ) نیز

ملاحظہ ہو:شرح الشفاء جلد دوم صفحہ ۴۵۴ طبع مصر حیث قال: "النبی انسان اوحی الیه سواء امر بالتبلیغ ام لا بخلاف الرسول فانه نبی مأمور بتبلیغ الرسالة سواء تکون هذه الرسالة تقدمت او تجددت" اھ۔

نیز علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے لکھا ہے:

"یشرط فی الرسول دون النبی ان یؤمر بالتبلیغ او یکون له شرع جدیداو انزل علیه کتاب والاول هو المشهور "یعنی مشہور قول کے مطابق رسول کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ تبلیغ وحی پر مامور ہو جب کہ نبی کے لیئے یہ شرط نہیں۔ (ملخصاً)۔ (شرح الشفاء جلد دوم صفحہ ۴۵۴ طبع مصر)۔

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"هو انسان حر ذکر اوحی الیه بشرع وامر بتبلیغه فان لم یؤمر بتبلیغه فهو نبی فقط کما هو المشهور عندهم "یعنی رسول وہ آزاد مرد ہے جس کی طرف کسی شرع کی وحی کر کے اسے اس کی تبلیغ پر مأمور فرمایا گیا ہو۔ اگر اسے اس کی تبلیغ کا پابند نہ کیا گیا ہو تو وہ فقط نبی ہوگا جیسا کہ علماء کے ہاں معروف ہے۔ (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ ۷، طبع کراچی)۔

شرح جامی صفحہ ۲ حاشیہ نمبر ۵ میں ہے: "هو انسان بعثه الله تعالٰی بشریعة سواء امر بتبلیغها ام لا "نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کوئی شریعت دے کر بھیجا ہو عام ازیں کہ وہ اس کی تبلیغ پر مأمور ہو یا نہ ہو۔ اھ۔

علامہ ابن جماعہ نے لکھا ہے: "الرسول انسان اوحی الیه بشرع وامر بتبلیغه فان لم یؤمر فهو نبی فقط فالرسول اخص مطلقاً "یعنی رسول وہ انسان ہے جس کی طرف کسی شرع کی وحی کر کے اسے اس کی تبلیغ کا پابند کیا گیا ہو۔ پھر اگر وہ اس پر مأمور نہ ہو تو وہ صرف نبی ہوگا۔ (رسول نہیں ہوگا) پس رسول نبی سے مطلقاً اخص ہے۔ ملاحظہ ہو: (حاشیہ ابن جماعہ علی جاربردی علی الشافیۃ لابن الحاجب صفحہ ۵ طبع کوئٹہ)۔

خلاصہ یہ کہ وحی نبی اور رسول دونوں پر ہوتی ہے لیکن رسول کو اس کی تبلیغ پر بھی پابند کیا جاتا ہے مگر نبی کو بطور شرط اس کا پابند نہیں کیا جاتا۔ علماء کی اکثریت اسی کی قائل ہے اور ان کے حسب تصریح تحقیق صحیح بھی یہی ہے۔

وحی جبریلی بھی شرط نبوت نہیں:

نبی کے اعم اور رسول کے اخص ہونے کی تشریح کے زیر عنوان پیش کردہ نقول سے یہ بھی واضح ہو چکا

ہے کہ شرع کے متعلق وحی جبریلی شرط رسالت ہے۔ شرط نبوت نہیں۔

مزید تصریحات سنئے کہ نبوت کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ وحی کے دیگر اقسام میں سے کسی قسم کی وحی ہو۔ چنانچہ شیخ الاسلام میر سید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''النبی من اوحی الیه بملك او الهم فی قلبه او نبه بالرؤیا الصالحة فالرسول افضل بالوحی الخاص الذی فوق وحی النبوة لان الرسول من اوحی الیه جبریل خاصة بتنزیل الکتاب من الله'' یعنی نبی وہ ہے جس کی طرف وحی کی جائے عام ازیں کہ وہ فرشتہ کے ذریعہ ہو یا اس کے دل میں کسی امر کا القاء والہام کیا گیا ہو یا سچے خواب کے ذریعہ اسے کوئی ہدایت دی گئی ہو لہٰذا رسول کو مزید خاص وحی کے ذریعہ برتری ہوتی ہے جو وحی نبوت سے فائق ہوتی ہے کیوں کہ رسول کے لیئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے پاس خصوصیت کے ساتھ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی کتاب کی شکل میں وحی لے کر آئیں۔ (کتاب التعریفات صفحہ ۱۰۵ طبع مصر و تہران)۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:

''الرسول من یأتیه الملك والنبی یجوز ان یأتیه الوحی بوجه آخر من الهام او منام'' یعنی رسول وہ ہے جس کے پاس ملکِ وحی (لازماً) آئے جب کہ نبی کے لیئے اتنا کافی ہے کہ اس کے پاس الہام والقاء یا خواب کے ذریعہ ہدایات آئیں۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ (النبراس، صفحہ ۵۵، نیز مجموع الحواشی حاشیہ ملا احمد، جلد اول، صفحہ ۵۴، بحوالہ بیضاوی)۔

نیز **علامہ حمی** علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''فالاصوب فی وجه الفرق بینهما ان النبی من اوحی الیه ولو فی النوم سواء امر بتبلیغ الاحکام اولم یؤمر والرسول من اوحی الیه وامر به بکتاب له وشریعة مستقلة او بکتاب من تقدمه وشریعة'' یعنی نبی ورسول کے مابین فرق کے بیان میں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جسے غیر متعین ذریعہ سے وحی کی گئی ہو اگر چہ نیند میں کی گئی ہو عام ازیں کہ اسے احکام کے پہنچانے پر مأمور کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو اور رسول وہ نبی ہے جسے وحی کے ساتھ ساتھ ایک خاص کتاب اور خاص شریعت عطا کی گئی ہو یا اسے کسی سابقہ پیغمبر کی کتاب اور شریعت کی اتباع کا امر کیا گیا ہو۔ (العقد النامی فی شرح الجامی، جلد اول، تحت عبارت والصلوٰۃ علیٰ نبیہ)

خلاصہ: یہ کہ نبوت کے لیئے کسی طریقہ سے وحی کا ہونا کافی ہے اور اس کے لیئے ملکِ وحی کی وحی جلی قطعاً شرط نہیں ہے۔

امام علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں:

"ذکر الامام الحلیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ ان الوحی کان یأتی النبی ﷺ علی ستۃ واربعین نوعاً فذکرھا "یعنی امام حلیمی رحمۃ اللہ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ پر مجموعی طور پر چھیالیس طریقوں سے وحی آتی تھی اس کے بعد انہوں نے اس کی مکمل تفصیل بیان فرمائی ہے۔ (سبل الھدیٰ جلد دوم صفحہ ۲۶۵ طبع بیروت)۔

وحی کس امر کے متعلق ہو؟

"عند الجمہور مأمور بالتبلیغ ہونا شرط نبوت نہیں" کے عنوان کے تحت نبی کی تعریف میں بعض عبارات میں وحی کے ساتھ "بشرع" کی قید مذکور ہے۔ لیکن بعض میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ علامہ علی القاری نے اس قید کے بغیر "من اوحی الیہ" کو "الصحیح" کہہ کر اس کے صحیح اور اس کے برخلاف کے غیر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے جب کہ مذکورہ بالا عنوان میں حضرت میر سید، علامہ پرہاروی اور علامہ رحمتی رحمہم اللہ کی عبارات بھی اس قید سے خالی ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس کے لیے وحی بـأمر مـا اور وحی مطلق بھی کافی ہے۔ احکام ناس سے اس کا متعلق ہونا بھی کچھ ضروری نہیں ذات نبی سے اس کا تعلق ہونا بھی مفہوم نبوت کے حاصل ہونے کی کفایت کرتا ہے۔ علماء اسلام سے اس پر بھی تصریحات موجود ہیں۔

چنانچہ **علامہ عبدالعزیز پرہاروی حنفی** علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

"یجوز الوحی بتکمیل نفس النبی ﷺ بلا تبلیغ "اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ پر ایسی وحی بھی ہوتی ہے جس کا تعلق، تربیت ذات نبی سے ہو اور دوسروں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ (النبراس صفحہ ۴۳۶ طبع پشاور)۔

علاوہ ازیں علامہ نبہانی **امام شان علامہ قاضی عیاض مالکی** رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں:

"ان یحییٰ علیہ السلام کان نبیا ولم یکن مبعوثا الی قومہ وکان منفردا بمراعاۃ شانہ "یعنی اللہ کے نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود اپنی قوم کی طرف مبعوث نہیں فرمائے گئے تھے بلکہ وحی الٰہی کے حوالہ سے وہ محض اپنی ذات کی دیکھ بھال تک محدود تھے۔ (جواہر البحار جلد اول صفحہ ۱۸ طبع مصر)۔

اقول: امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے جہاں یہ واضح ہو گیا کہ بعض اوقات وحی نبوت محض ذات نبی سے متعلق ہوتی ہے، وہاں کان نبیاً کے ساتھ اس کے الفاظ "لم یکن مبعوثا" سے یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ بعثت کا معنیٰ نبی بننا یا بنانا نہیں بلکہ اس کا معنیٰ ارسال اور بھیجنا ہے۔ ورنہ یہ عبارت مختل ہو کر رہ جائے گی اور معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ نبی تھے مگر نبی بنائے نہیں گئے تھے۔ یا یہ ہوگا کہ وہ نبی تھے مگر نبی نہیں تھے۔ جسے کوئی ذی عقل صحیح نہیں کہہ سکتا۔ لہٰذا لفظ بعثت نبی نہ ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہوسکتا۔ مزید

بحث جلد دوم میں آرہی ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس کی مزید مثال ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں کہ آپ کی خلقت کے بعد آپ پر وحی اترتی تھی مگر اس میں احکام ناس کا کوئی تصور نہیں ہوسکتا کیوں کہ وجود ناس ہی نہ تھا۔ بناء بریں اگر ''بشـــرع'' کی قید کو تسلیم کرلیا جائے تو ''شـــرع'' سے مراد (قبل از اعلان نبوت تک کی مدت میں) وہ امور قرار پائیں گے کہ جنہیں ذات نبی کے لیے مشروع فرمایا گیا۔ والحمدللہ تعالی۔

اب صرف ایک بات رہ جاتی ہے کہ ہم یہ بھی ثابت کردیں کہ قبل از اعلان نبوت بھی آپ ﷺ پر مطلوبہ معیار کی وحی (وحی خفی) واقعۃً اترتی تھی۔تاکہ عنوان کسی طرح سے تشنۂ تکمیل نہ رہے اور حجت ہر طرح سے تمام ہوکر استدلال اوج کمال کو پہنچ جائے۔

تو لیجئے اس کا ثبوت بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم المصطفیٰ ﷺ حاضر ہے۔جو حسب ذیل ہے:۔

رسول اللہ ﷺ پر قبل از اعلانِ نبوت، نزول وحی کے دلائل

دلیل نمبر۱ (نبوت کا حقیقت ثابتہ ہونا):

جب نبی کے لیے وحی لازم ہے اور ہم اس سے قبل کم وبیش دوسوتین دلائل سے آپ کا نبی ہونا ثابت کرآئے ہیں تو اس کے ماننے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ آپ پر وحی آتی تھی اور اصولی طور پر مزید کسی دلیل کی ضرورت نہ رہی کیوں کہ اذا ثبت الشئی ثبت بجمیع لوازمہ۔

دلیل نمبر۲ (اصلیت ،اولویت ،جامعیت):

حضرت یحیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام کا حالت صبا میں منصب نبوت پر فائز فرمایا جانا نیز چھوٹی عمر میں ان پر وحی کا اترنا دلیل نمبر۲۰۳ کے تحت مذکور ہو چکا ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: **فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ** ۔یعنی ہم نے سلیمان علیہ السلام کو ان کے بچپن میں صحیح فیصلہ دینے کا ملکہ عطا فرمایا (آگے فرمایا) **وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا** یعنی حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام میں سے ہر ایک کو حکم وعلم ہم ہی نے عطا کیا۔(پارہ۱۷الانبیاء آیت ۷۹)

اوراس حوالہ سے ایک کھیتی کے متعلق حضرت سلیمان علیہ السلام کا تاریخی فیصلہ قرآن مجید میں مذکور ہے نیز دوعورتوں کے مابین ان کے فیصلے کا ذکر صحیح حدیث میں موجود ہے۔(رواہ مسلم وغیرہ)۔

علاوہ ازیں حضرت یوسف علیہ السلام کا بچپن میں یہ خواب دیکھنا کہ سورج چاند اور گیارہ ستارے انہیں سجدہ کررہے ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا اسے منجانب اللہ خوش خبری قرار دینا وغیرہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ حیث قال تعالی: **إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ۝ قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ** ۔الآیہ

نیز **وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ** ۔الآیہ نیز جب ان کے مخالف بھائیوں نے انہیں ضائع کرنے کے ارادہ سے اندھے کنویں میں ڈالا تو اللہ فرماتا ہے: **وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ** یعنی اس موقع پر ہم نے انہیں وحی فرمائی۔ (پارہ ۱۲، یوسف)۔

اقول: یہ سب اس امر کی دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں وحی کا ہونا صرف ممکن ہی نہیں واقع ہے خصوصاً حضرت یوسف علیہ السلام کو جو وحی ہوئی وہ قطعی طور پر ان کے اعلان نبوت سے قبل ہوئی تھی جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کا ذکر فرمانے کے بعد اسی سورت میں آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا** الایہ۔

تو کیا وجہ ہے کہ سید عالم ﷺ جو اصل کل، اولیٰ من الکل اور جامع کل کمالات نیز تمام انبیاء علیہم السلام کے لیۓ واسطۂ کمالات بھی ہیں معاذ اللہ اس سے خالی ہوں۔ (خاکم بدہن)۔

الغرض مانحن فیہ کو سمجھنے کے لیۓ یہ مثالیں بہت اہم ہیں جو مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ والحمد للہ۔

اب پڑھیۓ اس کے کچھ خصوصی دلائل۔

دلیل نمبر ۳ (عدل فی الرضاعة):

سید عالم ﷺ نے حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی چھاتی مبارک سے دائیں پستان کا دودھ نوش فرمایا اور دوسرا پستان اپنے دودھ شریک (حضرت حلیمہ کے شیر خوار بچے) کے لیۓ چھوڑا اور کوشش کے باوجود اسے کبھی قبول نہ فرمایا اور پوری مدت رضاعت میں یہی کیفیت رہی۔

علماء نے اسے غنیمت باردہ سمجھتے ہوۓ اپنی کتب میں جگہ ہی نہیں دی اس کی توجیہ بھی فرمائی جو دلیل اعتماد ہے کیوں کہ "التأویل دلیل التعویل۔

توجیہ یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتلایا تھا جس سے آپ کو علم تھا کہ رضاعت میں آپ کا شریک بھی ہے پس آپ نے عدل فرمایا جو ظاہر ہے کہ شیر خوارگی کی اس عمر میں یہ سب اللہ تعالیٰ کی وحی اور القاء فی

القلب ہی سے ہوا جو ہمارے موقف کی روشن دلیل ہے۔

چنانچہ مولد العروس لابن الجوزی (صفحہ ۱۳ طبع بیروت) میں ہے: "لعلمه ان له شریکا" آپ نے ایک پستان کو اس لیئے اختیار فرمایا کہ آپ کو علم تھا کہ آپ کے ساتھ آپ کا ایک دودھ شریک بھی ہے۔ نیز الخصائص الکبریٰ للامام السیوطی (جلد اول صفحہ ۱۹ بحوالہ خصائص ابن سبع) میں ہے: "وذلك من عدله لانه علم ان له شریکا فی الرضاعة" "آپ نے یہ بر بناء عدل کیا کیوں کہ آپ کو علم تھا کہ رضاعت میں آپ کا ایک حصہ دار بھی ہے۔

نیز ماثبت من السنة للشیخ المحقق (صفحہ ۱۰۴ طبع لاہور) میں ہے: "قال اهل العلم اعلمه الله الیٰ ان له شریکا فالهمه العدل فقالب فروی وروی اخوه"۔

خلاصہ یہ کہ علماء نے اس کی توجیہ میں فرمایا کہ آپ کا ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے اعلام والہام کی بناء پر تھا کہ جناب نے اس مقام پر عدل فرمانا ہے پس آپ نے دوسرے پستان کے قبول کرنے سے اعراض فرمایا اور آپ اپنے اختیار فرمودہ سے سیر ہوئے اور آپ کے دودھ شریک بھائی نے دوسرے پستان سے سیرابی حاصل کی۔

نیز حجة الله علی العالمین للنبهانی میں ہے "قال اهل العلم الهمه الله العدل ان له شریکا فعدل" امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "ونزهته عن الاخبار الموضوعة ومایرد" یعنی میں نے اپنی اس کتاب الخصائص الکبریٰ کو موضوع اور مردود قسم کی روایات سے بالکل پاک رکھا ہے۔ حضرت کے اس بیان سے پیش نظر امر کی توثیق واضح ہوتی ہے۔ وهو المقصود۔

نوٹ: اس کا بیان شروع باب میں بھی آچکا ہے۔ مزید سنئے۔

دلیل نمبر ۴ تا ۶ (شق صدر مبارک):

دلیل نمبر ۱۲۷، ۱۵۸ اور ۱۹۳ کے تحت شق صدر مبارک کے واقعات باحوالہ گذر چکے ہیں ان میں آپ ﷺ کا جبریل امین علیہ السلام سے ملاقات فرمانا، ان کو دیکھنا اور ان کے منجانب اللہ کلام کو سننا بھی قبل از اعلانِ نبوت وحی خفی کا اہم ثبوت ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ علماء شان نے مراتب وحی کے بیان میں ایک مرتبہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام قلب مبارک میں کچھ القاء کریں اور حدیث میں ہے: "ان روح القدس نفث فی روعی" یعنی فلاں بات روح القدس علیہ السلام نے میرے دل میں القاء کی ہے۔ رواه الحاکم فی المستدرك وصححه۔ (کما فی المجلد الثانی من مدارج النبوة الشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

نیز مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۲ بحوالہ شرح السنہ۔

پس جب ان کا القاء فی القلب بھی وحی کی قسم ہے تو ان کا اس سلسلہ کا بالمشافہ کلام بطریقِ اولیٰ و بدلالۃ النص وحی ہوا۔

دلیل نمبر ۷ تا ۹ (عمر ۳۵ برس ثبوت وحی):

دلیل نمبر ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶ کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین روایتیں گذری ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو جسم مبارک کے ڈھانپنے کے امر اور عریاں کرنے سے نہی فرمائے جانے کا ذکر ہے وہ بھی مانحن فیہ کی عمدہ دلیل ہیں۔ انہیں ادھر ہی ملاحظہ فرمالیں۔

دلیل نمبر ۱۰ (صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ثبوت):

دلیل نمبر ۱۹۲ کے تحت صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ متفق علیہ حدیث پیش کی جا چکی ہے کہ ''اول مابدئ بہ رسول اللہ ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم'' (الیٰ) ''ثم حبب الیہ الخلاء و کان یخلو بغار حراء'' (الیٰ) ''حتیٰ جاءہ الحق'' یعنی اعلان نبوت سے قبل آپ ﷺ کے لیے وحی کا جو سلسلہ شروع کیا گیا وہ سچے خوابوں کی شکل میں تھا اس کے بعد آپ کو سب سے تنہائی میں بیٹھنا محبوب ہو گیا جس کے لیے آپ غارِ حراء میں خلوت فرماتے یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد آپ کے پاس کھل کر وحی آئی۔ (وحی جلی نازل ہوئی) تو قبل از اعلانِ نبوت وحی خفی کی آمد حدیث کی چوٹی کی کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ثابت ہوئی۔ والحمدللہ۔ اس سلسلہ کی کچھ روایات اور ہیں جو گذشتہ صفحات میں رکھنے سے رہ گئی تھیں جنہیں موقع کی مناسبت سے یہاں لایا جا رہا ہے۔ پڑھیے۔

دلیل نمبر ۱۱ (جبرئیل ومکائیل علیہما السلام سے پیغام الٰہی):

ارشاد فرمایا: ''مر علیّ جبرئیل و میکائیل علیھما السلام و انا بین النائم و الیقظان بین الرکن و زمزم فقال احمد ھما للاٰخرھوھو ۔ قال نعم و نعم ھو لو لا انہ یمسح الاوثان الخ۔ یعنی (یہ زمانہ قبل از اعلانِ نبوت کی بات ہے کہ) میں مطاف کعبہ میں رکن اسود اور چاہ زمزم کے درمیان لیٹا یا بیٹھا ہوا تھا تھوڑی سی نیند کی کیفیت تھی کہ جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کا مجھ سے گذر ہوا ان میں سے ایک نے میرے متعلق دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہیں؟ انہوں نے جواباً کہا: ہاں ہاں وہی تو ہیں۔ (اگلے جملے کا مفہوم یہ ہے کہ) ان کے نام پیغام ہے کہ بتوں کو ہاتھ نہیں لگانا۔ (خصائص کبریٰ، جلد اول، صفحہ ۸۹، بحوالہ ابونعیم عن الصدیقہ)۔

دلیل نمبر ۱۲ (نُهِيتُ اَنْ اَقُوْمَ عِنْدَ هٰذَا الصَّنَمِ):

یہ بھی زمانہ قبل از اعلانِ نبوت کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر اساف نامی بت کے پاس سے

ہوا۔"فقال له بنو عمه مالك يامحمد؟ قال نهيت ان اقوم عندهذا الصنم "تو آپ کے چچازادوں نے آپ سے کہا محمد! آپ کو کیا ہوا کہ آپ اسے نہیں چھوتے؟ ﷺ۔آپ نے فرمایا اسے چھونا تو کجا مجھے اس بت کے پاس کھڑے ہونے اور رکنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔

ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ، جلد اول، صفحہ ۸۹، بحوالہ ابونعیم وابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

اسی تناظر میں یہ روایت بھی پڑھ لیجئے۔حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جنہیں آپ ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا وہ قبل از اعلان نبوت کے زمانہ میں آپ ﷺ کی معیت میں کعبہ شریف کا طواف کرر ہے تھے۔فرماتے ہیں کہ دوران طواف مشرکین اپنے بت اساف اور نائلہ کو چھوتے۔ میں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی انہیں چھوا، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:"لاتمسه" اسے مت چھوؤ لیکن میں نے یہ دیکھنے کے لیئے کہ آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے ایک بار پھر اسے چھوا تو آپ نے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا:اَلَمْ تُنْهَ تمہیں ایک بار روکا نہیں گیا کہ یہ کام مت کرو۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ، جلد اول، صفحہ ۸۹،۹۰ بحوالہ حاکم وابونعیم وبیہقی عن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)۔

اقول:۔یعنی آپ کو جو وحی ہوئی آپ نے اپنے ظاہری دائرہ وسعت میں اپنے قریبی سے بھی اس پر عمل کرایا۔

دلیل نمبر ۱۳ (زمانہ قبل از اسلام میں وقوف عرفات):

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے زمانہ قبل از اسلام میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا"وهو يقف على بعير له بعرفات من بين قومه حتىٰ يدفع معهم توفيقا من الله له "کہ آپ نے حج کے مواقع پر اپنی قوم کے لوگوں میں رہتے ہوئے اپنے اونٹ پر تشریف فرما رہ کر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یکسر مختلف انداز میں عرفات میں وقوف فرمایا البتہ واپسی ان کے ساتھ فرمائی۔ (الخصائص الکبریٰ، جلد اول، صفحہ ۹۰ بحوالہ ابن اسحاق، بیہقی وابونعیم عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ)۔

اسی طرح ربیعہ الجرشی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ان کے لفظ ہیں:"رأيت رسول الله ﷺ واقفا في الجاهلية بعرفات فعرفت ان الله وفقه لذلك "یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمانۂ قبل از اسلام میں عرفات میں وقوف فرماتے دیکھا تو مجھے یقین ہوا کہ آپ نے اس لیئے وقوف فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے بارے میں ہدایات دی ہیں۔(خصائص کبریٰ، جلد اول، صفحہ ۹۰ بحوالہ مسند حسن، معجم بغوی ، الصحابه

للباوردی عنه ﷺ)

اقول: اگر آپ ﷺ کے متعلق ان کا یہ نظریہ زمانۂ جاہلیت میں تھا تو زمانہ قبل از اعلانِ نبوت میں اس شان سے آپ ﷺ کا شہرہ ثابت ہوا۔ اسلام لانے کے بعد ان صحابہ نے یہ نظریہ قائم کیا تو یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا یہی عقیدہ تھا کہ اس زمانہ میں آپ پر وحی خفی کا نزول ہوتا تھا۔ وللہ الحمد۔

دلیل نمبر ۱۴ تا ۱۹ (تصریحات ائمہ وعلماءِ اسلام):

۱۴: امام ابوبکر احمد بن حسین آجری (متوفی ۳۶۰ھ) علیہ الرحمۃ **سے:** ''الهمه مولاه عبادته وحده لاشريك له ليس للشيطان اليه سبيل يتعبد بمولاه الكريم خالصا حتى نزل عليه الوحى وامر بالرسالة ''یعنی مولیٰ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی ذات وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے طریقے القاء فرمائے جس میں شیطان کا کوئی دخل ناممکن تھا۔ حضور اپنے مولیٰ کریم کی خالص عبادت فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ پر وحی جلی اتری اور آپ کو رسالت (تبلیغ احکام) پر مأمور فرمایا گیا۔

ملاحظہ ہو۔ (کتاب الشریعة صفحہ ۴۵۱ طبع بیروت)۔

۱۵: علامہ علی القاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ **سے:**۔ علامہ رحمہ اللہ قونوی شرح عمدۃ النفسی کے حوالہ سے آپ ﷺ کی قبل از اعلان نبوت عبادت کے تناظر میں رقم طراز ہیں: ''كان فى مقام النبوة قبل الرسالة وكان يعمل بماهو الحق الذى ظهر عليه فى مقام نبوته بالوحى والكشوف الصادقة من شريعة ابراهيم عليه الصلاة والسلام وغيرها'' یعنی شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام کی آمد (حکم تبلیغ) سے پہلے آپ ﷺ مقام نبوت پر فائز تھے اور مقام نبوت پر ہونے کے باعث آپ عبادت بھی وحی اور سچے کشفوں کی بناء پر فرماتے تھے جب کہ وہ وحی اور سچے کشف، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر رسل کرام علیہم السلام کی غیر محرف شریعتوں کے موافق ہوتے تھے۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع کراچی)۔

اس سے تھوڑا سا پہلے علامہ رازی کا کلام پیش کر کے لکھا ہے:۔''وهو المختار عند المحققين من الحنفية ''یعنی محققین احناف کا مختار بھی اس حوالہ سے یہی ہے کہ آپ ﷺ قبل از اعلان نبوت کسی شرع کے پابند نہ تھے۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰)۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مذہب جمہور بتایا ہے آپ کے لفظ ہیں: ''ان العلما اختلفوا هل كان ﷺ قبل بعثته متعبدا بشرع من قبله اولا فقال الجمهور لم يكن متعبدا بشئى (الىٰ) وهو الذى عليه الجمهور (الىٰ) اذلو كان شئى لنقل ''یعنی علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ اپنے بعثت

سے پہلے، پہلی کسی شریعت کے پابند تھے یا نہیں؟ تو اس بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ آپ سابقہ کسی شریعت کے پابند نہیں تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو متعلقہ شریعت والوں کی جانب سے اسے فخریہ نقل کیا جاتا۔ ملاحظہ ہو:
(الفتاویٰ الحدیثیہ صفحہ ۵۳ طبع کراچی)۔

نیز ملاحظہ ہو: حجة الله على العالمين للنبهانی صفحه ۲۷۰، ۲۷۱ مانصه۔ ''ذهب اکثر المتكلمين وبعض الفقهاء من اصحاب الشافعي وابي حنيفة الى انه لم يكن متعبدا بشئى من الشرائع''۔ نیز فتاویٰ شامی جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۶۷، ۳۶۳ طبع کوئٹہ۔

معلوم ہوا کہ جمہور ائمہ متکلمین نیز فقہاء محققین خصوصاً محققین احناف اسی کے قائل تھے کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ پر وحی اترتی تھی جس کے مطابق آپ عبادت فرماتے تھے۔

علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس سلسلہ کی ایک اور عبارت ملاحظہ کیجئے: ''غايته انه كان قبل البعثة على تلك الحالة الجامعة بطريق الاجمال وبعد على وجه التفصيل فى مراتب الكمال'' زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بہ طریق اجمال اس جامع کیفیت پر تھے اور اس کے بعد بہ طریق تفصیل مراتب کمال پر جلوہ گر ہوئے۔ (شرح الشفاء جلد ۴ صفحہ ۱۵۰)۔

۱۴: علامہ سید محمود الوسی بغدادی حنفی (متوفی ۱۲۷۰ھ) **سے**: ''وكان له عليه الصلاة والسلام فى كل حال من احواله فيها نوع من الوحى'' یعنی زمانہ قبل از اعلانِ نبوت میں بھی آپ ﷺ پر کسی نہ کسی شکل میں وحی کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ ملاحظہ ہو۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۱۳ صفحہ ۶۲ پارہ ۲۵ طبع ملتان)۔

نیز لکھا ہے: ''انه ﷺ لم يزل موحى اليه وانه عليه الصلاة والسلام متعبدا بما يوحى اليه الا ان الوحى السابق على البعثة كان القاءً ونفثاً فى الروع'' یعنی آپ ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا نیز یہ کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام عبادت بھی اسی کے مطابق کرتے تھے جو آپ پر وحی کی جاتی تھی۔ فرق یہ ہے کہ بعثت سے پہلے اترنے والی وحی القاء اور نفث فى الروع کی قسم کی تھی۔ (بعد بعثت وحی جلی تھی)
ملاحظہ ہو۔ (روح المعانی پارہ ۲۵ جلد ۱۳ صفحہ ۸۲)۔

۱۷: حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: سورۂ انعام کی آیت کے الفاظ۔ مَا اُوْحِىَ اِلَيْكَ کے تحت لکھتے ہیں: ''حضور ﷺ اس آیت سے پہلے بھی اتباع کر رہے تھے حتیٰ کہ بی بی حلیمہ کا داہنا پستان شریف چوسنا، بایاں نہ چوسنا، حلیمہ کے ہاں بچوں کے ساتھ کھیلنے سے انکار فرما دینا، پانچ چھ سال کی عمر شریف میں بتوں کے نام ذبیحہ کا گوشت نہ کھانا، حلیمہ کے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے جانا اور یہ فرمانا کہ جب ہم

کھانے میں برابری کرتے ہیں تو کمانے میں بھی برابری کریں گے یہ سب اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ پر عمل تھا۔ وحی الٰہی اس زمانہ سے بلکہ اس سے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ سے مراد صرف قرآن مجید نہیں بلکہ حضور ﷺ کی ساری وحی مراد ہے خواہ وہ قرآن ہو یا حضور کا الہام یا حضور کے دل میں القاء یا حضور کا خواب۔ بلکہ حضور کی وہ اطلاع جو صحابہ کرام کو خواب کے ذریعہ ہو جیسے نماز کی اذان جو صحابہ کرام کے خواب کے ذریعہ حضور کو بتائی گئی (الی) بہت سے احکام وہ ہیں جو قرآن کریم کے نزول سے پہلے حضور نے جاری فرمادیئے جیسے حکم وضو یا حکم غسل کہ قرآن کریم نے وضو اور غسل کا حکم نماز کی فرضیت کے برسوں بعد دیا مگر حضور انور نے اس پر عمل پہلے ہی کیا اور کرایا۔ الخ'' ملاحظہ ہو۔ (تفسیر نعیمی پارہ ۷ صفحہ ۸۰۹ طبع قدیم)۔

۱۸: حضرت غوث وقت سیدنا عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ **سے**:''فان جمیع القرآن انزل علی النبی ﷺ فی ذلك الموضع وھو المراد بقولہ **شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ**'' (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۲۵۹) یعنی نبی ﷺ پر یکدم پورا قرآن مجید غارِ حراء میں نازل کیا گیا تھا۔ **شَھْرُ رَمَضَانَ** الخ میں اسی کا بیان ہے۔ حضرت شیخ اکبر کے ارشاد میں قبل جبریل علیہ السلام کے لفظ بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۹: حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ **سے**:''انہ ﷺ اعطی القرآن محملا قبل جبریل علیہ السلام من غیر تفصیل الآیات والسور'' یعنی جبریل علیہ السلام کے وحی جلی کے لانے سے بھی پہلے آپ ﷺ کو اجمالی طور پر پورا قرآن دے دیا گیا تھا جبریل علیہ السلام اس کے بعد سورتوں اور آیتوں کی تفصیل لاتے رہے۔ (روح المعانی' جلد ۱۳' صفحہ ۵۸ طبع ملتان)۔

اقول: یعنی یہ اکابر صوفیاء کرام قبل از اعلان نبوت، وحی خفی در کنار من وجہ وحی جلی کے نزول کے بھی قائل تھے پھر اگرچہ یہ کشفی امر ہے تاہم اس کے رد میں کوئی صریح شرعی دلیل بھی نہیں ہے جو صوفیاء کرام خصوصاً شیخ اکبر کا دم بھرنے والوں کے لیے بہر حال حجت ہے۔ وللہ الحمد۔ اب پڑھئے آپ ﷺ کے چالیس سال سے پہلے نبی ہونے کے بقیہ دلائل۔

دلیل نمبر ۲۵۲ (بحوالہ تعریف نبی از امام شعرانی وغیرہم):

کچھ علماء نے نبوت کی تعریف ان الفاظ سے فرمائی ہے:''ھو خطاب اللہ تعالی شخصا بقولہ انت رسولی واصطفیتك لنفسی'' یعنی نبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے کہے تو میرا پیغمبر ہے اور میں نے تمہیں اپنے لیے منتخب فرمایا ہے۔ (الیواقیت والجواھر' صفحہ ۲۳۳ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

اقول: اس تعریف کی رُو سے بھی آپ ﷺ کا ولادت باسعادت سے اعلان نبوت تک کے زمانہ

میں بھی نبی ہونا ثابت ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی ولادت سے بھی پہلے ان لفظوں سے خطاب فرما چکا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے حوالہ سے کتاب ہذا کے باب پنجم دلیل نمبر ۳۰ میں جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا یہ ارشاد گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات شریف میں حضور کی جو شان رکھی اور بیان فرمائی اس میں یہ لفظ بھی تھے "انت عبدی ورسولی "یعنی محبوب! آپ میرے بندۂ خاص اور میرے پیغمبر ہیں۔ (جواہر البحار' جلد اول' صفحہ ۷' بحوالہ الشفاء للقاضی عیاض عن صحیح البخاری)۔

اقول: "رسولی" کے لفظوں کو "انت" سے ملائیں تو یہ "انت رسولی "ہوا نیز "عبدی" کے الفاظ کو بغور دیکھیں تو ان سے "اصطفیتك لنفسی " کا مفہوم واضح ہوا۔ علاوہ ازیں صفت اصطفاء کے ثبوت کے خصوصی حوالے بھی ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر باب چہارم میں آ چکا ہے۔

دلیل نمبر ۱۰۳ (وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ):

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو ایک ورد تعلیم فرمایا جس میں یہ الفاظ تھے: "امنت بکتابك الذی انزلت و نبیك الذی ارسلت الخ "میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر ایمان لایا جنہیں تو نے بھیجا۔ لیکن صحابی نے "ونبیك" کی بجائے "ورسولك" پڑھا یعنی تیرے رسول پر ایمان لایا جنہیں تو نے بھیجا تو آپ نے انہیں ٹوکتے ہوئے "ونبیک" کے لفظ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ (ملخصاً) (صحیح بخاری جلد ۲' صفحہ ۹۳۴' طبع کراچی عن البراء رضی اللہ عنہ)۔

اقول: گویا اس سے آپ ﷺ نے اس حقیقت کی طرف رہنمائی فرمائی کہ ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک آپ نبوت پر فائز تھے اس کے بعد اس دنیا کے اعتبار سے منصب رسالت پر جلوہ گری کا ظہور فرمایا جو "نبیك" اور "ارسلت" سے خوب ظاہر ہے۔

دلیل نمبر ۱۰۴ (نَقُوْمُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ):

زمانہ قبل از اعلانِ نبوت کے ایک واقعہ میں ہے: "فسمع ملکین خلفه واحدهما یقول لصاحبه اذهب بنا نقوم خلف رسول اللهﷺ "یعنی مطاف کعبہ میں دو فرشتے آپ ﷺ کے جانب پشت میں کچھ فاصلہ پر کھڑے تھے آپ ﷺ نے ان کی گفتگو سنی تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہہ رہا تھا' چلیں رسول اللہ ﷺ کے قریب آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ' جلد اول' صفحہ ۹۰' بحوالہ ابویعلیٰ' ابن عدی، بیهقی، ابن عساکر عن جابر بن

عبداللہ رضی اللہ عنہما)۔

دلیل نمبر۱۵۵ (سَیَکُوْنُ فِیْ بَلَدِ کُنَّ نَبِی):

یہ اس وقت کی بات ہے کہ آپ ﷺ کی عمر شریف ابھی پچیس برس بھی نہیں ہوئی تھی۔ عورتیں ایک تقریب میں تھیں، وہاں ایک بت تھا اچانک بت کے اندر سے آواز آئی: ''یانساء تیما انہ سیکون فی بلد کن نبی یقال لہ احمد یبعث برسالۃ اللہ فایما امرأۃ استطاعت ان تکون زوجا لہ فلتفعل'' عورتو! تمہارے شہر میں عنقریب ایک نبی کا اللہ کے رسول ہونے کی صورت میں ظہور ہوگا تو تم میں سے جس سے ہوسکے وہ کوشش کرکے ان کی ازواج میں شامل ہو۔ عورتوں نے اسے کنکر مارے اور گالیاں دیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے اسے اپنے دل میں رکھ لیا۔ بالآخر حضور کی زوجیت میں آئیں، ﷺ (ملخصاً)۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۹۲ بحوالہ ابن سعد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

اقول: یعنی پتھر کے بتوں تک حضور کو قبل از اعلان نبوت نبی مان گئے، نہ معلوم چلنے پھرنے والے بتوں کو یہ مسئلہ کیوں نہ سمجھ آسکا؟

دلیل نمبر۱۵۶ (حرف آخر ''فیصلہ نبویہ و عقیدہ صحابہ''):

آخر میں مہر تصدیق کے طور پر اس بارے میں خود رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے جو حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے انکار پر فیصلہ فاروق اعظم ﷜ کی تلوار کرتی ہے۔

چنانچہ باب سوم میں یہ حدیث مفصلاً لکھی جاچکی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مل کر رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کی: ''متیٰ وجبت لک النبوۃ'' وفی روایۃ ''متیٰ کنت نبیا'' وفی اخریٰ ''متیٰ استنبئت'' یارسول اللہ! آپ نبی کب سے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''وادم بین الروح والجسد'' میں اس وقت بھی نبی تھا جب ابوالبشر آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے۔ (یعنی ابھی معرض وجود میں نہیں آئے تھے) اھ۔ (رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب۔ جلد دوم صفحہ ۲۰۱ طبع دہلی)۔ ورواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن میسرۃ الفجر وابن سعد عن ابن ابی الجدعاء والطبرانی عن ابن عباس وقال السیوطی ھذا حدیث صحیح۔ (الجامع الصغیر جلد دوم صفحہ ۹۶ طبع مکتبہ اسلامیہ سمندری)

نیز الخصائص الکبری جلد اول صفحہ ۳،۴ طبع نوریہ رضویہ لائل پور بحوالہ احمد والبخاری فی التاریخ والطبرانی والحاکم والبیہقی وابونعیم والبزار وابن سعد عن میسرۃ الفجر والعرباض بن ساریۃ وابی ہریرۃ

وابن عباس والفاروق الاعظم وعامر الشعبی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نیز مشکوۃ المصابیح صفحہ۵۱۳ بحوالہ جامع الترمذی طبع اصح المطابع کراچی)۔

اقول: آپ ﷺ سے یہ سوال صحابہ کرام نے کیا جن کے سامنے کم از کم ان سے ماضی قریب میں حضرت نے (علی الصحیح الراجح) چالیس سال کی عمر شریف میں اعلان نبوت فرمایا جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ بھی یہی تھا کہ نبی بننا اور ہے خود کو ظاہر کرنا چیزے دیگر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ آپ نے اعلان نبوت کب فرمایا بلکہ پوچھا کہ آپ کو نبوت کب ملی پس اسی پس منظر میں آپ ﷺ کا مذکورہ الفاظ (وآدم بین الروح والجسد) سے جواب اس پر صریحاً دال ہے کہ آپ نے بعد از ولادت تا اعلان نبوت کے عرصہ کو بھی (نفی نہ فرما کر) اس میں شامل فرمایا جس کا گویا آپ سے مطالبہ کیا گیا جب کہ معرض بیان میں سکوت، بیان ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث ہذا اپنے عموم کے حوالہ سے زمانہ قبل از اعلان نبوت کو بھی شامل ہوئی۔ بناء بریں زمانہ قبل از اعلان نبوت کا اس سے خارج کرنا، یا استثناء کرتے ہوئے اس کی نفی کرنا، تخصیص ہے جو دعویٰ ہے اور مخصص، مدعی ہے جب کہ دلیل کا لانا وظیفۂ مدعی ہے اس لیئے زمانۂ قبل از اعلانِ نبوت کو عموم حدیث سے جو خارج سمجھے اس کی دلیل پیش کرنا اسی کے ذمہ ہے۔

ہمارے مطالعہ کے مطابق ایسی کوئی ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث نہیں ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ میں بعد از ولادت تا اعلان نبوت، نبی نہیں تھا یا یہ فرمایا گیا ہو کہ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھا اس کے بعد میری نبوت سلب کر لی گئی یا معطل کر دی گئی۔ (نعوذ باللہ) یہاں تک کہ میری ولادت ہوئی پھر چالیس سال تک تعطلی رہی یا چالیس سال کی عمر تک بالقوۃ نبی رہا اور اس کے بعد تحقیقاتیوں کی مہربانی سے بحال ہوا یا بالفعل نبی قرار پایا۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔ (ومن ادّعی فعلیه البیان بالبرهان ثم ان علینا جوابه ان شاء الله الرحمن).

ھمنا دلیل نمبر ۱۸۷ (ائمہ شان وعلماء اسلام کا مسئلہ ہذا کے لیے حدیث ہذا سے استدلال):

بکثرت ائمہ شان اور علماء اسلام نے حدیث ہذا کو حضور نبی کریم ﷺ کے بعد از ولادت باسعادت وقبل از اعلان نبوت، بمعنیٰ حقیقی نبی ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ جو بذات خود مستقل دلیل ہے۔ بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں: یہاں کتب کے نام ونشانات صفحہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ عبارات باب ہشتم میں آ رہی ہیں۔

۱۔ تمہید امام ابوشکور سالمی صفحہ ۷۶ طبع حزب الاحناف لاہور باہتمام حضرت خلیفہ اعلیٰ حضرت سید ابو

البرکات احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۔ تفسیر روح المعانی پارہ ۲۵، الشوریٰ جلد ۱۳ صفحہ ۶۰، ۹۲ طبع ملتان، از علامہ سید محمود الوسی بغدادی علیہ الرحمہ۔

۳۔ شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع کراچی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد سوم صفحہ ۳۰۸ طبع ملتان، شرح الشفاء جلد اول صفحہ ۲۲۵، طبع مصر از علامہ علی القاری رحمہ اللہ۔

۴۔۵۔ لطائف المعارف صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴ طبع بیروت از علامہ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ سبل الھدیٰ جلد ششم صفحہ ۶۳، از امام صالحی علیہ الرحمہ۔

۶۔ طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ صفحہ ۲۱۹ طبع ضیاء القرآن لاہور، از علامہ سید ابوالحسنات محمد رحمہ اللہ علیہ برادر اکبر حضرت سید ابوالبرکات۔

۷۔ بشیر القاری شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۲۶، طبع ملتان، از علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ، تلمیذ صدر الشریعہ واستاذ محترم قائد ملت علامہ نورانی۔

۸۔ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول صفحہ ۱۳، ۱۴ طبع لاہور، از علامہ جلال الدین امجدی تلمیذ رشید حضرت صدر الشریعہ صاحب بہارِ شریعت۔

۹۔ رسائل نعیمیہ صفحہ ۴۷۲، ۴۷۳ نیز تفسیر نعیمی جلد ہفتم صفحہ ۶۰۳، جاء الحق صفحہ ۴۴۳ از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی تلمیذ ومرید رشید حضرت صدر الافاضل رحمہما اللہ تعالیٰ۔

۱۰۔ ضیاء میلاد النبی ﷺ مطبوعہ ضیاء طیبہ کراچی، از استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول علامہ محمد منظور احمد فیضی سعیدی رحمۃ اللہ علیہ۔ تلمیذ غزالیٔ زماں۔

۱۱۔ اثبات علم الغیب جلد اول صفحہ ۵۱، از علامہ غلام فرید ہزاروی سعیدی علیہ الرحمہ تلمیذ غزالیٔ زماں۔

۱۲۔ علم القرآن صفحہ ۳۰، از علامہ الشاہ ابوالنصر منظور احمد صاحب مدظلہ العالی تلمیذ رشید حضرت غزالیٔ زماں علیہ الرحمہ والرضوان۔

۱۳۔ تبیان القرآن جلد ۱۲ صفحہ ۸۴۳، ۸۴۸، از علامہ غلام رسول سعیدی، معتمد خاص واستاذ بھائی مصنف تحقیقات (وغیرہم)۔

۱۴۔ امام علامہ محمد بن جعفر الکتانی جلاء القلوب، صفحہ ۳۸۵، از امام علامہ نابلسی رحمہما اللہ تعالیٰ۔

۱۵۔ بلکہ خود مصنف تحقیقات بھی بڑی شد ومد کے ساتھ مسئلہ ہذا کے لیے اس حدیث سے استدلال

کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (تنویر الابصار صفحہ ۲۲، ۲۳ مطبوعہ ۱۹۸۵ء)۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

(بعد از ولادت وقبل از اعلانِ نبوت نبی ہونے پر تصریحات ائمہ وعلماءِ اسلام)

دلیل نمبر ۱۵۸ تا ۲۹۵:

بطور نمونہ بعض تصریحات وعبارات بلا تبصرہ حسب ذیل ہیں۔ جن میں سے ہر ایک عبارت مستقل دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۵۸: امام ابوبکر آجری شافعی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: "ان نبینا محمدا ﷺ لم یزل نبیا من قبل خلق آدم یتقلب فی اصلاب الانبیاء وابناء الانبیاء بالنکاح الصحیح حتیٰ اخرجه الله عزوجل من بطن امه (الی) حتٰی نزل علیه الوحی وامر بالرسالة "یعنی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے سے لے کر اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ نبی رہے آپ ہر دور میں اصلاب انبیاء اور اصلاب ابناء انبیاء علیہم السلام سے ارحام امہات میں نکاح صحیح سے منتقل ہوئے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے بطن پاک سے ظاہر فرمایا۔ (الیٰ) یہاں تک کہ آپ پر وحی جلی اتری اور آپ کو تبلیغ احکام کا حکم دیا گیا۔ اھ۔ (ملخصاً بلفظہ) ملاحظہ ہو۔ (کتاب الشریعه صفحہ ۳۵۱ طبع بیروت)۔

۱۵۹: شیخ کبیر حضرت علامہ عبدالکریم جیلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: "فلم یغفل عن الله تعالٰی طرفة عین ولافی الارحام والاصلاب لانه کان نبیا وهو فی الارحام والاصلاب والنبی لایغفل عن الله تعالٰی الخ۔ یعنی آپ ﷺ پلک جھپکنے کی دیر جتنا بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوئے حتیٰ کہ جب ارحام واصلاب میں تھے تو بھی غافل نہیں ہوئے کیوں کہ آپ جب ارحام واصلاب میں تھے تو بھی اللہ کے نبی تھے جب کہ نبی اللہ سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ (جواہر البحار جلد اوّل صفحہ ۲۵۱)۔

۲۶۰: امام ابو شکور سالمی حنفی علیہ الرحمہ **سے**: "لان النبی کان نبیا قبل البلوغ وقبل الوحی کماانه نبی بعد الوحی وبعد البلوغ والدلیل علیه قوله تعالیٰ فی قصة عیسیٰ علیه السلام وکان فی المهدصبیا، وجعلنی نبیاالخ" (تمہید صفحہ ۶)۔

نیز "روی عن رسول الله ﷺ انه سئل متیٰ کنت نبیا قال کنت نبیا وادم بین الماء والطین" ۔صفحہ ۶۷)۔

"ولان النبوة امر ثابت قبل الوحی من الانبیاء" ۔(صفحہ ۷۶)

یعنی نبی بلوغ کی عمر کو پہنچنے نیز وحی جلی کے اترنے سے پہلے بھی نبی ہوتا ہے جیسا کہ بلوغ اور وحی کے بعد نبی ہوتا ہے کیوں کہ نزول وحی سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت ایک حقیقت ثابتہ ہے جس کی دلیل قصہ عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا** نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان: کنت نبیا الخ ہے۔

۲۶۱-۲۶۲: امام سبکی شافعی و امام سیوطی شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ **سے**: ''وانما یتأخر البعث والتبلیغ وکل ماله من جهة الله تعالیٰ ومن جهة تأهل ذاته الشریفة وحقیقته معجل لاتأخیر فیه وکذالك استنباؤه وایتاؤه الکتاب والحکم والنبوة وانما المتأخر تکونه وتنقله الیٰ ان ظهر ﷺ''۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴، ۵ بحوالہ التعظیم والمنة) عبارت کا مفہوم و ترجمہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

۲۶۳: امام ابن رجب حنبلی علیہ الرحمۃ **سے**: حدیث عرباض رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''بل قد یستدل بهذا الحدیث انه ﷺ ولد نبیا فان نبوته وجبت له من حین اخذ المیثاق منه حیث استخرج من صلب آدم علیه السلام فکان نبیا من حینئذ لکن کانت مدة خروجه الی الدنیا متأخرة عن ذلك وذلك لایمنع کونه نبیا قبل خروجه کمن یولی ولایة ویؤمر بالتصرف فیهما فی زمن مستقبل فحکم الولایة ثابت له من حین ولایة وان کان تصرفه یتأخرالیٰ حین مجئ الوقت '' خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ پیدائشی نبی ہیں جس کی دلیل حدیث عرباض وغیرہ ہے باقی آپ کا ظہور بعد میں ہونا آپ کے نبی ہونے کے منافی نہیں۔ (ملخصاً) (لطائف المعارف صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴)۔

۲۶۴: امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ **سے**: علامہ ابن رجب کی منقولہ بالا عبارت کو استناداً نقل کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: ''ویستدل بخبر الشعبی وغیره مما تقدم فی الباب السابق علی انه ﷺ ولد نبیا '' یعنی روایت شعبی وغیرہ (وادم بین الروح والجسد) اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ پیدائشی نبی ہیں۔ (سبل الهدیٰ جلد اول صفحہ ۸۳ نیز جلد ششم صفحہ ۶۳ نحوہ)۔

نیز فرماتے ہیں: لما ولد عیسیٰ قال انی عبد الله اتانی الکتاب وجعلنی نبیا فاخبر عن نفسه بالعبودیة بالعبود به والرسالة ونبینا ﷺ وضع ساجداً وقد خرج معه نور اضاء له مابین المشرق والمغرب وقبض قبضة من تراب ورفع رأسه الی السماء وکانت عبودیة عیسیٰ علیه السلام المقال وعبودیة محمد ﷺ الفعال ورسالة عیسیٰ علیه السلام بالاخبار ورسالة محمد ﷺ بظهور

الانوار''۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بعد پیدائش زبان مبارک سے فرمایا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ جب کہ ہمارے نبی ﷺ نے پیدا ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کو سجدہ فرمایا، آپ کے ساتھ ایسا نور ظاہر ہوا جس نے مشرق ومغرب کے مابین کو روشن کر دیا۔ آپ نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور آسمان کی طرف سر مبارک کو اٹھا کر دیکھا۔ فرق واضح ہے کہ عبودیت عیسیٰ علیہ السلام جو اس وقت ظاہر ہوئی قولیہ تھی جب کہ حضرت علیہ السلام کی عبودیت عملیہ تھی نیز رسالت عیسی علیہ السلام اِخبار سے اور ہمارے حضرت ﷺ کی رسالت ظہور انوار سے منصۂ شہود پر آئی۔ (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۴۳)۔

۲۶۵-۲۶۶: امام علامہ نابلسی حنفی اور علامہ کتانی رحمہما اللہ تعالیٰ **سے**: امام علامہ محمد بن جعفر کتانی، امام علامہ سید عبد الغنی نابلسی حنفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''فکان نبیا ورسولا بالفعل عالما بنبوته ورسالته فی عالمی الحقائق والارواح کما مر ثم فی عالم الاجسام والذر واتصلت نبوته بجمیع الخلائق من غیر انقطاع الی زمن وجود جسده المکرم فبعث بجسده فی عالم الاجسام (الی) وبه یفهم معنی قوله علیه الصلاة والسلام کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد''۔

خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ عالم حقائق سے لے کر عالم اجساد میں جلوہ گر ہونے تک ہر جہان میں برابر سے کسی انقطاع کے بغیر ہمیشہ ہمیشہ بالفعل نبی رہے۔ حدیث کنت نبیا وادم بین الروح والجسد بھی اس کی دلیل ہے۔ (جلاء القلوب جلد اول صفحہ ۳۸۵ طبع بیروت) نیز الحدیقة الندیه جلد اول صفحہ ۲۹، ۳۰ سے بھی یہ مستفاد ہوتا ہے۔

۲۶۷: علامہ سید محمود الوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت کا حوالہ دے کر ارقام فرماتے ہیں: ''واذا کان بعض اخوانه من الانبیاء علیهم السلام قد اوتی الحکم صبیا ابن سنتین او ثلاث فهو علیه الصلاة والسلام اولی بان یوحی الیه ذلك النوع من الایحاء صبیا ایضاً ومن علم مقامه ﷺ وصدق بانه الحبیب الذی کان نبیا وادم بین الماء والطین لم یستبعد ذلك فتأمل۔ یعنی جب آپ کے ہم مشن بعض انبیاء علیہم السلام بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں منصب نبوت پر فائز کئے گئے تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ پر بھی بچپن میں اس طرح کی وحی کی جائے جو آپ ﷺ کے مقام سے واقف اور آپ کی اس فضیلت کو مانتا ہے کہ آپ اللہ کے وہ حبیب ہیں جو اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے تو وہ اسے کبھی مستبعد نہیں سمجھ سکتا۔ تو سوچ لیجئے۔ (روح المعانی جلد ۱۳ صفحہ

۶۰، پارہ ۲۵ الشوریٰ طبع ملتان)۔

۲۶۸: علامہ علی القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ **سے**:۔ اس امر کی مکمل بحث کے بعد کہ آپ ﷺ قبل از اعلان نبوت، سابق شرائع میں سے کسی شریعت کے پابند نہیں تھے۔ لکھتے ہیں: ''وفیه دلالة علیٰ ان نبوته لم تکن منحصرة فیما بعد الاربعین کما قال جماعة بل اشارة الیٰ انه من یوم ولادته متصف بنعت نبوته الخ ''یعنی کسی سابقہ شریعت کا پابند ہونے کی بجائے آپ ﷺ کا وحی پر عامل ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ چالیس سال کے بعد نبی نہیں بنے بلکہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اپنے یوم پیدائش سے وصف نبوت سے متصف اور نبی تھے۔ علماء کا ایک گروہ اسی کا قائل ہے۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع کراچی)۔

نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (جلد سوم صفحہ ۳۰۸) میں نقل فرمایا: ''ویحتمل ان یکون نبیا قبل اربعین غیر مرسل '' یہ معنیٰ بھی ہوسکتا ہے کہ چالیس سال تک آپ نبی تھے اس کے بعد منصب رسالت پر فائز ہوئے۔ (ملخصاً)

نیز اپنی آخری کتاب شرح الشفاء (جلد اول صفحہ ۲۲۵) میں لکھتے ہیں: ''ان اعطاء النبوة فی سن الاربعین غالب العادة الالٰهیة وعیسیٰ ویحیٰ علیهما السلام خصا بهذه المرتبة الجلیلة کما ان نبینا ﷺ خص بما ورد عنه من قوله کنت نبیا وان ادم لمنجدل بین الماء والطین ''یعنی با قاعدہ سے منصب نبوت پر فائز فرمانے کے حوالہ سے سنتِ الٰہیہ یہ رہی کہ اس کے لیئے چالیس سال کی عمر رکھی گئی مگر حضرت عیسیٰ و یحیٰ علیہما السلام اور ہمارے نبی ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ حضرت عیسیٰ و یحیٰ علیہما السلام کو یہ رتبہ جلیلہ ان کے بچپن میں جب کہ ہمارے نبی ﷺ کو اس وقت عطا ہوا جس کا ذکر آپ کے اس ارشاد کنت نبیا الخ میں ہے۔ یعنی میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی معرض وجود میں نہیں آئے تھے۔

۲۶۹: شیخ محقق حنفی، علامہ جامی حنفی، علامہ کاشفی حنفی رحمہم اللہ تعالیٰ **سے**: ان حضرات نے بالترتیب مدارج النبوۃ، شواہد النبوۃ اور معارج النبوۃ کے نام سے سیرت طیبہ پر کتب تحریر فرمائیں۔ جن میں بعد از ولادت باسعادت تا اعلان نبوت کے حالات مبارکہ بھی شامل ہیں۔ کتب کے نام سے ظاہر ہے کہ انہوں نے ان حالات مبارکہ کو نبوت کا حصہ قرار دیا ہے جس سے مانحن فیہ پر روشنی پڑتی ہے۔

۲۷۰-۲۷۱: امام قاضی عیاض مالکی اور علامہ نبہانی شافعی رحمۃ اللہ علیہما **سے**: آپ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پکار پکاری گئی کہ: ''قبض محمد ﷺ علیٰ مفاتیح النصرة ومفاتیح الربح ومفاتیح النبوة ''سنو! محمد (ﷺ) نے مدد، نفع اور نبوت کی چابیوں

پر کنٹرول حاصل کرلیا ہے۔ (جواہر البحار جلد اول صفحہ ۸۳ بحوالہ الشفاء نیز حجة الله علی العالمین صفحہ ۲۲۴)۔

۲۷۲: علامہ اسماعیل حقی حنفی علیہ الرحمہ **سے:** ''ان الله اکرمه بالسجدة عندالولادة والشهادة بانه رسول الله ﷺ'' اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ اعزاز بخشا کہ آپ نے اپنی ولادت باسعادت کے وقت اللہ تعالیٰ کو سجدہ فرمایا اور اس امر کی گواہی دی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ﷺ۔ (جواهر البحار جلد دوم صفحہ ۲۳)

۲۷۳: امام زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ **سے:** لکھتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے وقت ولادت باسعادت یہ الفاظ ارشاد فرمائے: ''لااله الا الله وانی رسول الله'' اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں بلا شبہ اللہ کا رسول ہوں۔ (زرقانی شرح مواهب جلد ہفتم صفحہ ۱۹۰)۔

۲۷۴: شیخ محقق حنفی رحمۃ اللہ علیہ **سے مزید:** تکمیل الایمان (مترجم اردو صفحہ ۱۱۶ طبع مکتبہ نبویہ لاہو) میں فرماتے ہیں: ''انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کبھی معزول نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے جو مراتب ودرجات رسالت انہیں عطاء فرمائے ہیں وہ ان سے کبھی نہیں چھینتا'' اھ۔

اقول: مدراج جلد دوم صفحہ ۳ وغیرہ میں جگہ جگہ یہ تصریحات فرمائی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ اس جہان سے بالفعل نبی ہیں۔ دونوں عبارتوں کو ملا کر نتیجہ یہ ہوا کہ حضور کی وہ نبوت بعد از ولادت باسعادت بھی باقی رہی۔ بلکہ مصنف تحقیقات بھی اسے تسلیم کر چکے ہیں کہ شیخ اسی کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (تحقیقات صفحہ ۲۰۷)۔

۲۷۵: امام اہل سنت اعلیٰ حضرت حنفی قادری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ **سے:** دلیل نمبر ۸۷ کے تحت آپ کی یہ عبارت گذر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا اور یہ دعا فرمائی: ''رب هب لی امتی'' میرے مالک! میری امت کو میرے طفیل بخش دے۔

نیز فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۳۰ سے یہ بھی گذر چکا ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام پہلے بھی اور اب بھی حضور کے امتی ہیں۔

نیز یہ بھی گذر چکا ہے کہ امام اہل سنت شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے المعتقد میں سلب نبوت کے قول کو کفر اور قائل کو کافر قرار دیا۔ اعلیٰ حضرت نے حاشیہ میں اس پر تنقید نہ فرمائی.

نیز یہ بھی کہ سید عالم ﷺ کی نبوت تمام ادوار کو محیط ہے۔ وغیرہ۔

مزید سنئے: حدائق بخشش میں فرماتے ہیں:

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں ذکر آیات ولادت کیجئے

نیز

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا یاد اس کی اپنی عادت کیجئے

نیز

پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام

۲۷۶: حضرت صدر الشریعہ حنفی صاحب بہار شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے: آپ کے ارشادات بھی پیش کئے جا چکے ہیں کہ آپ سید عالم ﷺ کو عالم ارواح سے نبی مانتے نیز سلب نبوت کے قائل کو کافر سمجھتے ہیں۔

۲۷۷: مفتی اعظم ہند حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے: اپنے مجموعہ نعتیہ کلام ''سامان بخشش'' (صفحہ ۳۷) میں فرماتے ہیں: والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے۔

اور کسی نے یہ بھی کہا خواب میں مجھ سے، آمنہ
پیٹ میں تیرے امت کا سردار ہے اللہ اللہ

صفحہ ۳۷

نیز صفحہ ۹۹ پر فرماتے ہیں:

وقت ولادت تم نہیں بھولے وقت رحلت یاد ہی رکھے
اپنے بندے تم نے شاہا صلی اللہ علیک وسلم

۲۷۸: علامہ سید ابو الحسنات حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے: ''حضور ﷺ کمال نبوت پر اظہار نبوت سے قبل ہی پہنچ چکے تھے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا: کنت نبیا و آدم لمنجدل فی طینتہ ہم عہدۂ نبوت اس وقت حاصل کر چکے تھے جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔ (طیب الوردہ صفحہ ۲۱۹ طبع ضیاء القرآن لاہور)

۲۷۹: علامہ سید ابو البرکات احمد حنفی قادری (خلیفۂ اعلیٰ حضرت) سے: آپ تمہید ابی الشکور سالمی کو بہت پسند فرماتے تھے حتیٰ کہ اسے درس نظامی کے نصاب کا حصہ بنایا، طلباء کو اس کا درس دیتے تھے اور محرک تھے کہ جملہ مدارس میں اس کو پڑھایا جائے آپ نے اس کا اردو ترجمہ بھی فرمایا جو مکتبۂ قادریہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے جسے حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید صاحب کے حکم و خواہش کے مطابق تصحیح تام کے بعد اپنی زیر نگرانی شائع فرمایا تھا۔ تمہید کی اس سلسلہ کی عبارات ابھی گذری ہیں لہٰذا اسے مستند سمجھنے کے ناطے سے وہ حضرت سید صاحب کا قول بھی قرار پائیں۔ ایک عبارت ملاحظہ کیجئے:

صفحہ ۱۸۳ پر ترجمہ لکھا ہے: ''نبوت جیسا کہ ہم نے بیان کیا انبیاء سے نزول وحی سے قبل بھی ثابت ہوتی ہے الخ''۔

۱۸۰: علامہ شرف قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے: اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس سلسلہ میں یہی نظریہ تھا کہ آپ ﷺ ولادت باسعادت سے اعلانِ نبوت تک کے زمانہ میں بھی نبی تھے۔

۱۸۱: حضرت غزالئ زماں چشتی صابری قادری حنفی علیہ الرحمۃ والرضوان **سے:** امام اہل سنت ضیغم اسلام، محدث ومفسر اعظم حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعدد رسائل مبارکہ میں جگہ جگہ اس مسئلہ پر زور دیا ہے جن میں آپ کا رسالہ میلاد النبی ﷺ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ نیز ''خطبات کاظمی'' بھی لائق دید ہیں۔

۱۸۲: محدث پاکستان **علامہ سردار احمد چشتی صابری قادری** رحمۃ اللہ علیہ **سے:** پاسبانِ مسلک رضا قاسم فیض اعلیٰ حضرت حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسئلہ ہذا کے لیے حدیث ابی ہریرۃ اور حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہما سے استدلال فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فوائد دورۂ حدیث صفحہ ۶۲،۷۰)

نیز حاشیۂ مشکوٰۃ میں صراحۃً لکھا ہے عبارت باب ہشتم میں آرہی ہے۔

۱۸۳: حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ: مواعظ نعیمیہ (جلد اول صفحہ ۱۴۳ وعظ نمبر ۲۷ طبع گجرات) میں لکھا ہے: ''حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی پیدائش پاک اور رضاعت بلکہ خود آمنہ خاتون کے نکاح میں بہت عجائب وغرائب ہیں۔ اگر حضرت مسیح نے بچپن میں کلام فرمایا تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے فرمایا: ''رب ھب لی امتی'' اھ۔

نیز صفحہ ۱۴۳،۱۴۴ میں ہے: ''حضور کی برکت سے حضرت حلیمہ کی خچر نے حلیمہ کو جواب دیا کہ مجھ پر ختم المرسلین ہیں، یہ ان کی طاقت ہے کہ میری رفتار تیز ہے'' اھ۔

تفسیر نعیمی (جلد ششم صفحہ ۲۹۴) میں لکھا ہے: حضور ﷺ دنیا میں آکر رسول نہ بنے بلکہ رسول بن کر دنیا میں آئے۔ (الی) چالیس سال کی عمر شریف میں رسالت کا ظہور ہوا ہے نہ کہ رسالت کا وجود جیسے آج چھ بجے گجرات پر سورج کا طلوع ہو تو آفتاب کی ساری صفات پہلے سے موجود ہیں۔ گجرات پر ظہور چھ بجے ہے۔ الخ۔

اسی کے جلد چہارم صفحہ ۲۸۷ میں فرماتے ہیں: نیست کو ہست کرنا خلق کہلاتا ہے اور جو پہلے موجود ہو اسے اپنے کام یا پیغام کے لیے کہیں بھیجنا بعثت الخ۔

اسی کے جلد ہفتم صفحہ ۶۰ میں لکھتے ہیں: حضور کے لیے نبوت ایسی لازم ہے جیسے سورج کے لیے روشنی یا آگ کے لیے گرمی۔ حضور ہر حال میں نبی ہیں بلکہ حضرت حلیمہ کی گود میں جناب آمنہ کے شکم میں نبی ہیں بلکہ عالم ارواح میں نبی ہیں چالیس سال کی عمر شریف میں اعلان نبوت فرمایا۔ نبوت اور اعلان نبوت، اظہار نبوت

میں فرق ہے۔

رسائل نعیمیہ صفحہ ۴۷۲، ۴۷۳ میں (رسالہ درس القرآن میں درس آیت **اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ** میں) لکھتے ہیں: ''سورج ہر وقت چمک رہا ہے مگر زمین کے کسی حصہ میں دن ہے اور کسی پر رات، اور جہاں دن ہے وہاں بھی کبھی سویرا ہے کبھی دوپہر کبھی شام۔ یہ فرق آفتاب کی حرکتوں کا ہے نہ کہ اس کی تابشوں اور نورانیت کا۔ اسی طرح حضور کی ولادت، ہجرت، مکی مدنی ہونا، وفات پا جانا، یہ حضور کی آمد و روانگی کے نام ہیں ورنہ حضور ولادت سے پہلے بھی نبی ہیں اور ابدالآباد تک نبی ہیں۔ (الـــی) گویا رب فرما رہا ہے کہ تم تو چالیس سال کے بعد اپنی نبوت کا اعلان فرمانا مگر ہم پہلے ہی سے اعلان کرائے دے رہے ہیں سورج پیچھے نکلتا ہے مگر زہرہ تارا پہلے ہی اس کی آمد کی خبر دے دیتا ہے۔ (الی) غرضیکہ زمانہ نبوت اور ہے اور زمانہ ظہور نبوت کچھ اور'' اھ۔ ملخصاً بلفظہ۔

اس سلسلہ کی ایک عبارت تفسیر نعیمی جلد ہفتم سے دلیل نمبر ۲۰۴ کے اواخر میں پیش کی جا چکی ہے۔ اسے ادھر ہی ملاحظہ کیا جائے۔

۱۸۴: اجمل العلماء مفتی محمد اجمل سنبھلی حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ **سے**: ''ہمارے نبی اکرم ﷺ اپنے یوم ولادت ہی سے متصف بہ نبوت تھے''۔ (ردّ شہاب ثاقب صفحہ ۴۵۶، ۴۵۷)۔

۱۸۵: صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: ہم نے بجائے نبوت، ظہور اس لیئے کہا کہ غار حراء کی اس وحی سے نبوت کا ظہور شروع ہوا ہے ورنہ نبوت تو اس واقعہ سے ہزارہا سال پیشتر عالم ارواح میں عطا ہو چکی تھی۔ اس وقت تک حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے''۔ (بشیر القاری صفحہ ۲۶)۔

۱۸۶: علامہ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: ''چالیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر سرفراز ہوئے اگر اس کا مطلب یہ ہے تو صحیح ہے چالیس سال کی عمر میں تبلیغ کا حکم ہوا تو حضور نے اعلان نبوت فرمایا اور اگر یہ مطلب ہے کہ چالیس سال کی عمر سے پہلے وہ نبی نہیں تھے اور اس سے پہلے کی زندگی، نبوی زندگی نہ تھی تو غلط ہے۔ (الی) حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے بھی نبی تھے''۔

حضرت مفتی صاحب موصوف نے اس مقام پر سائل کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ جاہل نہیں ہے تو گمراہ ہے، گمراہ نہیں تو جاہل ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ فیض الرسول جلد اول صفحہ ۱۳، ۱۴ طبع لاہور)۔

۱۸۷: حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ **سے**: ''ثابت ہے کہ آپ ﷺ قبل بعثت بھی نبی تھے کسی نبی کے امتی نہ رہے''۔ (نزہۃ القاری جلد اول صفحہ ۲۴۱ طبع کراچی)

۱۸۸: استاذ العلماء علامہ فیضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ **سے**: آپ نے بھی اس مسئلہ پر بہت زور

دیا ہے کہ آپ ﷺ بعد از ولادت باسعادت تا اعلان نبوت بھی نبی تھے۔ تفصیل کے لیۓ ملاحظہ ہو آپ کا خطبہ مبارکہ ''ضیاء میلاد النبی ﷺ'' مطبوعہ انجمن ضیاء طیبہ کراچی۔ اس کے کچھ اقتباسات پہلے پیش کئے جا چکے ہیں۔

۱۸۹: مصنف شہیر علامہ فیض احمد اویسی صاحب علیہ الرحمہ سے: ''دنیا میں تشریف لاتے ہی سر سجدہ میں رکھ کر امت کی خیر و بھلائی کی دعا کی''۔ (پڑھا لکھا اُمی صفحہ ۵۰)۔

نیز صفحہ ۷۶ پر لکھا ہے: ''حضور نبی پاک ﷺ جملہ مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے اور اسی وقت سے نبوت سے نوازے گئے اور عالم دنیا میں تشریف لانے سے پہلے اور بعد کو بھی نبوت سے موصوف تھے۔ ہاں چالیس سال کی عمر میں نبوت کا اظہار و اعلان کیا۔ اس اظہار و اعلان سے پہلے (پیدائش سے لے کر تا اعلان) آپ کو اجمالی علم عطا کیا گیا تھا جوں جوں وقت آتا گیا آپ اس کا اظہار فرماتے گئے'' نیز صفحہ ۸۴،۲۔ نحوہ۔

۱۹۰: علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی سعیدی رحمۃ اللہ علیہ سے: ''قرآن کے نزول کے آغاز سے بھی بہت پہلے آپ ﷺ نبی تھے۔ (آگے آیت میثاق النبیین نیز حدیث کنت نبیا الخ سے استدلال کیا ہے) ملاحظہ ہو۔ (اثبات علم الغیب جلد اول صفحہ ۵۱)۔

۱۹۱: علامہ ابوالنصر الشاہ منظور احمد صاحب مدظلہ سے: ''جو رسول اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ فرما چکا ہو: ''کنت نبیا و ادم بین الماء الطین'' (الی) بھلا اسے اپنی نبوت میں تردد کیسے ہو سکتا ہے''۔ (علم القرآن صفحہ ۳۰)۔

۱۹۲: علامہ غلام رسول سعیدی صاحب سے: ''آپ کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی البتہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا''۔ (تبیان القرآن جلد ۱۲ صفحہ ۴۸۳) وغیرہ)۔

۱۹۳: علامہ مفتی محمد خاں قادری مدظلہ سے: فاضل شہیر اور معروف اہل قلم علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب جو مصنف تحقیقات سے تلمذ کی نسبت بھی رکھتے ہیں۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ مسئلہ ہذا میں سابقہ سیالوی صاحب کا خوب خوب ردّ بھی فرما رہے ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرا۔ شرح سلام رضا صفحہ ۳۹۲ طبع لاہور میں لکھتے ہیں: ''نبی ہر حال میں نبی ہوتا ہے خواہ وہ ماں کے شکم میں ہو''۔

۱۹۴: مولانا قاضی عبدالرزاق بھترالوی صاحب سے: ۔ قاضی صاحب بھی مصنف تحقیقات کے تلامذہ سے ہیں انہوں نے بھی اپنی کتاب ''تذکرۃ الانبیاء'' میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ نبی پہلے سے تھے اعلان بعد میں فرمایا۔ پرلطف امر یہ کہ قاضی صاحب نے یہاں تنویر الابصار سے بھی اقتباس لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس پر مستقیم رکھے۔

۲۹۵: امام علامہ ابوالفیض الکتانی سے: آخر میں ایک فیصلہ کن حوالہ لیجئے دنیائے عرب کے عظیم عالم دین، امام علامہ ابوالفیض محمد بن عبدالکبیر الکتانی نے پیش نظر مسئلہ پر ایک بہت عمدہ کتاب لکھ کر ان لوگوں کا سخت ردّ فرمایا ہے جو چالیس سال تک آپ کو نبی نہیں مانتے نیز اس پر مفصل کلام فرمایا ہے کہ جب آپ ﷺ نبی پہلے تھے تو چالیس سال کے بعد بعثت کا کیا مطلب ہے نیز یہ کہ حدیث ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' اپنے حقیقی معنیٰ پر ہے بعد ولادت باسعادت تا اعلان نبوت سمیت تمام ادوار اور جملہ ازمنہ کو شامل اور محیط ہے۔ اسی میں صفحہ ۱۵۴ پر فرماتے ہیں کہ ولادت باسعادت کے بعد اعلان نبوت تک آپ کو نبی نہ ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ ''ان النبوۃ التی البسها الله ایاہ سلبها'' کہ اللہ نے آپ کو جو نبوت عطا فرمائی تھی اس نے اسے آپ سے سلب کرلیا اور چھین لیا یعنی سلب نبوت چونکہ محال ہے لہٰذا صحیح یہی ہے کہ آپ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل جو بالفعل نبوت عطا فرمائی گئی تھی وہی باقی اور جاری رہی اور آپ چالیس سال کے بعد نبی بنے نہیں تھے بلکہ اپنی نبی ہونے کو ظاہر فرمایا تھا۔ صلی اللہ علیہ والہ وصحبه وبارك وسلم۔

کتاب کا پورا نام ہے۔

''**الکشف والبیان عما خفی عن الاعیان من سرّ آیة ما کنت تدری مالکتاب ولاالایمان**'' فقط۔

والحمد لله رب الغلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ من کان نبیا وادم بین الماء والطین سید المرسلین حبیبنا محمد وعلیٰ اله الطیبین واصحابه الطاهرین وعلینا معهم اجمعین۔

کتبہ الفقیر عبدالمجید سعیدی رضوی بقلمہ

نزیل مکة المکرمة حفظها الله تعالی

شب ۷ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ شب ہفتہ مطابق ۱۳ نومبر ۲۰۱۰ء بوقت ڈیڑھ بجے

نوٹ: ۲۸۳ خصوصی دلائل کی گنتی ہے جو کہ باب چہارم تا ہشتم سے ہے جب کہ عمومی دلائل اس پر مستزاد ہیں۔ جو پہلے تین ابواب میں مذکور ہیں۔ **والحمد لله تعالیٰ**۔

نوٹ: خاکہ جواب ماہ مقدس رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ سے بھی پہلے تیار کرلیا تھا عشرہ مبارکہ اخیرہ میں سخت علیل ہوگیا۔ اس کے بعد دلیل نمبر ۱۲۳ تک تبییض کر کے محترم مولانا محمد صفدر علی صابر آف کبیر والا کو کمپوزنگ کے لیے ارسال کیا۔ اتنے میں سفر سعادت کے لیے روانگی ہوئی پس دلیل نمبر ۱۲۴ سے آخر تک بلدۂ طیبہ مکة المکرّمة میں تحریر کر کے مولانا موصوف کو ای میل سے ارسال کیا روزانہ کی جزوی نشستوں سے تقریباً ایک ہفتہ میں تکمیل ہوئی۔ ای میل کرنے کی سعادت عزیز محترم قاری غلام مصطفیٰ المعروف عبد القدوس صاحب (ابن اخ مکرم مولانا مفتی عبدالرحیم نقشبندی صاحب سندھ شہداد پور پاکستان) حال ساکن مکة المکرمہ نے حاصل کی۔ میزبانی برادرم حاجی عبدالکریم صاحب نے فرمائی۔

فجزاهم الله کلهم خیراً۔